| صفحہ | ابواب و مطالب |
|---|---|
| ۱۲۵ | باب (۸) ہندوستان مین نیچری فرقہ کی خفیہ کارروائی اور جاہلانہ خیالات |
| ۱۳۲ | نیچری تعلیم سے خبردار ہو دینی ضرر اس تعلیم کا دنیوی ضرر نیچری تعلیم کا۔ |
| ۱۴۰ | مدرسہ صناعت کارٹ اسکول سید احمد خان کی تعلیم سے جاری نہ ہوا |
| | ایک نیچری سے مباحثہ قابل دید ہے |
| ۱۴۱ | باب (۹) مسمریزم کے عامل اور نبی کی معجزنمائی مین دس فرق ہین۔ |
| ۱۴۲ | پہلا فرق تدریج کا ہے یعنی مشاقی۔ |
| ۱۴۳ | دوسرا فرق اجتماع حواس اور یکجواسی عامل کی |
| | تیسرا فرق آلات اور شروط کا ہے۔ |
| | چوتھا فرق واسطہ اور رابطہ کا ہے۔ |
| ۱۴۴ | پانچوان معجزہ جیسے ہو اسکے حواس خمسہ مثل معمول مسمریزم باطل نہین ہوتے۔ |
| ۱۴۵ | چھٹا فرق معجزہ منکر پر چلتا ہے اور مسمریزم نہین چلتا۔ |
| | ساتوان فرق قابلیت اثر معجزہ مین شرط نہین |
| | آٹھوان فرق نبی پر مسمریزم اور جادو نہین چلتا |
| | حضرت موسیٰ جادوگران فرعون سے نہین ڈرتے تھے |
| ۱۴۶ | ہمارے نبی پر جادو کا اثر ہونا بالکل غلط روایت ہے |
| ۱۴۸ | نوان فرق ان عمال علوی سے بھی انبیاء بری تھے جوکہ معجز نکفر ہین |
| ۱۵۰ | دسوان فرق جو مسمریزم کے معمول سے معجزہ |
| ۱۵۰ | کا فرق معلوم کرلو |
| ۱۵۵ | اعمال عالی اور سفلی اور علوم اسرار قسمہ کا سیکھنا حرام کیون ہے۔ |
| ۱۵۶ | عقلی دلائل علوم اسرار کے چھپانے مین پہلا سبب |
| ۱۵۷ | تیسرا سبب نیچر یعنی قانون قدرت کا بدلنا |
| " | دوسرا سبب شیدائی سے پردہ دری خلائق ہو |
| ۱۵۸ | باب (۱۰) تسخیر ارواح کے عمل سے دینی اور دنیوی ضرر اور جواب شبہات |
| ۱۶۰ | روح کی ماہیت قرآن مین کیون چھپائی گئی۔ |
| ۱۶۱ | روح کی ماہیت امام جعفر صادق رح نے دہریہ سے بیان کی۔ |
| ۱۶۳ | ہوا مین وزن بموجب حدیث شریف کے نہین حالانکہ اب ثابت ہوگیا ہے اسکا جواب جدید اصول سے۔ |
| ۱۶۷ | دوسرا اور تیسرا جواب اسی شبہ کا |
| ۱۶۸ | باب (۱۱) تسخیر ارواح کے آلات اور عمل سے اسلام پر کیا صدمہ پہنچ رہا ہے |
| ۱۷۰ | روح کا دادمی السلام اور دادمی پر بعثت اور مقام دفن پر ہونا تناقض کیسا |
| ۱۷۲ | روح کا باتین کرنا اور جواب تحریر دینا اس کی اصلیت۔ |
| ۱۷۵ | روح اگر مسخر ہوتی تو کوئی عامل کسی |

اللهم انصر من نصر دین محمد صلی الله علیه وسلم

غیر مومنین کا وادی بر ہوت میں ہونا۔ اس عمل سے جو روزانہ ہمارے تجربہ میں آرہا ہے۔ ضرور محل تردد ہوتا ہے۔ اسکا جواب اجمالی اور تفصیلی جو کچھ میں نے دیا وہ علاوہ اسکے کہ پرچہ اصلاح میں درج ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں بھی بجنسہ درج ہوگا جب میرے جوابات زبانی اور تحریری کو جناب محتشم الیہ نے سُنا اور پڑھا مجھسے فرمایا کہ بالفعل چونکہ فلسفہ جدیدہ سے خیالات پر اکثر اہل اسلام کے نہایت خراب اثر پڑرہا ہے علمائے اسلام کو ضرور ہے کہ کمر ہمت انتصار اسلام پر ویسی ہی باندہیں جیسے کہ زمانہ سابق میں دونو گروہ اسلام کے یعنی سُنّی اور شیعہ یک دل اور یک زبان ہوکر اصول فلسفہ قدیمہ کا قلع و قمع تدوین علم کلام سے فرما چکے ہیں اور خانگی جھگڑا خلافت کا جو کہ اب طول کو پہونچ گیا ہے۔ اس سے درگذر کرکے خدا کی توحید اور انبیا کی نبوت اور معاد کی ضرورت ثابت کریں۔ میں نے کتاب حمیدیہ (مصنفہ جناب شیخ حسین آفندی جسر جو مشہور علمائے بیروت سے ہیں) اکا ذکر کیا کہ یہ پہلی کتاب اس غرض سے بعض علمائے اسلام نے لکھی ہے۔ فرمایا کہ اسیکا ترجمہ آپ اردو سلیس میں کردیجئے۔ کہ چھپ جائے۔ اور ایک نسخہ کتاب ہذا کا خرید فرماکر مجھے مرحمت فرمایا چودہ مہینہ اُسکا مطالعہ خاکسار نے کرکے جب بہت سا مواد ابواب کتاب ہذا یعنی میری کتاب مسمّی بہ انتصار الاسلام فی ردّ الشبہات والالحاد یام تامیرے برسوں کے دماغ سوزی سے فراہم ہوگیا تب میں نے چند ابواب کا مسودہ حضور میں پیش کیا بعد ملاحظہ مجھسے تحریری ارشاد پہونچا کہ مجھ سے دورو کیواسطے ملنا ضرور ہے چنانچہ میں بتاریخ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ سنہ ہجری حاضر حضور ہوا کیا کہوں کہ دونو حضور اعنے نواب سید سعید علی خانصاحب بہادر اور انکے منجھلے بھائی نواب سید جعفر علی خانصاحب بہادر سے تین روز کی یکجائی میں کیسے کیسے عمدہ اصول اور فروع مسائل توحید اور نبوت پر بحث ہوئی جسکی

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کی حمد کرتا ہوں کہ اسکے وجود اور اُسکے قدرت اور اُسکے اختیار پر یہ کتاب بہت آسانی سے ہر شخص کو ہدایت کریگی اور درود نا محدود انبیاے کرام پر جنکی تشریف آوری کی ضرورت اور جنکی ہدایت کے فوائد پر یہ کتاب شامل ہے۔ خاصکر ہمارے نبی خاتم الانبیا محمد مصطفٰے صلعم جنہوں نے ہمکو پیغمبران ماسلف کے تشریف آوری سے خبر دی اور انکو فرستادۂ خدا ہونا سمجھایا ہونا گناہوں سے پاک صاف ہونا۔ اجتہاد اور قیاس کرنے سے جملہ امور دینی اور ذاتی دنیوی میں جدا ہونا۔ لوازم نبوت سے ارشاد فرمایا جسکو ہماری عقل صحیح نے بھی تسلیم کرلیا۔ چنانچہ اسکا بیان بھی اسی کتاب میں توضیح سے کردیا ہے۔ بعد حمد اور صلواۃ یہ ہیچمدان علی امام حسین کنتوری مصنف کتاب ماتین فی مقتل الحسین اور مترجم قانون شیخ اور کامل الصناعہ کہتا ہے۔ سبب تصنیف کتاب میں بتاریخ ۱۵۔ ربیع الثانیہ ۱۳۱۵ھ حضور پر نور فیض گنجور والا حشم عالی ہمم قدردان علم و ہنر والا گہر عالی جناب نواب سید سید علی خانصاحب بہادر فرزند ارجمند نواب سید باقر علی خانصاحب بہادر مرحوم میں بمقام کانپور مشرف ہوا۔ بعد ادائے مراسم اسلامیہ مسئلہ تسخیر ارواح کا ذکر حضور نے چھیڑا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ارواح مومنین کا وادی السلام میں اور ارواح

تاریخ سے اُن عیوب کو ثابت کریں پس اگرچہ اہل مذہب کو سکوت ہو جائیگا مگر منکرین نبوت
کا شبہہ اور بڑھ جائیگا لہذا ایسے شبہات کو پہلے حل کر دینا لازم سمجھ کر پھر بغرض اسکات اہل مذاہب
معارضہ بھی اگر کرونگا تو کچھ مناسب ہوگا فرض کرو تعدد ازواج کا شبہہ جو ہمارے نبی صلعم پر یہود
اور نصاریٰ کریں پہلے تعدد ازواج کی خوبی براہ عقل ثابت کرکے پھر دیگر انبیا کا کثیر الازواج ہونا بطور
معارضہ کے ہمنے لکھا ہے اب یہ معارضہ محض معارضہ نرہا بلکہ حل شبہہ پر پورا مُعین ہو گیا اور مطلب
یہ ہوا کہ تعدد ازواج عقلاً ضروری ہے اور انبیا سے بڑھکر پابند عقل کے اور کون لوگ ہو سکتے ہیں
لہذا انکا فعل بھی پورا ثبوت اسکے خوبی کا ہے اسیطرح دیگر معارضات کا حال ہماری کتاب میں
ہے دوم بعض مسائل شریعت محمدی میں چونکہ اہل اسلام کو اختلاف رائے ہو گیا ہے جب اس مسئلہ
میں کسی ایک رائے کو ترجیح میں دیتا ہوں اُس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے فرقہ کی رد کرتا
ہوں بلکہ غرض اُس سے یہ ہے کہ اہل اسلام میں ایک گروہ اسکا بھی قائل ہے اگر دہریہ وغیرہم اُسی گروہ
کے قول کو قبول کر کے داخل مذہب اسلام میں ہو جائیں تو کل اہل اسلام انکو خارج از دائرۂ اسلام نہ
کہینگے تیسرے بعض معجزات انبیا کو میں نے تسلیم کر لیا ہے کہ غیر نبی انکے مثل پر قادر ہے اُس سے
غرض میری یہ نہیں ہے کہ وہ امور از قسم معجزہ نہ تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ جسوقت اور جسطرح سے وہ
معجزات صادر ہوئے قوت بشری اُسکے مثل پر قادر نہ تھی اور نہ اُسطرح کبھی قادر ہو سکتی ہے
اب اِس بات کے سمجھانے کیواسطے ضرور ہے کہ ہم معجزہ کے معنی کو مجملاً بیان کر دیں اور جو فلاسفر
دہریہ کہتے پھرتے ہیں کہ معجزہ محض شعبدہ بازی اور بازیگری ہے اُسکا بطلان ابھی سے سمجھ میں
آجائے معجزہ ہم لوگ پابند مذاہب آسمانی اُس امر ممکن غیر عادی کو کہتے ہیں جسکو کوئی نبی اپنے
نبوت کے دعوے کی تصدیق میں ظاہر کرے یا قایم مقام نبی کا اپنے نبی کے سچے ہونے میں
ظاہر کرے پھر چونکہ ہدایت خلق کی اور انتظام امور خلایق خدای تعالے نے انبیا کے ذریعہ سے
فرمایا ہے اور انکی شناخت کامل اظہار معجزات سے ہوتی ہے لہذا جسوقت کوئی آدمی تحدی کرکے

لذت میرے دل سے پوچھنی چاہئے ہیں زیادہ مبالغہ دونو حضور کی مدح اور ثنا
میں کرنا پسند نہ کرونگا ورنہ میری کتاب پر بڑا الزام پہلے یہی لگایا جائیگا۔ بلکہ جس مقام
پر جو اعتراض حضور نے کیا ہے یا جو شبہہ حضور نے دفع کیا ہے۔ وہ بجنسہ درج
کتاب ہذا کرونگا۔ اسی سے ناظرین کو دونو حضور کی لیاقت علمی اور ذہن و ذکا کی پوری
کیفیت معلوم ہوگی المختصر مجھ سے باصرار یہی فرمایا کہ انتصار الاسلام میں ضروری
شبہات نیچریہ اور آریہ سماج اور پادری صاحبان اور دہریوں کا رد ایسی سلامت روی
اور مودبانہ الفاظ سے کردیا جائے کہ ہرگز کسی ناظرین کتاب ہذا کو ان مضامین کا پڑھنا
ناگوار نہ ہو اور مصارف پانچسو مجلد چھپوانے کی سرکار سے یکمشت خواہ ماہ بماہ بموجب
تکملہ حساب پہونچا کرینگے۔ یہ بھی باصرار ارشاد فرمایا کہ اثبات نبوت پر پورا زور دیا جائے
چنانچہ بحمد اللہ آجتک جسقدر ابواب اس کتاب کے لکھ چکا ہوں اور اکثر اہل فہم اور
تعلیم یافتہ کے ملاحظہ اور سماعت میں آچکے سبھوں کی رائے اسکے عمدگی پر متفق
ہو چکی ہے اب میں خدا سے دعا اتمام کتاب کی مانگکر شروع بیان مقاصد کرتا ہوں
مگر پہلے چند امر ضروری کو لکھتا ہوں پہلے واضح ہو کہ اس کتاب میں جسقدر مجھ سے
ممکن ہوا ہے حل شبہہ بہ تفصیل کردیا ہے اور معارضہ یا تمثیل اسی مقام پر درج کرونگا
جہاں پہلے حل شبہہ بطور تحقیق کے ہو چکا ہے اسلیئے کہ معارضہ سے اصل شبہہ دفع نہیں
ہوتا ہے بلکہ فقط ایک قسم کا مخاطب اسکے زبان بندی ہو جاتی ہے اور اصل شبہہ بلا وجہ
ترنجتہ ہو جاتا ہے مثلاً خدا کے وجود سے انکار کرنے میں اور مادہ کے قدیم اور مصدر موجودات
عالم ہونے میں یا خدا کے وجود کے اقرار کرنے سے جو الزام دونو فریق پر آتا ہے اسکے
ذکر میں بجز افزونی شناعت کے اور کیا نتیجہ ہے یا کہ انبیا کے عصمت کی منافی جو امور
ہیں اور اہل اسلام اپنے نبی صلعم میں انکو صحیح فرض کرکے یہود اور نصاریٰ پر دیگر انبیا میں

اپنے حواس خمسہ ظاہری سے محسوس کرتے ہیں جیسے شکل اور صورت رنگ روپ گرمی سردی
اور بعض ایسی چیزیں ہیں جنکو ہمارے حواس خمسہ نہیں محسوس کر سکتے مگر انکے آثار کو البتہ ہم محسوس
کر سکتے ہیں جیسے قوت جاذبہ جو مقناطیس اور کہربا وغیرہ میں ہے کہ ہمکو لوہے کا جذب ہونا بطرف
مقناطیس کے آنکھ سے نظر آتا ہے مگر قوت جاذبہ جو مقناطیس میں ہے وہ ہمکو نظر نہیں آتی مگر
تجربہ سے اور مکرر مشاہدہ سے ہماری عقل مقناطیس کو دیکھکر فوراً حکم کر دیتی ہے کہ لوہے کا
اسمیں ہے یا اسکی کشش کہربا میں ہے بہرحال اب موجودات عالم کی دو قسمیں ہمارے
میں ہوگئیں محسوس اور غیر محسوس اور انہیں دونوں قسموں کے خواص اور آثار کو
اور پہچاننے کا نام فلسفہ ہے اور علم حکمت بھی اسی کو کہتے ہیں پھر چونکہ موجودات عالم
سے ہمکو دو غرض ہیں سے کوئی غرض اور فائدہ ضرور ہونا چاہیے ایک تو یہ کہ اسی
اور خواص اور آثار ہمکو معلوم رہیں اور جاہل نہ کہلائیں دوسری غرض یہ کہ بعد شناخت اشیا
اشیا کے ہمکو کسی قسم کا عملی فائدہ بھی ہو پہلی قسم جیسے آفتاب اور دیگر آسمانی چیزوں کا علم اور انکے
خواص جسمانی مثل حرکت اور سکون اور حرارت اور نور وغیرہ کہ ان امور کے جاننے سے ہمکو بجز
اس فائدہ کے کہ ہم انکے خواص کو جانتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہے چنانچہ سوقراط وغیرہ
فلاسفہ کی یہی رائے ہے۔ اور بعض لوگ خدا پرست اس علم ہیئت کو ذریعہ شناخت موجد عالم اور
اور خدائے بزرگ کا سمجھتے ہیں۔ دوسرے قسم کا فلسفہ جسمیں ان چیزوں سے بحث ہوتی ہے
جو ہماری زندگی کے بسر کرنے میں بکار آمد ہیں علم طب اور کیمیا اور جر ثقیل وغیرہ ایسے ہی علوم ہیں
اب خلاصہ یہ معلوم ہوا کہ فلسفہ کی دو قسمیں ہیں نظری اور عملی اور انہیں دونوں قسموں کے اقسام
بہت سے ہوگئے ہیں فلسفہ قدیم جسکو لارڈ بیکن نے سنہ ۱۶۲۰ء اور ڈیکارٹس نے
میں بالکل مہمل سمجھکر جدیدہ فلسفہ جاری کیا اور جدیدہ سے مراد کیا ہے کہ پچھلے
اور تحقیق مسائل کے سب غلط ہیں فقط اصول تصحیح یعنے استقرا سے جزئیات سے جو

بعضے دعوائے نبوت کرکے کوئی امر خارق عادت ظاہر کرے واجب ہے کہ اگر اسکا دعویٰ نبی اللہ
ہونیکا صحیح ہے وہ معجزہ بھی ضرور صادر ہو جائے اور اگر جھوٹھا دعویٰ نبوت کیا ہے واجب ہے
کہ خدا اسکے جھوٹھا کرنیکی غرض سے وہ امر خارق عادت اسوقت اسکے ہاتھ پر نہ ظاہر ہونے دے
ورنہ تصدیق کاذب کی لازم آئیگی اور جھوٹے کو سچا ظاہر کرکے خلایق کو گمراہ کرنا اور انتظام عالم
کو درہم برہم کردینا یہ کام خدا کا نہیں ہے اب اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہی کام جسکو بازیگر شعبدہ
بازیدون دعویٰ نبوت کے کرسکتے ہیں اگر دعویٰ نبوت کرکے تصدیق میں اپنے دعویٰ کے کرنا
چاہیں ہرگز نہ کرسکینگے۔ اور یہ ایسا عقیدہ ہمارا پختہ اور مدلل ہے جسکا خلاف کبھی ہو نہیں سکتا
ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے پھر چونکہ یہ مسئلہ دقیق ہے اور بیان کامل اور پوری توضیح کا
محتاج ہے اس مقام پر اسیقدر ہمکو لکھنا ضروری تھا آیندہ جب نبوت اور معجزہ کا بہ تفصیل بیان
کرینگے انشاءاللہ بہت وضاحت سے اسکو بھی بیان کرینگے خلاصہ اب ہمکو فقط یہی بات کہنی
باقی ہے کہ فلسفہ کی ترقی جسقدر ہوتی جاتی ہے خدا کا وجود اور خدا کی حجت یعنی انبیا کی تصدیق
انہیں مسائل فلسفیہ سے بڑھتی جاتی ہے اور ہمیشہ بڑھتی رہیگی اور کبھی ایسا خیال نہ کرو کہ سچا مسئلہ
کسیے علم عقلی کا خدا کے وجود اور انبیا کی نبوت کو باطل کرسکتا ہے عاقل کو چاہیے کہ تعصب کو
چھوڑکر ہماری اس کتاب کو مطالعہ کرے اسلیئے کہ امر حق کا پوشیدہ رہنا دو سبب سے ہوتا ہے جہل
بسیط یعنی آدمی بالکل امر حق سے ناواقف ہو اور اسکے جاننے کی کوشش نہ کرے اور جہل مرکب
کہ جان بوجھکر تعصب سے اسکا انکار کرے اب میں کتاب کو شروع کرتا ہوں اور توفیق اتمام کی
خدا سے چاہتا ہوں ✲ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ✲ مقدمہ
کتاب فلسفہ جدیدہ و قدیمہ کے بیان میں حکمت یا فلسفہ کی تعریف اور بیان اقسام سے ہمکو
اس کتاب میں طول دینا مفید نہیں ہے لہذا دو قسمیں حکمت کی یہاں بیان کرتے ہیں ہمیشہ آدمی
کی عقل میں دنیا کی موجودہ اشیا دو طرح کی معلوم ہوتی چلی آئی ہیں بعض اشیا ایسے ہیں جنکو ہم

سرسری نظر سے حال کی تحقیقات ایسے کامل طور سے ہو رہی ہے کہ ایک ایک مسئلہ کا ایک
علم پورا بنگیا ہے جیسے علم نور علم ہوا علم حرکت وغیرہ یہ سب کچھ صحیح مگر اب ہمکو یہ دکھانا منظور ہے
کہ یہ جدید طریقہ جسکو لارڈ بیکن اور ڈیکارٹس نے جاری کیا ہے یعنے اصول تصفح اور
استقرا پر مدار تحقیقات علمی کردیا ہے اور اگرچہ اسکے فوائد ہمکو بخوبی پہونچ رہے ہیں مگر کیا یہ طریقہ
نیا ہے اور لارڈ بیکن ہی کی ایجاد ہے یا پہلے بھی مروج تھا اور کیا اس طریقہ سے علم واقعی حاصل
ہوتا ہے اور اسکا خلاف نہیں ہوسکتا ہے اور (لا آف نیچر) یعنے قانون الٰہی وہی ہے جو استقرا کے
ذریعہ سے ہمکو دریافت ہو پہلا امر یعنے استقرا کا ایجاد سے لارڈ بیکن کے ہونا اسکو عموماً اہل یورپ
جو کہتے پھرتے ہیں یہ انکی صریح غلطی ہے چنانچہ لارڈ میکالی بڑی عمدگی سے لارڈ بیکن کی سوانح
عمری میں لکھتے ہیں کہ اصول تصفح کسی شخص خاص کی ایجاد نہیں ہے ہر انسان اس قاعدہ
سے بلا تعلیم اور تعلم کے خبر رکھتا ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہر شخص کم وبیش اس قاعدہ کا
عامل ہے اسیکی بدولت کاشتکار سمجھتا ہے کہ جَو سے جَو اور گیہوں سے گیہوں پیدا ہوگا اسیطرح
بقرینہ غالب ہر طفل اپنے دایہ کو تمام دیگر عورات سے پہچانکر دودھ پلانیکی توقع اپنی دایہ ہی سے
رکھتا ہے پس جاننا چاہیئے کہ لارڈ بیکن اصول تصفح کا موجد نہ تھا میں کہتا ہوں اسیطرح
ارسطو طالیس نے اپنے منطق کی کتاب میں اور اہل اسلام میں ابونصر فارابی اور ابوعلی سینا وغیرہ
سبھوں نے اس مسئلہ استقرا کو بخوبی لکھا ہے۔ اب رہی دوسری بات جسکو لارڈ بیکن نے یوں
دعوے کیا ہے کہ بدون استقرا کے کوئی تحقیق علمی صحیح نہیں ہوتی ہے اس میں اتنی بات
اور بھی اگر بڑھا دیجائے کہ بدون استقراے تام کے تحقیق علمی صحیح نہیں ہوتی ہے اسوقت لارڈ
بیکن سے کل اہل علم کو اتفاق ہوگا ورنہ ہرگز یہ قول قابل تسلیم کے نہیں ہے استقرا کی دو قسمیں
ہیں ایک ناقص کہ چند یا اکثر افراد کو دیکھکر کوئی حکم کلی کردیں اور دوسرے استقراے تام کہ تمام
جزئیات کو تلاش کرکے جو صفت ہر فرد میں پائی جائے اسیکو صفت عام قرار دیں اور ایسی تلاش طاقت

حکم عام ثابت ہو جاوے وہی قانون قدرت ہے (لا آف نیچر) اور اسی کے درپے ہونا
حکیم کو لازم ہے اب یورپ کا فلسفہ اسی قاعدہ پر چل رہا ہے سنہ ۱۸۷۹ء میں مسٹر ریڈ صاحب
کے اقوال کو دیکھو عربی اور سنسکرت میں جن لوگوں نے فلسفہ پڑھا ہے انکو پورا تعصب
اس بات میں ہے کہ جدید فلسفہ کوئی نہیں سب قدیم ہے اور یورپ کے طلبہ فرانس اور
جرمن امریکہ والوں کو تعصب ہو یا نہ ہو مگر ہمارے ہندوستانی بھائی جنہوں نے ابتدائی درجہ
کو بھی پاس نہیں کیا ہے تھوڑی سی انگریزی پڑھی اور دو ایک مختصر تاریخ کی کتب کو
دیکھا اُبل پڑے کہ فلسفہ جدید ہی جو کچھ ہے قدیم فلسفہ محض تاریکی جہالت کا نام ہے
مجھے ان دونوں کے اقوال سے بحث کرنی منظور نہیں ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ تحقیقات
علمی کا خاصہ ہے کہ روزانہ ترقی معلومات میں ہوتی ہے اور اگر ابیقور حکیم کے اقوال کو صحیح
کہوں تو کوئی فلسفہ جدید نہیں ہے ہزاروں اولٹ پلٹ دنیا میں ہوتے چلے آئے ہیں جیسا
پلیٹا فلسفہ نے لارڈ بیکن اور ڈی کارٹس کے زمانہ سے کھایا ہے اور ہمیشہ اسیطرح رہیگا
اگر دنیا کی ابتدا اور انتہا نہ مانی جائے مجھے ۱۹۰۲ء میں دو معزز اہل علم سے علوم قدیمہ اور
علوم جدیدہ کے بحث کرنیکا موقع ملا مگر سوای اسکے کہ علوم جدیدہ ایک موہوم اور فرضی
لفظ ان کی زبان پر تمام پیالہ جاری تھے کوئی نیا علم جو ہماری کتب قدیمہ میں شرح نہ ہو جیسے
سنیس لرنی وغیرہ جن میں فقط بیان اقسام علوم کا ہوتا ہے وہ دو تو صاحب بتلا سکے
بڑا دعویٰ علم جی اک ناسی کے جدید ہونے پر ہے یعنے انسان کی خلقت سے پہلے دنیا
کیسے تھی اب جسنے تاریخ پڑھی ہے اور حکیم ابیقو اور حکیم سون وغیرہ فلاسفہ کے اقوال
پر نظر اسکی پہونچی ہے وہ کہ سکتا ہے کہ دنیا کے قدیمی حالات پر کیا کیا کچھ فلاسفہ قدیم لکھ
رہے ہیں اور جب ہم اس علم کے متعلق کچھ بحث کرینگے اسوقت آپ کو معلوم ہوگا کہ جدید اور
قدیم میں کیا فرق ہے اسیطرح جیالوجی اور فزیالوجی وغیرہ تاہم بنظر انصاف اگر دیکھا جائے

ہو رہی ہے اُس سے مُراد اُن لوگوں کی وہی اصول جدیدہ ہیں جو اصول تصفّح سے روز افزاں ثابت
ہوتے ہیں اور جنکو یہ لوگ قانون قدرت (لا آف نیچر) کہتے ہیں اور جن پر کارخانہ عالم بنظر عادت آلہی
چل رہا ہے پھر جب علوم جدیدہ کی بنا محض استقرائی ناقص پر ہے اور جو قاعدہ بنا دریافت ہوا ہے
چند خواہ اکثر افراد کو تلاش کرکے ایک حکم کلّی فرض کرلیا ہے اب تو کوئی قاعدہ جدیدہ ایسا نہ ٹھیریگا
جسکا چلنا ضروری سمجھا جائے ایسے علم اور ایسی حکمت پر اسقدر فخر اور مباہات کرنا حکیم و دانشمند کو ہرگز
مناسب نہ ہوگا ہاں ایسے ہی نوخیز کم علم جیسے ہمارے طلبہ اسکول اور کالج ہندوستان میں پیدا ہوتے
جاتے ہیں انکو البتہ جو نہ کہیں وہ زیبا ہے اور نہ کریں تعجب ہے۔ آیندہ ابواب میں دکھایا جائیگا کہ جو جو
اصول فطرت (لا آف نیچر) یہ لوگ سمجھ رہے ہیں اور کوئی دلیل عقلی اُسکے قانون آلہی اور قانون علم
ہونے پر قایم نہیں ہوئی ہے اُسکا بدلنا اور بگڑ جانا کیونکر ہو رہا ہے۔ اس تعلیم جدیدہ میں دو تین باتیں
ایسی خراب لڑکوں کو بتلائی جاتی ہیں کہ جنکی وجہ سے بالکل اخلاق اور عادات اور پابندی عقل سے
اکثر تعلیم یافتہ باہر ہو جاتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ آدمی آزاد پیدا ہوا ہے۔ اور آزادی سے بڑھکر
کوئی عمدہ شئے نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نیچر کے خلاف ہو نہیں سکتا ہے جب یہ دونوں اصول
نوخیز طلبہ کو پڑھائے گئے اور موٹی موٹی مثالوں سے اُنکو سمجھائے گئے بس خدا دے اور بندہ لے
ادب آداب اخلاق سے بالکل انکو دوری ہوگئی اور عقلی علوم جسقدر ہیں سب کو لغو اور ہیچ سمجھنے
لگے۔ تیسری بات یہ تعلیم کی گئی کہ پچھلے زمانہ کے فلاسفہ اور حکما علما سب جاہل اور نادان تھے آجکی
تحقیق سے دنیا میں روشنی پھیلی ہے اب کیا پوچھنا چوتھی قومی ہمدردی اور انسانی ہمدردی بہر
حال مجھے پہلی آزادی کا سمجھنا ضرور ہے کہ وہ کیا چیز ہے۔ باب اوّل حکمت آلہی نے براہ فطرت
ہمکو آزادی کہانتک دی ہے اور عقلاً آزادی کسقدر ہے اور پابندی کیا چیز ہے۔ آزادی
اور پابندی یہ بھی ایسے دھوکھے کے لفظ ہیں کہ فوراً آدمی سُننے کے ساتھ ہی پابندی کے نام سے
متوحش ہو جاتا ہے اور آزادی کے نام سے خوش اور محظوظ ہوجاتا ہے خصوصاً جو لوگ نو عمر اور نوخیز ہیں

بشری سے باہر ہے کوئی آدمی دنیا میں ایسا پیدا ہوا ہے جسنے کسی ایک گھاس یا حیوان مثلاً گھوڑا
یا انسان کے جملہ اشخاص کو دیکھا ہو اور یہی سبب ہے کہ چونکہ تمام افراد کا تجربہ کرنا محال ہے لہذا محض
استقرا سے علم کلی یقینی کا پیدا ہونا بھی محال ہے پس کیسے ہی تحقیق کرو مگر شک ضرور باقی رہتا ہے
کہ شاید کسی فرد میں یہ علم ثابت نہ ہو منجمین نے سات سیارہ اصول تصفح سے دریافت کرکے انہیں کے
خواص پر جنکو نظرات کواکب کہتے ہیں احکام نجوم از قسم سعادت و نحوست تجویز کیے اور اپنی نادانی
سے حکم قطعی ہمیشہ لگاتے رہے اب دیکھو ۳۲ سیارہ معلوم ہوئے اب علم نجوم کے قواعد اور احکام جو
استقراء ناقص پر بنائے گئے تھے کیونکر درست باقی رہینگے کیا ۲۶ سیارہ جدید ان خواص سے خالی ہیں
جو سات میں ملنے رہ گئے ہیں فلاسفہ طبعی نے جن میں طبیعت بھی داخل ہیں چار عنصر سے ترکیب اجسام
تجویز کی چونکہ استقرا ناقص تھا اب کہ چونسٹھ چیزیں مفرد اور بسیط ثابت ہو چکیں اور ممکن ہے کہ
اور بھی ہوں اب انکا اصول تصفح بھی خاک میں ملگیا اسیطرح بطلیموس کی ہیئت کے مسائل جنکو
مجسطی میں ہندسی دلائل سے مبرہن کیا تھا اب وہ نظام ہی باطل ہوگیا اور ہزاروں برس کی محنت
بطلیموس اور مریدان بطلیموس کی برباد ہوگئی اسی اصول تصفح کی غلطی سے۔ اور جب ایسا نظام
جسکو ہندسی دلائل سے قایم کیا تھا باطل ہوگیا اب اگر نظام فیثاغورس کو ہم بڑی تحقیق سے اور
بڑی کاوش سے ہندسی ہی دلائل سے ثابت کردیں کونسی دلیل عقلی قایم کرسکتے ہیں کہ یہ نظام
فیثاغورسی ہمیشہ درست رہیگا۔ لہذا اصول تصفح سے جو قاعدہ عام اور قانون فطرت ہم کو
دریافت ہو جبتک کسی اور دلیل عقلی سے ہم اسکو ضروری ثابت نہ کردیں ہرگز اسکو یقینی کہنا درست نہ
ہوگا اسی وجہ سے قدمائے فلاسفہ نے محض استقرا سے جو حکم ثابت ہو اسکو ظنی اور مشکوک
حکم ٹھہرایا ہے اور اسکو قانون الہی (لاآف نیچر) نہیں مانا ہے جسکا بدل جانا محال ہو اور لارڈ بیکن
اور ڈیکارٹس کے پیرو بیراہ غلطی اُسی کو قانون الہی (لاآف نیچر) کہتے پھرتے ہیں ہرگز وہ قانون
الہی نہیں ہے چنانچہ آئندہ ابواب میں ہم اسکو بیان کرینگے۔ اب دیکھو علوم جدیدہ کی جو پکار ہر طرف

ہزاروں اصول ہماری آزادی کے توڑنے والے ہیں فلسفہ تمدنی جس سے آئین اور قانون سلطنت
بنتا ہے کونسا حکم قانونی ہمکو آزادی دیتا ہے بلکہ جتنے عملی اور علمی اصول ہمکو معلوم ہیں کل کا نتیجہ
یہی ہے کہ ہم پابند اصول رہیں آزاد نہوں اعلےٰ درجہ کا آدمی فرض کرو جیسے ہمارے والیسرائے گورنر جنرل
بہادر جنکی اوقات شبانہ روزی میں ایک ایک منٹ مقید ہوتے ہیں یا سکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ اور اسیطرح
جسکی عمر حکیمانہ برتاؤ کی ہے اُسیقدر اُسکو پابندی زیادہ ہے اچھا یہ تو نوکری پیشہ لوگ ہیں اب تاجروں
کو لیجے اور چلیے ہمارے ساتھ کسی بڑے تاجر یورپین کلکتہ اور بمبئی کے پاس خواہ کسی پارسی اور بوہرہ
کے پاس اور ذرا اُسکی پابندی بلکہ جکڑبندی کو لحاظ کیجے پر آپ زراعت پیشہ لوگوں کو دیکھئے اور
اُنکی پابندی کو پھر ذرا رئیسا اور والیان ملک کو دیکھیے بشرطیکہ وہ بیدار مغز اور سچے رئیس ہیں اور
سدا رنگ محمد شاہ اور عیش پسند واجد علی شاہ لکھنوی ایسے نہیں ہیں جیسے تو مہاراجہ منتوفے
رندھیر سنگھ والی ریاست جموں اور کشمیر نے یہی کہا ہے کہ جو مزدور دن بھر دو آنہ کی مزدوری کر کے شام
کو آرام اپنے بال بچوں میں سوتا ہے وہ سب سے زیادہ آزاد ہے اور ہم اُس سے زیادہ پابند بقول سعدی کہ
فقیر غم نانے دارد و بادشاہ غم جہانے میرے گمان میں اس سے زیادہ غلط کوئی خیال نہیں کہ آدمی آزاد
ہے وہ آدمی جسمیں آدمیت بھی ہو بقول شاعر ع آدمی را آدمیت لازم است + آدمی تو آدمی ٹھرا
ہم تو اُن حیوانات کو بھی آزاد رہنا پسند نہیں کرتے جنسے ہمکو کوئی تمدنی تعلق ہے شتر بے مہار اور
اسپ بے لگام اور بیل کو بے ناتھ رکھنا پسند نہیں کرتے اب معمولی عقل دونو کے رُو سے عام آزادی
تو کسیطرح درست نہوئی اور پابندی کے بدون چارہ نہیں ہے اب یہ بات بیان کرنی رہی کہ وہ آزادی
جسکو سنکر ہماری طبیعت لشباش ہوجاتی ہے اور جسکی تعلیم ہمکو اسوقت کا زمانہ دے رہا ہے وہ کونسی آزادی
ہے زیادہ تر تو آزاد اُسی کو کہتے ہیں جسکو تعلقات دنیوی کچھ بھی نہوں نہ گھر نہ بار نہ آل نہ اولاد نہ مال
نہ زر نہ پدر نہ جورو نہ جاتا خدا سے ناتا ع فقیروں کی کیا موت کیا زندگی + جہاں موت آئی وہیں مر رہے
سعدی ع نہ اشتر سے سوارم نہ چو خر زیر بارم + نہ بادشاہ رعیت نہ غلام شہر یارم + ایک گروہ آزاد

اور جنکے سامنے ابتدائے تعلیم سے آزادی آزادی کی پکار ہو رہی ہے ادھر پابندی کا نام آیا اور کان
اُنکے کھڑے ہوئے پھر جب اُنکو یہ سمجھایا گیا کہ مذہب کی پابندی انسانی آزادی کو بالکل فنا کردیتی ہے
اور دو چار مثالیں انکو جزئیات مسائل مذہبی کی سُنائی گئیں جیسے گرجا گھر کی نماز عیسائیوں میں خواہ
پانچ وقت کی نماز اہل اسلام میں اب تو اور بھی اُن آزادمنش لوگوں کو وحشت ہوتی ہے مجھے اس
مسئلہ کا لکھنا سب سے پہلے ضرور ہے اسلیے کہ جبتک آزادی اور پابندی کا فرق ہم نہ سمجھائینگے تو
کسی شریعت کی یا علمی اصول کی پابندی کی ضرورت کیونکر ثابت ہوگی۔ ہاں میرے معزز انسانی
بھائیو ذرا اپنی عقل معمولی سے پہلے کام لو اُسکے بعد عقل فلسفی سے جو ہمکو تعلیم درجہ اعلیٰ سے
حاصل ہوتی ہے کسی جاہل سے اگر کہا جائے کہ آدمی ہر کام میں آزاد ہے اور ہر طرح کے افعال کرنے میں
آزاد ہے مثلاً پیشاب پاخانہ کو لیجیے آدمی آزاد ہے چاہے سڑک پر شاہ راہ پر دونکو برہنہ ہو کر بیٹھے موتے
اسکو تو شاید کوئی آدمی سوائے او گھڑ پہم منش کے ہرگز پسند نہ کرے گا بلکہ یہی کہیگا کہ نہیں صاحب کسی
گوشہ میں تخلیہ میں کہ آدمی ہمکو برہنہ بے ستر نہ دیکھے وہاں پیشاب پاخانہ پھرنا چاہیے اب معلوم ہوا کہ ایسی آزادی
تو ہرگز کسی آدمی کو پسند نہیں بلکہ پردہ کی پابندی ضرور ہے شرمگاہ کے چھپانے کا مسئلہ اگرچہ رواجی
سمجھا جاتا ہے مگر ہم کسی جگہ اسکی خوبی براہ عقل بھی ثابت کرینگے جب شریعت کا بیان ہوگا اگر یہی مسئلہ
کوئی اہل مذہب اپنے مذہبی کتاب سے بیان کرکے آپ کو پابند آڑ اور پردہ کا بنانا چاہے تو پھر کونسی پابندی
آپکی بڑھ جائیگی۔ ہاں اگر کیسے ہی جاہل سے پوچھو کہ ہم گالی گفتہ بے محل کرنے میں آزاد ہیں کبھی کوئی
عقل معمولی کا آدمی بھی اسکی اجازت نہ دیگا اور پوری پابندی آپ کو اس میں بھی کرنی پڑیگی اسیطرح
کھانا پینا سونا جاگنا چلنا پھرنا الغرض جملہ افعال میں عقل معمولی ہمکو پابند کسی قانون کا ضرور کرتی
ہے عقل معمولی سے بڑھکر اب فلسفی طریقہ سے لیجیے جب نیچرل خیال کے لوگ خدا کو پابند قوانین قدرت
(لاآف نیچر) کہتے ہیں اور آزادی کو اصل قدرت کی منافی خیال کرتے ہیں پھر اب ہم لوگ جنکے واسطے
قانون الٰہی (لاآف نیچر) بنا ہے وہ کیونکر آزاد ہو سکتے ہیں فلسفہ عملی مثلاً طب یا علم اخلاق اسکے

ایک بنی نوع کے نسبت حکم دینکی غرض سے نماز نہ پڑھنا اور اپنی آزادانہ رائے کو ظاہر کرنا تو شاید
اسکا خدا اپنی عبادت سے زیادہ اسکی ہمدردی قومی سے بہت راضی ہوتا یہ نوخیز زاوی بھی بچہ
اسی تعلیم سے خوگرفتہ ہے صاحب بہادر کی یہ رائے پسند کرنے پر آمادہ تھا اور شاید ایسا ہی دراصل ہوگا
میں اس مسئلہ پر اسوقت بحث نکرونگا کہ حقوق انسانی کو حقوق الہٰی پر عموماً تقدیم ہے یا کہ خاص خاص
مقامات پر مگر اسوقت مجھے کہنا اسیقدر ہے کہ ایسے شبہات ڈالنے کی تقریروں نے عام طبائع پر برا اثر
ڈالا ہے جسکے مٹانے میں اب ہم ریفارمرونکو صدہا برس درکار ہیں اگر کسی نوخیز سے جسکو کوئی مسئلہ
اصول اور فروع مذہبی کا نہ سکھایا گیا ہو یوں کہا جائے کہ نماز تو اپنے قدرت کی خیر منانیکی غرض سے
پڑھی جاتی ہے تاکہ ہم دوزخ میں نہ جلیں اور قومی ہمدردی یا انسانی ہمدردی اپنے بنی نوع کی جان
اور مال آبرو بچانے کیواسطے ہے پس آدمی وہی آدمی ہے جو اپنے بنی نوع پر فدا ہو اور دوسرے کا فائدہ
اپنے نفس کے فائدہ پر مقدم رکھے دیکھئے کیسا اثر اس تقریر کا ہوتا ہے اور فوراً عقل اسکو قبول بھی
کر لیتی ہے اور جب اسکو یہ معلوم ہو کہ ہمارے نبی صلعم نے بحکم خدا نماز میں بھی ہمارے قوم اور ہمارے نوع کی
بہبودی پر خدا سے دعا کرنی ضروری تجویز فرمائی ہے اور اپنی عبادت کے ساتھ ہمارے قوم کی رفاہ بھی
دعا مانگنے سے لازم کی ہے اور کوئی کام ہم سے اپنی عبادت کا ایسا نہیں لینا تجویز کیا ہے جسمیں فقط
ہم اپنے ہی قدرت کی خیر منائیں ایضاً نماز پڑھنے سے ہمارا دل اور دماغ بہت نہیں تو چند ہی منٹ
نفسانی اور شہوانی بلکہ شیطانی وسوسوں سے پاک ہو جاتا ہے اور فطرتی محاسن سے ہم متصف
ہو جاتے ہیں محبت انسانی جوش میں آتی ہے اور پھر جب ہم نے اپنے مسلمان بھائی کیواسطے دعائے
خیر مانگی اور جوش محبت ہمارے دل میں پیدا ہوا اب ایسی حالت میں جو رائے ہم دینگے آزاد اور سراسر
فطرتی انصاف پر ہوگی حسد اور کینہ اسوقت ہمکو ذرا بھی نہوگا نماز تو درکنار غیر اوقات نماز میں بھی
ہمکو کچھ دعائیں تعلیم ہوئی ہیں کہ جب ہم کسی مقدمہ میں حکم اور پنچ بنائے جائیں انکو پڑھکر اپنے انسانی
بھائی سے وہی برتاؤ کریں جو فطرت سے کرنا لازم ہے اب اگر وہ مسلمان پنچ یعنی جوری والا ایسے ضروری

فقیروں کا ہوتا ہے اُنکے کلمات اسی قسم کے ہیں مستان شاہ او گھڑ پرم ہنس مجذوب یہ بھی سب آزاد کہلاتے ہیں یہ آزادی تو اَور تھی اَور اسکے مضامین شعرای ہر زبان نے ہزاروں نظم کیے ہیں ؎ قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو ۔ خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو کسی نے یوں کہا ہے ؎ زندگی بھر اسے جنوں میں کو نئے جانا نہیں ہاتو قیس دیوانہ تھا جو جاکر بیابان میں رہا خیر اِن زٹل قافیوں سے کیا فائدہ ہمارے تعلیم یافتہ نوخیز نوعمر نوجوان کو جو آزادی سُنائی جاتی ہے وہ کیا ہے کہ وہ تعلیم آزاد ہے جو کسی مذہب والے کو اپنے رسوم مذہبی کے ادا کرنے میں نہیں روکتی ہے اَور نہ کسی اسکول اَور کالج میں کسی مذہب کی تعلیم دیتی ہو بلکہ تاریخ جغرافیہ میں بعض مذہبی اوتار اَور مذہبی پیشواؤں کے وہ حالات لڑکوں کو ازبر کرانی ہو جنسے اُنکو پابندی مذہب سے پوری نفرت ہو جاوے یہ رائے سررشتہ تعلیم کے قانون بنانے والوں کی جس ملک میں ہو ابتدا میں تو نہایت خوش نما معلوم ہوتی ہے مگر بقول حافظ ؎ کہ عشق آساں نمود اول ولے اُفتاد مشکلہا ہماری گورنمنٹ رعایا پرور ایسی ہے افواہًا سنا ہے کہ حضور لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و اودھ نے اپیچ دی مسلمانوں کو تعلیم مذہبی ضرور کرانی چاہیے۔ الغرض آزادی کی جو دھوم دھام ہو رہی ہے اس سے مُراد فقط یہی ہے کہ مذہب کی پابندی انسان کی آزادی کو غصب کرتی ہے ہزاروں نظائر اسکے زبانی اَور تحریری موجود ہیں تا اینکہ ہمارے اسلام پر جان نثار سر سید احمد خان صاحب بہادر اپنی تفسیر قرآن میں جابجا لکھ رہے ہیں کہ میں ایک آزاد مورخ منکر مودب نکتہ چینی سے اسکو یعنی کسی معجزہ نبی کو یا کسی واقعہ تاریخی قرآن کو) روکتا ہوں دوسری مثال ابھی چند روز گزرے مجھسے ایک نوخیز طالب علم نے بیان کیا ہے کہ ایک معزز مسلمان کسی کچہری میں کسی جج کے داخل تھے کہ نماز عصر کا خواہ ظہر کا تنگ وقت رہا انہوں نے حاکم سے رخصت لی اَور نماز کو گئے صاحب کلکٹر یا صاحب جج نے اُنکے وجاہت سے رخصت تو عطا کی مگر ساتھ ہی اُسکے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ شخص پاک دلی سے اپنے

سکے جن سے اسکی پابندی عقل اور تجویز غیر کی نہ ہوگی بلکہ اپنی عقل اور تجویز کی پابندی
کرے۔ اب گھر سے چھوٹا تو کچھ روز میں انکا جبتک دوسرے کی نگرانی میں تھا آزاد ہر ایک فکر سے
اور بے پروا ہر ایک امر سے بقول شاعر ع دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند اب اپنے اوپر بڑی نام
تو یہ ہے کہ آزاد مطلق العنان ذی اختیار ہوئے مگر آزادی تو جب ہوتی کہ گھر بار لڑکے بالے کنبہ قبیلہ
کچھ نہ ہوتا اور تنہا ایک ہیں دو گوش نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے اور یہ صاحب زادہ تو ماشاء اللہ گھر بار
سب کچھ رکھتے ہیں ع اے گرفتار پائے بند عیال۔ دیگر آزادگی مبند خیال ہندی حکیم شاعر کیا
خوب کہ گیا ہے ع ستمن بیاہ اوس جو سوچا جو سر اسے پڑ پاؤں بڑی پڑت ہیں ڈھول بجائے بجائے
ہاں اگر تعلقات قرابت یا برادری اور مراسم دنیوی چھوڑ دیجئے شادی بیاہ بھی نہ کیجئے تو اسوقت
خانہ کواری کے افکار سے اگر آزادی ہوگی تو اغیار یعنے نوکر چاکروں کے پنجہ میں گرفتاری ہوگی خدا کی
پناہ یہ پابندی ایسی سخت ہے کہ جان اور مال دونو کا خوف ہر دم لگا ہوا ہے اسکے ایذا سے بشرطیکہ
مغزی وہی واقف ہے جو بے خانماں ہو ہمارے نبی صلعم نے بھی ارشاد فرمایا ہے شرار اُمتی
العزّاب۔ بدترین آدمی میری اُمت کے وہ لوگ ہیں جو مرد بے زن خواہ زن بے مرد کہلاتے ہیں المختصر
دنیا میں رہکر اور تعلقات دنیوی رکھکر اور پھر امید آزادی بجز خبط کے اور اسکو کیا کہوں ابھی میں
نے دوسرے عالم کا یعنی دار آخرت کا ذکر نہیں کیا ہے جس کی یاد بھلانے کی غرض سے آزادی
آزادی کی پکار ہے اب دنیا کے بسر بردہ میں کسی قسم کے لوگ فرض کرو تجارت پیشہ صناعت
پیشہ یا زراعت پیشہ خواہ نوکری بدتر از غلامی کسی پیشہ ور کو آزادی نہیں ہے اب ایک آزادی
عقل کی بھی آجکل زبان زد ہو رہی ہے اور آزاد خیال بھی اسی طرح زبان زد ہے عرب میں عقول
حرّہ بولتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی امر میں ہم سے رائے طلب کیجاتے اس میں بدون
لحاظ و مروت اور مصلحت داری کے آزادانہ رائے دیں چاہے وہ رائے ہمارے اصول خاندانی یا کہ
اصول تمدنی یا دیگر امور خانگی کے مخالف بھی ہو یہ آزادی ضرور عمدہ آزادی ہے مگر اسپر عمل درآمد
کرنے اُسی شخص سے متوقع ہے جسکو پوری پابندی انصاف اور راست بازی کی ہے یہ آزادی

وقت میں کہ حکم اخیر اُسیوقت صادر ہوکر کسی مسلمان بھائی کی گردن ہی ماری جاتی تھی اور
اسکا خیال نکیا اور نماز کو چلا گیا اور اسکے اُٹھ جانیسے ایک بے نوع کا خون ناحق ہوگیا خواہ نادان
زاہد اُسپر عابد ہوا تو ایسے وقت ہماری شریعت بھی اُسکے طولانی نماز کو پسند نکریگی بلکہ کفارۂ خوف
کا مسئلہ جاری ہوگا جسکا بیان ہمارے فقہ کی کتابوں میں ہے اور اگر مہلت کافی تھی اور اسکے نماز سے
کوئی ضرر اہل مقدمہ کا نہیں تھا پھر تو نماز ہی مقدم تھی بلکہ نماز سے دو فائدہ ہوئے ایک تو ہمدردی
کا جوش بڑھا دوم خیالات نفسانی سے اسکو پاکی نصیب ہوئی اور خدا سے دعا کرکے پھر اپنے
منصب کو آزادی اور سچائی کے ساتھ ادا کرنے پر حاضر ہوا بس اسیقدر اسجگہ بیان مناسب ہے
اور تفصیلی بیان پھر کسی جگہ کرونگا جب حقوق الٰہی اور حقوق انسانی کو لکھونگا پھر چونکہ آزادی سے
فقط یہی سمجھا جاتا ہے کہ مذہب کی پابندی سے آزادی ہماری رکی جاتی ہے اور یہ مغالطہ
محض ابتدائی تعلیم سے اطفال کے ذہن کو ہوجاتا ہے اسیوجہ سے جہاں کوئی مذہبی بات اُنکو سنائی
گئی اور اُنکو فوراً خیال ہوا کہ مذہبی جکڑبند سے ہمکو جکڑا جاتا ہے اور ہماری آزادی کو غضب کرنا چاہتے
ہیں۔ لہذا ہمکو ضرورت اسبکی ہے کہ آزادی اور پابندی کو اچھی طرح سے بیان کریں اور یہ شبہہ جو عام
طبایع میں ڈالا جاتا ہے اسکو محض بے بنیاد ثابت کردیں آزادی اور پابندی اہل مذہب اور لامذہب
سبکو ہوتی ہے مگر کسی کی آزادی مناسب ہے اور کسی کی نامناسب ہے جبتک لڑکپن کا زمانہ ہے لڑکا ہو
خواہ دختر ہو تو بالکل پابند اپنی پرورش کرنیوالے کا ہے اور کوئی کام خودمختار ہوکر نہیں کرسکتا ہے یہ
پابندی تو اُسی زمانے کی ہے جسکا حساب ہی کچھ نہیں اب زمانہ بلوغ اور اختیار کا آیا اور تعلیم اور
تربیت جسقدر زمانہ خوردسالی میں ہوچکے اگر ورثہ اور مربی لوگوں کی رائے میں اور لاوارث ہو تو حاکم
وقت اور ہمارے مذہب میں عالم دین کی رائے میں یہ شخص ذی اختیاری کے لایق ہے تو انسانی آزادی
یعنی فاعل مختار اسکو کردینگے اور فاعل مختار کے یہ معنی ہیں کہ پابندی غیر سے رہا کرکے اسکو اسیکے
عقل کا پابند کرینگے اور یہ اختیار اور یہ آزادی جو سراسر پابندی اور قید سے بدتر ہے بعد چند امتحانات

جب آدمی سمجھ لے کہ یہ سب باتیں جاہل اور عوام کے خیال میں بری ہیں ورنہ دراصل ان میں
کوئی برائی نہیں ہے اور یہ بھی انکا مذہب ہے کہ کوئی شے فی نفسہ اچھی اور بری نہیں ہے یہ
بھی کہتے تھے کہ لذات جسمانی زیادہ قوی ہیں بہ نسبت لذات روحانی کے کھاوپی لو چین
اڑالو بس یہی غرض دنیوی زندگی سے ہے نہ اور کوئی عالم ہے اور نہ کسی کو حساب کتاب سمجھانا
ہے دیوجینس حکیم کی آزادی یہ تھی کہ سخت گرمی کے دنوں میں ریگ گرم پر لوٹتا تھا اور چلّے کے
جاڑوں میں جس پتھر پر برف جمی ہوئی ہو اُس پر اپنا بدن چمٹا دیتا تھا حکیم اقراطیس کی آزادی
گوز لگانے میں یہ تھی کہ ہرگز ہرگز کچھ شرم نہ کرنی چاہئے منیترقلیس بڑا واعظ جسکو مرض ریح
صادر ہونے کا ہو گیا تھا بیچارہ نے شرم سے عزلت اختیار کی تھی گھر سے باہر نہ نکلتا تھا حکیم
اقراطیس نے ایک روز ترمس (باقلا مصری) خوب پیٹ بھر کے کھایا جب خوب ریاح پیٹ میں
بھر گئی منیترو قلیس کے پاس جا کر اُس سے خوش گپی کے ضمن میں نصیحت شروع کی اور کہا کیہ
صادر ہونے سے شرم کیسی (جیسے ڈکار اور چھینک اور جماہی اور کھانسی بے اختیاری ہے گوز بھی
ویسا ہی ہے) اسی اثنا میں حکیم اقراطیس کے گوز پیہم خارج ہونے لگا تب منیترو قلیس سے
کہا دیکھو ہم تم برابر ہیں جو امر عام اچھے برے سبکو ہوتا ہے اُس سے شرم کیسی اُسیوقت سے
منیترو قلیس کی شرم جاتی رہی اور اسی حکیم کا پیرو ہو گیا اور مذہب کلبیہ کا پابند ہو کر تمام کتب
تیوفراسطہ جو اس نے پڑھی تھیں اُنکو جلا دیا پیرو نام حکیم سوفسطائی کو پہاڑ کی بلندی سے کود
پڑنا اور ہموار زمین پر چلنا آگ میں جا پڑنا دریا میں گھس جانا سب برابر تھا۔ اگر اُسکے شاگرد جو زیادہ
آزاد نہ تھے اور نہ زیادہ از خود رفتہ ہوئے تھے ہر وقت ہمراہ نہ رہتے پیرو حکیم کب کا مر گیا ہوتا۔ اب
خلاصہ یہ ہوا کہ پوری آزادی تو اُسی کو ہے جو اچھی برائی اشیا کا منکر ہو۔ یا موجودات عالم کو فقط
وہمی امور تصور کرے۔ اور جو شخص نیک و بد کو مانتا ہے اور موجودات عالم کو دراصل موجود
سمجھتا ہے۔ عقل معمولی یا عقل فلسفی کا قائل ہے دو اور دو کا مجموعہ نہ چار سے کم نہ چار سے زیادہ جانتا
ہے اور سوفسطائی منکر بدیہیات نہیں ہے وہ تو پوری آزادی کے بدلے پوری پابندی
اور جکڑ بندی میں ہے۔ پھر چونکہ ہم اسوقت چہل خیال والے اصحاب سے مخاطب ہیں اور ان کو

ہزاروں امور کی پابندی پر موقوف ہے لفظ میں آزادی ہے اور معنوں میں بالکل پابندی
اور جکڑبندی ہے۔ یہی آزادی خیال آزادی رائے اور آزادی عقل ایسی عمدہ صفت ہے کہ
آدمی کیسا ہی گمراہ لامذہب بداطوار ہو مگر جب آزاد خیال ہو کر اور تعصب سے جدا ہو کر رائے زنی
کریگا ہٹ دھرم نہوگا فوراً اسکو ہر مسئلہ میں ٹھیک ٹھیک جو پہلو ہوگا وہی نظر آجائیگا یہی آزادی
اگر ہم میں پیدا ہو دنیا میں لاکھوں مذہب مٹ کر ایک مذہب رہجائے یہی آزادی خدا سب بنی
آدم کو نصیب کرے جو فطرتی آزادی ہے اسی آزادی کے قایم کرنے کے واسطے ہمکو سچے آزاد
ریفارمر ہادی کی حاجت ہے جنکے بے لگاؤ اور بے غرض ہونے پر ہمکو پہلے کسی بڑے ثبوت کی
ضرورت ہوتی ہے جسکو باب نبوت میں ہم لکھینگے۔ انشاءاللہ۔ آیئے ہم آپ اسی آزادی اور پابندی
کے مسئلہ میں اپنی اپنی رائے آزادانہ طور سے ظاہر کریں مسئلہ یہی ہے کہ آزادی اچھی یا پابندی
جب ہم ہزاروں مثالیں پابندی اور مجبوری کی دینگے اسوقت تو آپ کو پابندی کا اچھا ہونا کہنا
پڑیگا۔ پھر جب آزادی کے امثلہ ہم لکھینگے آزادی سے بہتر کوئی چیز معلوم نہوگی۔ اب ہماری
عقل آزاد سچے انصاف سے یہ حکم کلی کرتی ہے کہ جو چیز ایسی ہے کہ بعض مقامات پر تو وہی
چیز اور بعض مقامات پر اسکے ضد اور نقیض اچھی معلوم ہو اب ان دونوں کو عموماً اچھا اور برا
کہنا درست نہوگا بلکہ بقول شاعر۔ نہ ہر جائی مرکب تواں تاختن ؎ کہ جاہا سپر باید انداختن جب
بہ قاعدہ انصاف کے رو سے ہماری آزاد عقل نے تجویز کردیا اگر آپکی عقل بھی اسکو مان لے اب
ہم چند اقوال آزادی خیال کے پیش کرکے انکی خوبی اور خرابی ظاہر کرتے ہیں۔ آزادی رائے
سے اصلی غرض یہ ہے کہ دنیا میں اچھی بری کوئی چیز بجز عقل نہیں ہے۔ جس طرح
جدید تعلیم میں فلسفہ کے آزادی کی پکار ہے قدیم فلاسفہ بھی یونہیں پکارتے تھے۔ مگر فرق اسیقدر
ہے کہ قدیم آزاد خیال صاف صاف اپنے مطلب کو ظاہر کردیتے تھے اور حال کے آزاد خیال ابھی
ویسے گستاخ بے باک اور گستہ مہار نہیں ہوئے مگر سب مطلب سید جو یاوی کام آہستہ آہستہ
رفتہ رفتہ یہ بھی کھل جاینگے دیکھو تاریخ فلاسفہ کلبیین اور فلاسفہ قیروانیین کو آخر تھیودورس
حکیم نے تعلیم کردیا کہ زنا کرنا چوری کرنی اور شرک سب کچھ آدمی کو جائز ہے اور کچھ قباحت نہیں

اور اُسکے ٹھیری ہے حرارت معدہ سے خراب نہ ہونے پائیگی بلکہ نیم ہضم ہو رہیگی اور اگر پہلے میدہ کی
روٹی کھائینگے چار گھنٹہ میں روا غیر منہضم معدہ میں رہکر خراب اور فاسد ہو جائیگا لہذا ہمکو آزادی کا
بیجا ہونا موجب تخمہ اور فساد ہضم کا ہوگا اسیطرح جب کوئی غذا بدون ہضم غذاے سابق کے کھائینگے
بدہضمی اور تخمہ پیدا ہوگا- یہ قانون فطرت (لا آف نیچر) ایسا ہے کہ علاوہ تجربہ کے عقلی دلیل بھی
اسکو ثابت کرتی ہے- اب آزادمنش چھوٹے بڑے بے تمیز سے جاہل اور گنوار اگر اس قانون پر یہ اعتراض
کریں کہ صحرائی اور گنوار محنتی مزدوروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ گھاس کنکر پتھر بیدھڑک جب جی چاہا کھا
لیتے ہیں اور سب ہضم بلکہ بھسم ہو جاتا ہے اور بڑے محتاط پابند قواعد حفظان صحت تولہ تولہ بھر
غذا کے سبک چار چار پہر پیٹ میں رکے ہوئے پڑے پھرتے ہیں اور نہیں پچتی ہے پھر پابندی سے
کیا فائدہ ہوا اور آزادی سے کون سا ضرر ہوا- یہی اثر جہالت اور نادانی کا ہے اور ایسے ہی خیالات
کے لوگ آزادی کا نام سنکر پھولے نہیں سماتے اور یہی لوگ زیادہ محتاج تعلیم اور تادیب کے ہیں اب دیکھو
کہ قانون فطرت کے توڑنے کی جو مثال گنوار اور مزدور کے کنکر اور پتھر ہضم کرنے سے دی ہے کیسی غلط
ہے اسلیے کہ مزدور گنوار کی ریاضت اور محنت سے جو حرارت اور گرمی پیدا ہوتی ہے وہ حرارت
عموماً ہر آدمی کے معدہ میں کہاں پیدا ہو سکتی ہے ایسے محنت اور تعب جسمانی کیواسطے وہ قانون
فطرت نہیں بنایا گیا ہے یا ضعیف المعدہ آدمی جو صحت بدنی سے خارج ہے اسکی نظیر بہال صورت
نہ ہوگی- اور کونسا قانون ایسا ہے جس میں کچھ افراد مستثنے نہوں- بلکہ اگر غور اور تامل سے دیکھا جائے
تو آزادی کی خرابی اس مثال خاص سے اور بھی پیدا ہوتی ہے- اسلیے کہ ہم لوگ اصول تصفیہ سے
جو قانون عام بناتے ہیں اور پھر دلیل عقلی سے اسکو درست کر لیتے ہیں اور غرض ہماری
یہی ہوتی ہے کہ ہمکو اس قانون کا لحاظ کر کے عام طور کی آزادی حاصل ہو باوجود ایسی کوشش
اور سرزنش کے اور باوجود اسقدر پابندی عقل کے پھر بھی ہمکو آزادی نصیب نہیں ہوتی اور
بعض مقامات میں وہ قانون بھی ہمارے بکار آمد نہیں ہوتا ہے چہ جائیکہ ہم بالکل آزاد ہوں اور
اور کسی قانون کی پابندی نکریں تب ہمارا کیا حال ہوگا- یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ گنوار اور مزدور آدم

سوفسطائی منکر بدیہیات نہیں سمجھتے اور وہ لوگ خود بھی ایسے لوگوں کو ذی عقل نہیں
جانتی ہیں بلکہ اُنکے اقوال کی خرابی پر مثل ہمارے اقرار کرتے ہیں ایسے لوگوں سے ہمکو یہی ظاہر کرنا
چاہیے کہ وہ آزادی جس سے آدمی آدمیت سے گذر جائے اسکو تو آپ جانے دیجیے بلکہ اس مسئلہ
میں تین صورتیں براہ عقل برآمد ہوتی ہیں (۱) آدمی بالکل آزاد ہو جیسے کہ حکما سوفسطائی کی
مثالیں گذر چکیں (۲) بالکل پابند ہو ایسا تو کوئی آدمی ہو نہیں سکتا کہ جتنے افعال جسمانی اور عقلی وغیرہ
ہیں سب میں پابند کسی دوسرے کا ہو اور اپنے ہاتھ پاؤں عقل اور ادراک سے کچھ نہ کر سکے (۳)
بعض چیزوں میں آزاد ہو اور بعض میں پابند اور یہی صورت اوسط اور درمیانی ہے اور اسی پر
کارخانہ دنیا کا چل رہا ہے جب ایسی بات ہے اب ہمکو اپنی عقل معمولی خواہ عقل فلسفی سے اس
کی شناخت کرنی لازم ہے کہ ہم آزاد کن امور میں ہیں اور پابند مجبور کن امور میں اور یہی غرض
تعلیم اور تعلم سے ہے کہ پابندی اور آزادی کے مواقع ہمکو سکھلائے جائیں یہ غرض نہیں ہے۔
کہ ہم ہر امر میں آزاد اور گستاخ ہو جائیں جس سے ہر قسم کی خرابی ہمکو نصیب ہو انتظام اور پابندی
اور بدنظمی اور آزادی میں کیا نسبت ہے اگر انتظام کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز ٹھیک اپنی
جگہ پر رہے آگے پیچھے داہنے بائیں ہٹنے نپائے اور بدنظمی کے یہ معنی ہیں کہ اندھا دھند کارخانہ
ہو موقع اور محل پر اشیا کا ہونا کچھ ضرور نہیں ہے آگے رہیں تو کیا اور پیچھے رہیں تو کیا پھر تو انتظام
کو پابندی اور بدنظمی کو آزادی لازم ہے اور جس جگہ ہم آزادی کے خواہاں ہونگے بدنظمی ضرور
پیدا ہوگی فرض کرو ہماری غذا کے قواعد اطبا نے یہ تجویز کیے ہیں کہ ثقیل دیر ہضم غذا اور سبک
زود ہضم غذا اگر دونو کو ہم ایک وقت کھانا چاہیں واجب ہے کہ پہلے ہم زود ہضم غذا کھا لیں اُس
کے اوپر دیر ہضم کو تناول کریں میدہ کی روٹی خواہ کوئی چیز جو ثقیل اور دیر ہضم ہے اور سوجی
خواہ رواز زود ہضم ہے مثلاً اگر میدہ کی روٹی چار گھنٹہ میں ہضم ہوتی ہے اور سوجی کی دو گھنٹہ
مین اب لازم ہے کہ اسوقت ہم روے کی روٹی یا بسکٹ نان پاؤ پہلے کھائیں اور میدہ کی
روٹی پیچھے اسلیئے کہ دو گھنٹہ میں سوجی کی روٹی ہضم ہو جاتی ہے اور میدہ کی روٹی جو طاقی ہے یعنی

فلاسفر ہا اسیطرح قدیم تہذیب اور شائستگی کو بھی تاریکی اور جہالت سمجھتے ہونگے اب مجھے ضرور
ہے کہ اخلاقی امور کو مجملی طور سے بیان کروں اور شائستگی جدید اور قدیم میں فرق دکھلا کر آزادی
اور شائستگی کو سمجھاؤں - اخلاقی امور دو قسم کے ہیں کچھ تو ایسے امور ہیں کہ اُنکی اچھائی برائی
عقلاً ثابت ہے اور کچھ ایسے امور ہیں کہ رواج اور رسم کی نظر سے کسی جگہ اچھے اور کسی جگہ بُرے
خیال کیے جاتے ہیں مگر دراصل اُن میں کوئی برائی نہیں ہے - ہم اسوقت دو تعلیم یافتہ لڑکے آپکے
سامنے بٹھا کر بدون طرفداری اور بدون تعصب کے دونوں کے حرکات اور سکنات کی تصویر کھینچتے
ہیں ایک تو جدید تعلیم اسکول اور کالج سے نکلا ہے - اُسکا نام زید ہے دوسرا ہمارے ٹوٹے پھوٹے
کسی مدرسہ سے جسکا نام بکر ہے زید تو آزاد ہے اور مہذب بھی - اور بکر نہ آزاد ہے اور نہ اُس تہذیب
سے مہذب ہے جو کہ تہذیب جدید ہے زید مہذب اور آزاد کوٹ پتلون اور ترکی ٹوپی دیئے ہوئے اور
ولایتی بوٹ پہنے ہوئے کرسی پر بیٹھے ہیں اور میز بھی سامنے لگی ہوئی ہے چرٹ منہ میں دبا ہوا ہے
اور اگر پوری آزادی ہے تو کسی قدر یا بالکل خمار بھی آنکھوں میں ہے کچھ لکھ رہے ہیں یا کوئی کتاب
پڑھ رہے ہیں - اگر انگڑائی جمائی لیتے ہیں تو منہ پر ہاتھ رکھکر گاڈ گاڈ پکار رہے ہیں ایک پاؤں کا
گھٹنا خواہ بوٹ سمیت سارا پاؤں ہلا رہے ہیں بلکہ بدن کی بوٹی بوٹی پھڑکا رہے ہیں جو پوچھیے
یہ کیا جواب دینگے کہ صاحب ہاتھ پاؤں ہلانے جلانے کی غرض سے ہمکو فطرت نے دیے ہیں
پھر چرٹ منہ میں اگرچہ ہے مگر جب جی چاہا سیٹی میں ارگن باجا بھی بجانے لگے زیادہ مزہ میں آگئے تو
منہ سے بھی کوئی دو چار بول کسی گت کی پہاڑی جھنجھوٹی میں گانے لگے خواہش تو یہی ہے
کہ خاص یورپ کا لہجہ اور وہی سُر اور وہی اتار چڑھاؤ ادا ہوئے مگر خرابی قسمت کو کیا کریں خمیر تو انڈیا
(ہندوستان) کا ہے وہ لوچ اور سُریلی آواز اور وہ کہنک اور وہ گمک اور وہ کھٹکا یورپین کی آواز کا
سا کہاں سے لائیں ع آدم آورد دریں دیر خراب آبادم - یہیں حضرت آدم کیوں اترے کاش
جزیرۂ فلاں میں اترے ہوئے تو آج یہ بھی ویسے ہی نہ ہوتے ابھی جنٹل مین صاحب ارگن کی بول
گا رہے تھے کہ یکایک بلی سے چھوٹا قد میں ولایتی کتہ (جو گود میں سو رہا تھا یا اسکو شراب زیادہ پلادی
تھی) چونکا اب اسکو پیار کریں کہ ارگن باجے کی نقل کریں مجھے اسوقت ایک چشم دید حکایت قدیم تعلیم یافتہ

گھاس کھاکر ہضم کر لیتے ہیں اور کچھ ضرر بالفعل اُنکو بظاہر نہیں ہوتا ہے مگر ایسے بہائم سیرت
کو مغرور اور فریفتہ اپنی آزادی پر نہونا چاہیے ایک دن وہ بھی اثر ہونیوالا ہے کہ پھر کوئی تدبیر دوائی
سے جان بر بھی نہو نگی ہمارے رعایا میں بھی ایک مجذوم گھوسی ایسا ہی جانور تھا آخر اُسکو جذام ہو
گیا اور ہمنے رفتہ رفتہ گیارہ جمال گوٹہ غیر مدبر ایک روز اُسکو کھلائے اور دست آنا کیسا ڈکار بھی
نہ آئی آخر ہمکو ثابت ہوا کہ عمل بالعصر سے اُسکو اجابت ہوگی جب کشتہ قلعی اُسکو کھلایا تب جاکر
تین دست اُسکو برابر پچاس دستوں کے آئے اور تمام مادہ خارج ہوا اور تمام بدن سوکھکر مثل
ہرج کے ہو گیا۔ بہر حال آزادی کا نتیجہ خراب آج اگر نہیں ملتا ہے تو کل سہی ایسا ہی ہو تو کارخانہ
عالم کا انتظام کاہیکو درست رہے اسی گنوار اور مزدور کی مثال میں ہم ایک اور قانون فطرت
(لا آف نیچر) کو لکھتے ہیں وہ قانون یہ ہے حالت صحت میں پرہیز کرنا ایسا بُرا ہے جیسے بیماری میں
بد پرہیزی پس اگر اس گنوار کا معدہ ایسا قوی اور صحیح الافعال ہے اسکو ہم اس قاعدہ کے رو سے
ترتیب غذائی ثقیل اور خفیف سے آزاد کردینگے اور پابند اس دوسرے قانون (نیچر) کا کرینگے یہی
صورت ہے کل آزاد اور بیہودہ لوگوں کی کہ جب پابندی اصول کی نہ کرینگے ایسے ہی آفات اور صدمات
میں گرفتار ہونگے کاشتکار اور تاجر اور دستکار اور مزدور نوکری پیشہ سبکے واسطے فطرت نے قدرتی قانون
بنادیا ہے اُسکی پابندی سب پر واجب ہے۔ نہایت فریب ہی کی وہ تعلیم ہے جسمیں ہمارے نوخیز لڑکوں کو
آزادی سنائی جاتی ہے اور انکی گستاخی اور بد تہذیبی بڑھائی جاتی ہے اسلیئے کہ اُنکو ابتدائے
تعلیم میں اسقدر سمجھ کہاں ہوتی ہے کہ آزادی کے مواقع کو سمجھیں لہذا اپنی نادانی سے جو مقتضائے
خوردسالی ہے وہ ہر بات میں آزادی کے خواستگار ہو جاتے ہیں اور بڑی خرابی میں خود وہ اطفال
اور اُنکے مربی اور بزرگ پڑ جاتے ہیں شائستگی اور تہذیب کا جو شخص طالب ہو اُسکو آزادی سے
کیا سروکار۔ اسی جگہ سے معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ہماری تعلیم ہمکو شائستہ اور مہذب بنانے کی غرض
سے ہے پھر ہمکو آزاد بنانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے مہذب کو آزاد کہنا ایسا ہے جیسے عالم کو جاہل سمجھنا
کوئی مہذب آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو آوارہ اور گسستہ مہار ہو۔ ہاں تہذیب اور شائستگی دو قسم
کی ہے جدید اور قدیم۔ پھر جسطرح قدیم فلسفہ اخلاقی کو جدید فلسفہ اخلاقی نے مٹادیا ہے (بقول جدید

بعد ہمکو کسی جبار قہار کا سامنا کرنا ہے جو ہم سے ہماری بدکرداری اور بداطواری کا انتقام لیگا
یا ہماری خوش کرداری اور نیک اطواری کی ہمکو جزاے نیک دیگا ایسی حالت میں ہماری
گستہ مہاری اور مطلق العنانی کو کیا پوچھنا جو کچھ نکریں وہ تھوڑا ہے جسطرح کہ خداپرستی ہمکو ہر
ایک امر میں اور ہر ایک فعل نیک اور بد میں پابند رضا جوئی خداے پاک کا ضرور کرتی ہے اسیطرح
لذت پرستی آزادی ہمکو تمامی افعال اور اقوال لذت دہندہ میں ہر دم گرفتار رہنے سے جو امر
زیادہ ملذ ہے اُسی کے حاصل کرنیکی فکر اور اسی کے کھانے پینے کا خیال دلاتی ہے جایز طور سے
پایا جا سکے جایز طور سے تو کوئی طریقہ لامہوں کے عقیدہ میں ہو ہی نہیں سکتا ہی نہیں۔ اگر آپ کہیں کہ ہماری عقل
ہمکو امور قبیحہ کے ارتکاب سے روکیگی اور تکمیل علوم عقلیہ سے تمدنی اخلاقی اصول ہمکو نیک اور
بد کے امتیاز کرنے میں کافی ہیں۔ یہ تو عین پابندی کا اقرار ہے آزادی اب کہاں رہی اب
ہمکو یہ ثابت کرنا پڑیگا کہ تمدنی اُمور میں عیوب او محاسن کی شناخت ہم کونسی عقل سے کریں
فلاسفہ کے اقوال تو ہمیشہ اچھے اور بُرے اُمور کی شناخت میں مختلف چلے آتے ہیں شراب
خواری کو لیجیے جو مبدا فسادات ہے ہمیشہ ایک گروہ اسکی خوبیاں اسقدر بیان کر رہا ہے کہ
اُس سے بڑھکر کوئی شے اچھی دنیا میں نہیں ہے دوسرا گروہ اُسکی مذمت کر رہا ہے زناکاری
کو لیجیے جس سے سلسلہ نسب منقطع ہوتا ہے۔ ان دنوں آزادی خیال سے وہ شیوع اسکا ہو
رہا ہے کہ یورپ کی تہذیب اور حرام گھروں کی بنا قماربازی کو لیجیے اور لاٹری کا صیغہ یاد کیجیے
اگر سلطنت شخصی میں بحکم بادشاہ واحد یہ افعال قبیحہ جاری ہوتے تو ہم کہ سکتے کہ ایک شخص
یعنی بادشاہ کی عقل واحد نے خطا کی ہے نوعی سلطنت امریکہ وغیرہ جسکی کاروائی پارلیمنٹ
اور کونسل پر ہے جس میں بڑے بڑے حکما اور فلاسفر ممبر ہیں اور جنکا انتخاب کیسی کیسی احتیاط
عقلی سے کیا جاتا ہے انکی تجویز سے مسکرات کے کارخانہ سرکاری تجارت کیواسطے جاری ہیں
اور حرام گھر سرکاری خانہ زاد روس بڑھانیکی غرض سے اور لاٹری سرکاری محصول کے زیادتی کی
نظر سے جو وجہ ہے اسی بیان سے ہمارے یہ شبہہ بھی اُٹھا ہوا طرف ہوتا ہے جو بعض دہریہ اور نیچرل
کہدیتے ہیں کہ آئین سلطنت کا خوف ہمکو ارتکاب جرائم یعنے افعال قبیحہ سے روکنے کو کافی ہے

کی بھی یاد آگئی جو دستار فضیلت باندھکر پورے عالم ہو چکے تھے اور جنکا میں ذکر کرچکا ہوں میرے
ایک بزرگ سے ملنے آئے تھے وہ بزرگ اُس وقت کچھ لکھ رہے تھے قلمدان سامنے کھلا ہوا رکھا تھا
مولوی صاحب یعنی وہی دستار بند کبھی قطازن کبھی مقراض کبھی چاقو کبھی گیرا جس سے کاغذ اڑنے
سے روکا جاتا ہے اسکو اٹھانے لگے جب میرے بزرگ مرحوم سے ضبط نہ ہو سکا ایک مٹی کا کھلونا گاؤ
تکیہ کے پیچھے سے اٹھا کر مولویصاحب کو دیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کھیلیں اور دل بہلائیں۔ اب
مولویصاحب چپ سُن کا تو تو لہو نہیں ہیں تو کیا نہیں سراسر گستاخی اور بے ادبی کے مرتکب ہو
چکے تھے میرے بزرگ مرحوم نے فرمایا وہ از خدا خواہیم توفیق ادب ۔ بے ادب محروم ماند از لطف رب
ہم لوگوں کی تہذیب اور شایستگی اگرچہ اب ہم میں نہیں رہی مگر ہائے ہائے وہ ای مصحفی میں یوں
کیا اگلی صحبتوں کو وہ بن بن کے لاکھ نقشے ایسے بگڑ گئے ہیں ۔ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی
لیاقت اسکا طرز تعلیم ہی جدا تھا شیخ ناسخ مرحوم لکھنو میں ایسے ادب آموز مشہور تھے کہ امرا اور
رؤسا کے نوجوان اطفال اُنکی صحبت میں جاکر علم مجلس اور ادب آداب سکھائے جاتے تھے یہ گھٹنے
کا ہلانا اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ عقلاً اس میں کونسی خرابی ہے تو کیا جواب دے سکتا ہوں مگر اوپر میں
لکھ چکا کہ بعض قسم کے حرکات اور افعال محض بنظر رسم و رواج کے بُرے ٹھہرائے گئے ہیں جسطرح
کسی جلسہ میں دونو پائنچے چڑھا کر دونو پاؤں کھول کر بیٹھنا یا دونو پاؤں پھیلا کر مجمع میں بیٹھنا۔
اسیطرح سینکڑوں افعال اور اقوال مثلاً بلا ضرورت چلا کر مجمع میں بزرگوں کے بولنا ۔ یہ بھی ہمارے
قدیم اخلاق اور آداب کے رُو سے گستاخی ہے اور اسی نظر سے ہمارے قرآن میں آیا ہے لا ترفعوا
اصواتکم فوق صوت النبی اپنی آواز کو نبی کی آواز سے زیادہ بلند نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ فعل فطرت کی راہ سے بھی گستاخی میں داخل ہے چنانچہ ہم اسکو لکھینگے امید اور بیم
ایسی چیز ہے کہ انتظام دنیوی اسی پر موقوف ہے کوئی کام ذی عقل آدمی نہیں کرتا ہے جس میں
کسی قسم کی امید یا کسی قسم کا خوف نہ ہو پھر جب ہمکو یہ عقیدہ ہوا کہ ہماری خلقت محض بیکار
ہے ہمارے دنیا میں آنے سے کوئی اور مطلب نہیں ہے سوا اسکے کہ لذات فانی میں تا زندگی عیش
و آرام سے بسر کریں نہ کوئی خالق ہے جسکے احسان کو یاد کرکے اسکی شکر گذاری کریں نہ مرنے کے

سے محسن حقیقی کا انکار بھی ہو گیا اور محسن مجازی جو دنیا میں ہم پر احسان کر رہے ہیں بلکہ ماں باپ
جنکی وجہ سے بظاہر ہماری ولادت ہوئی ہے اور آقا اور بادشاہ اور جملہ اقسام کے محسن سب کے احسان
کا انکار ہمکو ضرور ہوگا اور اسکا نتیجہ جیسا خراب ہے اُسکے بیان کرنیکی حاجت نہیں ہے یہ تو انکار مبدا
اور خالق سے خرابی پیدا ہوئی اب انکار معاد سے بیم عذاب جو برطرف ہوگا اُسکی خرابی سے جسقدر شر اور
فساد عالم میں پھیلیگا وہ بھی ظاہر ہے اور سلطنت کا رعب وداب روکنے والا اس فساد کا آزادی
خیال کے فرض پر کسیطرح درست نہیں ہوتا ہے نوعی سلطنت ہو یا شخصی ایضاً ہم زمانہ حال کی
ترقی علوم فلسفہ کو بچشم خود دیکھ رہے ہیں کہ جسقدر آزادی خیال کی بڑھتی جاتی ہے فسق اور فجور کا
پیمانہ لبریز ہو رہا ہے اور تاریخ ہمکو بتلا رہی ہے کہ گذشتہ زمانہ میں بھی جب فلسفہ کا زور شور تھا یہی
صورت زیادتی فسق اور فجور کی پیدا ہوئی تھی آیندہ کے ابواب میں ثابت کیا جائے گا کہ بڑے بڑے
فلاسفر پورے بدکار اور زانی محسن کش رشوت خوار ہو چکے ہیں اور سوائے فلسفہ توحید کے ہرگز کوئی
فلسفہ بدکاری سے نجات دہندہ نہیں ہے پس یہ دعوٰے دہریہ اور نیچرل صاحبوں کا محض غلط
اور بے بنیاد ہے کہ علوم عقلیہ ہمکو ارتکاب قبائح سے روکنے کو کافی ہیں اسلئے کہ نہ کبھی کافی ہوئے
اور نہ اب ہیں اور نہ آیندہ ہونگے ہاں وہی فلسفہ جس سے مبدا اور معاد کا اقرار کرنا لازم آتا ہے اور
جسکو ہادیان برحق انبیاء کرام خدا کیطرف سے لائے ہیں وہ تو ضرور اسکام کو انجام دیتا ہے جسکے
انکار پر دہریت اور نیچریت کا زور شور کیا جاتا ہے اسلئے کہ امید اور بیم کی تعلیم اُسی فلسفہ میں ہے
کوئی شخص اسوقت ایسا ہے جو ہمارے سامنے سن مکھ ہو کر پورا جواب دے کہ تعلیم نسوان کا مسئلہ
جو براہ فلسفہ الٰہی ایک حد معین تک محدود رکھا گیا ہے اور زمانہ حال کے فلاسفہ نے مردوں کے
برابر بلکہ مردوں سے زیادہ تعلیم عورتوں کی ضروری ثابت کی ہے اور اُسی تعلیم مفرط کا نتیجہ آج
یہ ہو رہا ہے کہ امریکہ کی عورات کا جھنڈ کا جھنڈ اپنے جفت کی تلاش میں فرانس اور جرمن اور لندن
کو نکلا تھا جیسا کہ اخبارات اسکو لکھ چکے ہیں اور آزاد خیال اسی پہ فخر کرتے ہیں کہ واہ کیا اچھا طریقہ
ان عورتوں نے اختیار کیا ہے۔ اب جس مرد کے گھر میں ایسی تعلیم یافتہ عورت ہے اُسکی حکومت

شریعت کی پابندی کیا ضرور ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جب رعایا اور بادشاہ دونو پابند کسی شریعت
کے نہیں ہیں اب اگر سلطنت شخصی ہے تو بادشاہ رعایا پر غالب ہے پھر ہمکو کیونکر اطمینان ہو
کہ بادشاہ آزاد منش خلاف عقل کارروائی نکریگا چنانچہ یہی دلیل سلطنت شخصی کے خراب ہونکی
بیان کیجاتی ہے۔ اور اگر سلطنت جمہوری ہے اور تمام ممبران کونسل آزاد منش ہیں اور امید و بیم
کسی احکم الحاکمین کا انکو نہیں ہے وہ کونسل بھی غلط کاری میں بمنزلہ شخص واحد کے ہوگی
اگر آپ یہ کہیں کہ ہزار آدمی کا اتفاق رائے ضرور اچھی چیز کی اچھائی اور برے فعل کی برائی ظاہر
کردے گا پس قانون سلطنت جو کونسل اور پارلیمنٹ نے بنایا ہے ضرور محل اطمینان زیادہ ہے
بہ نسبت شخصی تجویز کے اسکا جواب تفصیلی تو میں باب اثبات نبوت میں دونگا مگر یہاں اسیقدر
کہتا ہوں کہ اگر محض اجتماع سے ہر جگہ پر مجمع کا حکم افراد کے حکم سے بدلجائے تو مجموعہ ممکنات کا
واجب الوجود بھی ہو سکتا ہے اور پھر کسی نبی اور ہادی برحق کے آنیکی ضرورت نرہی اور نہ کسی
خدا کی ضرورت ہے بلکہ ہزار آدمی خطا کار کا مجمع بھی ضرور ہی خطا کار ہوتا ہے اور ہزار آدمی غیر
مہذب کا مجمع بھی غیر مہذب ہے اور ہزار آدمی زناکار کا مجمع بھی زناکار ہے اور ہزاروں شرابی کا
مجمع بھی شرابی اور ہزاروں روپیہ کے ڈھیر سے روپیہ کا ڈھیر اور ہزاروں اشرفی سے اشرفی اور
ہزار آزاد خیال کا مجمع بھی آزاد خیال ہے اب جو ایک آزاد خیال کو یا زنا کار کو یا شرابی کو سوجھے گی
وہی ہزاروں کو سوجھیگی اس فرض پر ایک اور ہزار اور لاکھ سب برابر ہیں ۵ مرض یکے وطبیعت
یکے مزاج یکے + مریض عشق اگر صد بود علاج یکے + المختصر آزادی خیال کی خرابیاں جنکے اظہار میں
یہ ساری کتاب لکھی جاتی ہے اور ہر باب میں اُسکے نظایر آپکو دکھلائے جاتے ہیں منجملہ اُسکے یہ بھی ایک
لغو اور باطل خیال ہے کہ ہر مجمع کا حکم اُسکے افراد سے مخالف ہوتا ہے۔ اس مقام پر بطور اجمال
آزادی کے قبایح مندرجہ ذیل کو بیان کرتا ہوں جب کسی کا یہ عقیدہ ہوا کہ نہ ہمارا کوئی خالق ہے
نہ محسن حقیقی بلکہ ہمارا وجود آپ ہی آپ ہو گیا ہے اور جو کچھ زمانۂ حیات میں ہمکو رنج اور راحت
پہونچتی ہے وہ بھی خود بخود پہونچتی ہے نہ کوئی موذی اور دشمن نہ کوئی ہمارا محسن اور آرام رساں
اپنے ارادہ سے ہمکو ایذا یا راحت پہونچاتا ہے بلکہ زمانہ کے رفتار کو یہ سب امور لازم ہیں۔ اس عقیدہ

اور وہ بھی پردہ میں اسکو وہ ضروری امور جنکی معرفت بدون سیر اور سیاحت کے محال ہے کیونکر
معلوم ہو سکتے ہیں اور اسیوجہ سے ہزاروں قسم کے تاوان اور نقصان مرد کو عورت کی ناتجربہ کاری
سے عائد ہوتے ہیں دور کیوں جایئے بازار کی خرید و فروخت ان چیزوں کی جو خاص عورات سے
متعلق ہے اسمیں کیسی خیانت اور غبن کا سامنا پردہ نشین عورات کو نوکر چاکر لونڈی اصیل
دیتی ہیں جو مردوں کو اسی خراب عادت پردہ نشینی عورات کی وجہ سے اٹھانی پڑتی ہیں اور ساری
کمائی اسی میں برباد ہوتی ہے یہ ایسی بات نہیں ہے جسکے نظایر پیش کرنیکی ہمکو حاجت ہو یہ ظاہر
ہے کہ جس قوم کی عورات بازار میں خرید فروخت اپنے سامنے کرتی کراتی ہیں تجربہ بھی انکا بڑھتا ہے
اور اس تاوان روزانہ سے محفوظ رہکر اپنے مردوں کیلئے پوری کفایت شعاری کرتی ہیں چوتھی
عفت اور پاکدامنی اور امور قبیحہ سے محفوظ رہنا اگر پردہ کرانے سے مطلوب ہے فطرت انسانی اسی
پر ہوتی ہے کہ جس چیز سے آدمی کو منع کروگے اسکی حرص زیادہ بڑھیگی عرب کی مثل مشہور ہے اَلانسانُ
حَرِیصٌ عَلیٰ مَا مُنِعَ جسقدر روک ٹوک کروگے اسیقدر انکی حرص بڑھیگی اب ثابت ہوا کہ پردہ
میں بٹھانا عورات کو گویا انکو پاکدامنی اور عفت کے توڑنے پر زیادہ معین ہے بلکہ یہ ضرر انکو تعلیم
اخلاق حسنہ سے البتہ دفع ہو سکتا ہے اور محض قید کرکے پردہ میں بٹھانے سے ہرگز دفع نہوگا۔
بداخلاق عورت اگر لاکھ پردہ اور حجاب میں ہوگی پاکدامن نہیں رہ سکتی اور مہذب تعلیم یافتہ اسکول
اور کالج کے جو آوارگی کے عیوب کو اچھی طرح سے جانتے ہو وہی تہذیب اسکو بازار عام میں بھی
محافظ عصمت اور عفت ہوگی۔ اب ثابت ہو گیا کہ جو چیز عفت اور پاکدامنی پیدا کرنے ہے یعنی اعلے
درجہ کی تعلیم نسوان اسکو شریعت محمدی روکتی ہے اور پردہ کرنا جس سے ضرر عفت کا ہم ثابت کرچکے اس
کی تاکید کرتی ہے پھر کونسی عقل ایسی شریعت کی خوبی کا اقرار کریگی پانچویں یہ ہے کہ نہ کسی شریعت
نہ کسی طریقہ عقلی میں یہ بات جایز سمجھی جاتی ہے کہ سزا سے قید کسی آدمی کو قبل از ارتکاب
جرم کے دیجاوے اور اس سے بڑھکر اور کونسا ظلم ہو سکتا ہے کہ بیچاری ناکردہ گناہ عورتیں بے زبان فقط
اس بدگمانی پر کہ بے پردہ ہوکر خلاف عصمت کرینگی گھروں میں دائم الحبس کیجائیں آخر کونسا گناہ انسے

زوجہ پر اور اُسکے خانگی امور کا نظم اور نسق جیسا ہے اُسکو تو اُسی سے پوچھیے جن عورات ہندوستانی نے ببیبر اور بلکہ خود سر ہو کر قانون وکالت کا پاس کیا ہو اور بیرسٹر ایٹ لا ہو گئے ہوں (خدا نکرے) اُنکے شوہر صاحب بھی اگر بیرسٹر ہیں تو شاید لعنت یہ ہیچ امور خانگی میں عہدہ برائی ہو جاتی ہوگی خواہ تقریر میں دونو برابر سرابر رہکر کسی تیسرے کو جج قرار دے کر فیصلہ کر لیتے ہوں ورنہ کیا مجال ہے کہ شوہر کی کوئی بات چلنے دیتی ہوں تعلیم نسوان کا مسئلہ ہم ایک خاص بات میں لکھینگے انشاء اللہ پہلے آزادی نسوان کو لکھ لیں جسکی غرض سے آزادی کی تعلیم ہوتی ہے۔ باب دوسرا عورتوں کی آزادی اور پابندی اور انکو پردہ کا پابند کرنا جیسا شریعت محمدی میں ہے کیا سراسر ظلم ہے اوپر کے ابواب میں ہم نے جسقدر پابندی اور آزادی کا ذکر کیا ہے اُسکو عورت اور مرد سے تخصیص نہیں ہے اب مذاق نیچرل آزاد خیالوں کے ذرا عورتوں کی آزادی پر بھی ہمکو مختصر کلام کرنا مناسب ہے منجملہ نتائج خراب کے جو آزادی کی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں یہ بھی ایک بُرا خیال ہے کہ عورتیں بھی آزاد ہیں اور جب آزاد ہیں تو پردہ کا پابند اُنکو کرنا یہ بھی آزادی کے خلاف ہے بلکہ جسطرح مرد بے پردہ پھرتے ہیں اُنکو بھی پھرنا روا ہے عورتوں کو پردہ کی پابند کرنے سے جسقدر ضرر عقلی یہ لوگ بیان کرتے ہیں اب ہم انکو لکھیں پہلا تو یہی امر ہے کہ مرد اور عورت یہ دونو افراد انسانی میں ہیں اور انسانی آزادی میں دونوں برابر ہیں پھر کیا وجہ اسکی ہے کہ خلاف انصاف مرد کو آزاد بے پردہ کیا جائے اور عورت کو جکڑ بندی میں قید کیا جائے دوم حفظان صحت کے قواعد پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ عورت ضعیف القویٰ اور نازک مزاج پیدا ہوئی ہے اور ہوا خوری کی ضرورت جسقدر ضعیف اور نازک مزاج آدمی کو ہے اسقدر قوی اور درشت خلقت کو نہیں اور پردہ میں رہنے سے ضرور وہ آفات جو عدم تبدیل آب و ہوا سے پیدا ہوتے ہیں اُنمیں عورات کا گرفتار ہونا بہ نسبت مردوں کے زیادہ محتمل ہے یہ کیسی اُلٹی رای اور الٹی تعلیم ہے کہ جو لوگ زیادہ سیر سپاٹا اور ہوا خوری کی بنظر ضعف قوے اور ضعف مزاج کے محتاج ہوں اُنہیں کو زیادہ ممانعت کیجائے اور گھر میں بند کر کے اُن کی صحت بدنی خراب کیجائے تیسرے تدبیر خانگی اور انتظام خانہ داری جو محتاج تجربہ ہائے کثیرہ کی ہے اور گھر کی بیٹھنے والی

اگرچہ خلاف وضع ہے مگر اسقدر بُرا نہ ہوگا جیسے اگر کوئی عورت اگا پچھا چھپا کر برہنہ مجمع میں آجائے
اسلئے کہ عورت کے اکثر اعضا فطرت نے ایسے بنائے ہیں کہ اُنکے دیکھنے سے مرد کو رغبت اور ناجایز
لذت پیدا ہوتی ہے اسیواسطے عورت کا تمام بدن ہماری شریعت نے بھی واجب الستر مقرر فرمایا اور
مرد میں چونکہ یہ بات نہیں ہے لہذا اُسکا تمام بدن واجب الستر نہ فرمایا اگرچہ راجح یہی ہے کہ وہ بھی تمام
بدن کو چھپائے رہے۔ اب اتنا تو معلوم ہوا کہ اس حکم میں مرد اور عورت دونو برابر ہیں اگر ظلم ہے تو دونو
پر اور عدل ہے وہ بھی دونو کے حق میں۔ اب نامحرم کو دیکھنا اور آنکھیں لڑانی براہ عقل کیوں بُرا
ہے اسکو تو شاید کوئی ایسا ہی منکر بدیہی اور منکر امر صریحی کا ہوگا جو نہ جانے ہر ملک میں ہر زمانہ میں ہر ذی
عقل معمولی جاہل اور عالم اسکا معتقد ہے کہ جو فسق و فجور پیدا ہوتا ہے اسی نظر ہی کی بدولت ہوتا
ہے اول درجہ میں نظر ہے اور دوسرے درجہ میں آواز ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ نہ تنہا عشق از دیدار
خیزد ؎ بسا کین دولت از گفتار خیزد ؎ اب معلوم ہو کہ پردہ کرنا عورت کا اُسکی غرض یہی ہے کہ نامحرم
کو نہ وہ دیکھے اور نیز نامحرم اُسکو بھی نہ دیکھے اور اس حکم میں عورت اور مرد دونو برابر بحکم عقل اور شریعت
ہیں جو عین عقل ہے۔ پھر چونکہ پردہ اور آڑ اور حجاب کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص ایسی جگہ نہ ہو
جہان سے نامحرم کا سامنا ہوتا ہے یعنی گھر سے باہر نہ نکلے اور پوشیدہ رہے اس غرض سے تو مرد
اور عورت دونو کو پردہ کرنا ضرور ہے۔ مگر مرد کو کسب معیشت اور پرورش اہل و عیال کیوجہ سے اگر پابند
عزلت اور خانہ نشینی کا کیا جائے تو کسقدر حرج شدید لازم آئے۔ اور یہ بار پرورش کون اٹھائے۔
لہذا اسکو آزادی بنظر ضرورت کے دیگئی کہ فکر معاش میں دوڑ دھوپ کرے اور نظر بد ڈالنے سے
ویسا ہی بچے جیسے عورت کو بچانا خانہ نشینی میں لازم ہے۔ ہاں وہ عورات جو کوئی مرد وارث اور قوام
یعنی سرپرست نہیں رکھتی ہیں یا اور اپنی معاش آپ ہی بیچاری پیدا کرتی ہیں اور بدون باہر نکلے
گذر اوقات اُنکی نہیں ہو سکتی ہے اور کوئی مرد براہ قومی ہمدردی یا انسانی ہمدردی اُنکا کام
دیانت اور امانت سے نہیں کرسکتا اُسوقت اُنکو بھی عقل اور شریعت دونو مجاز کرتی ہیں
کہ مثل مردوں کے باہر نکلیں اور پردہ ضروری پھر بھی مدنظر رہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جس ضرورت
سے مردوں کو آزادی آمدرفت میں ہے اگر عورات کو وہی ضرورت ہو تو انکو بھی ہے اب بھی ہر دونو

سرزد ہوا ہے جسکی سزا میں حبس دوام کی مستحق ہوتی ہیں۔ اور اگر ہم یہ بدگمانی صحیح بھی فرض کریں تو عورات سے زیادہ مرد ارتکاب فجور اور فسق بھی کرتے رہتے ہیں پھر انکیواسطے اس سے زائد بدگمانی پر بنا کر کے عورتوں سے زیادہ پردہ کا انکو مقید کیوں نہیں کرتے اگر عورت سال بھر کی میعاد کے قابل ہے تو مرد کو دس برس کے میعاد کی قید کرنی لازم ہے ورنہ سراسر ظلم اور بے انصافی ہے کہ بڑا مجرم تو آزاد اور رہا رہے اور چھوٹا مجرم وہمی اور فرضی دائم الحبس کیا جاوے۔ مرد کی بدکاری زیادہ ہم نے اسوجہ سے لکھی ہے کہ مرد بعض ایسی عورات سے بھی مرتکب فعل بد کا ہو سکتا ہے جو پرائی جورو ہو اور اسکی آبرو اور حرمت بگاڑ سکتا ہے اور عورت اگر کسی مرد صاحب زوجہ سے مرتکب ہوگی ایسی برائی اسمیں نہیں ہے خصوصاً اگر یہ عورت بے شوہر کی ہو۔ یہ شبہہ ماخوذ ہے ایک نیچرل خیالات کی کتاب سے جو مصنف رسالہ حمیدیہ کو ملی تھی اور اسکا جواب انہوں نے اجمالی طور سے اپنے رسالہ حمیدیہ میں دیا ہے جسکو ہم بھی لکھینگے انشاء اللہ جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض دو شبہوں کی طرف منجر ہوتا ہے ایک تو عورات کو پردہ اور حجاب سے مقید کرنا اور انکی بیحجابی کی آزادی کو روکنا دوم خانہ نشینی اور گھر میں رہنیکا انکو پابند کرنا اور دونو باتیں جدا جدا ہیں اسلیے کہ پردہ اجنبی مردوں سے اگر عورت سر بازار لباس وغیرہ پہن کر نکلے بھی ہو سکتا ہے اور بے پردگی بیحجابی گھر میں رہکر بھی ممکن ہے لہذا ہم پر واجب ہے کہ دونو کے فوائد عقلی جدا جدا بیان کریں پہلی غلطی اس معترض کے بیان میں یہ ہے کہ نامحرم سے عورت کو پردہ کرانا اور فقط عورات کی آزادی کا روکنا کہتا ہے حالانکہ عقلی طور سے مرد اور عورت دونو کو نامحرم کا دیکھنا جایز نہیں ہے جسقدر مرد نامحرم کا عورت کو دیکھنا فعل بد ہے اسیطرح عورت کو بھی مرد نامحرم پر نظر ڈالنی ممنوع ہے اور یہی حکم ہماری شریعت کا بھی ہے اب اس میں تو عورت اور مرد دونو کی آزادی عقل صحیح روکتی ہے اور کچھ خلاف انصاف نہیں اور نہ کچھ ظلم ہے جب کہ مرد اور عورت دونو کا ایک حکم ہوا۔ ہاں زیادتی کیا ہے کہ عورت کو تمام بدن اپنا چھپانا ہر وقت ضرور ہے اور مردوں کو بجز شرمگاہ کے تمام بدن کا ہر وقت چھپانا ضرور نہیں ہے فرض کرو اگر کوئی مرد ننگ دھڑنگ آگا پیچھا چھپا کر مجمع میں جائے

ایسی قوی تدبیر غذائی کی محتاج ہیں جسکی اصلاح انکو ہوا خوری پر مضطر کرے اور نہ بخیال اسباب
غیر طبعی کے انکو ایسے امور کا کرنا ضرور ہے کہ صبح و شام ٹمٹم پر یا ولایتی کاٹھی لگے ہوئے
گھوڑے پر سیر سپاٹہ کریں۔ نہ انکو سوائے اپنے عزیز اور رشتہ داروں کے اور اغیار سے معاملات میں
رنج و ملال پہونچتا ہے مثل مردوں کے جسکی وجہ سے تفریح طبع کی محتاج ہوں۔ یہ تو عام اوقات
زندگی کا حال ہے جسکو نیچرل صاحب نے الٹا بیان کیا ہے پھر اگر احیانا عورتوں میں کسی سبب
خاص سے علاوہ ان اسباب معمولی کے خرابی مزاج پیدا ہو اور کوئی تدبیر منجملہ صدہا تدابیر حفظ صحت
کے بجز ہوا خوری کے کارگر نہ ہو اور انکے ورثہ کو طبیب مجبور کر دے اسوقت نہ قانون فطرت اور نہ
ہماری شریعت انکے تبدیل آب و ہوا کو منع کرتی ہے مگر انکی پردہ داری اور حفظ صحت کا بھی لحاظ
مقدم رہتا ہے چنانچہ جلیسی جسکو مقدرت ہے ویسا برتاؤ کرتا ہے اور یہ بیان ہمارا فرضی اور خیالی
نہیں ہے جواب شبہہ سیوم تدبیر خانہ داری کا محتاج تجربہ و سیاحت ہونا جو خانہ نشینی سے محال
ہے یہ شبہہ بھی عام فریب ہے اصول حکمت منزلی اور امور خانہ داری کو علم اخلاق سے جس نے
سمجھا ہے وہ کبھی اس دھوکے میں نہ آئیگا پہلی غلطی تو اس میں یہ ہے کہ تفریح طبع کی غرض سے
باہر نکلنا عورات کا جو شبہہ دوم میں لکھا ہے اسکی غرض اور پختہ کاری معاملات خرید و فروخت کی
غرض دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اس سے تو ہمارا یہ ہے کہ جسطرح مردوں کو پختہ کاری اور تجربہ کی
حاجت ہے اسیطرح عورتوں کو بھی ہے اب تو جو کام مردوں سے متعلق ہے وہی عورتوں سے بھی ہو گیا پھر انکو فقط
کا پابند خانہ نشینی کرنا جائز ہے اسکا جواب پہلے شبہہ میں ہو چکا اگر ایسے غیر مہذب مرد ہیں انکا سا بھی کرنا
کام بھی خاص عورتوں کو سپرد کریں انکا ذکر کرنا ہی بیجا ہے علاوہ بریں تمام امور خانگی میں پردہ
نشین عورت کو ایسا واقف اور ماہر سمجھتے ہیں اور گھر بیٹھے انکو اپنے ہم جنس عورات کی صحبت
سے ایسی آگاہی اپنے امور میں ہوتی ہے کہ مردوں کو ہزار ابواب پھرنے سے بھی نہیں ہو سکتی
الغرض باہر نکلے وہ ہر سے جس ملک میں عورتوں کا پردہ بدون خانہ نشینی کے ہو سکتا ہے وہاں کی
عورات کو گھر بیٹھے وہ تجربہ نہیں ہو سکتا ہے وہ اپنے لباس خاص سے پردہ کی رعایت کرکے بازار
میں آنا جانا سب کچھ کرتی ہیں اور پابند عصمت اور عفت بھی پورے طور سے رہتے ہیں اور نہ کوئی فائدہ

برابر آزادی میں ہیں۔ اب اگر کوئی یہ شبہہ کرے کہ خبر گیری نان و نفقہ کی جو دلیل ہے کیوں مخصوص
ہوئی کیا عورت اسکو نہیں کرسکتی ہیں کیا مردوں کے چار ہاتھ اور چار پاؤں ہیں اسکا جواب یہ ہے
کہ یہ مسئلہ اور اسکی بحث دوسرے مقام پر انشاء اللہ چاہئے خلط بحث نہ کرو اور اسوقت مختصر طور سے اسقدر
سمجھو کہ چار ہاتھ مرد کے ہیں نہ عورت کے مگر جو حالت ہے انکا ضعف اور یہ دودھ پلانا اولاد کا پالنا خانگی انتظام
کرنا یہ بھی سب عورت کرے اور کسب معیشت بھی وہی کرے اس کا تحمل کب ہو سکتا ہے بہرحال
اسکو مان لینا چاہئے کہ اکتساب معیشت خاص مردوں کا کام ہے اور چونکہ یہ کام باہر نکلنے سے ہوتا
ہے اور خانہ داری گھر کے رہنے سے درست ہوتی ہے لہذا عورت کو گھر میں رہنا ضرور ہے پس وہ پابند
خانہ نشینی کے ہوئے یہ امر کسے اسکا بے ساختہ عین حکمت اور سراسر عدل اور انصاف کو ظلم صریح
اور حق تلفی قرار دینا یہ آپ ہی کے عقل کی کجی ہے۔ اب ہم نے ناانصافی کا شبہہ جو اول شبہات ہے
اسکو تو باطل کردیا کہ پردہ کرنا مرد اور عورت دونو کو برابر ہے یعنی نامحرم کو نہ دیکھنا اور دکھانا جواب شبہہ
دوم حفظان صحت کے قاعدہ سے عورت کو ہوا خوری کا زیادہ محتاج ہونا اس میں نیچرل صاحب کو
پوری غلطی ہے عام لوگوں کو جو قواعد حفظ صحت اور اعراض صحت اور اقسام اور مراتب صحت
سے آگاہ نہیں ہیں انکو دھوکھا دینا کچھ دشوار نہیں ہے اور ہمکو جملہ اقسام اور اعراض اور مدارج
صحت کا لکھنا طویل بیان کا محتاج کریگا۔ دیکھو طب کی کتابوں کو اور مخصوص طریقہ اور قواعد
حفظان صحت کو کہ ہر ملک اور ہر شہر اور ہر مزاج اور طبیعت کیواسطے جداگانہ قاعدہ مقرر ہے اور
ریاضت بھی ہر ایک کی جداگانہ ہے۔ پھر چونکہ مردوں کو کسب معیشت کرنے سے محنت ہائے شاقہ
کا بار اٹھانا پڑتا ہے اور اسیوجہ سے اختلاف اوقات غذا بلکہ ستہ ضروریہ میں فرق پڑنے کے اسباب
انکو زیادہ لاحق ہوتے ہیں کسل اور تعب اور تکان انکو زیادہ رہتا ہے محنت ہائے شاقہ ان پر زیادہ
رہتے ہیں لہذا اکثر منغص اور گھبرائی ہوئی ہوتی ہیں اور اسی لئے صبح اور شام بشرط فرصت
انکو ضرور ہے کہ دل بہلانیکی غرض سے ہوا خوری تفریح کریں عورتوں کو نہ اسقدر محنت کرنی پڑتی
ہے نہ انکے اوقات میں اسقدر خرابی ہوتی ہے نہ انکو کاروبار خانگی سے جسکی انجام دہی کیواسطے فطرت
نے انکی خلقت کی ہے خاصکر صبح و شام کیوقت فرصت ہوتی ہے نہ بنظر ضعف قوائے طبعی کے

ضرورت نہی کہ اہل اسلام میں اعلے درجہ کا خاندان رسالت پناہی کا دستور عرب میں کیا تھا اور ہمارے نبی صلعم اور اُنکے معزز عورات کا پردہ اعزازی ہیں کیا بڑا دیکھا تاریخ عرب کو پڑھو اور جو شکایت بے پردگی کی پیروان اہل بیت نبوت یزید اور ابن زیاد کی کرتے ہیں اُسکو یاد کرو جس بے پردگی سے بنظر تحقیق واقعات مراد اسے اعزازی پردہ کا خلاف واقع ہوتا ہے نہ پردہ شرعی کا۔ اب چونکہ شریف قوم اہل اسلام کی عورات جو خانہ نشینی کی پابند براہ اعزاز قومی کرائی جاتی ہیں اور علاوہ آبرو اور عزت کے صدہا فوائد اُنکو اس سے حاصل ہورہے ہیں اور کوئی عیب نہ کوئی خرابی اُنمیں ہے پھر اسکو ترک کرانے پر کیوں نیچرل صاحب زیادہ زور دے رہے ہیں جیسے تھے شبہہ کا جواب پردہ میں بٹھانے سے پاکدامنی اور عفت کو عورات براہ ضد اور کد کے چھوڑ دینگی اس لئے کہ انسان جس بات سے روکا جاتا ہے اُسکے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے یہ بھی آپکی غلط فہمی ہے اگر ایسا ہو پھر تو کوئی قانون جرائم سے روکنے کا فطرت کو جاری نہ کرنا چاہیے اور نہ کسی ریفارمر اور مصلح قوم کو برائیوں سے روکنا عام خلایق کو لیکچر اور وعظ کے ذریعہ سے جائز ہو اور ہر ایک فعل میں آزاد کر دینا ہی عین حکمت ہو اور تمام قوانین ملکی اور اخلاقی اور طبی وغیرہ سب لغو اور خلاف مصلحت ہو جاویں ضرور جاہل آدمی کی خاصیت ہے کہ براہ جہالت جس امر سے روکا جاتا ہے اُسکے ترک یا فعل پر حریص ہوتا ہے مگر اصلاح کا قانون اسی غرض سے ہے کہ اُسکی حرص بیجا کو مٹا دیا جاوے علاوہ براں پردہ میں رہنا اسکی غرض فقط یہی نہیں ہے کہ عصمت اور عفت قایم ہو بلکہ اعزاز خاندانی اور انتظام خانگی امور کا جو خاص عورات سے متعلق ہے وہ بھی گھر میں رہنے سے مطلوب ہے پھر اگر ایسی بیہودہ عورت ہے کہ اپنے اعزاز خاندانی کا برباد ہونا اُسکو گوارا ہے اور اپنے خانہ داری کے امور سے بھی اُسکو نفرت ہے اور اپنی ذمہ داری پرورش عیال وغیرہ سے بھی ناراض ہے اُسکا تو ذکر ہی عبث ہے پہلے اُسکے دماغ کا علاج کرنا چاہیے اور اُسکے حواس کو درست کرنا لازم ہے کہ مجنوں ہے یا بالکل بے شعور ہے اُسکا پردہ اور بے پردگی سب برابر ہے (خدا بچائے ایسی عورت سے) بلکہ مجھے اس مقام پر یہ کہنا لازم ہے کہ جسطرح آدمی براہ جہالت جس امر سے منع کیا جاوے اُس پر حریص ہوتا ہے اُسیطرح فطرتی امر عورت اور مرد کا یہ بھی ہے کہ اپنی آبرو اور عزت بڑھانیکی جو بات ہے اُسکا بھی

عقلی نہ کوئی قاعدہ شریعت ایسا ہے کہ جن باتوں میں بدون خانہ نشینی عورات کے عفت اور عصمت قایم رہے زبردستی انکو حبس دوام میں رکھے اہل اسلام کے ملک عرب اور عجم میں اسکی نظیر موجود ہے ہندوستان میں عورتوں کو جو گھر میں رہنے کی پابندی کرائی جاتی ہے اور اسی پر زیادہ زور جنرل صاحب دے رہے ہیں تاکہ پردہ نشین یعنی ہندوستانی زنانہ یورپین بنیں ولایت زا عورات جو ہندوستان میں بے روک ٹوک سڑک اور بازار میں پھرا کرتی ہیں انکے فعل پر ہم لوگ معترض نہوں اسکا جواب یہ ہے کہ ہمارے ملک میں یہ رسم شریف اور ذلیل میں امتیاز اور تفرقہ کی نظر سے جاری ہوئی ہے اور جو رسم کہ امتیاز قومی کے نظر سے خواہ اعزاز خاندانی کے سبب سے جاری ہو اور براہ عقل مضر اور خراب بھی نہو بلکہ ترجیح عقلی بھی اسی میں ہو چنانچہ اوپر ہم لکھ چکے اور آیندہ بھی لکھینگے اسکو ہم لوگ ایسی پوچ اور لغو شبہات سے کیونکر چھوڑ سکتے ہیں تاریخ ہندوستان کو دیکھیے راجپوت کی قوم جو ہندوستان کے رئیس راما اوتار کے زمانہ سے چلی آتی ہے اور آج بھی راجپوتانہ کا ملک انہیں کے زیر حکومت ہے انکی عورتوں میں اعزازی پردہ آجتک ہے جو دہ پور اودے پور بھرتپور اور دھولپور اور پٹیالہ اور نابھہ وغیرہ وغیرہ وہاں کی رانیاں نہ سر بازار پھرتی ہیں اور نہ ہوا خوری کو ٹمٹم اور کھلی ہوئی گاڑی پر نکلتی ہیں سکھ پال کی سواری اور نالکی پالکی محافہ رتھ وغیرہ سب پردہ کی سواریاں انہیں کیواسطے بنائے گئے ہیں۔ بلکہ جس نے ہندوستان کی سیر کی ہے وہ تو کہ سکتا ہے کہ یہ اعزازی پردہ دیگر اقوام مثل جاٹ اور گوجر وغیرہ کے جب انکو راج اور ریاست ملجاتی ہے وہ بھی جاری کرتے ہیں یہ پردہ امتیازی ایسا ہے جیسے پگڑیوں کا ہر ملک میں جدا جدا ہونا جیسے انگرکھے کا سیدھا پردہ اہل اسلام میں اور الٹا پردہ اہل ہنود میں اسپر زیادہ روک ٹوک نہ کرنی چاہیے ہاں اگر کوئی قباحت اور ضرر عقلی ثابت ہو جائے اسوقت ضرور اصلاح کرنی چاہیے۔ اہل اسلام ہندوستان میں قوم فاتح بنکر آئے اور رئیس کہلائے انکو ضرور تھا کہ یہاں کے رئیس اور حکمراں کے اوضاع اطوار کو اختیار کریں چونکہ انکی عورات اعزازی پردہ کی پابند تھیں اور اہل اسلام کی شریعت اور عقل سلیم سے یہ پردہ منافی بھی نہ تھا لہذا انہوں نے بھی اپنی عورتوں میں اسکو جاری کردیا اور اسی وجہ سے میل جول بھی ہوگیا جو اور اقوام سے نہوا گو قوم فاتح بھی تھی اب مجھے اسکے ثابت کرنیکی کوئی

کبھی پابند اسی کا پایا اب تو عقل صحیح بھی تعلیم کرتی ہے کہ خانہ نشینی بالفرض اگر براہ فطرت
نہ ہو تو بھی ہو بکر عادت نے دوسری طبیعت پیدا کر دی ہے اسکے برعکس ناگوار ہوگی بلکہ اسکے خلاف
بازار میں پھرنا شاہراہ پر بے حجاب چلنا بلکہ مستور پردہ کے اندر بھی چلنا ناگوار ہوگا اور ترک عادت سے جو امراض
منظر قواعد حفظ صحت کے پیدا ہوتی ہیں انہیں پیدا ہوگی اور ہوا خوری سے پیدا ہونگی اور جس طرح مردونکو خانہ
نشینی گویا قید اور جیلخانہ کی ایذا دیتی ہے انکو بھی بے حجابی اور سیر سپاٹہ ویسا ہی ناگوار ہوگا اب اگر آپکا جی چاہے تو آپ اُنکے
جنکی تعلیم اور تربیت اسی طور کی ہوئی ہے انکی باہمی گفتگو کو کسی ذریعہ سے سنیے اور جو دختر انکے
زیر تعلیم رہتی ہے اور کوئی حرکت جس سے بے باکی اور پردہ داری کی بو بھی آتی ہے اس پر اُن مخدرات
کی توبیخ اور تنبیہ کو دیکھیے اور پوچھ لیجیے ان میموں سے جو تعلیم نسوان کی غرض سے مشن کی
ملازم پھر رہی ہیں کہ جب وہ ہماری معزز اور مہذب عورات کو بہکاتی ہیں کہ تمکو تمہارے مردوں
نے قیدی بنایا ہے دائم الحبس کر رکھا ہے گھر میں گھٹ گھٹ کر مری جاتی ہو اسکا جواب کیسا
عمدہ اُنکو یہ پردہ نشین عورات دیتی ہیں کہ پھر اُنکو بجز ندامت کے اور اپنا سا منہ لیے ہوئے چلے
جانے کے اور کچھ نہیں سوجھتا ہے۔ اور یہ تقریر ہم نے فقط اسی غرض سے کی ہے کہ جب ہماری
عورات کو خوگری اور عادات خانہ نشینی کی ہو جاتی ہے پھر انہیں گھر میں رہنا ہرگز خبر نہیں والعادة
طبیعة ثانیة۔ عادت بھی ایک دوسری طبیعت پیدا کر دیتی ہے بعض فلاسفر تو اسی کے
قایل ہیں کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے سب عادت ہی سے ہوتا ہے اور در اصل کچھ نہیں ہے۔
میٹھا کڑوا مزہ دار بدمزہ سخت اور نرم خوشبو بدبو سب کا مدار عادت پر ہے۔ ہمکو اس قول سے
اتفاق نہیں ہے کہ باوجود اشیا کے منکر ہو جائیں۔ ہاں عادت سے ضرور تغیر آثار اور افعال
میں پیدا ہوتا ہے اسکا انکار کوئی نہیں کر سکتا ہے اب ہمکو یہی ثابت کرنا باقی رہا کہ ہماری عورات
کو جو خانہ نشینی کی عادت ڈالی جاتی ہے یہ عادت خراب اور نامناسب ہے یا عمدہ اخلاق اور ضروری
امور سے ہے کسیقدر اسکی خوبی اجمالاً تو ہم نے اوپر کے بیانات میں لکھدی ہے اب ہم وہ دلیل
بجنسہ باضافہ مویدات لکھیں جسکو مصنف رسالہ حمیدہ نے لکھا ہے جس سے انکا اولی منشا یہ ہے
کہ ہمارے قرآن مجید میں جسکی تعلیم اخلاق کی عمدگی پر بڑے بڑے حکما اور علماے یوروپین منصف

حریص ہوتا ہے اور خاصکر عورات کی فطرت نے ایسی خلقت بنائی ہے کہ اپنے خاص کام
خانہ داری پر براہ فطرت ہمیشہ آمادہ اور راغب رہتے ہیں۔ پھر چونکہ روزانہ کوچہ گردی اور سر بازار
پھرنا اُنکی عزت اور آبروے خاندانی کے خلاف ہے اور اُنکے خاص امور خانہ داری میں مخل
ہے لہذا اُنکو بازار میں پھرنے پر مجبور کرنا یا ہوا خوری اُنسے کرانی یہی امر اُنکے خلاف طبع ہوگا
گھر میں بیٹھنا کبھی اُنکو ناگوار نہوگا پانچویں شبہہ کا جواب بدون قصد و جرم کے سزا دہی تو جب
ہوتی کہ اُنکے خانہ نشینی سے اُنکی بے حرمتی خواہ کسی قسم کی ایذا اُنکو دیجاتی یا ضروری اوقات میں
جب اُنکو گھر سے باہر جانا ضرور ہے اُن اوقات میں بھی اُنکی بوجہ روک ٹوک مثل قیدیاں جیل کے
کیجاتی یا اُنکی بدگمانی بیجا اُنکی نسبت ہمکو ہوکر اس پابندی کا الزام اُنسے کرایا جاتا پھر جبکہ گھر میں
رہنا اور پردہ اعزازی کرنا یہی اُنکی فطرتی خواہش ہے اور انتظام خانگی کا خانہ نشینی سے بخوبی
سرانجام پانا یہ سب امور حسب خواہ اُنکے ہیں اور پردہ مقصود یعنی نامحرم کے دیکھنے اور دکھانے
سے بچنا بھی اسی طریقہ سے انجام پاتا ہے اور جو ایذا اور گزند بازار اور مجمع میں جاکر نامحرم کیطرف
اُنکو دیکھنے سے روکنے میں ہوتا ہے وہ ایسی جگہ جہاں نامحرم نہیں ہے بلا کلفت اُنکو میسر ہوتا
ہے اب اسکو قید اور جیل خانہ سے تشبیہہ دینی بجز فریب دہی کے اور کیا سمجھا جائے باز آمدم
بر سر مطلب اب پھر از سر نو تقریر کو میں شروع کرتا ہوں اور کہتا ہوں یہ جو کچھ لکھا گیا سب محض
فطرت اور طبیعت کے نظر سے تھا اور اب چونکہ براہ فطرت یہ بات معلوم ہو چکی کہ عورات کا خانہ
نشین ہونا انتظام خانہ داری اور پرورش اولاد کیواسطے ضرور ہے۔ اور یہ کام مردوں سے نہیں
ممکن ہے۔ لہذا ہمکو ضرور ہوا کہ اپنی اولاد دختری کی خوگری ابتداء عمر سے اور اُنکی تعلیم بھی ایسی
ہی کریں جو اُنکے منصب خانہ داری کے لائق ہے اب عادت جسکو حکیم طبیب ثانیہ کہتے ہیں
اُنکی ابتداء عمر سے جب خانہ نشینی کی ڈالی گئی اور گھر میں پردہ سے رہنے کی وہ عادی اور خوگر
ہوگئیں اور جب سے اُنکو ہوش ہوا گھر میں رہنا اور پردہ کرنا خانگی امورات میں ہردم مصروف رہنا
یہی کرتے کرتے دل اور دماغ عقل اور خیال اعضائے بدنی سب اُنکے مشتاق ہوگئے اُنکو بھی
ہمیشہ خانہ نشین دیکھا اور اپنے ماں بہن خالہ پھوپھی بلکہ تمام کنبہ اور برادری کی معزز عورتوں کو

کے ہیں وہ لڑکوں میں پیدا ہوکر جن اغراض کیواسطے خلقت مردوں کی ہوتی ہے اُنسے
الگ نہو جائیں اور کسب معیشت میں جو تحمل آلام کی ضرورت ہے اُس سے جُدا نہو جائیں پھر
کیا جو لوگ زنانہ طبع ہو جاتے ہیں اُنسے آپکو اُن امور عظام کی انجام دہی کی امید باقی رہتی
ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اسیطرح سے لڑکیوں کو اگر مردوں کی صحبت میں پالا جاوے (اگرچہ وہ
سب اُنکے محارم بھی ہوں یعنی جن سے انکو پردہ کرنا براہ عقل اور شرع ضرور نہیں ہے جیسا کہ ہم
باب حرمت نکاح دختر میں بیان کرینگے) ضرور وہ لڑکیاں مردانہ اخلاق سیکھکر اُس مزاج اور
طبیعت پر باقی نہ رہینگے جو خاص عورات کا مزاج ہے اور اُس کام کاج مخصوص بزنان کا اُنسے
بدشواری سرانجام ہوگا اور جب دوسرے گھر جائینگی اور وہاں کے انتظام خانہ داری اُنسے متعلق
ہونگے کیسی خرابی اُس گھر کی ہوگی لہذا ہم کو لازم ہے کہ لڑکوں کو مردوں کی صحبت سے اور لڑکیوں
کو عورتوں کی صحبت کا خوگر کریں اور یہ بات بدون خانہ نشینی کے دشوار ہے تیسری دلیل عورت
کو مردوں سے جو نسبت ہے خوب معلوم ہے اور جو قوت فعل اور انفعال کی دونوں میں فطرتی
رکھی گئی ہے وہ بھی ظاہر ہے اگر دونو مہذب اور پاکیزہ اخلاق ہیں اُسوقت بھی اور کچھ نہیں تو
دونو کو یکجائی میں ہر لحظہ کسقدر ایذا نفس کشی کی ہوتی ہے اور بلا ضرورت دونو کی نفس کو ایذا دینی
کونسی عقل اسکو اچھا سمجھتی ہے اور یہ ایسی ایذا ہے کہ ایسی حالت میں دونو کو اکثر امور میں پابندی
عقل اور صحت حواس سے جدا کر دینے کا خوف ضرور ہے۔ اور اگر دونو غیر مہذب ہیں خواہ ایک مہذب ہے
اور دوسرا غیر مہذب اب تو پہلی صورت میں ارتکاب فجور کا روکنے والا کون ہے اور دوسری صورت
میں مہذب کو سخت ایذا غیر مہذب کی صحبت سے ہوگی اور کیا عجب ہے کہ اثر صحبت بد غالب آجاوے
اور اثر صحبت نیک مغلوب ہوجاوے۔ لہذا عورتوں کو مردوں سے بلا ضرورت ہم صحبت ہونا اور
نیز مردوں کو عورت سے ہم جلسہ ہونا تینوں صورتوں میں براہ عقل ناروا ہوا اور یہ بات عورتوں کیلیے
خانہ نشینی سے باسانی انجام پاتی ہے اسی سبب سے ہماری شریعت نے سوائے اوقات ضروری
کے دونو کو باہم شیر و شکر اور خاص کرنا محرم عورات کے مجمع میں مردوں کا آنا جانا حرام کر دیا ہے (نہ
اوپجےگا بانس نہ بجے گی بانسری) اب رہی تعلیم نسوان اسکا بیان ہم خاص ایک باب میں لکھینگے

مزاج بھی متفق ہیں) خدا نے ارشاد فرمایا ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ الآیہ یعنی
مردوں کو فطرت نے عورتوں پر صاحب اختیار پیدا کیا ہے کہ انکے نان و نفقہ کی کسب معیشت
کرکے خبر گیری کرتے ہیں۔ اب دیکھو کہ ہماری بسر بردِ زندگی کے سب کام دو قسم کے ہیں کچھ تو بلکہ بہت کچھ
گھر سے باہر کرنے کے لائق ہیں اور بدون باہر نکلے اور بلکہ سفر یا تے دور دراز کرنے کے اور شدائد
اور آلام سفر اٹھانے کے انکا سرانجام دشوار ہے انہیں کاموں کے سبب سے ہمکو اچھے برے
چور چکار لچے شہدے بد مزاج تند خو بد زبان قسی القلب بد لحاظ بے شرم و حیا سے بھی صحبت
کرنی پڑتی ہے اور بڑے بڑے ہولناک اور پر خطر جان جوکھم امور کا سامنا ہوتا ہے جسکی برداشت
کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ نہایت شیر دل قوی مزاج مرد کو بھی دشوار ہوتی ہے چہ جائیکہ ضعیف الخلقت
نازک مزاج عورات اور بہت سے ایسے امور ہیں جن میں عقل کامل اور قوت دماغی پورے خرچ کرنے
پڑتی ہے جو عورات میں اصول علم فیسولوجی اور فزیالوجی کے رو سے بہ نسبت مردوں کے
بہت کم ہے۔ اور بہت سے امور ہمارے بسر برد معاشرت کے ایسے ہیں کہ خانہ نشینی سے پورے
ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اپنا گھر وہی ہے جس میں ہمکو ہر طرح کے امن و امان راحت و آرام ہو اور
سوائے امور اتفاقی اور ناگہانی کے کسی طرح کا خوف اور خرخشہ نہو۔ لہذا حکمت الٰہی اسی کی
مقتضی ہوئی کہ مرد چونکہ درشت اور طاقت اور بنظر اعضائے جسمانی قوائے نفسانی پیدا ہوئے
ہیں۔ انکو سخت کام سپرد کیا جائے اور فکر تحصیل معاش کا بار انہیں پر ڈالا جائے اور خانگی امور
کا بندوبست عورات کریں لہذا انکو خانہ نشینی کی ضرورت ہوئی۔ ایضاً پرورش اطفال اور انکی
نگرانی تا زمانہ صغر سنی جسکو حضانت کہتے ہیں وہ بھی عورتوں سے متعلق ہوئی پسری اولاد
کی تو چند سال اور دختری کی انسے زیادہ اس دلیل سے عورات کا پابند خانہ نشینی کا ہونا اکثر
اوقات کا ثابت ہوگیا بخوبی ظاہر ہے کہ صحبت ہم جنس اور نا جنس کا اثر اچھا یا برا یہ دوسری
بات ہے مگر فطرت کا تقاضا ہے کہ نا جنس کے مغایر اخلاق ہم جنس سے ہوتی ہیں اور یہی سبب
ہے کہ ہم اپنے لڑکوں کو سوائے اوقات ضروری کے عورات کی صحبت سے ضرور منع کرتے ہیں
کہ زنانہ مزاج نہ ہو جائیں اور جو اخلاق عورتوں کے جُبن اور بخل (یعنی کفایت شعاری) وغیرہ

اور بیبا کی وہ چند بڑھ جاتی ہے اور پوری دہریت اور بیدینی سے یہ لوگ متصف ہو جاتے ہیں نہ مبدا کا لحاظ نہ معاد کا خیال دوسرا گروہ نیچر سے یہ مراد لیتا ہے کہ خالق عالم تو ہے مگر اُسنے انتظام عالم کی نظر سے جو قانون قدرت (لا آف نیچر) بنایا ہے اُسی قانون پر دنیا کے سب امور چل رہے ہیں اُسکے بدلنے پر اُسکو قدرت نہیں ہے مثلاً ہماری آنکھ میں یہ قوت نیچر نے دی ہے کہ روشنی میں ہم اشیا کو آنکھوں کو کھول کر دیکھ سکتے ہیں اب تاریکی میں خواہ آنکھ بند کر کے روشنی میں ہمکو کسی چیز کا نظر آنا ایسی قدرت دینے پر خالق عالم کو بھی قدرت نہ تھی اور نہ ہے اور نہ ہوگی اور جب تک یہ دنیا قایم ہے یہ قانون الٰہی (لا آف نیچر) نہیں بدلیگا یہ لوگ اگرچہ بظاہر قدرت خدا کے قایل ہیں مگر یہ قول اُنکا محض فریب دہی کے راہ سے ہے اسلئے کہ اگر خالق عالم کو قدرت پیدا کرنے کی ہے اور اپنے اختیار سے اور اپنی حکمت سے قانون قدرت بنایا ہے پھر اُسکا بدل دینا کیوں اُسکی قدرت سے باہر ہوگا اور یہ بات تو کسی کے عقل میں نہیں آسکتی ہے کہ اپنے مخلوق پر خالق کو بعد پیدا کرنے کے کچھ قدرت باقی نہ رہے ان لوگوں نے اپنے اوپر قیاس کر کے خدا کو بھی ایسا ہی مجبور تجویز کیا ہے مثلاً ہمارے بعض افعال اسی قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے کرنے کے بعد ہم اُنکو بدل نہیں سکتے فرض کرو ہم نے ایک ڈھیلا اتنے زور سے پھینکا کہ پچاس قدم پر گرے پس بعد پھینکنے کے ہم اُسکو روک نہیں سکتے اور بعض افعال ہمارے ایسے ہیں کہ ہم اُنکو بعد کرنے کے بھی تا تمام رکھ سکتے ہیں خواہ بگاڑ سکتے ہیں جیسے اکثر مصنوعی چیزیں ہیں جو لوگ خدا کو بعد ایجاد آثار اور اوصاف اشیا کے قادر اُنکے بدلنے پر نہیں کہتے انہوں نے ہماری ناقص قدرت سے بھی خدا کی قدرت کو ناقص قرار دیا ہے ایسے مجبور اور بے اختیار خدا کو خدا کی لب دیا ہے اور قدیم فلسفہ میں ایسے فاعل کو فاعل بالایجاب کہتے ہیں جیسے آگ جلاتے ہیں کہ اُسکو یہ قدرت نہیں ہے کہ نہ جلائے اسیطرح تلوار کاٹتے ہیں اور لا محول اشیا رعالم تیسرا گروہ اور ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو اختیار تبدیل قانون قدرت ضرور ہے۔ مگر یہ قانون جسپر کارخانہ عالم چل رہا ہے اسی کا خدا نے اپنے کو پابند کر لیا ہے لہذا یہ قانون الٰہی (لا آف نیچر) نہیں بدل سکتا ہے اور پابندی خدا کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حکیم مطلق کے کارخانہ میں ہم پورا انتظام پاتے ہیں اور انتظام بدون

یہاں پر فقط اسیقدر ہمکو بیان کرنا ضرور ہے کہ جسقدر تعلیم اخلاق اور صناعت یعنی دستکاری اور
نیز علوم نظریہ کی عورتوں کی اُس خاص منصب کی منافی نہو جو فطرت نے انکو خانہ داری اور
پرورش اولاد وغیرہ کا عطا فرمایا ہے اسکو نہ عقل روکتی ہے اور نہ ہماری شریعت منع کرتی ہے بلکہ
ضروری اور واجب ہے ہاں اُس سے زیادہ البتہ نہ عقل صحیح تجویز کرتی ہے نہ شریعت اور اُس کی
تفصیل ہم اُسی بات خاص میں بیان کرینگے انشاءاللہ اب خلاصہ تمام باب ہذا کا یہ ہوا کہ پردہ سے
مراد یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں ناجائز طور سے ایکدوسرے کو نہ دیکھیں نہ آواز سنیں نہ اور طرح
کی معاشرت باہمی اور میل جول کریں اور خانہ نشینی کی پابندی عورات کو محض پردہ کی راہ
سے نہیں ہے۔ اب ذرا نیچر کا دلچسپ بیان بھی ہم کریں باب تیسرا نیچر یعنی قانون قدرت کے
معنی اور ابتدائی بحث اُسکے خیالات کے اور بیان اقسام قوانین قدرت اور فطرت
آزادی کے معنی اور اسکے اقسام اور اُسکے مواقع کو جب ہم لکھ چکے اب دوسری بات جو ہمارے
اطفال کو جدید تعلیم میں سنائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قانون قدرت (لا آف نیچر) نہیں بدل سکتا
ہے اور قانون قدرت بقول مسٹر ریڈ صاحب کیا ہے کہ جو صفت اور جو اثر جس چیز میں ہم تجربہ
سے دریافت کرتے ہیں مثلاً آگ کا جلانا برف کی سردی یا روشنی یا نور کے خواص یا سنکھیا کا
کا زہر قاتل ہونا وغیرہ وغیرہ بس یہی قانون قدرت ہے کبھی بدل نہیں سکتا ہے اب دیکھو
پہلی بات کہ آدمی آزاد ہے اُسکے ذہن نشین ہونے کا تو یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بیدھڑک جو جی میں آئے
وہی کرو کسی قسم کی پابندی تمکو نہیں ہے اس تعلیم سے تو انجام یعنی معاد اور قیامت کا خوف
جاتا رہیگا۔ بلکہ دنیا میں طرز معاشرت کی پوری خرابی ہوگی اُمید اور ہم سب سے آدمی آزاد ہوکر
ہر ایک فعل قبیح کا مرتکب ہوتا رہیگا چنانچہ اوپر کے ابواب میں ہم اسکو لکھ چکے اب اسپر طرہ یہ ہوا
کہ نیچر نہیں بدلتا ہے یعنی جو کچھ خواص اور آثار ہم اشیاء موجود میں پاتے ہیں یہ سب انکے ذاتی
خواص اور لوازم سے ہیں کسی خالق اور آفریدگار نے یہ آثار اور خواص ان میں بنظر حکمت
اور مصلحت کے نہیں پیدا فرمائے ہیں بلکہ ہمیشہ اسی طرح سے دنیا چلی آئی ہے اور چلی جائیگی
اس تعلیم سے مبدا یعنی خالق عالم کا پورا انکار انکے عقیدہ میں راسخ ہوجاتا ہے۔ اور آزادی

جس میں آج ہم بھی داخل ہیں پہلے پہل جب زمین سے مثل اور حیوانات کے پیدا ہوا تھا مثل
چوہے اور نیولے اور دیگر حشرات کے خود پیدا ہوا تھا اور بقول ابیقور حکیم بڑا زوردار قد اور
تھا اور بدن پر آدمی کے سخت بال ایسے ہوتے تھے جیسے سور کے بدن پر ہوتے ہیں کپڑا پہننا
اور بدن کا چھپانا اسکا شعار نہ تھا زمین پر جہاں چاہتا تھا سو رہتا تھا ماں باپ بھائی چچا ماموں
پھوپھا کوئی رشتہ وار پدری اور مادری نہ رکھتا تھا جیسے اور جنگلی وحوش بن مانس ہوتے ہیں
آدمی بھی اسی قسم میں تھا بولتا باتیں کرنی کچھ اس میں نہ تھیں انگلیوں کے اشارہ سے
باہم گفت و شنید کرتا تھا عقل اور ادراک سے اسکو کچھ علاقہ نہ تھا میں کہتا ہوں یا وہی انسان
اب ہے کہ حکیم ابیقور ایسے آدمی اس میں پیدا ہوئے جو اشرف المخلوقات میں شمار کیے جاتے
ہیں سہ پشت دوتائی فلک راست شد از خرمی - تا چو تو فرزند زاد مادر ایام ہو علم جی اک ناسی
کے زیادہ تحقیقات سے غرض یہی ہے کہ دہریوں کا مذہب ثابت ہو جائے اور خالق عالم کا انکار
پورا پورا کرنے پر دلایل واہیہ قایم ہوتے جائیں الغرض مصلحت الٰہی یا مصلحت دہری اور
نظام عالم کے مصالح کا ایسا امر نہیں ہے جسکے اثبات کی ہمکو زیادہ ضرورت ہو نیچر کا بیان فلسفہ
مذہبی کے اصول پر ہم لوگ پابند مذہب آسمانی بھی اصول تصفح سے جو علم کلی پیدا ہوتا
ہے اس پر مدار اپنی کارروائی کا کرتے ہیں اور ہم یہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ عادت حکیم مطلق
تعالیٰ شانہ کی ہمارے بسر برد کی نظر سے یوں ہیں جاری ہوئی ہے کہ سبب ظاہری کے ہونے
سے کوئی مسبب غالباً پیدا ہو جاتا ہے اور اگر عادت الٰہی اسطرح جاری نہ ہو دنیا اور دین دونو
کے کاموں میں حرج عظیم پیدا ہوا اور کوئی کام چل ہی نہ سکے اور اسیوجہ سے اس عالم کو ہم عالم
اسباب عادی کہتے ہیں مگر ہمارے نیچرل دہریہ کے عقاید میں فرق چند وجوہ سے ہے جسکو اسی
باب میں ہم سمجھانا چاہتے ہیں دہریہ اور فلاسفہ مادیین کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ انتظام عالم جیسا کہ
ہے خود اسی عالم کا تقاضا ہے اور جو چیز عالم میں جس اثر اور صفت پر ہے اسکا ذاتی خاصہ یہی ہے
مثلاً برف کی سردی ایک ذاتی صفت ہے اور ہم کو تجربہ سے معلوم ہوا کہ پانی کے مسامات میں
ہوا گرم اگر نہ بھری ہو تو جم کر برف ہو جاتا ہے اسی قاعدہ پر بنا کر کے ہم نے وہ کل بنائی جسمیں سلفیورک ایسڈ

پابندی قواعد اور استحکام آثار اور خواص اشیا کے ہو نہیں سکتا عالم موجودات بچوں کا
گھروندا نہیں ہے کہ آج بنایا اور کل بگاڑ دیا اگر ایسا ہو کسی بات اور کسی کام کے کرنے پر
ہمکو اطمینان باقی نرہے ہم صریح دیکھتے ہیں کہ جب گیہوں کی کاشت کرینگے اور پورے
قواعد زراعت کا برتاؤ علم فلاحت سے کرینگے اگر پیدا ہوگا تو گیہوں پیدا ہوگا چنہ اور باجرہ گیہوں
سے پیدا نہوگا اور اگر ایسا نہو تو بڑی خرابی ہمارے امور دنیوی میں پڑجائے اور اطمینان کامل جو ہمکو
اپنے کارہائے دنیوی میں ہوتا ہے جسکے بھروسہ پر ہم کام کاج کرتے ہیں سب درہم برہم ہوجائے
لہذا تبدیل نہیں سکتا ہے مراۃ الحکما میں یہی تقریر مع شئے زاید لکھی ہے اور کارخانہ الہی
کا مستقل ہونا اسکا انکار جو شخص کہ خدا پر ایمان لایا ہے ہرگز نہیں کریگا اگر استقلال اور استحکام
قواعد الہی میں اسیوجہ سے ہے کہ وہ حکیم مطلق ہے اور پختگی اور سنجیدگی فعل حکیم میں نہوگی پھر
کسکے فعل میں ہوگی اور ساتھ ہی اسکے سبب حکم اسکو حکیم بھی کہتے ہیں اور قادر مطلق اور فاعل بالاختیار
بھی جانتے ہیں اور جسقدر قانون الہی جاری ہے اور جو ربط ایک شئے کو دوسری شئے
ہے اسکی اصلی علت کو نہیں سمجھ سکتے اور تمام فلاسفر قدیم و جدید کا یہی اقرار ہے کہ اصلی
ماہیت کسی شئے کی ہم نے نہیں سمجھی ہے اور نہ ربط حقیقی جو تمامی اشیا میں ہے ہمکو معلوم ہو
مثلاً ہم خواہ کوئی بڑا فلسفی نہیں بتلا سکتا ہے کہ آگ سے جو کام ہوتا ہے پانی سے وہ کیوں نہیں
ہوتا پھر ہمکو اسکا دعوی کرنا کہ ضرور ایسا ہی ہوگا اور خلاف اسکے نہوگا کیونکر درست ہوسکتا ہے
بہت بڑا جواب اسکا یہ لوگ یوں دیتے ہیں کہ جب ہمیشہ بارود کو آگ جلاتی ہے معلوم ہوتا ہے
کہ مرضی الہی یہی ہے کہ بارود سے ہمیشہ یہ فعل ہوتا رہے جب مرضی الہی پر بنا ہوئی پھر اگر کسی
وقت کسی حکمت اور کسی مصلحت خاص سے مرضی الہی یہ ہو کہ بارود سے آگ بجھ جائے جیسے پانی
سے بجھتی ہے ہم کون ہیں جو اسکے مرضی کو روکینگے اگر آپکو یہ شبہہ پیدا ہو کہ مرضی الہی کا بدلنا
کس حکمت سے ہم خیال کریں یہ تو ایسی بات ہے کہ ہرگز کوئی عاقل اسکو نہ کہیگا مصالح الہیہ کا
بدلنا ہزاروں واقعات عالم سے ہمیشہ مشاہدہ میں آرہا ہے بلکہ تغیرات عالم اور تجدد حوادث ایسی
بدیہی بات ہے کہ دہریہ اور منکرین خدا اور نیز خدا پرست سب اسکو مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی انسان

سے بڑا یا چھوٹا ہو پھر خدائی حکیم جسکی حکمت کاملہ سب حکما کی حکمت سے بالاتر اور بے حد و
پایان ہے وہ ایسی لغو اور ناممکن شئے کو کیوں بنائیگا اب ہم بھی فلاسفہ سے اتفاق کر کے
اقرار کرتے ہیں کہ ہاں صاحب جو چیز خدا نے پیدا کی ہے وہ ضرور ممکن ہے اور ہمیشہ ممکن
رہیگی موجود ہو خواہ موجود ہو کر فنا بھی ہو جائے مگر وہ ممکن ہے نہ اُسکا معدوم ہونا قبل از وجود
کے اُسکے موجود ہونے کو روک سکتا تھا اور نہ اُسکا موجود ہونا پھر اُسکے فنا ہونے کو اور نہ فنا ہو
کر دوبارہ پھر موجود ہونے کو روکتا ہے اب رہی یہ بات کہ جو صفت کسی موجود میں ہے وہ اُسکی
ذات کی خواہش سے ہے اسمیں ہمارے اور فلاسفہ کے البتہ اختلاف رائے ہے اسلیے کہ ہم
صفات موجودات کو ضروری اور غیر ضروری کہتے ہیں ضروری صفت البتہ کسی شئے کی اُس
سے جدا نہیں ہوسکتی فرض کرو ایک بکری ہے اب اسمیں ایک صفت جسمیت کی ہے یعنی
طول عرض اور حجم اب اِس سے تو کوئی بکری خالی نہیں ہے یہ صفت ضروری ہے دوسری
صفت مثلاً دو سینگ داہنے بائیں ہونی یہ صفت ضروری نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ جسطرح
گینڈے کے ایک سینگ بیچ پیشانی پر ہوتا ہے بکری کے بھی ہو نیچرل صاحب اسکو بھی محال
کہتے ہیں اسلیے کہ انہوں نے ہزارہا بکریوں کو دیکھ کر اور تجربہ کر کے قانون قدرت (لاآف نیچر)
یہی قرار دیا ہے کہ بکری کے بیچ میں پیشانی کے سینگ نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں ہرگز محال نہیں ہے
اور کوئی دلیل عقلی اس پر قایم نہیں کہ بکری کے بیچ پیشانی پر سینگ نہ ہو ثبوت میں اِس دعویٰ
کے ہم ایک تاریخی واقعہ کا ذکر کریں حکیم انکسغوراس (جو ۴۲۸ برس قبل حضرت عیسیٰؑ کے گذرا
ہے ایک روز مکتب پیتر قلیس میں بیٹھا تھا ایک بکری اوسیوقت ایسی لائی گئی جسکے بیچ
پیشانی پر ایک سینگ تھا ملیون منجم کہنے لگا کہ گروہ اثینیین میں جو پھوٹ پڑ کے دو فرقہ ہو گئے
ہیں یہ دو سینگ کا ایک ہو جانا بشارت دیتا ہے کہ دونوں گروہ میں میل اور ملاپ ہو جائیگا اور جھگڑا
لڑائی مٹ جائیگی انکسغوراس حکیم نے بقاعدہ علم فیسولوجی حکم لگایا کہ یہ ایک امر خلقی اور
قدرتی ہے اِس سے کسی امر نیک اور بد پر شگون اور بدشگونی نہ لینی چاہیے اور سبب طبعی
اسکا بقاعدہ علم تشریح یہ ہے کہ اِس بکری کا بھیجا یعنی مغز سر اتنا زیادہ نہ تھا کہ ساری جمجمہ (کاسہ

خواہ اور کوئی ترش تیزاب پیالہ میں رکھدیا اور ایر پمپ کے ذریعہ سے پانی جو بوتل میں بھرا ہے
اُسکی ہوا نکالے تب پانی جم کر برف ہوگیا آگ کی گرمی آفتاب کی پتنی دھاتوں کا انداف
یعنی چوٹ کھا کر بڑھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب خواص ہر ایک شئے نے اپنی ذاتی لیاقت اور استعداد
سے پائے ہیں کوئی مُدبّر صانع حکیم ایسا نہیں ہے جس نے یہ خواص ان اشیا میں رکھدیئے
ہوں اور جب ذاتی خواہش سے یہ اوصاف موجودات عالم میں پائے جاتے ہیں پھر ہرگز بدل
نہیں سکتے اور نہ ان اشیا سے وہ صفات جُدا ہو سکتے ہیں اور اگر یہ خواص بدلنے کے قابل
ہوں پھر ہمکو اعتماد بقا اُٹھ جائے اور جس امید پر ہم کار ہائے دنیوی کرتے ہیں وہ موہوم ہوکر
ہرگز ہمکو بشرط پابندی عقل ایسے کام کرنے پر جسارت نہو ہم ریل گاڑی کے انجن میں اسٹیم جس
حساب سے بھرتے ہیں مثلاً ایک اونس پانی کا بخار ایک پونڈ وزن کو ایک فٹ اٹھانے کا نتیجہ
ہمکو دریافت ہوا ہے اُسی حساب سے ہم وزن گاڑی کا فرض کرکے طاقت سٹیم کی دیتے ہیں اور
جسقدر پیمانہ کام کے ہم تجویز کرتے ہیں ہمیشہ اُسی حساب سے ہمارا پورا کام ہوتا ہے اگر یہ نتیجہ محل اعتماد
نہو کوئی انجن ڈرایور ریلوے کام نہ کرسکے اسیطرح جملہ خواص اور آثار اور صفات جو اشیاء عالم
میں ہیں سب اُنکی ذاتی لیاقت سے ہیں یہ لوگ موٹی مثالوں سے اس مسئلہ کو عوام کے ذہن
نشین کردیتے ہیں اور فلاسفہ قدیم نے دقیق طرز سے اسکو یوں بیان کیا تھا کہ امکان ممکنات
کا وصف ذاتی ہے کسی خالق نے یہ صفت اُس میں نہیں دی ہے بلکہ اگر قدرت کسی خالق
کی کسی کے پیدا کرنے سے متعلق ہوتی ہے تو وہی چیز ہے جسکا پیدا ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے
پھر چونکہ مجھے اس کتاب میں قدیم طریقہ فلسفہ سے بحث کرنی مناسب نہیں ہے لہذا میں
سہولت کے خیال سے اسیقدر کہتا ہوں کہ ہم لوگ خداپرست کا یہ عقیدہ ہے کہ محال اور ممکنات
کو شناخت کرنا یہ بھی ہمکو اُسی خدا کے عقل دینے سے نصیب ہوا ہے ہاں کچھ ایسے بھی
محالات ہیں جنسے قدرت خدا کی متعلق نہیں ہوتی جب ایک حکیم اور عاقل آدمی ایسی
چیزوں کے بنانے کے درپے نہیں ہوتا جسکو اُسکی عقل خداداد محال سمجھ چکی ہو مثلاً آدمی
کوئی شکل مثلث قایم الزاویہ ایسی نہیں بناتا ہے جسکے وتر کا مربع دونوں ضلعوں کے مربع

بنا لیتی ہے یہ بھی غلط ہے ورنہ تمام کھوپری پر سینگ پیدا ہوتے یا فقط دونو کنارے داہنے
بائیں کھوپری کے اُن میں بھیجے سے دونو سینگ بنانے کی قوت ہے اور کسی حصہ میں
کھوپری کے یہ قوت نہیں ہے جیسے تھن میں خون کو دودھ بنانے کی قوت ہے یہ بھی غلط
ہے ورنہ بیچ پیشانی پر سینگ کیونکر نکلتا جیسا کہ اس مثال میں گذرا ہے یا کھوپری کے دونو
کنارہ پر بھی ہے اور بیچ پیشانی پر بھی یہ قوت ہے اگر بھیجا پورا اور دونو طرف پہونچ گیا ہے دونو
سینگ پیدا ہونگے اور بیچ میں بھی ایک سینگ نکلیگا اور اگر مادہ فقط داہنی طرف پہونچا بائیں
طرف نہوگا بیچ میں اور داہنی طرف ہوگا یا بائیں طرف بھیجا پہونچا ہے جب بھی دو سینگ
ایک بائیں طرف اور ایک بیچ میں ہوگا یہ بھی غلط ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے مخالف ہے
اب ناچار ہمکو یہی ماننا پڑیگا کہ نہ تو ذاتی لیاقت کل یا جزء بھیجے میں سینگ بنجانے کی ہے اور
نہ کھوپری کے تمام اجزا میں ذاتی قدرت سینگ بنانے کی ہے اور نہ کمی بیشی مادہ مغز سر پر
موقوف ہے بلکہ یہ لیاقت دینے والا کوئی اور حکیم فاعل مختار ہے جس حصہ مغز سر کو اور جسجگہ
استخوان سر کو چاہے سینگ اُسی جزء مغز سے پیدا کردے اور اگرچہ عادت اُس قادر مطلق
نے دونو طرف سینگ پیدا کرنے کی رکھی ہے مگر کبھی منظر ثابت کرنے اپنے اختیار کے بیچ
میں بھی سینگ پیدا کر دیتا ہے اور یہی ہمارا خدا ہے جو پابند نیچر کا نہیں ہے اسیطرح جسقدر
خواص کیمیائی اور کہربائی اور آثار برقی ہیں سب کا ہونا باختیار قادر مختار ہے دوسری
مثال اس سے بڑھ کر لیجیے تمام فلاسفہ طبیعین کا عقیدہ ہے کہ پتھر میں چونکہ مادہ ارضی غالب
ہے لہذا اُسکی پیدائش زمین ہی پر ہوتی ہے زمین سے اوپر مثلاً کرہ قمر پر خواہ آفتاب پر پتھر
پیدا نہیں ہوسکتا اور یہ ایسا قانون فطرت ہے جسکو سب فلاسفہ ضروری خیال کر رہے ہیں
انکسغور اس کو البتہ خبط ہوا تھا کہ ایک روز آسمان سے پتھر گرتے ہوئے دیکھکر اسکو عقیدہ
ہو گیا تھا کہ آسمان کی ساخت پتھر سے ہے ایک روز کا عجب سانحہ لکھا ہے انکسغور اس
نے پیشین گوئی کی کہ فلان روز آفتاب سے ایک پتھر زمین پر گریگا چنانچہ وہی ہوا کہ پتھر قریب نہر
اوغوس کے آفتاب پر سے گرا ہم کو فلاسفہ طبیعین سے جو آسمان سے پتھر گرنیکا انکار کرتے ہیں

(کھوپری) کو جو بشکل بیضہ کے ہوتی ہے بھر کر اُن دونو کناروں پر کھوپری کے ہونچتا جہاں
پر سینگ نکلتے ہیں چنانچہ اس بکری کی تشریح دماغی سائنس اُسی جماعت حضار کے کی
گئی وہی بات ٹہری جو انکسغوراس نے کہی تھی مگر باوجود صحت تجویز حکیم مذکور کے بھی
جو فال نیک منجم نے دی تھی وہ بھی پوری ہوئی اور منجم کا قول حکیم کی دلیل سے باطل ہو
سکا یہی غلطی حکمائے ظاہری کی ہے کہ خواص غیر طبعی سلیے محض بے دلیل کی انکار کر دیتے ہیں
اُنکو بعد ظہور اثر ندامت اٹھانی پڑتی ہے آخر چند روز کے بعد فرقہ تو قودیدیش نے شکست پائی
اور سلطنت پیرقلیس کی قایم ہو گئی اور ایک ہی گروہ ہو گیا ہمکو اس حکایت کے بیان کرنے
میں ایک ثبوت منظور ہے کہ بکری کے دو سینگ دونو طرف ہونی ایسی ضروری بات نہیں ہے
کہ اُسکی ذات کا تقاضا ہو اسلیئے کہ اگر یہ وصف ذاتی ضروری ہوتا تو وہ بکری گینڈا بن جاتی لہذا
ہم اسکو قانون الہی (لا آف نیچر) نہیں کہتے ہیں اور ہمکو عقیدہ ہے کہ خالق تعالی شانہ کو اختیار
ہے چاہے بکری کی پیشانی پر ایک سینگ پیدا کر دے خواہ بے سینگ کی بکری پیدا کرے یہ بھی
اسی جگہ سمجھ لینا ضرور ہے کہ یہ سبب بھیجے کے مقدار کم ہونیکا جو حکیم انکسغوراس نے تجویز
کیا ہے محض لغو اور غلط ہے اسلیئے کہ اگر بھیجے کی کمی بیشی سینگ کی خلقت میں سبب
ضروری ہوتی ضرور ہوتا کہ جس بکری کے ایک بھی سینگ نہو اسکے مغز سر ذرا بھی نہو حالانکہ
سیکڑوں بکریاں بے سینگ کی ہوتی ہیں اور بھیجا اُنکے پورے مقدار پر ہوتا ہے اب ہمکو اپنے
خدا کی قدرت اور اختیار ثابت کرنے کی غرض ہے اور اس حکیم کے قول کا بطلان ظاہر کرنیکی
نظر سے اسی جگہ ایک آسمان تقریر کرنی ضرور ہے جسکے سمجھنے کے بعد ایک قانون فطرت
(لا آف نیچر) کی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔ بکرے کے سینگ نکالنے کی لیاقت ذاتی اگر تمام مغز
سر یعنی سارے بھیجے میں ہے پھر تو لازم ہے کہ سارے بھیجے کے سینگ نکالیں یا مغز سر کے
کسی حصہ یعنی کسی جز میں ہے پس جس جگہ خود بخود وہ حصہ بھیجے کا ہوگا۔ اُسی جگہ سینگ
پیدا ہوگا اگر ایسا ہوتا تو بکری کے تمام سر میں کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائیں
سینگ نکلا کرتے یہ بھی نہیں ہر یا سر کے تمام کھوپری اور ہڈی میں یہ قوت ہے کہ بھیجے سے سینگ

بلکہ ہوا اور پانی کا مرکز بھی زمین کا مرکز ہے اسکو مفصل آئندہ بیان کرینگے اچھا یہ تو ہم نے
مانا اور یہ بھی آپکا اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جسقدر ہوا کثیف ہیں قوت معاوقت یعنی مزاحمت
کی زیادہ ہے لطیف میں اسیقدر کم ہے اور اسکا ثبوت علاوہ دلیل عقلی کے مشاہدہ سے کرایا
جاتا ہے مثلاً اگر کسی شیشہ کے نل کی ہوا کو ایر پمپ سے نکال ڈالیں اسمیں روپیہ اور کاغذ کا ٹکڑا
جو روپیہ کے برابر کترا ہوا ہو دونوں برابر گرینگے اسلیئے کہ ہوا جو معاوق یعنی روکنے والی سرعت سقوط
پرچہ کاغذ کی تھی باقی نہیں ہے اب تین قانون فطرت یہاں پر ہوتی (۱) جسقدر گرنیوالی شئے قریب
زمین کے آتی ہے جذب مرکزی اسکو زیادہ کشش کرتا ہے چنانچہ ہر ثانیہ میں ۳۲ فیٹ زیادہ اترتی
ہے بہ نسبت مسافت پہلے ثانیہ کے اس قانون کا تو اثر یہ ہوا کہ جسقدر گرنیوالی شئے پہلے زمین
سے دور ہوگی اُس پر جذب مرکزی زمین (اٹرکشن آف گراوی ٹیشن) کا کم ہوگا (۲) یہ قانون
کہ آفتاب جو زمین سے نو کروڑ میل ہے وہاں پر جذب مرکزی اتنا زیادہ ہے کہ وہاں کوئی گرنیوالی
شئے پہلے ثانیہ (سکنڈ) میں (۵۰۴) فیٹ چڑھتے ہے اور سطح جہان کی ہوا جو کہ چالیس میل تک
بقول فلاسفہ بھی نہیں ہے اسکے اندر جو شئے زمین پر گرتی ہے پہلے ثانیہ میں ۱۶ فیٹ ہیں جذب
مرکزی کا نو کروڑ میل مسافت پر زیادہ ہونا اور قریب زمین کے کم ہونا یہ کس قاعدہ سے درست
ہوسکتا ہے اور قانون اول اور دوم کا اختلاف کیسے رفع ہوگا (۳) جہاں پس سطح زمین کی ہوا
نہ ہو کاغذ کا ٹکڑا اور روپیہ برابر گرتا ہے جیسا بعض لکچروں میں چھپا ہوا دیکھا ہے اس قاعدہ
سے آفتاب کی طرف سے جو چڑھتے (۵۰۴) فیٹ پہلے ثانیہ میں اسکا چڑھنا کس قاعدہ سے
درست ہوسکتا ہے میری یہ غرض نہیں کہ یہ تینوں قانون صحیح یا غلط ہیں بلکہ مجھے یہ دکھانا
منظور ہے کہ خالق عالم پابند کسی نیچر کا نہیں ہے چاہے جو اثر اپنی مخلوقات میں پیدا کردے
کوئی اُسکا شریک نہیں ہے اور کوئی قانون اُسکو پابند اور مجبور نہیں کرسکتا ہے ؂ گلستان
کند آتشے بر خلیل ۔ گروہے بآتش برد ز آب نیل ۔ یہی نظائر ہمکو زیادہ تر تعجب میں ڈالتے ہیں
کہ زمین کی چیزوں سے آسمان کی اشیا کی تمثیل اور تشبیہ دیکر اپنے حسابات اور قیاسات کو اوپر
مبنی کرنا یہ کون سا طریقہ ہے اس سے زیادہ تر عجب یہ بات ہے کہ سطح جہان کی ہوا نہ آنکھ سے نظر

فقط یہی پوچھنا ہے کہ اسکے محال ہونے پر کونسی دلیل تم نے قایم کی ہے سوائے اسکے کہ مادہ
ارضی زمین ہی میں ہے جب تمہارے عقیدہ میں یہ ثابت ہے کہ پہلے ایک بسیط مادہ اثیر سے سدیم
بنا پھر اس سے آفتاب اور آفتاب سے اور سیارہ نکلے زمین بھی اُنہی آفتاب سے نکلی ہے جب زمین
بھی آفتاب سے نکلی ہے پھر پتھر کا آفتاب سے نکلنا کیوں محال ہوگا تو کار زمین را نکو ساختے تو کہ بر
آسمان نیز پرداختے۔ زمین ہی کے موجودات کی اصلیت سے آپکو کیا واقفیت ہے کہ آپ
ہرشل کی دوربین لگاکر آسمان کے موجودات کی تحقیق کررہے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ آپ
لوگ کشش ارضی کا قانون قدرت اپنے تجربہ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ جو چیز اوپر سے زمین
پر گرتی ہے جہانتک سطح جہان کی ہوا ہے پہلے ثانیہ (سکنڈ) میں سولہ فیٹ سے کچھ زیادہ
اترتی ہے اور پھر فی ثانیہ ۲۔۳ فیٹ اسکے رفتار میں سرعت ہوتی ہے اور یہی قانون الٰہی (لا آف
نیچر) آپ نے گرنیوالی اشیا کا تجویز کیا ہے یہ قاعدہ سطح جہان کی ہوا میں جسکی لطافت اور
کثافت دریافت کرکے تخمینی وزن صنفی تم کو معلوم ہوا ہے البتہ اگر درست پایا جائے تو شاید ہو
سکتا ہے اور جہان سے یہ ہوا نہیں ہے اور آسمانی ہوا جو بقول فیثاغورس وغیرہ فلاسفہ
کی نہایت لطیف ہے اور جسقدر قرب آفتاب فرض کرو لطیف ہوتی جاتی ہے پس تمام بعد میں
جو آفتاب کو زمین سے ہے مثلاً نو کروڑ میل اسکی لطافت اور کثافت تو معلوم نہیں اور حکم لگا دیا کہ
زمین سے آفتاب کیطرف چڑھنیوالی شئے پہلے ثانیہ (سکنڈ) میں ۴۵ سوپچاس فیٹ چڑھیگی یہ
کونسا قاعدہ ہے اور یہ کونسی عقل ہے اسکے علاوہ تم لوگ سطح جہان کے ہوا کہ تشبیہ دھنی ہوئی
روئی کی ڈھیر سے دیتے ہو مثلاً اگر پچاس گز لانبے بورے میں دھنی ہوئی روئی بھر کے کھڑا کردیں
سب سے نیچے والی روئی پر دباو زیادہ ہونے سے اسکی پھولن کم ہوگی اور سب سے اوپر والی روئی زیادہ
پھولی ہوگی یہی کیفیت ہوا کی ہے کہ جسقدر زمین سے قریب ہے زیادہ دبی ہوئی ہے اور کثیف ہے
اور وزن بھی اسکا زیادہ ہے اور جسقدر زمین سے اونچی ہے متخلخل اور لطیف ہے اور یہ قانون فطرت (لا آف
نیچر) ہوا کا ہے اور اسیوجہ سے پہاڑوں کی بلندی پر ہوا کی لطافت زیادہ ہے یہاں پر اتنا اور بیان کردینا ہے
کہ جذب مرکزی زمین کا ہوا پر اگر ہے جس سے وزن پیدا ہوتا ہے پھر تو آفتاب مرکز عالم کیونکر ہوگا

جو لوگ منکر وجود خالق ہیں اُنکے قول کا بطلان جب ہم وجود خالق کے دلائل عام فہم لکھینگے
بخوبی کر دینگے اور جو لوگ بظاہر خدا کو مان کر اور پھر یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ صفات اور آثار جو اشیا
عالم میں خدا نے رکھدے ہیں اُنکے خلاف کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے انکو بھی ضرور خدا کی
مجبوری اور پابندی نیچر کہ ماننے سے خدا کا بیکار ہونا ماننا پڑتا ہے دیکھو سر سید احمد خان
صاحب نے اپنی تفسیر کے جلد اول صفحہ ۳۲ میں یہ کہدیا کہ نیچر کی پابندی جب سے ہونی چاہئے
جب سے کہ اُس قادر مطلق نے اپنے انتظام کو قدرتی قوانین کا پابند کیا نہ اُس سے پہلے
پھر دو سطر کے بعد کہتے ہیں پس نیچر کی پابندی ہمکو جب ہی سے چاہئے جب سے کہ اُس قادر
مطلق نے اپنے کاموں کو نیچر کا پابند کیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ خدا کا پابند نیچر کے ہونا اسکا
علم ہمکو کیونکر ہوا۔ کیا خدا نے اپنے بندوں سے کوئی معاہدہ کیا ہے کہ ہمیشہ بارود کو آگ جلا یا کرے
گی اور کیا جسوقت قوانین قدرت نافذ ہوئے تھے کوئی بنی آدم مثلاً سید صاحب ہی خدا کے
قانونی جلسہ کے ممبر تھے بہر حال یہ پابندی خدا کی اور بیکاری دو حال سے خالی نہیں ہے
یا تو نیچر خود بخود ہو جاتا ہے کوئی خالق اور آفریدگار نہیں ہے یا اینکہ خدا نے مجبوری سے یہ
قانون جاری کیا ہے اور محض بے اختیاری خدا کو بروقت اجرائے قانون بھی تھی اور اب
بھی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اُسی نیچر کی وجہ سے ہوتا ہے خدا کی مجبوری کا جو شخص خدا کو مانتا
ہے کبھی معتقد نہوگا۔ بہر حال قانون قدرت (لا آف نیچر) یا تو کسی قادر مختار کا بنایا ہوا ہے یا خود
بن گیا ہے اور بنتا جاتا ہے اور جیوں جیوں ترقی موجودات کو ہوتی ہے جدید قانون کے نوامیس
پیدا ہوتے جاتے ہیں یہ بات فلاسفہ مادیین کے مذہب پر البتہ درست ہو سکتی ہے جو کہتے ہیں
کہ فقط مادہ قدیم ہے اور اُسکے حرکات روزانہ جدید ہو ہو کر اشیاء عالم پیدا کرتے ہیں اور جب کسی
قادر مختار کو ہم خالق مانیں اس عقیدہ پر تو ہم کو نیچر کا بدل جانا کچھ دشوار معلوم نہ ہوگا اسلئے
کہ قادر مختار تو وہی ہے کہ جو فعل کرے اُسکے کرنے یا نہ کرنے پر اُسکو ہمیشہ قدرت ہو اور مجبوری
کسی قسم کی اُسکو نہو جسطرح قانون فطرت کے ماننے والے اس پر سمجھے ہوئے ہیں کہ ہرگز یہ
قانون بدل نہیں سکتا ہے اسیطرح ہم لوگ جو کہ قادر مختار کی قدرت پر ایمان لاتے ہیں اس پر

آتی ہے اور نہ گیلیلے اور ہرشل کی دوربین سے حالانکہ یہ ہوا کثیف ہے اور آفتاب کے پاس کی
ہوا جو نہایت درجہ لطافت پر ہے اسکو ہرشل صاحب نے گھر بیٹھے دیکھ لیا اور اسکی پیمایش بھی
کرلی چنانچہ کہتے ہیں کہ ہوا جو گرد شمس کے ہے کم سے کم اسکا عمق ۲۶۴۱۸ میل اور زیادہ سے زیادہ
۵۵۶۷۰ میل ہے اور قریب آفتاب کی ہوا نہایت شفاف اور مثل ہلکوں کے ابر کے ہے یہ تحقیقات
علوم جدیدہ کی ہے جسپر آج یورپ کو بڑا فخر ہے قدیم ریاضی دان جب کہتے تھے کہ آسمان موجود ہے
اور شفاف ہے نظر نہیں آتا ہے اور دبیز ہے اور دبنکی پیمایش بھی ہر آسمان کی بتلاتی تھے
وہ تو محض نادان اور جاہل تھے اور ہرشل صاحب کے یہ حسابات بڑے عمدہ اور واجب التسلیم اور
گویا وحی آسمانی ہوگئی۔ اگر آپ یہ کہیے کہ جسطرح سطح جہان کی ہوا خود آنکھ سے نظر نہیں آتی ہے
مگر جو چیزیں ہوا میں اڑتی ہیں خواہ اور آثار ہوا کے جو بحس لمس وغیرہ سے محسوس ہوتی ہیں یا
ذی روح کا تنفس جو مدار حیات ہے ان سب کے ذریعہ سے ہوا کی موجودگی مثل محسوسات کے
ہمکو ثابت ہوتی ہے اسیطرح دوربین کے ذریعہ سے ہرشل صاحب نے بھی آفتاب کے قریب کی
ہوا کا قیاس کیا ہے اور اس ہوا کی موجودہ اشیا کو دیکھکر یہ حساب جانچا ہے۔ اسکو ہم اگر مان بھی
لیں پھر بھی تو فلاسفہ مادیین جو کہتے ہیں کہ ایتھر تمام فضای آسمانی میں بھرا ہے انکو آپ سمجھاتے
اسیطرح آفتاب کی گرمی کا قیاس جو محض تخمینی ہے حال کی تحقیق سے یوں ثابت کرتے ہیں
کہ آفتاب کی گرمی اگر مجتمع کیجائے اتنے برف کو جو تمام کرۂ زمین پر ہو اور گیارہ میل کا دل اسکا ہو ایک
روز میں پگھلا دیگی اور ہم تک جسقدر گرمی آفتاب کی پہونچتی ہے ۲۱۰ ارب ۲۳ کروڑ دس لاکھ حصہ میں
سے ایک حصہ کے برابر ہوتی ہے ان حسابات کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ لوگ دعوی
تو ایسے ہیں کہ جبتک یقین کامل کسی امر کا نہ کرلیں ہرگز اسکے ہونے اور نہ ہونیکا اقرار نہیں کرتے ہیں
اب یہ مسایل اجسام فلکی کے انپر یقین کرنیکا ذریعہ آپ کو کونسا ملا ہے ہم تو ان مسایل کو بوستان خیال
کے لال دیو اور سپید دیو کے حالات سے کم نہیں سمجھتے ہیں اسیطرح ہزاروں خیالی مسائل اور دیگر
علوم کے ہیں جنکو ہم بھی مناسب مقامات پر بیان کرینگے باب چوتھا نیچر کے بدلنیکی مثالیں تاریخی
واقعات سے اور بیان خرابی عقائد جو نیچر کے ماننے سے لازم آتی ہے عقلی دلایل سے

ایک چھوٹا سا جانور ہے اگر اسکے بدن [illegible] ہر ٹکڑے کی دم الگ اور چند روز
اسکو پڑا رہنے دو تو سر جانیکا نتیجہ اور مرجانیکا نتیجہ جاری ہوگا بلکہ سر میں ایک بدن پورا پیدا ہوگا اس
میں دھڑ اور دم ہوگی اور دم میں بھی اسیطرح دھڑ اور سر پیدا ہوگا اور بیچ کے دھڑ میں سر اور دم پیدا
ہو کر ایک مردہ جانور سے تین زندہ جانور اُسی قسم کے پیدا ہونگے اب معلوم ہوا کہ قانون قدرت نے
خدا کو پابند نہیں کیا ہے کہ اُسکے خلاف نہ کر سکے بلکہ ہر طرح سے وہ قادر ہے اب لیجئے دودھ کا
نتیجہ حیوانات میں جو اصول طب نے ٹھہرایا ہے کہ بدون حاملہ ہونے کے عورت کے دودھ نہیں
ہوتا یا شاذ نادر کسی مرض میں جیسے اختناق رحم یا حبس خون حیض یا جھوٹا حمل جسکو رجا
بھی کہتے ہیں اسیطرح حیوانات کی مادہ جب گابھن ہوں تب دودھ پیدا ہوتا ہے قادر مطلق نے
اپنی قدرت نمائی اور ناپابندی سے بعض درختوں میں دودھ پیدا کر کے ہماری ہدایت فرمائی
چنانچہ ہند میں ایک درخت ہے جسکو شجرۃ الحلیب کہتے ہیں شیر مادہ گاؤ سے زیادہ عمدہ دودھ
اُسمیں ہوتا ہے اور برازیل میں ایک درخت ہے جسکو (ماسارنڈوبا) کہتے ہیں اُسکی شاخ میں سے
ایسا عمدہ دودھ پیدا ہوتا ہے جسپر مدار حیات وہاں کے اکثر باشندوں کا ہے غذا دہی اشیاء
نباتی کا نتیجہ تجربہ کامل کے بعد کیمسٹ لوگوں کو دریافت ہوا ہے کہ اشیائے نباتی میں گیہوں سے
زیادہ کوئی ایسا غلہ نہیں ہے جو ہمارے غذا دہی میں بکار آمد ہو چنانچہ فہرست ٹیبل) جو اشیاء خوردنی
کی طیار ہوئی ہے اُسمیں گیہوں میں فی ہزار (۹۵۰) جزء پرورش کنندہ غذا ہے یہی گندم وہ دانہ
ہے کہ ہمارے جد اعلیٰ حضرت آدمؑ کو بہشت سے دنیا میں لایا ہے یہی گندم وہ دانہ ہے جسکی
کاشت کرنے کی اور درو کرنا آٹا پیسنا روٹی پکانی اور نوالہ توڑ کر مونہہ میں رکھنے تک ایک ہزار
کام حضرت آدم کو (اصول فلاحت اور کیمسٹری جر ثقیل اور کیمیا اور اصول تمدنی سے) کرنے کے
بعد نوالہ مونہہ میں رکھنا نصیب ہوا تھا یہی گیہوں وہ دانہ ہے جو ہمارے ملک ہندوستان میں
۱۳ کروڑ من پیدا ہوتا ہے اور یورپ کے زردار تاجر ۱۲ کروڑ من جہازوں پر ولایت لادیجاتے ہیں اور
ہمکو فقط ۵ کروڑ من بچنے سے اگر ۲۰ سیر کا نرخ قبل اجراء اس تجارت کے تھا اب ۸ سیر تک نہیں ملتا
ہے جیسا اخبارات میں پڑھا ہے بہر حال سے جو جو خدا لو کھلائے گا ناچار دیکھنا ہمکو تو گیہوں کی غذا

جمے ہوئے ہیں اور قوی دلائل سے اسکو ثابت کرتے ہیں کہ قادر مختار کو ضرور اختیار ہے کہ ان
قوانین کو بدل کر اور کوئی قانون جاری کرے فرق اتنا ہے کہ قانون فطرت جو امر عادی ہے
اُسکے مطابق لاکھوں نظائر وہ لوگ پیش کر سکتے ہیں اور ہم اسکے تبدل پر بہت کم نظائر لا سکتے
ہیں منطق کے پڑھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ حکم کلی یا عام قاعدہ جو لاکھوں جگہ چل
رہا ہو اگر ایک جگہ بھی اُسکا خلاف ثابت ہو جائے وہ قاعدہ عام نہ رہیگا مثلاً اصول تصفیہ یا استقرا
اور تجربہ سے ہمکو ثابت ہوا کہ جو حیوان ہے جگالی کرتے وقت نیچے کا جبڑا ہلاتا ہے اور اسکو ہم نے
عام قاعدہ نیچر ٹھہرا لیا تھا کہ مدتہائے دراز کے بعد تمساح (مگر مچھ) ایک جانور ہم نے دیکھا کہ وہ
جگالی کرتے وقت نیچے کا جبڑا نہیں ہلاتا ہے اب ایک ہی جانور کے دیکھنے سے ہمارا وہ عام
قاعدہ ٹوٹ گیا اور ہمکو خیال ہوا کہ اگر زیادہ تلاش کریں شاید دو چار دس پچاس اور بھی جانور
ہمکو ایسے مل جائیں اسیطرح آنکھ کے دیکھنے کا نیچر جسپر آجتک فلسفیوں کا اجماع ہو رہا
ہے کہ عمدہ شرط آنکھ سے دیکھنے میں وجود نور اور روشنی کا ہے اندھیرے میں ہرگز آنکھ کارگر نہیں ہو
سکتی ہے اب لیجئے وہی فلاسفہ اور بڑے بڑے علما نامی گرامی اسی زمانہ میں امریکا کے ایک
نوجوان عورت کی حکایت چشم دید لکھ رہے ہیں (دیکھو رسالہ حمیدیہ) کہ اس عورت کو ایک ایسا مرض
لاحق ہوا کہ شب کو اُسی مرض میں مبتلا ہو کر کھڑی ہو جاتی تھی اور عین حالت خواب میں باتیں
بھی کرتی تھی اور جو کام بیداری میں آدمی کرتا ہے وہ خواب کی حالت میں کرتی تھی پھر جب اس
مرض کی شدت اُسے ہوئی اور دنکو بھی دورہ اُسکا ہونے لگا اب بروقت شدت کے آنکھ اُسکی
ایسی بدلی ہوئی حالت میں ہوتی تھی کہ اُس سے زیادہ عجیب حالت آنکھ کی دیکھی نہیں گئی
اور نہایت باریک حرف کو تاریکی اور اندھیرے میں وہ مریضہ دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے برابر پڑھتی
تھی اس کیفیت کو بڑے بڑے نیچرل نے خود دیکھا ہے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ قانون فطرت (نیچر)
کے خلاف یہ کیونکر واقع ہوتا ہے اب یہ معلوم ہوا کہ آنکھ کے دیکھنے کا نیچر روشنی کی موجودگی میں آنکھ کھول
کر دیکھنا جو ہم سمجھ رہے ہیں یہ بھی عام قاعدہ نہیں ہے اور خدا اسکا پابند نہیں ہے اسیطرح حیوان
کے بدن کو اگر ہم کاٹ کر دو تین ٹکڑے کر دیں مر جائیگا اور اسیکو ہم نیچر قرار دیتے ہیں اب لیجئے کہ ہمیدرا

ہو جائینگی اگر ایسا ہوا تو ہمارے ہندوستان پر انکا بڑا احسان ہوگا جسکا ۱۰ کروڑ من گیہوں باہر نکل
جانے سے ہمیشہ اُسکو قحط کا سامنا رہتا ہے اسیطرح عجائب المخلوقات جو ہمیشہ خلاف عادت ہوتے
رہتے ہیں خداوند قادر نے اپنے کمال قدرت کے ثبوت کی نظر سے اُنکو پیدا کرنا منظور فرمایا ہے تاکہ
ہم لوگ اپنے خالق کو مجبور اور پابند نہ خیال کریں تاریخ کے علم اور نیز اخبارات مطبوعہ پر جسکو عبور ہے
وہ بخوبی جانتا ہے کہ روزانہ ایسے عجائب اشیا کے پیدا ہونے کی شہادت گذر رہی ہے اس فن کے
کتب ہمیشہ تصنیف کرنے پر قدرت نے ہمکو آمادہ کیا ہے اور دونو مذہب کے آدمی اپنی اپنی غرض
سے عجائب مخلوقات کو تاریخی حالات میں درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں منکرین وجود خدا کی غرض یہ ہے
کہ مادہ اور حرکت مادہ سے طرح طرح کی اشیاء کا اتفاقاً پیدا ہونا اُنکے عقیدہ کو پختہ ثابت کردے مثلاً
جاپان میں بندوق باز مچھلی جسکا منہ مثل بندوق کی نال کے ہے دریائی جانور و نیز اپنے منہ سے
پانیکا فیر کرکے شکار کرتی ہے۔ یا ضلع شہر میں ایک عورت ایک سو بیس برس کے عمر کی تھی اُسکے
دانت منہ میں تین مرتبہ جمے اور آخر مرتبہ کے دانت چوہے کے دانتوں کے برابر تھے اسیطرح سے
ہزاروں واقعات صحیح منکرین خدا کو اس عقیدہ پر پختہ کرتے ہیں کہ جو چیز نئی پیدا ہوتی ہے محض
(صدفۃً) اور بلا سبب پیدا ہوتی ہے کوئی مدبر حکیم اور صانع آفریدگار ایسا نہیں ہے جسکو خدا پرست
مان رہے ہیں بلکہ اُسی مادہ اور حرکت مادہ سے جب کسی خاص انداز پر از خود ہوتی ہے کوئی جدید
شے پیدا ہو جاتی ہے ذرا اس نادانی کو دیکھئے اور خدا پرست لوگ ایسے تاریخی واقعات کا ہونا
اپنے اُسی عقیدہ کی تائید خیال کرتے ہیں کہ خداوند عالم قادر بیچون پابند کسی تجربہ کا نہیں ہے جسطرح
چاہے جس چیز کو پیدا کردے اور جو قاعدہ چاہے ایجاد اشیا میں جاری فرمائے اور پھر وہ قاعدہ
نہیں ہے جو اُنکے پیدا کئے ہوئے اشیا میں ہم براہ غلط کاری تجویز کرکے قادر مختار کو اُسکا پابند خیال
کرتے ہیں حالانکہ قادر مختار ہرگز اُنکا پابند نہیں ہے بلکہ بنظر ہماری آسانی بسر کرنے کے عادتاً اپنی
ان قواعد مخصوصہ کے جاری رہنے کی مقرر فرمائی ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ پڑے اسلئے کہ
پابندی مجبور کو ہوتی ہے اور مجبور فاعل مختار نہیں ہے پھر کا دوسری طور سے بیان دنیا
میں جسقدر چیزیں ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہیں اُنکے خواص اور آثار دو قسم کے ہماری سمجھ

وہی کا نیچر بیان کرتا ہے اِس رانڈ دکھڑا رونے سے کیا فائدہ اگر اب ہم آپ سے یہ خبر اپنی چشم دید سنہ ۱۲۵۶ھ خواہ سنہ ۱۲۵۸ھ کی بیان کریں کہ آسمان سے گیہوں برسا تھا اور کانپور کا یہ واقعہ ہے اور وہ گیہوں نہایت موٹے دانہ کا سپید اور تین چار تکیہ بھی اسپر تھیں چونکہ اسکو ساٹھ برس کا زمانہ ہوا اور اخبارات کا انتظام اُسوقت ایسا نہ تھا اور نہ ایسی بیدار مغزی سے سلطنت کی کارروائی تھی آپ ضرور ہمارے اس بیان کو ویسا ہی غیر معتبر سمجھ کر ہنس ٹالینگے جیسے حیدرآباد میں مُن برسنے کی خبر پر آپ لوگ بے اختیار ہنسنے لگتے ہیں اور پورانے خیالات اور تاریکی جہالت پر اسکو محمول کرتے ہیں۔ لہذا ہمکو ضرور ہے کہ تحقیقات جدید علمائے نباتات سے آپ کو قدرت خدائے تعالیٰ کی دکھلائیں کہ ہمارا خدا اسکا پابند نہیں کہ فقط گیہوں میں ۹۵ حصہ پرورش غذائی انسانی رکھے اور کسی چیز میں نہ رکھ سکے آئیے چلیے ہمارے ساتھ بعض جزائر پاسفک میں اور دیکھیے اس درخت کو جسکا نام روٹی کا درخت شجرۃ الخبز رکھا گیا ہے جس میں گول گول روٹیاں پیدا ہوتی ہیں چھوٹی سے چھوٹی روٹی کا قطر ۴ انچہ کا اور بڑی روٹی کا ۸ انچہ کا ہوتا ہے وزن روٹی کا تخمیناً ۱۰ تولہ یا پاؤ بھر کا ہے اور آٹھ مہینہ برابر یہ روٹی درخت سے ملتی ہے اور جسطرح مصنوعی روٹی سے گیہوں کی خوراک آدمی کی چلتی ہے اسیطرح اس سے وہاں کے باشندوں کی خورش خدا نے مقرر فرمائی ذائقہ وہی مزہ اور وہی غذائیت اور وہی اوصاف سب اس قدرتی روٹی میں موجود ہیں اور اسکو بڑے بڑے کیمسٹ اور نیچرل دیکھکر حیران اور دم بخود ہو رہے ہیں کہ یہ گیہوں کہاں سے آتا ہے اور کہاں پیستا ہے اور کون آٹا گوندھتا ہے اور کون روٹی پکاتا ہے جل جلالہٗ وعم نوالہٗ بنی اسرائیل پر من وسلوی نازل ہونا جو ہماری مقدس کتابوں میں وارد ہے اُسکے انکار پر تو آپکو بڑا زور شور تھا کہ نیچر کے خلاف ہے اب آیئے اس درخت کو دیکھیے اور خدائے قادر توانا کے قدرت پر ایمان لایئے اور نیچر کے پیچھے نہ پڑیے نیچر کی پابندی ہرگز خدا کو مجبور نہیں کر سکتی ہے ؎ روح را در پیکر بے جان کند ٭ آنچہ در وہمت نیاید آن کند ٭ ہماری غرض اس قدرتی روٹی کے بیان سے یہ ہے ہم نے سنا ہے بعض کیمسٹ اس کے مدعی ہو چلے ہیں کہ انہوں نے گیہوں کے اجزاء مفردہ بذریعہ کیمسٹری معلوم کرکے اشتہار دیا ہے کہ مصنوعی گیہوں ہم بنائینگے اور گیہوں کی کاشت موقوف

اور ضروری کو فیصلے ہیں اور جو خواص ممکن اور غیر ضروری کو فیصلے ہیں یہ خرابی فقط طرز تعلیم کی ہے
لارڈ بیکن کے عہد سے اور منطق الطبیعۃ جو محض تجربہ پر بنا کرکے تحقیقات علمی کو منحصر کر دیا ہے اور
پہلے طریقہ کو بالکل منسوخ کر دیا ہے اسکا نتیجہ اتنا تو ضرور عمدہ برآمد ہوا کہ جدید اصول اور نوامیس کا علم
خوب ہو رہا ہے اور غیر یقینی اسکا اسقدر ہے کہ نسبت علت و معلول سے لوگ بالکل غافل ہو گئے اور
جو ضروری شرط اصول صحیح میں ربط حقیقی جاننے کی ہے اسکو بالکل فراموش کر دیا مثلاً ذیل سے
خواص اجسام کا ضروری اور غیر ضروری ہونا سمجھو مقناطیس لوہے کو جذب کرتا ہے اب سوای
اسکے کہ ہمکو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کوئی دلیل ہم ایسی قائم نہیں کر سکتے کہ لوہے کو جذب کیوں کرتا
ہے اور چاندی سونے کو کیوں نہیں جذب کرتا ہے اور یہ جذب کرنا ایسا ضروری ہے جیسے کہ مقناطیس
کا کسی مکان یا جگہ میں پایا جانا جیسی ہی موٹی عقل والے آدمی سے اگر کہو کہ مقناطیس بدون مکان
کے پایا گیا ہے کبھی باور نہ کریگا اور اگر بڑے فلسفی جنرل سے کہو کہ ایک ٹکڑا مقناطیس کا ایسا بھی ہے
کہ لوہے کو جذب نہیں کرتا تو اسوقت سننے والے کو یہ کہنا مناسب نہوگا کہ ایسی بات ناممکن ہے بلکہ
وہ اسکو تسلیم کرکے درپے تحقیق سبب ہوگا کہ آخر قوت اس ٹکڑے سے کیوں جاتی رہی پھر اگر وہ
کیفیت یعنی زوال جذب آہن کی مقناطیس میں قریب بعد زلزلہ کے پیدا ہوئی تھی اور زلزلہ آنیکے
بعد ہی ٹکڑا مقناطیس کا پھر لوہے کو جذب کرنے لگا اب ہمکو یہ معلوم ہوگا کہ سبب عدم جذب کا یہی
تھا کہ شدت زلزلہ کی اثر یا تو ہے کہ جذب مقناطیس آنیکے پہلے چند منٹ باطل ہو
جائے اب ہمکو اس مثال کے بیان سے دو قانون فطرت ذیل معلوم ہوئے ایک تو مقناطیس میں
قوت جذب آہن کا ہونا دوم زلزلہ زمین کا مبطل جذب مقناطیسی ہونا اب کوئی فلسفی دنیا میں
ایسا ہے جو ربط حقیقی ان دونوں میں ثابت کر دے اور بتلا دے کہ آخر مقناطیس کیوں لوہے کو جذب
کرتا ہے اور چاندی سونے کو جذب نہیں کرتا یا اسکی اصلیت سے خبر دے کہ زلزلہ کے آنے سے جذب
مقناطیسی کیوں باطل ہو جاتا ہے بخلاف اسکے کسی مبتدی طالب علم سے جسنے پہلا مقالہ اقلیدس
کا پڑھ لیا ہے اگر یہ کہو کہ دو ضلع مثلث کے ملکر تیسرے کے برابر ہیں یا تیسرے سے چھوٹے فوراً وہ
شکل ۲۰ م ۱ کو پیش کرکے آپ کے قول کو باطل کر دیگا۔ ایضاً جذب مقناطیسی کو جسطرح

میں آتے ہیں۔ پہلے فرض کرو کہ جو اتنی چیزیں ہیں کہ انہیں کو ہم دیکھ رہے ہیں یا اور کسیطرح سے
محسوس کر رہے ہیں اب اجسام میں انکی جو اصلی اور صفات ضروری تو عام طور پر پائے جاتے ہیں
اور انکا ہونا اسکے وجود کی عقل سے ایک علیحدہ دیتی فلسفی عقل کے نزدیک ضروری ہے مثلاً جسم
کسی مکان میں ہونا جو طول عرض اور عمق رکھتا ہی ہو جسم کے طول عرض اور عمق کے برابر ہو یہ
ایک ایسا قانون فطرت ذاتیہ ہے کہ ہرگز کوئی جسم بدون اپنی جگہ خاص کے پایا نہ جائیگا۔ اب یہ
خاصہ جسم کا ضروری ہے اور کبھی بدل نہیں سکتا اور نہ قدرت موجد کی اسکے تبدیل سے متعلق
ہوتی ہے (۲) اسیطرح جسم میں طول عرض اور عمق کا ہونا جسکو ہم مقدار کہتے ہیں اب اگر اتصال
کا مسئلہ ثابت ہو جائے تو یہ صفت بھی ضروری اور عام ہے کوئی جسم بغیر مقدار کے نہوگا پھر
چونکہ مقدار کی ہزاروں صورتیں ہیں اور ہر صورت کو ایک یا دو خواہ سو دو سو خواص مقداری لازم
ہیں جنکا بیان علم ہندسہ اور حساب میں ہوتا ہے۔ اور اصول اقلیدس اور فروع ہندسہ کا
پڑھنیوالا انکو جانتا ہے مثلاً دو ضلع کسی مثلث کے ملکر تیسرے سے ضرور بڑے ہوتے ہیں خواہ
مثلث متساوی الاضلاع کا ہر ایک زاویہ برابر دو ثلث قائمہ کے ہوتا ہے اسیطرح جسقدر خواص
مقداری برہان سے ثابت ہو چکے اُنسے بھی قدرت کا تعلق ایجادی ہو اب وہ خواص تا بقائے
جسم اور سطح اور خط بدل نہیں سکتے اور یہ بھی عام خیال ہے جسکو ہم کسی جگہ باطل کرینگے
(۳) اسیطرح امتناع تداخل یعنی ایک جسم کے اندر دوسرے کا سما جانا کہ پانی سے زیادہ نرم کون جسم
ہے وہ بھی دوسرے جسم کو اپنے میں نہیں لیتا ہے (۴) اسیطرح ایک جسم کا وقت واحد میں دو جگہ
پر نہونا خلاصہ یہ ہے کہ جو صفات اجسام میں ایسے ضروری ثابت ہو چکے انکا نتیجہ ہرگز نہیں بدل
سکتا ہے اب رہے خواص طبعی یا کیمیائی مثلاً (ایٹراکشن) یعنی کشش کی تینوں قسمیں یا مقدار
اتصال (الکوہی و لنٹس) یا وزن متناسب یعنی (اسپیسفک گریوٹی) یہ خواص ایسے نہیں
ہیں کہ جنکو کسی کی عقل ضروری اور ناقابل تبدیل تصور کرے اور سوائے تجربہ کے اور کسی
عقلی دلیل سے ہم انکی ضرورت کا کسی جسم میں حکم کریں۔ طالب علم خواہ معمولی عقل کا آدمی اسی
دھوکے میں اگر کہنے لگتا ہے کہ تجربہ کے خلاف ہونا محال ہے اسکو ہرگز معلوم نہیں کہ خواص لازمی

بھی پوری آجاتی ہے ا ب سے ج د اب ج ایک تیلی ہے جسکے (۱) اور د ج ۲ سروں پر قوت جذب ہے
اور ب ۱ مقام پر کچھ بھی قوت جذب کی نہیں ہے اب اگر اسکو اب مقام پر سے توڑ ڈالیں اور دو حصہ
کیسے ہی پیدا کریں مثلاً ا ب ۱ اور ب ج ۲ دونوں ٹکڑوں کے ب ۱ مقام پر بھی قوت جاذبہ پوری
ہوگی حالانکہ اتصالی حالت میں ذرا سی قوت جاذبہ اس میں نہ تھی اب یہ خاصیت مقناطیس کی
جو ہم نے بیان کی ہے کیا ایسی ہی بدیہی اور ضروری ہے جیسے کہ مقناطیس کا کسی مکان خاص
میں پایا جانا یا اس میں طول عرض اور عمق کا ہونا کوئی نادان سا نادان بھی اسکو ویسے ضروری
نہ کہیگا اور نہ جذب مقناطیس کے باطل ہونے سے مقناطیس کا فنا ہو جانا ضرور ہے پس جب ہم
طالب علموں کو خواص لازمہ اوصفات عامہ جسمیت اور مقدار پڑھا کر کہتے ہیں کہ دیکھو جسم کا نیچر
یہی ہے کہ بدون مقدار اور مکان خاص کے نہیں پایا جاتا ہے پھر جب انکو اصول کیمسٹری اور
اور اصول جر ثقیل اور اصول علم نباتات اور حیوان اور علم معدنیات کی تعلیم کرتے ہیں جب بھی ہم
انکو خواص اور آثار اشیا کو انکا نیچر بتلاتے ہیں انکو یہی عقیدہ ہو جاتا ہے کہ خلاف ان اصول
اور اوصاف کے یہ چیزیں ہرگز نہیں پائی جاتی ہیں اور نیچر کی تبدیل محال ہے نیچر کا تیسرے طور
سے بیان خالق عالم نے دنیا کی چیزوں میں جسقدر خواص اور اوصاف عطا فرمائے ہیں بعض
اوصاف اور خواص تو ایسے ہیں کہ جب وہ چیز پائی جائیگی وہ صفت بھی ضرور اس میں ہوگی اور
کسی اور شرط پر اس صفت کا ہونا موقوف نہیں رکھا ہے مثلاً جو عدد جفت ہے اسکے دو حصہ
برابر بلا کسر ضرور ہو جاتے ہیں اب یہ صفت جفت عدد کی ایسی عام ہے کہ جس جگہ کا عدد فرض کرو
اور جس مادہ میں فرض کرو سب میں ضرور ہوتی ہے کسی مادہ اور نہ کسی مقدار اور نہ کسی اور شرط
کی محتاج ہے چار روپیہ اور آٹھ پیسے اور بیس کوڑیاں سب کے دو حصہ برابر ہو سکتے ہیں یہ صفت
عام اور ضروری جفت عدد کی ہے اب تمام اقسام کے اعداد میں عام صفت خدا نے یہ رکھی ہے
کہ ہر عدد نصف مجموع طرفین ہوتا ہے یعنی جو عدد فرض کرو اس سے پہلے اور اسکے بعد جو عدد
ہوں ان دونوں کو جمع کرکے نصف کر ڈالو حاصل تنصیف درمیانی عدد ہوگا۔ کوئی عدد مثلاً چار
فرض کرو اب اسکے پہلے تین ہے اور بعد اسکے پانچ ہے پس ۳ + ۵ = ۸ ÷ ۲ = ۴ اب معلوم ہوا

زمین کا زلزلہ ایک وقت خاص میں باطل کرتا ہے اسیطرح کشش ارضی (اٹریکشن آف گریویٹیشن)
بھی جذب مقناطیسی کو باطل کرتی ہے فرض کرو کسی ٹکڑے میں مقناطیس کے سیر بھر لوہے کی
جذب کی قوت ہے اگر سوا سیر لوہا ہم ہاتھ سے چھوڑ کر زمین پر گرائیں اور مقناطیس کو سامنے کریں
جذب مرکزی زمین کا اسکو اپنی طرف کھینچ لیگا اور مقناطیس کا کچھ اثر نہوگا لیکن کشش ارضی
سے اگر قوت مقناطیسی زائد ہو پھر تو جذب مقناطیسی باطل نہوگا ہاں زلزلہ کے قریب کشش ارضی
اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ چاہو کسی قوت کا مقناطیس لوہے کے سامنے کرو کچھ بھی اثر نہوگا یہ نیچرا
نیچر ہمکو معلوم ہوا اسکی دلیل بھی ہم کوئی بیان نہیں کرسکتے سوائے اسکے کہ فطرت نے یہ اثر دیا ہے
دوسری مثال آگ کا جلانا عام خیال میں تو ایسا ہی ہے کہ یہ اثر آگ کا لازمی ہے مگر فلاسفی کی تحقیق
سے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ ایسا آگ کا بعض اوقات باطل بھی ہوسکتا ہے پچھلے طبیبوں نے روغن
بلسان میں یہ اثر بیان کیا ہے کہ اگر انگلیوں پر روغن بلسان میں تر کرکے لپیٹ لو اور جلاؤ کپڑا جل
جائیگا اور ہاتھ پر اثر آگ کا نہ پہونچیگا جدید تجربہ سے فائر پروف آگ سے بچانے کو روکتا ہے بہرحال آگ
کا جلانا و بیالازمی اور ضروری اثر نہیں ہے جیسے جسم کیلئے مکان اور مقدار اور خواص مقداری ضرور
ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جسقدر علوم آجکل اسکول اور کالج میں پڑھائے جاتے ہیں اور جسقدر آثار قدرت
کے طلبہ کو دکھائے اور بتائے جاتے ہیں معلم اور ماسٹروں کے زبان پر یہی جاری ہے کہ اسکا نیچرا
یہی ہے اور اسکے خلاف ہرگز ہو نہیں سکتا ہے اصول کمسٹری اور فروع کیمسٹری اور جر ثقیل اور
فسیولجی اور فلان اور فلان الغرض سب کے نتائج اسی قاعدہ عام پر بتلانے سے طالب علم کو ایسا
عقیدہ ہوجاتا ہے کہ نیچر ہی سب کچھ کرتا ہے اور نیچر ہی نیچر دنیا میں ہے کبھی کوئی ماسٹر کسی طالب علم
کو یہ نہ بتلائیگا کہ یہ اثر اس شئے میں کس نے دیا ہے اور ایسا تعلق اس علت و معلول میں کس وجہ
سے پیدا ہوتا ہے تیسری مثال جب ہم جذب مقناطیسی کے فروع کو بتلائینگے ایک مسئلہ یہ بھی بیان
کرینگے کہ مقناطیس کی لانبی سلی یا تیلی کے دونوں سروں پر قوت جذب کی ہوتی ہے اور جسقدر بیچ
کیطرف بڑھو قوت جاذبہ کم ہوگی تا اینکہ ٹھیک وسط میں ذرا بھی قوت جاذبہ نہوگی اور یہی اسکا نیچر
ہے اب اس تیلی کو ہم بیچ سے دو ٹکڑے کر ڈالیں اب جو دو جدید سرے پیدا ہونگے قوت جذب ان میں

اور موانع کو ہم جانتے ہیں اور پھر ہم بیدھڑک پکارتے ہیں کہ جذب مقناطیسی ایک قانون
فطرت (لا آف نیچر) ہے کبھی بدل نہیں سکتا ہے اور اس اثر کو یا صفت خاص کو ہم انہیں
اوصاف ضروری کے برابر سمجھ رہے ہیں جیسے جسم کا مکان میں ہونا یا عدد کا نصف مجموعہ طرفین
ہونا یا جفت کا دو برابر حصوں پر بے کسر تقسیم پانا یہ کیسی ہٹ دھرمی اور نادانی کی بات ہے اور
یہی حال کل خواص اور آثار خاصہ اجسام کا ہے ہمکو لارڈ بیکن نے اصول تصفح سے خواص
اشیا کے جاننے کا طریقہ بتایا اور یہ نصیحت نہ کر گئے کہ جو قاعدہ اصول تصفح سے ہمکو معلوم ہو
جبتک کہ ربط حقیقی اور سبب اصلی معلوم نہو اُسکو قانون الٰہی اور نیچر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں یہ
نیچر کا بیان جو کہ طور سے کل موجودات عالم کے جنکو ہم اپنے حواس سے محسوس کر سکتے
ہیں اور محسوس کرنے کے بعد اُنکے خواص اور آثار کو ضبط کر لیتے ہیں اور انہیں خواص کے
بیان کرنے کیواسطے جدا جدا علوم کی تدوین کرتے ہیں اور اُس سے غرض ہماری یہی ہوتی ہے کہ
کہ قدرت کے قواعد کو ضبط کر کے ایجاد اشیا اور اُنکے پیدا ہونے اور فنا ہونے کے اصول ہم
ہم پوری طور سے معلوم کر لیں ولکنزن نے اپنی تاریخ الحکمت میں اقرار کر دیا کہ حکما کے مذاہب
اگرچہ صحیح ہیں مگر بجائے خود نا تمام ہیں اگر منتج امور کو یکجا کر کے ترتیب دیجائے تو فلسفہ کی عمدہ
تکمیل ہو سکتی ہے میں یہ حکیم مرا ہے آج اس رائے کے ظاہر کرنے کو ۱۱ برس ہوئے اور ڈاکٹر
ہیرون جو [illegible] میں پیدا ہوا تھا وہ بھی اسی حکیم کا ہمعصر تھا ڈاکٹر ہیرون کو بالآخر یہی
رائے اپنی پختہ معلوم ہوئی کہ انسان کو تجربہ یا نظر کے ذریعہ سے علم علت اور معلول کا ہرگز
نہیں ہو سکتا ہے اور یہ علم کسبی نہیں ہے بلکہ وہبی ہے اور اسی رائے پر قائم ہونے سے ڈاکٹر
ہیرون کو ہیوم کے شبہات سے نجات ملی اور کوئی کیوں نہو جبتک حکما موحدین کی راہ پر نہ
چلیگا اور جب تک سر اسحٰق نیوٹن کیطرح پابند مذہب نہوگا ہرگز اُسکا انجام درست نہوگا قوت
نامیہ کا تجربہ اور طول عمر دیکھو اسی مٹی اور ہوا اور پانی سے خواہ اور بسائط سے جو حال کی تحقیقات
سے (۶۴) دریافت ہوئے ہیں آدمی اور جانور اور چرند پرند کی پیدائش ہے اور یہ بھی ممکن ہے
کہ (۶۴) سے زیادہ اور بسائط بھی ہمکو آیندہ معلوم ہوں اسلیے کہ استقرا اور اصول تصفح سے انکا

کہ چار مجموعہ تین اور پانچ کے نصف کا ہے اسیطرح سے دس جو بیچ میں نو اور گیارہ کے ہے پس
۹+۱۱=۲۰÷۲=۱۰ ربط حقیقی اب دیکھو کہ ہم نے جفت عدد کی وہ صفت عام اور عام عدد
کی صفت عام دونوں کو تجربہ اور اصول تصفح سے دریافت کیا یعنی جو عدد جفت ہم نے پایا
اُسکے دو برابر حصہ بھی ضرور بے کسر دیکھے اسیطرح جو عدد جفت یا طاق ہم نے پایا اُسکو نصف مجموع
مقدم اور موخر بھی پایا تجربہ اور اصول تصفح و استقرا کا جو کام تھا وہ ختم ہو گیا یعنی دو قانون
اور دو حکم عام ہمکو تجربہ سے معلوم ہوئے اب ہمکو ربط حقیقی یعنی ادراک سبب کی فکر ہوئی کہ آخر کیا
سبب ہے کہ جفت عدد کے دو حصہ برابر بے کسر نکلتے ہیں اور طاق عدد کے اگر دو حصہ برابر کرو گے
تو کسر ضرور پڑیگی۔ اب ہماری عقل نے ہمکو ہدایت کی کہ سب سے پہلے کون عدد ہے جسکے دو حصہ برابر بے
کسر نکلینگے یعنی زوج اول دو تھا ہم نے دو کو پایا پھر جو عدد جفت ہے اُسکو دو پر قسمت کرنے سے
اُسمیں کسر نہیں پڑتی لہذا ہم نے حکم عام کیا کہ ہر عدد جفت کے دو حصہ برابر بے کسر ہوتے ہیں
اور یہی ربط حقیقی ہے اسیطرح ہر عدد کا نصف مجموعہ مقدم اور موخر کا ہونا بھی ہمکو تجربہ سے
معلوم ہوا تھا۔ پھر جب ہم نے سبب کو دریافت کیا تو ہمکو معلوم ہوا کہ جو عدد بیچ میں دو عدد کے
ہو اگر پچھلے عدد میں ایک کو لیکر اسکے اگلے پر بڑھا دیں اب دونو برابر اسی بیچ والے عدد کے ہونگے اور دونوں کا
مجموعہ دو چند عدد درمیانی کے ہے لہذا نصف اُس مجموعہ کا برابر اُس درمیانی عدد کے ہوگا مثلاً چار سے
پہلے تین ہے اور چار کے بعد پانچ ہے اب پانچ سے ایک کو لیکر تین پر بڑھایا دونو چار چار ہو گئے جنکا مجموعہ
آٹھ ہوا اور اُسکا نصف وہی چار ہوا اب ہم بجانب مقتضا طبیعی کو چلکر پھر یاد دلاتے ہیں کہ لوہے کا کھنچ
جانا یہ اثر جو ادمیں ہے اور تجربہ سے ہمکو ضروری ثابت ہوا ہے آخر اسکا سبب کیا ہے ایضاً مقتضا طبیعی
کی قوت جاذبہ جو اطراف میں ہوتی ہے اور بیچ میں نہیں ہوتی اُسکا بھی سبب کیا ہے ایضاً زلزلہ
کی آمد سے پہلے یہ قوت کیوں فنا ہو جاتی ہے اور پھر کیوں پلٹ آتی ہے اب اگر یا کہ طریق بیان
ہم چلیں اب جسمی طریق سے ہمکو ربط حقیقی اور [illegible] تا کہ معلوم ہوگا اور جب
سبب معلوم ہوگا تو ہمکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مقتضا طبیعی کے اثر جذب کے شروط کسقدر ہیں اور موانع
اس اثر کے کسقدر ہیں اب ذرا انصاف کرنا چاہئے کہ ہم کو نہ سبب پر اُس اثر اطلاع ہے اور نہ شروط

تیس برس اور ہاتھی سو برس سے زیادہ کیوں زندہ رہتا ہے اور صحرائی مینڈک اپنے جثہ
کے برابر کے جتنے حیوانات ہیں سب سے زیادہ طویل العمر کیوں ہوتا ہے اور زیادہ تر عجیب یہ امر
ہے کہ ایک مینڈک ۱۳۰ برس زندہ رہا اور بال برابر بھی اسکی جسامت نہ بڑھی۔ گھوڑا انتیس برس
اور جھینگر پندرہ برس اور کتا بیس برس بہرحال یہ طول عمر جو حیوانات اور نباتات میں ہے تاہم
نہیں کہہ سکتے کہ اسکا سبب کیا ہے اور کیوں ایسی کمی بیشی عمر میں حیوانات کے ہو رہی ہے
اتنا ضرور ہماری عقل حکم کرتی ہے کہ یا تو یہ اختلاف عمر خالق عالم کی قدرت کیوجہ سے ہے کہ
اُس نے جس مخلوق کو چاہا سو برس اور دو سو اور ہزار برس کی زندگی عطا فرمائی یا اینکہ
انہیں عناصر اور مفردات کی مقدار اجتماع جو حرکت مادہ سے خود بخود ہوتی رہتی ہے کسی خاص
مقدار کے فراہم ہونے سے پچاس برس اور کسی سے ہزار برس کی عمر ہوتی ہے یہ بات بموجب
عقیدہ دہریہ اور منکر خدا کے ہے بہرحال دونو کے عقیدہ کے بنا پر طول عمر کوئی امر محال نہیں
ہے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آدمی کی خلقت میں قوانین فطرت کی زیادہ نزاکت ہے۔ مگر
قوت نباتی میں آدمی بھی مشابہ نبات کے ہے اب ہم نباتات کی طول عمر کو بھی بیان کریں
علمائے علم نبات کی جدید تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض درخت انگلستان اور اسکاٹ
لینڈ میں اتنے بڑے ہیں جنکا محیط یعنی دور (۹۰) فیٹ کا ہے اور پانچ ہزار برس کی عمر انکی
حساب کی گئی ہے کالیفورنیا میں ایک درخت صنوبر کا تین سو فیٹ اونچا ہے اور چھ ہزار
برس کا ہو چکا ہے اس سے زیادہ عجیب ایک درخت بعض جزائر کناریا میں پایا گیا ہے (اور چار سو
برس ہوئے اس جزیرہ کو دریافت ہوئے) آجتک اس درخت کی کوئی چیز نہیں بدلی جیوں کا
تیوں چلا آ رہا ہے بعض علمائے علم نبات کا قول ہے کہ خلقت انسان سے سیکڑوں برس پہلے
کا یہ درخت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب ہمکو اجزائے مفردہ اور بسائط اجسام کے تعداد کی تحقیق
نہیں اور نہ ہمکو یہ معلوم ہے کہ آدمی یا حیوان یا کسی نبات میں کسقدر بسائط ملکر ان کی خلقت
ہوئی ہے اور نہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ ان بسائط کے باہم امتزاج اور آمیختہ ہونے سے کسقدر عمر اور
بقائے اشیاء مذکورہ ہو سکتی ہے عام اس سے کہ انکا کوئی خالق اور قادر حکیم پیدا کرنیوالا ہے۔ یا خود

انہیں جو نسخہ میں ہر گز ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور جب انحصار ثابت نہیں ہے پھر تعداد عناصر
کے بڑھنے کی امید ہے جب ایسی بات ہے اور عناصر یعنی مفرد چیزیں قدرت کا کرشمہ اپنا پیدا
کرتی ہے اور بعد ترکیب کے مفردات باہم ملکر ایک جسم مرکب بنجاتے ہیں چنانچہ آدمی اور حیوان اور نباتات
میں لاکھوں قسم کا ہوتا ہے اور یہ ترکیب حقیقی ہے جس سے استحالہ اور تغیر پورا ہو جاتا ہے اب ہم
کیمسٹری کے اصول میں کیسی ہی ترقی کریں اور ترکیب اور تحلیل کریں ہی ہمکو قدرت ہو کبھی
ہم دریافت نہیں کر سکتے کہ ہم میں خواہ کسی اور حیوان یا نباتات میں کسقدر اجزاے بسیطہ
ہیں اور اُنکے اجتماع سے نسبت خاص پر کیا اثر پیدا ہوگا اور کیوں ہوگا اسکا جاننا تو بہت
دشوار ہے یہ مسئلہ ترکیب اجزای مفردہ کا ایسا نازک اور ایسا کثیر النتائج ہے اور ایسی جہالت
ہمکو اس مسئلہ سے ہے کہ بیان کرنا بیفایدہ ہے ۲۵ کیمسٹ جنہوں نے جدید بسائط کو تجربات
سے ثابت کیا ہے مثلاً بیلارڈ صاحب اور ٹینل صاحب اور لوانی شر صاحب اور
ڈیوی صاحب وغیرہ وغیرہ اور بڑے بڑے ہمت کوئی اسکا دعوے نہ کر سکا کہ ہم نے ایک
ناقص اور بیکار گیاہ کی ترکیب جن بسائط سے ہے اُنکو پوری طور سے معلوم کر لیا ہے چہ جائیکہ
انسان ایسا مخلوق کہ جس میں بقول ہمارے ہادی برحق امیر المومنین علی علیہ السلام کے و فیک
انطوی العالم الاکبر آدمی عالم کبیر کو شامل ہے پھر جب خالق یگانہ جس نے اشیا کو پیدا کیا
ہے اور جس شئے میں جتنے عناصر اور مفردات کی ضرورت تھی اُسی مقدار سے اُس میں داخل فرمائے
نہ کم نہ زیادہ اور انہیں عناصر کے اوزان بدل بدل کر طرح طرح کی اشیا جدید پیدا کر رہا ہے اُسکو
پورا علم ہے کہ دس عنصر کے ملانے سے کیا اثر پیدا ہو سکتا ہے اور بیس کی آمیزش سے کیا ہو
سکتا ہے ہموزن ملائیں خواہ مختلف اوزان سے علم حیوانی کے فلاسفے نے مقدار عمر حیوانات
کو تجربہ سے دریافت کرکے ایک فہرست بتفصیل بنائی ہے مگر یہ پتہ نہیں لگتا ہے کہ عمر کی کمی بیشی
جسامت کیوجہ سے ہے یا مکان اور مولد کیوجہ سے دریائی جانور اور صحرائی اور پرندہ شاخدار
اور پردار نرم اندام اور سخت اندام سبکو دیکھا مگر کوئی قاعدہ قدرت نیچر آجتک ایسا درست
پایا جسکے ذریعہ سے ہم حکم کر دیتے کہ مثلاً گدھ اور کوا آدمی کے برابر طول عمر کیوں رکھتا ہے اور کچھوا دو سو

مطلب یہ ہے کہ عدم تعلق جو قدرت کو ایجاد محال سے ہے خواہ فنا کرنے اور مٹا دینے کسی موجود
ضروری سے ہے وہ نہیں بدلتا ہے دوسری قسم محال کی محال عادی ہے اور یہ دراصل محال
نہیں ہے بلکہ ممکن ہے مگر عادت ہمارے خدا کی اسکے واقع کرنے پر ایسے جاری ہو رہی ہے کہ
اب ہم براہ تجربات متواترہ اور مشاہدہ روزانہ کہدیتے ہیں کہ اسکا خلاف ہونا محال ہے مثلاً آنب
کے درخت میں نیبو کا پھل پیدا ہونا یا بکری کے پیٹ سے آدمی کا بچہ نکلنا یا مرغی کے انڈوں سے
بدون بیس پچیس روز مرغی کے بیٹھے ہوئے بچوں کا نکلنا یا آدمی کی انگلیوں سے پانی کی دار نکلنی
کہ سیکڑوں پیاسے اسی پانی سے سیراب ہو جائیں یا بے فصل خشک شدہ انار خواہ اسکے چھوہارے
کے درخت میں فوراً سبز ہوکر پختہ انار اور خرمہ کا پھل جانا یہ سب محال عادی ہیں انکے بدلنے پر
بعد علم سبب اور ربط حقیقی کے جب ہماری قدرت متعلق ہو سکتی ہے جیسا ہم بیان کرتے ہیں
پھر قادر بیچون حکیم مطلق کے قدرت کا تعلق کیوں محال ہوگا ان اشیا کا براہ عادت خاص طور
پر واقع ہونا قانون فطرت (نیچر) نہیں ہے جسکا بدلنا محال ہو جیسے قسم اول میں ہم نے بیان
کر دیا ہاں اسکے ہونے کا سبب حقیقی جسکو ربط حقیقی اسشے سے ہے اسکا بدلنا البتہ خلاف نیچر ہے وہ
نہیں بدل سکتا مگر اسکا معلوم کرنا دشوار ہے۔ ایسے ربط حقیقی کے دریافت کرنے کیواسطے ہم
تجربات کرتے کرتے علوم کے قواعد بنا رہے ہیں اور اسی کو فلسفہ عقلی ہم کہہ رہے ہیں ہمکو علم منطق
سے چند طریقہ ربط حقیقی دریافت کرنے کی معلوم ہوئے مگر وہ بھی ادھوری اور ناقص رہے
یقین کامل انسے نہیں ہوتا کبھی صحیح اور کبھی غلط اثبات امثلہ بالا کے محال عقلی نہونیکا
مثلاً یہی مثال آنب کے درخت سے نیبو پھلنے کی علم نباتات ہمکو بتلاتا ہے کہ جذب و تشاکل کا
قانون فطرت (نیچر) عام ہے مگر ابھی تک ہمارا تجربہ اسی حد تک پہونچا ہے کہ آنب کے درخت
سے نیبو یا کھیرا یا ناریل کی صورت خواہ مزہ کا پھل پیدا ہو اور جملہ صفات کا بدل دینا ابھی
ہمارے تجربہ میں نہیں آیا ہے مگر امید ہے کہ آیندہ ترقی ہو جائیگی کیونکہ بمقام متصل ملیح آباد اور
سندیلہ میں جو باغ رسالدار شاہ اودھ مسمی بہ فقیر محمد خان نے طیار کرایا ہے اسمیں آنب کے
درخت سے میٹھے نیبو کے مزہ کا آنب اور کھیری کے شکل کا انار دار آنب ہم نے خود دیکھا ہے اور

پیدا ہوتی ہیں اور پھر باوجود ایسے جہالت اور نادانی کے ہم دعوے کریں کہ آدمی کی عمر طبعی کیا نوے
سو برس کا ہے خواہ ایک سو بیس برس کا اور یہ نیچر ہرگز بدل نہیں سکتا ہے کیسی نادانی کی بات ہے
بلکہ قدرت کاملہ کے اثبات کی غرض سے جیسا کہ خدا نے ایک درخت بعض جزائر میں ایسا پیدا کر
دیا جسکو لوگ قبل خلقت انسان سے موجود کہتے ہیں جو کچھ دور نہیں ہے اقسام حیوانات میں بھی کوئی
حیوان ایسا پیدا کیا ہو اور نیز اقسام انسان میں بھی ایک یا دو فرد کامل ایسے پیدا کیے ہیں مثلاً

---

حضرت خضر اور حضرت ادریس اور حضرت عیسے اور امام مہدی کہ جن کی عمر ہزاروں برس کی ہوا اور
اس قدرت ثبانی سے یہ غرض ہے کہ ہم لوگ خدا کو پابند کسی نیچر کا نہ سمجھیں اور اعتقاد کریں کہ ان اللہ
علی کل شئ قدیر۔ غرض ہمارا یہ ہے کہ ممکن چیز پر بقدر ... سے ہمارے تجربے سے ثابت ہو گیا کہ طول عمر
نبات اور حیوان اور انسان کو خلاف عقل جاننا نری نادانی اور بے عقلی ہے اور جسکو نیچر ٹھہرتے ہو
یہی ٹھہرانا تمہارا بالکل جہالت کی بات ہے قدرت خدا کی پابند کسی قانون کی نہیں ہے جو کرے
وہی قانون ہے اور باقی رکھنا یا بدل دینا قانون کا سب اسکو روا ہے خیر کا پانچویں طور سے بیان
نیچر کے بدلنے کو جو لوگ محال کہتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ محال کسکو کہتے ہیں لہذا ہمکو محال کے
معنی سمجھانے کی ضرورت ہے محال کی دو قسمیں ہیں (۱) محال عقلی جسکا ہونا یا نہ ہونا کسی دلیل
عقلی سے ناجائز ٹھہر جائے جیسے کوئی آدمی اپنے باپ کا باپ ہو اپنے آدمی کا ہونا ہر ایک
عقل کی راہ سے بشرط عدم اعتقاد تناسخ کے ناممکن ہے یا دو اور دو کا مجموعہ چار سے کم یا بیش
ہونا اسیطرح ہزاروں چیزیں ہماری عقل ناقص میں محال اور ناممکن ثابت ہو چکی ہیں ان اشیاء
میں کچھ بدیہی اور واضح امور ہیں کہ فوراً عقل معمولی بلا دلیل انکو محال سمجھ لیتی ہے اور کچھ ایسی
چیزیں ہیں جنکا محال ہونا کسی دلیل بدیہی سے معلوم کرنا پڑتا ہے مثلاً کرہ کا جسم نصف یا نصف
سے کم نظر آنا اسکو جبتک مناظر اقلیدس کی اشکال نہ پڑھو تو محال نہ جانوگے یا مرکز ثقل مخروط
ناری کا مساوی ثلث ارتفاع کے نہ ہونا ارشمیدس کی کتاب مخروط جبتک نہ پڑھوگے محال نہ
کہوگے ایسی محال کو ممتنع اور منفی کہتے ہیں اور ایسی محال سے قدرت کسی قادر کے متعلق نہیں
ہوتی اور نہ معجزہ کسی معجز نما کا اور ہم جو کہتے ہیں کہ قانون قدرت نیچر نہیں بدلتا اسکا یہی

متعلق ہوتا ہے جسکا بدلن گذشتہ ابواب میں ثابت ہو چکا جو لوگ معجزہ اور کرامات
کو خلاف نیچر کہتے ہیں بعض لوگونکو تو یہ شبہہ ہے کہ معجز نما محال عقلی کے پیدا کرنیکا دعوے کرتا
ہے اور جو لوگ فلسفہ کو جانتے ہیں اور محال عقلی اور محال عادی میں فرق اُنکو معلوم ہے وہ
معجزہ کا صدور جائز جانکر کہتے ہیں معجز نمائی اور بازیگری شعبدہ بازی طلسم کاری جادوگری
سب ایک ہی سی چیزیں ہیں اس مسئلہ کا بیان پورا پورا تو ہمکو باب اثبات نبوت میں کرنا مناسب
ہے۔ مگر نیچر کے بیان کے ساتھ بھی چونکہ معجزہ کو بڑا تعلق ہے اسلیئے کہ نیچر کی پکار فقط انکار
معجزات ہی کی غرض سے ہو رہی ہے لہذا تھوڑا سا بیان معجزہ کا یہان بھی ضرور ہے نبی
کے آنیکی ضرورت کو تو ہم باب نبوت میں لکھینگے اور چونکہ نبی کے دعوے کی تصدیق بدون
معجز نمائی کے نہیں ہوتی لہذا ہمارے نبی صلعم سے بھی ہزاروں معجزات صادر ہوئے مگر
ایسا معجزہ دائمی جو کبھی باطل ہو اور کسی شعبدہ اور طلسم اور جادو اور بازیگری سے اسکو
تشبیہ نہ دے سکیں اور کسیقدر فلسفہ کی ترقی ہوجای اور معجزات انبیای گذشتہ اور نیز ہمارے
نبی کے بعض معجزات کو فلاسفہ اصول فلسفہ سے کرکے دکھلانے بھی لگیں مگر اُس معجزہ
خاص کا مثل کبھی نہ لا سکیں اور علم سائنس کا کسی حد کمال پر پہونچ جائے مگر اُس معجزہ
کے مقابلہ سے ہمیشہ عاجز ہی رہے اور جسطرح قوت بشری حیوان اور نبات پیدا کرنے سے بلکہ تمامی
نباتات اور معدنیات بسیطہ کے پیدا کرنے سے عاجز ہے اسیطرح اُس معجزہ کے مجموع بلکہ چھوٹی
چھوٹی آیت کے مثل بنانے سے بھی عاجز ہو تاکہ اُسکا محض قدرتی غیر مصنوعی ہونا ثابت ہو وہ
قرآن مجید ہے جسکو خدا نے ہمارے نبی کے نبوت کی تصدیق کیواسطے اُنکو دیا ہے اور فرمادیا
کہ لن تفعلوا کبھی تم اسکے مثل ایک چھوٹا سا کلام بھی نہ بنا سکوگے اور ایسے فصاحت
اور بلاغت پر کیسی ہی سعی کرو ہرگز قادر نہ ہو سکوگے اور اس دعوی میں خدا نے جن اور انسان
اور ملائکہ بلکہ تمامی مخلوقات کو عاجز فرمادیا ہے اس معجزہ عظیمہ کے دینے کی بہت سے اسباب
قدرت کو داعی تھے ان میں سے چند اسباب یہ ہیں پہلا سبب تو یہی تھا کہ سائنس کے ترقی
تا خاتمہ دنیا ایسی ہوگی کہ شاید اکثر معجزات انبیا کے جو تاریخی ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔

سوئے کی خوشبو کا آنب ہماری باغ جرول ضلع بہرائچ میں تھا دوسری مثال یعنی بکری کے
پیٹ سے آدمی کا بچہ ہونا قدرتی طور سے اس کی شہادت ابھی ہمکو اٹاوہ شہر سے ملی ہے مگر
تحقیق طلب ہے پورا ثبوت نہیں ہوا ہے مگر محال بھی نہیں ہے مرغی کے بچہ نکالنے کی کل طیار ہو
چکی کہ پانچ منٹ میں انڈے سے بچہ نکالا جاتا ہے اور جسقدر گرمی ۲۱ روز میں مرغی کے جسم
کی بچہ نکالنے کی تھی تھرمامیٹر سے اسکو جانچکر ہم نے اسیقدر حرارت پہونچا کر انڈے سے بچہ پیدا کرنیکا
مصنوعی آلہ بنا لیا۔ گندا انڈا بھیر سے درست کر لینا اسکی ہوای خراب نکال کر یہ طریقہ جالینوس کے
زمانہ میں جاری تھا چنانچہ شیخ الرئیس نے قانون میں اسکو لکھا ہے دیکھو ہمارے ترجمہ قانون کو
آدمی کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا اگر ہم ایٹ مسفرک ایر یعنی سطح جہان کی ہوا کو پانی
بنانے کا خیال کریں چونکہ پانچواں حصہ آکسیجن کا اس میں ہمراہ چار حصہ نٹیروجین کی شامل ہے
اور پانی کے اجزے بھی اس میں ضرور کسیقدر ملتے رہتے ہیں جن میں ہیڈروجن بھی ضرور ہے بہر
حال سطح جہان کی ہوا کا پانی ہو جانا جیسے عام طوفان نوح میں مشاہدہ ہو چکا ہے دکو سرسید
احمد خان صاحب اسکے منکر ہوں اور روزانہ کیمیائے اعمال سے بھی ہوتا ہے لہذا محال عقلی
نہ رہا اب انگلیوں سے پانی کا نکلنا یہی غور طلب امر باقی رہا مگر علم نفس کے جاننے والے اسکا انکار
نکرینگے درخت کا فوراً طیار ہو کر پھلنا اور پختہ میوہ دینا مجھسے ایک معزز بی اے خواہ ایم اے
پنڈت سرناتھ صاحب دیوان ریاست گوالیار نے زور سے بیان کیا کہ سپید مرچ کے روغن
میں یہ اثر ہے کہ آم کی گٹھلی خواہ اور تخم بونے سے درخت طیار ہو کر فوراً پھلتا ہے چونکہ ایک سچے
ذیعلم آدمی تھے اور پہلے نیچرل خیال بھی اُنکے تھے لہذا میں یقین کرتا ہوں کہ بیان اُنکا غلط نہوگا
جسطرح انڈے سے بچہ نکلنا پانچ منٹ میں ہو سکتا ہے بہرحال عقلاً محال نہیں ہے ایسے جلد
نباتی اشیا کا پیدا ہونا میتھی کا ساگ بعضے باورچی اتنی دیر میں پیدا کر لیتے ہیں کہ ادھر گوشت
کا پکانا شروع کیا اور میتھی بوئی اور ساگ طیار ہو گیا اب نتیجہ ہمارے بیانات کا یہ ہے کہ محال عقلی
خلاف نیچر ہے اور وہ بدل نہیں سکتا اور محال عادی کا بدلنا ممکن ہے اور اُسکے بدلنے سے نیچر
نہیں بدلتا ہے باب پانچواں معجزہ خلاف نیچر نہیں ہے اسلیے کہ محال عادی سے

کہ قرآن مجید کے لاکھوں کروڑوں نسخہ ایک ہی عبارت سے تمام دنیا میں پھیلتے چلے جاتے ہیں جیسے آفتاب اور ماہتاب طرز واحد پر چمکو اپنی چمک دکھلا رہا ہے اسیطرح ہمارا یہ نورانی آفتاب ہمکو دلی روشنی دے رہا ہے چوتھا سبب جسطرح سائنس کی ترقی بے انداز ہوئی ہے ازانجملہ علم آواز کے قواعد بھی روز افزوں دریافت ہوتے جاتے ہیں اور علم مخارج حروف کے قواعد بھی ترقی پذیر ہونے کے لائق ہیں میں ہندی موسیقی کے اصول پر بنیاد کرکے اسوقت دو چار باتیں متعلق حروف تہجی کے آوازات کے مناسب جسکو سرگم کہنا چاہئے بیان کرتا ہوں اور جائز ناجائز ہونا اسکو جدا ہے اس بیان میں کچھ دخل نہیں ہے مگر افسوس ہے کہاں سے لاؤں اسوقت میاں امیر علی سوز بنانے والے نانک جگت استاد لکھنوی کو اور شیخ عطا صاحب جنکی سوز دھرپت انگ کے ہوتی تھی اور نواب حسین علیخانصاحب جنکے سوز بیٹھ انگ کے مثل شوری موجد بیٹھ کے ہیں یا میاں مہدی بخش جو شاگرد میاں امیر علی کے تھے جنکو سدا رنگ جیسے محمد شاہ دہلوی موجد خیال کا ثانی کہنا چاہئے ان لوگوں کے فوق سلیم پر جو الفاظ کسی مسدس اور رباعی کے مناسب گوری اور بھیروی اور پیلو اور جنگلہ برج کھماچ اور ہمیر سیندورہ چھایا نٹ کالنگڑہ اور بہاگ کے سرگم سے تھے اسی راگنی کا سوز اسکا بنایا ہے اور جو الفاظ کسی مسدس کے سری راگ اور سنڈول اور مالکوس یا بھیرون راگ سے مناسب تھے ان کی اسیطرح کی سوز بناتے تھے اور بعض جگہ تبدیل الفاظ بھی کردیتے تھے چنانچہ مرزا فصیح مرحوم کے مرثیہ کا مطلع وہ صف آرائی ہوئی جب کربلا میں فوج شامی کی اسکا سوز بھیروی کا میاں امیر علی نے بنایا اور ٹیپ میں اصلاح دی اسیوجہ سے مرزا فصیح نے اپنا کلام انکو دینا چھوڑ دیا اگرچہ انکے استاد شیخ ناسخ نے پوری سفارش بھی کی اس قاعدہ کا سمجھانا اور اسکی تصدیق کرانی آج مجھ سے دشوار ہے ہاں جسکو ہزار پانسو سوز یاد ہوں اور نشست الفاظ کی مناسبت راگ راگنی کے سروں سے جانے وہ سمجھ سکتا ہے تاہم میں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم نے تغنی فی القرآن کو جو حرام فرمادیا یعنی قرآن کو کسی راگنی خواہ راگ اور دھن اور کسی مقام عجم وغیرہ میں منجملہ بارہ مقاموں کے پڑھنا حرام کردیا اسکا ایک سبب

سبکی مثل کرنے پر انسان ترقی سائنس سے دعوے کرسکے اور سب کو بازیگروں کا تماشا تبلا سکے
اور اسکے وجہ سے انکی نبوت میں عوام کو شبہہ پڑ جائے چنانچہ آجکل اگرچہ ابھی سائنس کی ترقی
پوری نہیں ہے مگر پھر بھی لاکھوں آدمی معجزات انبیا کو بازیگری تبلا رہے ہیں کوئی شعبدہ اور
نیرنج کہ رہا ہے کوئی جادوگری تبلا رہا ہے کوئی اشتہاے سابقہ کو جن کے سامنے معجزات ہوتے
تھے انکو جاہل نا تہذیب یافتہ کہکر پکار رہا ہے کہ ہم ہوتے تو البتہ نبی صاحب کے ٹھگ بدیا کو ظاہر
کر دیتے بہر حال چونکہ معجزہ کا تعلق محال عادی سے ہے اور محال عادی بجای خود ممکن الوجود
سے ہے پس اسکے کرنے پر انسان کا قادر ہونا بعد تکمیل علوم فلسفہ کے خیال میں آسکتا ہے اور
چونکہ معجزہ وہی ہے کہ جس امت پر کوئی نبی مبعوث ہو وہ امت اسکو نہ کرسکے اور عاجز ہو لہذا
خاتم الانبیا صلعم کو ایسا معجزہ دینا ضرور تھا کہ تا بقای دنیا اسکے مثل پر کوئی مخلوق اور کوئی
فرد بشر قادر نہ ہو دوسرا سبب تاریخی کتب سے جسقدر معجزات انبیا ثابت ہوتے ہیں ان کے
نسبت تعصب سے انکار بھی کر دینا کوئی نئی بات نہیں ہے اور چونکہ معجزہ نما اب بظاہر ہمارے
سامنے موجود نہیں لہذا ایسا معجزہ آخری پیغمبر کو ضرور درکار تھا کہ انکے زمانہ حیات اور بعد وفات
وہی کام ہدایت کا دیتا رہے اور تمام مخلوق کو اسکے مثل کے لانے سے عاجز کرتا رہے تیسرا سبب
جتنی کتابیں انبیا سابق پر نازل ہوئیں اکثر کتب میں چونکہ ان میں معجزہ فصاحت کا نہ تھا لوگوں
نے تحریف کر کے بہت سے امور خلاف شان اور خلاف واقع بڑھا دئے جنسے ان حضرات کی
نبوت اور عصمت میں فرق آتا ہے دیکھو توریت اور انجیل وغیرہ کو قرآن مجید ایسی کتاب خدا نے
اتاری کیا مجال ہے کسی بشر کی جو ایک فقرہ اسکا بدل سکے خواہ اس میں کمی بیشی کر سکے اور فوراً
پہچانا نہ جائے اور یہ شناخت ایسی بدیہی اور باعتراف تمام علمای علم بلاغت پابند مذہب اور
لامذہب کی وجدانی اور ذوقی ہے کہ جو لوگ زبان عرب بھی نہیں جانتے اور قرآن کے معنی اور وجوہ
بلاغت سے بھی بالکل جاہل ہیں مگر قرآن کا روان پڑھ لیتے ہیں اگر کسی جگہ نہایت فصیح اور بلیغ
عبارت انسانی کا کوئی فقرہ ملا کر انکو پڑھنے کو دیا جائے فوراً کہدینگے کہ یہ فقرہ تو قرآن کا نہیں
ہے اور کبھی انکا ذوق سلیم اسکو آیت قرآنی ہونا تجویز نہ کریگا اسکے فوائد غیر متناہی اسقدر ہوئے

ہے جسکو پورا کلام خدا یا کلام نبی اللہ کہہ سکیں اور نہ کوئی کتاب مذہب اور اخلاق اور سیاست
مدن تجارت عدالت انصاف جزا سزا انجات روحانی اور صحت جسمانی اور حقوق شخصی اور نوعی
سب پر بجز قرآن کے شامل ہے اور جب ذکر خدا اُس میں آئے بڑی عزت اور احترام سے اور پاکی
خدا کے عیوب سے آیا ہو اور جملہ خیالات باطلہ اور عیوب اور شہوات انسانی سے خدا کو منسوب
نکیا ہو ساتواں سبب قرآن مجید میں علاوہ اسکے فصاحت اور بلاغت اور جامع الفوائد
ہونے کے شفاء امراض جسمانی اور روحانی بھی بطور معجزہ کے موجود ہے فیہ شفاء
للناس اور یہ ایسی بات ہے جسکو پورا تعلق اصول علم خواص الحروف سے ہے اگرچہ علمائے
ظاہر ہیں خواص حروف کے منکر ہیں اور انکار انکا مثل انکار دیگر چاروں علوم اسرار کے محض
نادانی اور جہالت سے ہے اسوقت ہمکو اُنسے کچھ بحث نہیں ہے ہاں جو لوگ علم خواص
حروف کو مان چکے ہیں اُنسے روی سخن کر کے ہم کہتے ہیں آیا یہ خبر دہی خدا کی کہ قرآن
سے شفاء امراض ہوتی ہے آپکی راے اور تجربہ میں درست ہے یا نہیں کیا سورہ فاتحہ
میں کوئی حرف ظلمانی نہونے سے اسکو ایسے کلام پر جو بالکل حروف ظلمانی سے مرکب
ہو یا کچھ حروف نورانی اور کچھ ظلمانی اُس میں ہوں پوری فضیلت نہوگی اور کیا دونو
آیۃ القطب کو جو ۲۸ حروف ابجدی پر شامل ہیں منجملہ آیات قرآن کے جملہ خواص حروف کا
مرکز قرار ندوگے اسیطرح ہزاروں فوائد شفاء امراض جو آیات قرآنی کے ہمارے نبی اور اوصیا
نبی نے بیان فرمائی ہیں آپکے قواعد اور کلیات سے کبھی مخالف ہو سکتے ہیں اہل اسلام کا
تو قرآن دین اور ایمان ہے غیر مسلمین میں بھی جو گروہ علم اسرار حروف سے آگاہ ہے کبھی کہہ
نہیں سکتا ہے کہ یہ ارشاد ہمارے خدا کا اور یہ خواص فرمودہ نبی اللہ کے نسبت آیات اور سور
ہائے قرآن کے غلط ہیں۔ اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔ اگر کوئی متعصب یہ اعتراض کرے
کہ منتر جنتر جن میں پیتا مینا لونا چماری کا نام لیا جاتا ہے وہ بھی تو ایسے ہی خواص پر شامل
ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں درست ہے مگر اُنکے پڑھنے سے آدمی کافر اور مشرک بے دین ہو
جاتا ہے چنانچہ ہمارا قرآن اسکی خبر دیتا ہے ہاروت و ماروت کے قصہ میں وارد ہے وما

شاید یہ بھی ہے کہ ہمکو پورا علم اسکا نہیں ہے کہ یہ آیت اپنے حروف کیوجہ سے براہ قواعد موسیقی کونسی لحن کے لایق ہے ایسا نہو جاہل کسی دوسرے لحن سے پڑھکر اسکے بعض حروف کو بدل کر نیکی لائق سبب سمجھے اور گناہ گار ہو تاں مخارج حروف کا علم اگرچہ اسکو بھی پوری طور سے ہم نہیں جان چلے اور تین مخرجوں کی تقدیم اور تاخیر اور نظم صحیح پر حروف کے مرکب ہونے سے لفظ کی فصاحت پیدا ہوتی ہے اسکے اصول سے تو گویا ہم بالکل بے خبر ہیں بلکہ اکثر علمای علم بلاغت اسکے منکر ہیں تاہم ہمارے قرآن کے جسقدر الفاظ ہیں اُنکے حروف کا نظم اور تقدیم تاخیر اور اسیطرح ربط الفاظ کے باد دیگرے ایسے عمدہ اسلوب سے فرمایا ہے کہ ہرگز کوئی اُنکو غیر فصیح نہیں کہ سکتا ہے (کبار) اور (ضیزے) کو بعضے متعصبان عرب نے غیر فصیح کہا تھا پھر آخر کیا ہوا جب وہ صحرای بوڑھا دوڑ آگیا خود ہی بے ساختہ شیخا "کبار" پکارنے لگا اور قسمۃ "ضیزے" بھی بول ہی اٹھا پانچواں سبب جو معجزہ فرض کرو اُسکے اقرار اور انکار کرنے کے اسباب اور دواعی جاہل اور عالم نابینا اور بینا گونگے اور بہرے اور فلسفی وغیر فلسفی ہر ایک کو کسی وجہ خاص سے علاوہ تعصب اور عناد اور علاوہ تسلیم اور اعتقاد کے ہوتی ہیں اور جب کوئی آزاد خیال ہو اسوقت قول اُسکا البتہ حق اور ناحق کے ثبوت میں کافی دلیل ہوتا ہے لہذا معجزہ دائمی جو ہمیشہ برقرار رہے اُس میں ایسے صفات اور خوارق عادات کا فراہم ہونا ضرور ہے کہ ہر شخص کو بقدر اسکے فہم اور شعور اور ادراک کے ایسے امور اُس میں تسلیم کرنی پڑیں جو طاقت بشری سے ہمیشہ باہر ہوں اور کسی زمانہ میں کیسا ہی انکار اور الحاد اور خصومت قرآن سے لوگ زیادہ کریں کوئی خلل نہ لفظی نہ معنوی نہ تاریخی نہ عقلی اُس میں ثابت کر سکیں اور یہ سب وصاف ہمارے قرآن میں موجود ہیں اور اگر کسی نے براہ تعصب اُسکی فصاحت یا بلاغت یا تاریخی یا حسابی یا مسئلہ طبعی یا جیالوجی وغیرہ مضمون کی غلطی خواہ پیشین گوئیوں کی مخالفت ثابت کرنی چاہئے جیسے سید احمد خان صاحب اپنی تفسیر میں کرتے ہیں فوراً ہم نے اُس شخص کی غلطی ثابت کردی دیکھو تنزیہ القرآن وغیرہ کتب اور ہماری کتاب انتصار لاسلام کو چھٹا سبب جسقدر کتب انبیا علیہم السلام کی دنیا میں ہیں بقول جان ڈیون پورٹ اور گبن صاحب اور کومپ صاحب کوئی کتاب بجز قرآن کے ایسی نہیں

طبعی انسان کا یہی ہے کہ اسکو مکرر پڑھنے سے ضرور طبیعت اُس سے بخوبی سیر ہو کر متنفر
ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کی عبارت دلچسپ ایسی ہے کہ لاکھوں مرتبہ اسکو پڑھو اور حفظ کرو ہر
مرتبہ شوق طبعی اُسکے پڑھنے اور سننے سے بڑھتا ہی جاتا ہے گوتھ مورخ مشہور کا قول
مظاہر الحق میں ہے کہتا ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ پہلے تو پڑھنے والے کو اُسکی عبارت
سست اور بے لطف معلوم ہوتی ہے لیکن بعد ازاں اسکی خوبیوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے
اور آخر الامر اسکی خوبصورتیوں پر ایسا شیفتہ ہو جاتا ہے۔ کہ تاب ضبط باقی نہیں رہتی
میں کہتا ہوں تا اینکہ جو لوگ معنی قرآن کے نہیں سمجھتے۔ اور محض طوطے کی طرح نبی جی
بھیجو فقط الفاظ کو پڑھتے ہیں اور حافظ جی کہلاتے ہیں اُنسے بھی کبھی نہ سنا ہوگا کہ تکرار
تلاوت قرآن سے انکو سیری ہوتی ہے ؎ هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ جیسے مشک
خالص کا نافہ جب اسکو کھولو پوری خوشبو سے دماغ معطر ہو جائے بہر حال چونکہ یہ باب فقط
نیچر کے بیان میں ہے اعجاز قرآن کا ذکر اسیقدر یہاں کافی ہے اور جو شبہات قرآن کے اعجاز
ہونے پر دہریہ اور یہود اور نصارے اور آریہ لوگوں نے کیے ہیں اُنکے جوابات میں کتب اسلامی
موجود ہیں اور ہم بھی اس کتاب میں عام فہم شبہات کو رد کرینگے انشاء اللہ استحالہ مثل کا
شبہہ اگر تم کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ مثل تو ہر چیز کی براہ عقل محال ہے لہذا ہر نظم اور نثر کی مثل دوسرے
نظم و نثر بنانی بھی محال ہے اب تو ہر کلام پر معجزہ کا گمان ہو سکتا ہے قرآن کی تخصیص کیا
رہی جسکو ہم معجزہ خیال کریں جواب اسکا یہ ہے کہ جو مثل محال عقلی ہے اُس سے مراد یہ ہے
بہمہ جہت دو چیزیں تماثل اور تشابہ رکھتے ہوں کہ ہرگز کسی طرح کی تمیز اور فرق دونوں میں
نہو سکے اور یہی مثل حقیقی ہے ایسی مثل کا طلبگار کوئی ذیعقل نہیں ہو سکتا ہے چہ جائیکہ حکیم
مطلق اور قرآن کا مثل جو مطلوب ہے اُس سے یہ مراد ہے کہ ہزاروں صفات متعلقہ علم
فصاحت و بلاغت اور خواص لفظی اور معنوی جن سے قرآن موصوف ہے اُن میں سے کسی
ایک ہے صفت خواہ دو چار اوصاف پر وہ مثل شامل ہو اور ایسے مثل کا محال ہونا عموماً اگر
تسلیم کیا جائے تو جملہ ابواب تشبیہ اور استعارہ اور تمثیل سب باطل ہو جائیں اور کوئی مثال

يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ مطلب یہ ہے کہ ہاروت
ماروت کسی کو تعلیم عمل البغض کی نہیں کرتے مگر پہلے اُس سے یہ کہدیتے ہیں کہ ہمکو خدا نے
امتحان اور آزمایش کی غرض سے مقرر کیا ہے تو ہم سے اُن باتوں کو سیکھ کر کافر نہ ہو۔ اب ہمارے
پروردگار کو ہماری پرورش کی نظر سے ضرورت اسکی تھی کہ ایک ایسا کلام با اثر ہمکو تعلیم فرمائے
کہ بفرض محال اگر ہمارے وہی اغراض جو کلمات کفر اور شرک پڑھنے سے بر آمد ہوتے اُس
کلام پاک سے پورے ہوں جسکے پڑھنے سے ہمارا دین بھی بچتا ہو جائے اور وہ اغراض بھی پورے
ہوں اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔ اور یہ سبب داعی ایسا جامع فواید خلایق کا ہے جسکے بیان میں
بڑی بڑی طولانی کتابیں علمای علم خواص حروف نے بقدر اپنے فہم اور تجربات کے لکھ ڈالی ہیں
تاہم قطرہ از دریا ان فواید کا بیان نہ ہوسکا ہاروت ماروت کے قصہ میں جو سید احمد خانصاحب
نے شبہہ کیا ہے اُسکا جواب جداگانہ ہم لکھینگے انشاء اللہ آٹھواں سبب جو عبارت اور جو
کلام کسی زبان کا فرض کرو فارسی عربی ترکی انگریزی۔ اردو جب اُس میں صنایع معنوی
اور صنایع لفظی جنکا بیان علم بدیع میں ہوتا ہے جیسے تجنیس خطی یا قلب جز اور قلب کل
اور قافیہ اور سجع وغیرہ کا لحاظ کیا جائیگا ضرور اُس کلام میں وہ درجہ فصاحت کا جسکو آمد طبع
کہتے ہیں باقی نہ رہیگا۔ اور آورد یعنی تکلف اور بناوٹ پیدا ہو جائیگی اور جگہہ کی بھرتی سی
معلوم ہوگی قرآن مجید کے نازل کرنے سے یہ معجزہ خدا کو ظاہر کرنا منظور ہوا کہ باوجود شامل ہونے
اس عبارت کے جملہ صنایع لفظی اور معنوی پر وغیر باوجود شمول عبارات قرآنی کے نصایح
اور حکمت ہای بیشمار پر اور باوجود شمول خواص عظیمہ جن کی تفصیل علم خواص حروف میں
کی گئی ہے اور باوجود تکرار قصص اور حکایات امتہای سابقہ کے یہ کلام ایسا برجستہ اور محض
آمد طبع متکلم سے صادر ہوا ہے کہ ہرگز کسی جگہ بناوٹ اور تکلف کی بو بھی نہیں پائی جاتی
ہے اور جسقدر کہ صنایع لفظی اور معنوی پر جو سورہ زیادہ شامل ہے اسیقدر تکلف اور بناوٹ
سے اسکو دوری ہوگئی ہے سبحان اللہ وبحمدہ نواں سبب یہ بھی مطلوب الٰہی تھا کہ جو کلام
اور عبارت کسی زبان میں کیوں نہ ہو اور کسی درجہ فصاحت اور بلاغت پر پہونچی ہو خاصہ

اقرار تو آپ کو بھی ہے کہ معارضہ ضرور کیا گیا ہے اب اسی پر بنا کر کے ہم عقلی طریقہ سے کہتے
ہیں کہ معارضہ کے کیا معنی ہیں معارضہ کے معنی اگر یہ ہیں کہ اپنے خصم اور مقابل سے جس
بات میں اس سے بحث ہو اور جس امر میں اُس سے نزاع اور خصومت ہو اور جس بات میں خصم کو
غرا ہو اور غرور کر رہا ہو اُسی کا مثل اُس سے طلب کیا جائے مثلاً دو گھڑی ساز اگر آپس میں
اپنی دستکاری سے بحث کریں کہ میں اچھی گھڑی بناتا ہوں یا تم اُسوقت معارضہ یہی ہو گا کہ
تم اپنی مصنوعی گھڑی لاؤ اور ہم اپنی لائیں دو خیاط اپنے دوخت میں معارضہ کرینگے دو
شاعر اپنی نظم میں دو نثار اپنی نثر کی فصاحت اور بلاغت میں دو ہادی اور دو ریفارمر
اپنے امور ہدایت میں وغیرہ وغیرہ آپ دیکھئے کہ قرآن مجید جس زمانہ میں نازل ہوا فصحائے
عرب کے اور شعرا نظم اور نثر میں اپنی فصاحت اور بلاغت کے مدعی تھے یا اپنے
ہادی ہونے میں آپ اُنسے بحکم خدا ہمارے نبی صلعم کا معارضہ کرنا اور یہ فرمانا کہ مجھ پر وحی
الٰہی سے قرآن نازل ہوتا ہے اور یہ کلام خدا ہے اسکی فصاحت ہی کا معجزہ دلیل ہے
کلام خدا ہونے پر اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی کلام بشر ہے تو لاؤ مثل قرآن کے ایک سورہ
یا دس سورہ یا چند آیتیں یہ معارضہ فصاحت میں ہو گا یا ہادی ہونے میں۔ لبید ربیعہ کا
قصہ مظاہر الحق میں مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں جو منجملہ سات شعرائے
عرب کے تھا جنکے قصاید سبعہ معلقہ کہلاتے ہیں اُس نے ایک شعر ایسا کہا تھا جسکے جواب
سے شعرا عاجز تھے جب سورہ برات دروازہ کعبہ پر معلق کیا گیا لبید ربیعہ چند آیتیں دیکھکر متحیر
ہوا اور کہنے لگا کہ ایسی آیات بدون وحی الٰہی کوئی نہیں کہہ سکتا ہے اور فوراً مسلمان ہو
گیا بہر حال قرآن کے مثل فصاحت اور بلاغت پر معارضہ نہ کرنا کسی کی عقل اسکو نہیں
مان سکتی ہے اور یہ جو سید صاحب کو خیال ہوا کہ قرآن مجید کا پورا ہادی ہونا اسی میں کفار
سے معارضہ کیا گیا ہے فصاحت میں نہیں اسکا جواب یہ ہے کیا فصحائے عرب اپنے کلام
کو پورا ہادی ہونے کے مدعی تھے ہرگز نہیں بلکہ اُنکو تو غرہ اپنے فصاحت پر تھا ہادی
ہونے کا دعوےٰ نہ تھا پھر اُنسے طلب مثل ایسے کلام سے جو ہدایت میں پورا ہو کیونکر درست

ممثل لہ برادر کوئی مشبہ مشبہ بہ مطابق نہ ہے لہذا یہ شبہہ اگرچہ ماخذ اسکا قانون فلسفی ہے مگر
محض مغالطہ اور فریب دہی کے طور پہ وارد کیا گیا ہے سرسید احمد خانصاحب کی تقریر بر معجزہ
قرآن پر شبہہ ڈالنے والی باوجود دعوئے زبانی اسلام کے یہ ہے تفسیر حصہ اول جلد سیوم صہ ۲۳
میں سید صاحب نے عجیب مضمون لکھا ہے کہ فصاحت اور بلاغت کے اعلےٰ درجہ پر کسی کلام
کا ہونا اسکا ثبوت نہیں ہے کہ وہ کلام خدا کا ہے بہت سے کلام انسانی دنیا میں موجود ہیں
اور انکا مثل آج تک نہیں ہوا (بقول بعض پادری صاحبان جیسے فارسی میں گلستان اور
دیوان حافظ) یہ بھی سید صاحب کہتے ہیں کہ معارضہ اور طلب مثل قرآن کا کفار عرب سے اسکی
فصاحت اور بلاغت پر نہیں چاہا گیا اور نہ ان آیتوں میں سے جن میں طلب مثل کا حکم ہے کسی
آیت میں اشارہ اسکا ہے کہ فصاحت قرآن کا معجزہ ہے اخیر میں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کمال
اسکی فصاحت اور بلاغت اسکی بے نظیر ہادی ہونے کو زیادہ روشن و مستحکم کرتی ہے
میں کہتا ہوں کہ معارضہ اور تحدی اور باعلان پکار پکار کر فرمانا ہمارے نبی کا کہ قرآن
کلام خدا ہے ایک فقرہ صحیحہ بھی اسکے مثل کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا ہے یہ بات بجز تاریخ کے
آج ہم کسی عقلی ذریعہ سے تو ثابت نہیں کر سکتے اور تاریخ اہل اسلام کی سید صاحب کی راے
میں مہابھارت اور امیر حمزہ کی داستان کے برابر ہے اگر تاریخ کو مانیں تو ہم علاوہ سیر و تواریخ
اور حدیث اہل اسلام کی مسٹر گبن صاحب مورخ اور مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب
مورخ یورپین کے قول سے بھی ثابت کردیں کہ قرآن کا معجزہ فصاحت و بلاعت سے ضرور
مانا گیا ہے اور یہ روایات متواتر ہر طبقہ میں چلی آتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اور آپکے خلفا ہی
راشدین یعنی جانشینوں نے اور صحابہ کرام نے اور علما ہی اسلام تا ایندم ہمیشہ قرآن کی
فصاحت اور بلاغت سے معارضہ یا تحدی کرتے تھے اور کرتے ہیں اور کرتے رہینگے پس جب
سید صاحب ایسے متواتر خبر کا انکار کرتے ہیں کہ فصاحت قرآن سے معارضہ نہیں چاہا گیا اسکا
انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو ثابت کردے کہ آگ میں گرمی نہیں ہے اور دن کو آفتاب نہیں
نکلتا ہے مگر ہزار غنیمت ہے کہ سید صاحب نے مطلق معارضہ کا انکار نہیں فرمایا اتنا

خدا کے اور کسی طرف بواسطہ یا بلا واسطہ منسوب نہیں ہو سکتا ہے اور جب خدا کی طرف
بالواسطہ یا بلا واسطہ یہ کلام منسوب ہوا پھر کیوں سید صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی فصاحت
اور بلاغت دلیل کلام خدا ہونے کی نہیں ہے این گل دیگر شگفت ہائے بوڑھا یا
اور واہ رے معجزہ قرآن سید صاحب کو ایسا جلد نسیان عارض ہوا اور ابھی حصہ اول
جلد سیوم کے صہ ۱۶۳ مقدمہ دوم میں اور نیز مقدمہ سیوم صہ ۱۶۸ میں قرآن کی فصاحت کو معجزہ
تسلیم کر چکے اور معجزہ سوا ہی خدا کے اور کسکا کام ہے اور آپ تفسیر کے حصہ اول میں اسکا
انکار کرتے ہیں صہ ۱۶۳ کی عبارت یہ ہے قولہ جسقدر کلام الٰہی محمد رسول اللہ صلعم سے پہلے
انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا اس میں معجزہ فصاحت مقصود نہ تھا صہ ۱۶۴ مگر
ہمارے پیغمبر خدا صلعم پر جو وحی نازل ہوئی اس میں بالذات ایک اور معجزہ فصاحت
کا بھی مقصود تھا تاکہ اسکی سی فصاحت انسان سے نہ بن سکے صہ ۱۶۸ مقدمہ سیوم پھر جب
ہمارے پیغمبر خدا صلعم پر وحی نازل ہوئی اس میں علاوہ احکام کے فصاحت کا بھی معجزہ
مقصود تھا اب اگر فصاحت کا معجزہ مقصود تھا پھر معارضہ کرنا کفار سے فصاحت قرآن
پر جنکے عاجز کرنے کی غرض سے معجزہ فصاحت قرآن میں ہے یہ کیونکر درست ہوگا ایضاً جب
سید صاحب کا عقیدہ ہے کہ معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں ہے دیکھو صہ ۱۲۹ سے لغایت صہ ۱۴۱
پھر معجزہ قرآن محض بے فائدہ ہے بہر حال سورہ قصص کی آیت میں جو قرآن اور توریت کی
ہادی ہونے پر معارضہ کا حکم ہے اس آیت میں معارضہ اور طلب مثل قرآن اور توریت کا
فقط کلام ہادی کا اسی نظر سے فرمایا ہے کہ توریت کی فصاحت معجزہ نہیں ہے اور یہ معارضہ
فصحائے عرب سے طلب کلام فصیح میں نہیں تھا بلکہ اہل کتاب سے جو قرآن کو کتاب خدا نہیں
مانتے تھے اور اگر توریت میں بھی مثل قرآن کے فصاحت کا معجزہ ہوتا تو خاص معارضہ ہدایت
کا ذکر نہوتا لہذا یہ تخصیص اس آیت میں بوجہ ذکر توریت کے ہمراہ قرآن کے ہے اور جہان
فقط قرآن کا ذکر ہے وہاں فصاحت کا معارضہ نہ ماننا باوجود اقرار اعجاز فصاحت قرآن کے
یہ کون تسلیم کریگا قرآن مجید کا یہ بھی معجزہ ہے کہ سید صاحب کے تناقض اقوال ہی سے انکا جواب

ہوسکتا ہے فرض کرو کسی گھڑی ساز کو اگر دعوے اپنی گھڑی عمدہ بنانے میں ہو اُس سے
ہم ایک عمدہ کوٹ تیار کرکے مثل طلب کریں کیا ہمارے اس فعل پر معمولی عقل کے آدمی بھی
تمسخر نہ کرینگے کہ گھڑی ساز سے اور درزی کے کام سے کیا نسبت ہے پس شعرائے کفار سے
قرآن کا مثل ہدایت میں کوئی کلام طلب کرنا اسکی بھی مثال ہے جیسے گھڑی ساز سے عمدہ
کوٹ سیا ہوا طلب کرنا سید احمد خان صاحب اپنے اس دعوے کے اثبات میں (کہ قرآن
کی فصاحت سے معارضہ نہیں کیا گیا صہ۳۳ مذکور میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ سورہ قصص میں
آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا ہے کہ تو کافروں سے کہدے کوئی کتاب جو توریت و قرآن سے
سے زیادہ ہدایت کرنے والے ہو اُسے لاؤ توریت کی عبارت فصیح نہیں ہے بلکہ عام طور
کی عبارت ہے الی قولہ پس ظاہر ہے کہ قرآن گو کیسا ہی فصیح ہو مگر جو معارضہ ہے وہ اُسکے
فصاحت و بلاغت یا اُسکی عبارت کے بے نظیر ہونے پر نہیں ہے بلکہ اُسکے بے مثل ہادی
ہونے میں ہے میں کہتا ہوں کہ توریت کے ساتھ قرآن کا ذکر تو اسی کو چاہتا ہے کہ جسطرح
توریت غیر فصیح اور معمولی عبارت ہے قرآن بھی ویسا ہی ہے پھر سید صاحب اسکو اعلیٰ
درجہ کی فصاحت پر کیوں فرض کرتے ہیں شاید ارادہ دلی یہی ہے کہ قرآن بھی معمولی عبارت
ہے اور آگے چلکر قرآن کا معجزہ فقط پورے ہادی ہونے کا جو لکھ رہے ہیں ہم سب مسلمان اُسکو
بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ضرور قرآن کا معجزہ اُسکے ہادی کامل ہونے میں بھی منجملہ ہزاروں
معجزات کے ہے اب رہا فصاحت کا معجزہ اُس پر اصرار ہم لوگوں کو اس دلیل سے ہے کہ
جسطرح قوم سفاک اور خونریز جاہل مطلق عرب میں ایسا حکیم ادیب ایسی ہدایت کا کلام
لائے جو بدون معجزہ کے نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح جو شخص اُمی محض ہو اور فن بلاغت اور
فصاحت کا ایک حروف بھی نہ پڑھا ہو اور نہ تعلیم علم بلاغت کی اُسکو ہوئی ہو اور پھر
ایسا فصیح اور بلیغ کلام فرمائے بدون اعجاز کے کیونکر ہوسکتا ہے پس اگرچہ اور آدمی کا کلام
جو فصیح اور بلیغ بوجہ ریاضت اور مشاقی اور تعلیم اور تعلم کی ہو البتہ دلیل اس کی نہیں ہے
کہ وہ کلام خدا کا ہے مگر محض اُمی کا ایسا بلیغ کلام ضرور خرق عادت اور معجزہ ہے جو سوائے

ہوا اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں متکلمین اہل اسلام نے جو یہ فرمایا کہ زمانہ نبی میں ظاہر ہوا اس میں دو گروہ
ہو گئے ایک نے تو زمانہ حیات نبی کے تخصیص کی اور دوسرے گروہ نے کہا کہ زمانہ نبوت نبی میں اگرچہ
بعد وفات کے بھی ہو اور یہ نزاع لفظی ہے اسلئے کہ اگر ہمارے نبی صلعم نے بطور پیشین گوئی کے
خبر دی ہو کہ میرے بعد میری امت کے چند اشخاص جو بصفت علم اور طہارت اور عصمت موصوف
ہوں اُنسے بھی میری نبوت کی تصدیق میں جو خرق عادت صادر ہو وہ بھی میرا معجزہ ہے اب
دونو گروہ اس معجز نما کے معجزہ کو اپنے نبی کا معجزہ تسلیم کرینگے ورنہ سچے نبی کی پیشین گوئی
غلط ہو جائیگی اب معلوم ہوا کہ یہ اختلاف اہل اسلام کا ایسا نہیں ہے جس سے ایک گروہ دوسرے کو
اسلام سے خارج تصور کرے مطلب دونوں کا واحد ہے میری غرض اس تنبیہ کے لکھنے سے یہی
ہے کہ ہم نے دیباچہ کتاب کے صفحہ دوم میں جو لکھا ہے کہ ظہور خوارق عادات غیر نبی سے جو ہم تجویز
کرتے ہیں وہ خوارق عادات قسم اول اور قسم دوم کے ہیں اور انکو ہم معجزہ نہیں سمجھتے لہذا
اگر ہم تمام عجائب مخلوقات کو اور تمامی امور خوارق عادات کو صحیح بھی مانیں اور کسیقدر کثرت
وقوع انکی ثابت کریں ہمارے نبی صلعم بلکہ تمامی انبیاء کی معجز نمائی پر اسکے اقرار سے کوئی شبہہ
وارد نہوگا۔ عام خلائق کو ایسا خیال نہ کرنا چاہئے کہ جب خوارق عادات کا ظہور بدون وجود نبی
کے بھی ہوتا ہے پھر نبی کے نبوت کی تصدیق معجزہ سے کیونکر ہوگی اسلئے کہ معجزہ جیسا ہم نے
بیان کیا وہ قسم سیوم کے خوارق عادات ہیں اور اسکی چاروں شرطیں بھی ہم لکھ چکے اس مطلب
کو ہمارے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے ہر جگہ ہماری کتاب میں بکار آمد ہے ورنہ اکثر اہل اسلام کو اشتباہ
پیدا ہوگا اور اس مطلب کو پھر ہم بحث نبوت میں لکھینگے انشاء اللہ واللہ ہو الہادی و بیدہ
ازمۃ الایادی ÷ باب چھٹا سید احمد خانصاحب معجزہ کو ثبوت نبوت کی دلیل نہیں مانتے
ہیں جیسے قاضی ابن الرشد صاحب چونکہ سحر کے بیان کے ساتھ معجزہ کا ذکر بھی مجبوری
ہمکو کرنا پڑا اور سید صاحب کے اقوال نسبت انکار معجزہ قرآن کے بھی گذشتہ باب میں باضطرار
ہم نے لکھی اب ہم نے تفسیر سورۃ الم البقرہ صفحہ ۱۲۹ میں دیکھا تو سید صاحب لکھتے ہیں معجزہ
ثبوت نبوت کے لیے کیونکر دلیل ہو سکتا ہے۔ اثبات نبوت کے لیے اول خدا کا وجود اور اسکا

پیدا ہوگیا ؎ بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات ٭ با دُرد کشان ہر کہ در افتاد بر افتاد ٭ آپ صبر کیجئے تناقض کلام سید صاحب کا اور بھی بہت سا لکھونگا انشاء اللہ یاد رہی ضروری ہمنے جو نیچر شکن مثالیں بہت سی دیں اور انسے یہ ثابت کردیا کہ خلاف نیچر فرضی کے یعنی خلاف قانون عادی کے ہمیشہ ہوا کرتا ہے اور خوارق عادات کو خدا اپنے اظہار قدرت کی نظر سے ہمیشہ دکھلاتا رہتا ہے کچھ یہی نہیں ہے کہ فقط انبیاء کی تصدیق ہی کی نظر سے خرق عادت ہونا اُن کی نبوت کا ثبوت کیوں ہوگا اسلئے کہ جسطرح ان مثالوں سے خدا کا پابند نیچر نہونا ثابت ہوا اسیطرح معجزہ کا دلیل نبوت انبیاء ہونا بھی باقی نرہا اور متکلمین اسلام کا جو یہ دعوے ہے کہ خرق عادت سوا ای زمانہ نبی کے اور کبھی نہیں ہوتا ہے یہ بھی درست باقی نرہا۔ اس شبہہ کے جواب میں ہم یہ کہتے کہ خوارق عادات کا ظہور تین طرح پر ہوتا ہے ایک تو وہ امور جن میں انسان کا کچھ لگاؤ نہو جیسی مثالیں ہم نے اوپر بیان کی ہیں مثلاً بکری کے بیچ پیشانی پر سینگ یا روئی کا درخت وغیرہ ایسے خوارق عادات کو خدا اپنے قادر اپنے قدرت اور اختیار کے اثبات کی غرض سے ہمیشہ ظاہر کرتا ہے دوسرے وہ خوارق عادات جن میں آدمی کی حرکات روحانی خواہ بدنی کو دخل ہے اور آدمی محض فلسفہ اور حکمت عملی جسمانی یا روحانی کے زور سے کرتا ہے جیسے مسمریزم کے آثار خواہ شعبدہ اور نیرنج اور طلسم وغیرہ اور وہ امور جواز قسم خواص حروف بمنزلہ سحر اور جادو کے ہیں بشرطیکہ وہ آدمی مدعی اپنے نبوت کا نہو اب یہ دونو قسم خوارق عادات کی کچھ انکو تخصیص زمانہ نبی سے نہیں ہے اور انکو ہم لوگ پابند مذہب اصطلاحی معجزہ نہیں کہتے تیسری قسم خوارق عادات کے جنکو ہم معجزہ کہتے ہیں اُنکی چار شرطیں ہیں پہلی شرط یہی ہے کہ جس اُمت پر وہ نبی مبعوث ہوئے ہوں وہ اُمت ایسے خرق عادت کو نکر سکے جیسے معجزہ قرآن دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خرق عادت خاص خدا کا فعل ہو یا نبی کا فعل بحکم خدا ہو تیسری شرط یہ ہے کہ زمانہ تکلیف میں یعنی جب سے خلقت آدم ہوئی ہے اور جبتک دنیا رہیگی اسی زمانہ میں ظاہر ہوا اسلئے کہ قیامت کے آنے سے یہ عادت الٰہی جو کہ اب جاری ہے بدل جائیگی تا اینکہ آفتاب مغرب سے طلوع کریگا ؎ آن زمین را آسمانے دیگر ست ٭ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ خارق عادت نبی کے دعوے نبوت کرنے کے بعد بغرض تصدیق اُسی دعوے اسکے ظاہر

قدرت کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون لامعلوم ہے (۵) اسکا کچھ ثبوت نہیں ہوتا کہ جو امر واقع ہو وہ خواص نفس انسانی سے جو ہر ایک انسان میں ہے کچھ تعلق نہیں رکھتا ہے (۶) غیر انبیا سے جو امور خرق عادت کے واقع ہوتے ہیں ان دونوں میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں ہے (۷) یہانتک کہ اہل ہنر سے جو امور واقع ہوتے ہیں اُن میں و خرق عادت میں امتیاز نہایت مشکل ہے

میں کہتا ہوں کہ سید صاحب نے اپنے دعوے پر دلیل قاضی ابن الرشد کے کلام سے لکھی بقول شاعر ؎ خوشتر آن باشد کہ سِرّ دلبران ؛ گفتہ آید در حدیث دیگران ۔ اور چونکہ بلا رد و انکار اُس دلیل کو پسند ہی کیا ہے لہذا ناظرین کو یہ شبہہ نہو کہ سید صاحب تو دوسرے کا قول نقل کرتے ہیں اب ہم اس دعو اور دلیل پر غور کریں کہ آخر کہانتک درست یا نادرست ہے خدا کا وجود اور اُسکے صفات کا ثبوت منکرین خدا کے مقابلہ میں کیا جائیگا اور نبی کی ضرورت کو سید صاحب تبئین الکلام مقدمہ اولی صفحہ ۱۵۶ و صفحہ ۱۵۷ میں خود ثابت کر چکے پھر یہاں سید صاحب کو اسکے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے شاید عقیدہ کا اظہار فقط زبانی تھا قلبی نہ تھا بہر حال جو شخص منکر خدا اور منکر ضرورت نبوت ہو اُسکو لازم ہے کہ پہلے وجود خدا اور ضرورت نبی پر بحث کرے جب یہ دونوں امر اُسپر ثابت ہو جائیں اب نبی کی شناخت کا مسئلہ اُسکو سمجھانا چاہیئے پھر اسوقت ہمکو تو فقط معجزہ دلیل نبوت ہونیکے انکار پر پورا کلام کرنا لازم ہے جسکا انکار سید صاحب کر رہے ہیں۔ سید صاحب اور قاضی ابن الرشد صاحب چونکہ نبی کی ضرورت کو مانتے ہیں اُنسے ہم یہی پوچھینگے کہ جب نبی کا آنا ضرور ہے تو ہمکو نبی کا پہچاننا بھی ضروری ہے اور شناخت نبی کا ذریعہ ایسا قوی اور سچا ہونا لازم ہے کہ پھر کسیطرح کا شبہہ ہمکو نبی کے شناخت میں باقی نرہے ہم اپنی چند روزہ زندگی کے دنیوی امور میں بھی جب کسی غیر کے قول پر اعتماد کرتے ہیں مثلاً علاج امراض خواہ مقدمات ریاست اور داد و ستد میں تب بھی ہم طبیب یا ڈاکٹر یا وکیل یا دلال معتمد کو پہلے قابل اطمینان کے بہم پہونچا لیتے ہیں تب اُس سے اپنا کام لیتے ہیں اور نبی سے تو ہمارے دین کا معاملہ ہے جو حیات ابدی کا ذریعہ ہے اُسکی پوری شناخت میں ہمکو بشرط عقیدہ مذہبی سب سے زیادہ احتیاط کرنی لازم ہے۔ اب ذریعہ شناخت نبی کو معلوم کرنا ضرور ہے کہ ایسی کوئی سچی بات ہو جو کبھی خطا نہ

متکلم ہونا اور اُس میں اپنے ارادہ سے کام کرنے کی قدرت کا ہونا اور اسکو تمام بندوں کا مالک ہونا ثابت کرنا چاہیئے (۲) پھر اُسکا ثبوت چاہیئے کہ وہ اپنی طرف سے رسول اور پیغمبر بھیجا کرتا ہے (۳) پھر یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ جو شخص دعوے نبوت کرتا ہے وہ درحقیقت اُسکا بھیجا ہوا ہے ہم پہلے دو باتوں سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسے مقامات پر اکثر اہل کتاب مخاطب ہیں جو ان دونوں پہلی باتوں کو مانتے تھے اور اسلیئے معجزات سے صرف تیسری بات کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے مگر وہ تیسری بات بھی معجزہ سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے اسکے بعد سید صاحب نے ایک طولانی تقریر قاضی ابن الرشد کی درباره ثبوت اپنے دعوے کے لکھی جس میں دلائل منطق سے بڑے زور سے دکھایا ہے کہ معجزہ سے نبوت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور ہمارے نبی صلعم نے کسی شخص کو معجزہ دکھلا کر دعوت اسلام نہیں فرمائی بلکہ قرآن مجید سورۂ بنی اسرائیل میں وارد ہے کہ جب کفار نے آنحضرت صلعم سے معجزہ طلب کیا کہ زمین پھاڑ کر چشمہ پیدا کرو یا ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دو یا آسمان پر چڑھ جاؤ وغیرہ وغیرہ اسکے جواب میں ہمارے نبی صلعم نے یہی فرمایا کہ میں ایک بندہ فرستادہ خدا ہوں اور کوئی معجزہ نہ دکھلایا بعد پوری تقریر قاضی عبد الرشد کے سید صاحب نے واسطے آسانی تفہیم عوام کی اس پوری تقریر کا خلاصہ بھی صد ۱۳۶ میں کر دیا چنانچہ لکھتے ہیں قاضی ابن رشد نے جو اتنی بڑی بحث لکھی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ اگر خدا کو موجود و مرید و متکلم و قادر و مالک عباد تسلیم بھی کر لیا جاوے اور یہ بھی مان لیا جاوے کہ وہ رسول بھیجا کرتا ہے اور معجزات کا بھی وقوع قبول کر لیا جاوے تب بھی معجزات کے وقوع سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ وہ شخص خدا کا رسول ہے مختصر طور پر اسکی دلیلیں یہ ہیں (۱) جو امر کہ واقع ہوا (یعنی معجزہ) اُسکی نسبت اس امر کے لزوم کا ثبوت نہیں ہوتا کہ جس شخص سے وہ واقع ہو وہ رسول ہوتا ہے (۲) کوئی خرق عادت ایسی معلوم نہیں ہے جو بطور خاصہ رسولوں سے مخصوص ہو (۳) کچھ ثبوت نہیں کہ خرق عادت سے رسالت کو کیا تعلق ہے (۴) اسکا ثبوت نہیں ہوتا کہ اسکا وقوع قانون قدرت کے مطابق نہیں ہوا کیونکہ بہت سے عجائبات اب بھی ایسے ظاہر ہوتے ہیں جو فی الحقیقت انکا وقوع قانون

ہمیشہ اچھے رہینگے خراب نہونگے۔ اور یہی عصمت ہے اور معصوم ہونا بھی معجزہ ہے جو
محتاج ثبوت ہیں کسی اور دلیل کا ہے کیونکہ بہت سے فریبی آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بغرض مکر و فریب
وہی کیسی اخلاق اپنے درست کر لیتے ہیں اور مطلب ہو گیا اور پھر بداخلاقی شروع
کی ہم فلاسفہ اخلاقی کے نظائر کسی باب میں لکھینگے کہ باوجود کمال علم اور عمل اخلاقی کے
آخر کار کیسے بداخلاق اور بے تہذیب ہو گئے اب ذرا کمال علم اور عقل کو فرض کیجئے اگر کوئی
شخص اعلیٰ درجہ کے علم اور عقل پر ہو تو بغیر الہام کے دعویٰ اسکا ثبوت مشکل ہے اور کسطرح
آدمی اس درجہ علمی پر نہیں پہنچ سکتا ہے جو نبی کی شایان ہے اگر شاید عام طور پر مسلم
ہوگا عقل اور علم کے مراتب کا تفاوت کھلی ہوئی بات ہے اور پھر اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ
نبی میں ایسی قوت علمی ہوتی ہے کہ کسی بات کے جواب میں عاجز نہیں ہوتا ہے تو کیسا ہی
سخت سوال کیا جائے صحیح جواب دے سکتا ہے پھر تو یہ بھی معجزہ ہوگا اور اسی سے نبوت ثابت
ہوگی اور خرق عادت اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی مگر منکر اور مخالف نبوت کو پھر بھی گنجایش
باقی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ شاید نبی آیندہ کسی سوال کے جواب میں عاجز ہو جائے اسلئے کہ اسکے
عاجز نہونیکی کوئی دلیل عقلی نہیں قایم ہوئی بہت سے آدمی حاضر جواب اور ہمہ دان ایسے
ہوتے ہیں کہ مدتوں جواب دیا کرتے ہیں اور کسی وقت عاجز بھی ہو جاتے ہیں اب رہا یہ خیال کہ
تمام قوتہاے جسمانی اور روحانی اخلاقی اور علمی کا ذات نبی میں جمع ہونا بھی ذریعہ شناخت
اسکے نبوت کا ہے اگر ایسا فرض کیا جائے پھر تو یہ بھی وہی خرق عادت اور معجزہ ہوگا اور اگر
حد اعجاز کو نہ پہونچیگا پھر وہی احتمال اور وہی شک باقی رہیگا ناچار معیار شناخت نبی میں
یہی کہنا اور اسی کا اعتقاد کرنا ضرور ہوگا کہ جو فعل یا وصف نبی میں ہو غیر نبی میں اسکا ہونا ممکن
نہو اور کوئی دلیل عقلی بھی اسپر قایم ہو کہ غیر نبی میں یہ بات ممکن نہیں ہے اور جب کوئی فعل
کسی نبی کا ایسا ہمکو معلوم ہوگا جسکو کسی غیر نبی نے اسطرح سے کیا ہو جسطرح نبی نے کیا تھا
ہم اس فعل کو علامت نبوت اور خواص انبیا سے نہ کہینگے بلکہ وہ فعل افعال مشترکہ انسانی
سے ہوگا مثلاً حضرت عیسیٰ کا مردہ کو زندہ کر دینا یا کور مادرزاد کو جسکے دونوں آنکھ چہرہ پر نہوں

کرے اور کوئی شبہہ کبھی اس سے اب تک اُبھرا نہ ہوتا کہ ہم نبی کو بھی بلکہ اسکے ارشاد کو ارشاد
خدا سمجھا کریں۔ یہ ذریعہ شناخت اگر ایسا ہے کہ انسانی طاقت سے کوئی اور غیر نبی اُس سے
موصوف ہو سکتا ہے اور معلومات انسانی جو روز افزوں ترقی پر ہیں اُن کی ذریعہ سے غیر نبی بھی آج
خواہ کسی زمانہ میں وہی فعل کر سکتا ہے پھر تو ہرگز یہ ذریعہ شناخت قابل اطمینان نہوگا اور اگر یہ
ذریعہ ایسا ہے کہ سوائے نبی کے کسی مخلوق الٰہی سے کبھی وہ کام ہو نہیں سکتا بلکہ تمام افراد
بشر اسکے کرنے سے عاجز ہیں ایسا ذریعہ البتہ نبی کی نبوت پر دلیل بھی ہے اور نبی کی شناخت بھی
اُس سے پورے طور سے ہوگی اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ معجزہ کے سوا اور کوئی
ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے نبی کی شناخت ہو پھر وہ ذریعہ شناخت دو حال سے خالی نہیں ہے
یا تو اُن صفاتِ بشری سے ہو جنسے آدمی موصوف ہو سکتا ہو جیسے جسمانی صفات کہ بذریعہ قوت جسمانی
نبی میں ایسی ہو جو کسی بشر میں نہو سکے یا تیز رفتاری خواہ تیز نظری کہ پیش رو اور پس پشت خواہ
اندھیرے میں بھی مثل اجالے کے دیکھتا ہو خواہ اور قوتہائے جسمانی مثلاً بے لکھے پڑھے ایک خط کو لکھا
بھی سکے اور پڑھ بھی سکے اگرچہ اسکا ثبوت کہ ہرگز اسنے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا ہے اور محض امی ہے
بہت دشوار ہے اسیطرح دیگر افعال جسمانی جو بواسطہ قوت کے ہیں انمیں بھی سوا اُن لوگوں کے جو نبی کے ہم
صحبت ہوں عام لوگ ہرگز پورا یقین نکر سکینگے اور شناخت نبی کی ایسی علامت سے درکار
ہے جسکو عام لوگ تسلیم کرلیں پھر جب خواص جسمانی کا یہ حال ہے کہ انکا ذریعہ شناخت نبوت ہونا
عام طور سے مشکل ہوا اگر خاص [illegible] ایسے امور سے شناخت نبوت کی ہو سکتی ہے
پھر بھی شبہہ رہیگا کہ شاید انہیں ایسی قوت بذریعہ عادت جسمانی اور کسی میں پائے جائیں
جو نبی نہو اب اخلاق کو لیجیے چونکہ اچھے اخلاق مثلاً سچا ہونا سخی ہونا امین ہونا پاکباز ہونا
حلیم اور شجاع ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور اختیاری ہیں اور ہمیشہ انکے بدلنے کا آدمی کو
اختیار ہے جب تک آدمی زندہ ہے ضرور اندیشہ اسکا ہے کہ سچا سا سچا کبھی جھوٹ بھی بولے
اور بڑا امانت دار کبھی خیانت بھی کرے پھر کیونکر اخلاق کے ذریعہ سے شناخت نبی برحق ہونیکی
کیونکر ہو سکتی ہے جب تک اسکا اطمینان کسی اور دلیل سے نہو جائے کہ اس شخص کے اخلاق

ظاہر کرنے کی حاجت نہیں بہرحال جب خرق عادت ایسی بات ہے کہ ہمیشہ نبی اور غیر نبی سب
سے ہوا کرتی ہے اسکا انکار وہی شخص کریگا جو کہے کہ دن کو آفتاب نہیں نکلتا ہے۔ اب فلاسفہ
مذہبی یعنی متکلمین نے عموماً ایسا خیال کیا کہ دنیا میں ہر ایک علم اور فن کے جاننے والے کی فطرت نے
یہی شناخت رکھی ہے کہ جس علم و ہنر کا جو شخص مدعی ہو اپنے دعوے کے ہمراہ کوئی ایسا ثبوت
بھی پیش کرے جس سے اُسکا دعوے سچا ہو جائے گھڑی ساز کو لازم ہے کوئی اپنی مصنوعی
گھڑی پیش کرے نوکری کی امیدوار کو لازم ہے جس عہدہ کا طالب ہے اُس کی سند حاضر کرے
بی اے ایم اے درجہ کے پاس شدہ کو لازم ہے کسی کالج کا سرٹیفکٹ دکھلائے۔ اسیطرح بلا
تشبیہ نبی کو بھی لازم ہے کہ اپنے نبوت کی کوئی دلیل بروقت دعوے نبوت کے پیش کرے پھر
چونکہ عموماً لوگوں کے دعوے علم و ہنر کی سند لانے میں دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی تو کسی شخص
کا دعوے فقط اپنے اظہار لیاقت کا ہوتا ہے - اور کسی دوسرے پر اپنی فوقیت اور اپنا غلبہ
ظاہر کرنا اور دوسرے کو اپنے سے ناقص اور کم ثابت کرنا منظور نہیں ہوتا اور کبھی یہی غرض
ہوتی ہے کہ مجھسے بڑھ کر فلاں گھڑی ساز یا مجھ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ایسا کیمسٹ یا ڈاکٹر
نہیں ہے اسوقت تحدی کے پورے معنی صادق آتے ہیں عرب کہتے ہیں تحدیت فلانا اذا
دقیتہ ونازعتہ فی فعلہ یعنی فلان شخص سے ہم نے جھگڑا اور مباحثہ کیا کہ جس کام کو تم کرتے
ہو ہم تم سے اچھا کرتے ہیں اور تمپر ہمکو غلبہ ہے اب چونکہ نبی اللہ کا دعوے یہ ہوتا ہے کہ میں خدا
کا فرستادہ ہوں اور کوئی اسوقت میرا ثانی تم لوگوں میں نہیں ہے اور جو سند میں اپنے سچے نبی
ہونے کے کسی خرق عادت وغیرہ سے لایا ہوں کوئی آدمی تم میں سے اسکو نہیں کر سکتا ہے اور
حکم خداہی ہے کہ میرے خرق عادت کے مقابلہ میں کسی کو اُسکے کرنے پر قدرت نہ ہوگی لہذا اس
نبی کی سچائی محض اس خرق عادت کے اظہار سے نہوگی بلکہ اُمت کا اُسوقت عاجز ہونا ایسے
ایسے خرق عادت کے کرنے سے بہی بڑی دلیل نبی کے سچائی پر ہوگی۔ پس نبی کا اظہار خرق
عادت کرکے یہ دعوے کرنا کہ تم لوگوں سے قدرت ظاہر کرنے اس خرق عادت کے خدا نے میرے
مقابلہ میں چھین لی ہے اگر صحیح ہے تو ہرگز کسی کی مجال نہیں کہ اُسوقت ایسے خرق عادت

محض بذریعہ دعا کے بینا کر دینا کہ دونو آنکھیں پیدا ہو جائیں خواہ مبروص یعنی جسکو برص
حقیقی ہوا نہ وضح جسکو اطبا برص غیر حقیقی کہتے ہیں فقط ہاتھ پھیر کر برص کو دور کر دینا اگر یہ
خوارق عادات حضرت عیسے علیہ السلام کے صحیح بھی مانی جائیں چونکہ ممکن ہے کہ ترقی علم طب جسمانی
یا روحانی سے ہم بھی انکو کر سکیں لہذا ان خوارق عادات کو ہم خاص لوازم نبوت سے نہ کہینگے
جب تک کوئی ایسی قید نہ لگائیں کہ دوسرا آدمی غیر نبی کبھی انکو نکر سکے بہت بڑی تحقیق
حکمائے دیندار پابند فلسفہ الٰہی نے کرکے یہی رائے اپنی پختہ ظاہر کر دی کہ نبی کے اظہار خرق
عادت اور غیر نبی کے خرق عادت میں فرق اگر ہے تو فقط یہی ہے کہ نبی تحدی یعنی دعوے نبوت
کر کے اپنے دعوے کی تصدیق خرق عادت سے کرتا ہے اور غیر نبی جھوٹھا دعوے نبوت کا
کر کے وہی خرق عادت ہرگز نہیں کر سکتا ہے اور اسکی دلیل وہی ہے کہ خدا کو نبی میں کوئی
ایسی علامت دینی ضرور ہے جس سے اسکی غیر نبی سے شناخت ہو جائے اب ہم مختصر طور سے
کہتے ہیں کہ جب بقول سید صاحب م ح صفحہ ۱۵ مقدمہ اولی تبئین الکلام میں یہ بات مسلم ہو
چکی کہ انسان کے نجات کو انبیا کا آنا ضرور ہے اور ہر شخص کی شناخت خاص اسکی کسی ایسے
ہی وصف سے ہوتی ہے جو دوسرے میں نپائی جائے پس نبی کی شناخت کا بھی کوئی
ذریعہ بجز اسکے نہیں ہے کہ اسمیں ایک یا ہزار ایسے صفات ہوں جو دوسرے میں نپائی جائیں
اور وہ شناخت سوای تحدی یعنی دعوے نبوت کر کے خرق عادت کرنا اور کوئی نہیں ہے
پس اب نتیجہ یہی ہوا کہ نبی کی شناخت اور نبوت کی دلیل سوای معجزہ کے جو تحدی کر کے
ہو کوئی نہیں ہے اور یہی ثابت کرنا تھا تحدی سے کیا مراد ہے اور اسکا کیا مطلب ہے اسکو
سمجھ لینا ضرور ہے جسقدر امور خرق عادت کی دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہینگے
جیوں جیوں ترقی ہمارے معلومات کی ہوا کریگی ان میں کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ نبی اور غیر نبی
کی شناخت محض اظہار خرق عادت سے ہم کر لیں اور شناخت نبی کی ہمکو ضرورت جن وجوہ سے
ہے اسکو خاص بات ضرورت نبی میں ہم نے بیان کر دیا ہے سید احمد خان صاحب اور قاضی
ابن الرشد صاحب جو کہ نبی کی ضرورت کو بظاہر تسلیم کر چکے ہیں اسپر ہمکو ضرورت آمد نبی کے دلایل

ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی اور سونے کو مٹی اور مٹی کو سونا بنا دیا ہو اور
اسلام لانے کی دعوت کیوقت کوئی کرامات اور کوئی خوارق عادات! آنحضرت صلعم سے ظاہر
نہیں ہوئے اور اگر ظاہر ہوئے تو معمولی حالت میں بغیر اسکے کہ کرامات اور خرق عادت کا دعوے
کیا ہو میں کہتا ہوں کہ سید صاحب کو نیچر کی پابندی نے یہاں تک پہونچایا کہ ہمارے نبی کے
معجزات سے قطعاً انکار کرتے ہیں اور قاضی ابن رشد کے آڑ میں اور اُنکے پردہ میں ایسے ایسے
الفاظ ارشاد کر رہے ہیں حضرت موسےؑ کا دعوے نبوت کر کے لکڑی کو سانپ اور سانپ کو لکڑی
بنانے کا معجزہ تو قرآن میں صاف لکھا ہے اُسی پر یہ منہ زوریاں ہو رہی ہیں بہت اچھا حضور
اب آپ کو یہ معلوم رہے کہ پیغمبر کو خدا کے حکم اور حکمت سے اُسے معجزہ کے دکھلانے کی ضرورت
ہوتی ہے جس امر کا چرچہ امت میں زیادہ ہو اور جسپر فخر اور غرور آدمیوں کا بڑھ کر خدا فراموشی
اور کفر اور شرک کا غلبہ ہوا ہو سحر اور جادو کا چرچہ حضرت موسےؑ کے زمانہ میں زیادہ تھا لہذا ابطال
سحر کا معجزہ حضرت موسےؑ نے دکھلایا تعبیر خواب حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں اور علاج امراض
حضرت عیسےؑ کے زمانہ میں اسیطرح ہر نبی کو وہی معجزہ ضرور تھا جو اُسوقت زیادہ معجز ہو اور جسکا
چرچہ امت میں زیادہ ہو فصاحت اور بلاغت اور شجاعت عرب کا چرچہ ہمارے نبی کے زمانہ میں
زیادہ تھا لہذا قرآن مجید معجز یعنی عاجز کنندہ فصحائے عرب سے ۲۳ برس برابر آنحضرت صلعم
نے تحدی کر کے اپنی نبوت کا ثبوت ظاہر فرمایا اور یہ خرق عادت لکڑی کو سانپ بنانے سے
خواہ مٹی کا سونا بنانے سے کسیطرح کم نہیں ہے کہ شخص اُمی سے ایسا کلام صادر ہو جسکو بڑے بڑے
فصحا اور شعرا اسکے تنگ ہوں اور ۲۳ برس میں ایک فقرہ بھی اسکے مثل نہ بنا سکیں اور نہ
آجتک بن سکا ہے۔ پس ہمارے نبی صلعم کو ایسے خرق عادت دکھلانے کی زیادہ ضرورت تھی
جسپر عرب کے شعرا کو غرور اور فخر بڑھا ہوا تھا اور نیز بعد اپنے نبی برحق ثابت کرنے کے بدلیل اعجاز
قرآن پھر دوسرا معجزہ شجاعت کا بھی اپنے خاص جہادوں میں دکھلایا جسکا انکار کوئی شخص
آج نہیں کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ شجاعت میں اُسوقت ہمارے نبی سے بڑھکر کوئی
آدمی تھا اور یہ معجزہ شجاعت کا حضرت سے لیکر تا زمانہ خلافت علی ابن ابی طالب ؓ محاربات صفین

پر قادر ہو اور اگر قادر ہوگا تو نبی کا دعوے غلط ہو جائیگا اور ہرگز اسکو ہم نبی نہ مانینگے اگرچہ وہی خرق عادت دوسرے وقت ہم سے ہوتی ہو اب معلوم ہوا کہ تحدی کرکے اگر نبی اللہ خرق عادت نہ کریں یا انہی کو دوسرا غیر نبی کرے تو انکے دعوے کی صداقت کبھی نہوگی رہی یہ بات کہ جو خرق عادت ہم سے ہوتی ہے اس سے ہماری قدرت بمقابلہ نبی کے کیونکر اٹھ سکتی ہے یعنی خدا کو اختیار نہیں ہے کہ ہماری قدرت کو ہمارے اختیاری امور میں باطل کردے یہ بات تو شخص خدا کو قادر مطلق مان چکا ہے وہ کبھی نہ کہیگا اور منکر خدا کے چپ کرنے کو پہلے خدا کا وجود اور اسکا اختیار ثابت کرنا ہوگا یہ بحث نبوت کے مسئلہ سے پہلے طے کرنی چاہیے پھر جسطرح نبی کے مقابلہ میں غیر نبی خرق عادت کرنے پر قادر نہیں ہے جسکو نبی نے اپنے نبوت کے ثبوت میں دکھلایا ہے اسیطرح کوئی شخص جھوٹا دعوے نبوت کا کرکے ہرگز کسیطرح خرق عادت کے اظہار پر قادر نہیں ہے اسلیے کہ اگر ایسا ہو تو جھوٹا نبی اور سچا نبی دونو برابر ہو جائیں اور قانون قدرت جو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کرنے کا جاری ہے پلٹ جائے اور انتظام عالم خراب ہو جائے اگر جھوٹے کو قدرت سچا کرتی ہے تو سچے کو جھوٹا بھی کرسکتی ہے اور دونو امر کوئی عاقل آدمی قدرت اور فطرت کے قانون سے پسند نہ کریگا قاضی ابن الرشد کہتے ہیں اور جو شخص رسول نہیں ہے اور وہ یہ دعوے کرکے کہ میں رسول ہوں مجھے معجزہ کو دکھانا چاہیئے تو نہ دکھا سکیگا یہ ایک ایسی بات ہے جسپر کوئی دلیل نہیں ہے نہ تو اسکا ثبوت منقولات میں پایا جاتا ہے اور نہ عقل سے معلوم ہوسکتا ہے دیکھو صفحہ ۳۲ التفسیر الم البقرہ سید احمد خان کو میں کہتا ہوں کہ عقلی دلیل تو ہم نے بیان کردے کہ اگر جھوٹا شخص دعوے نبوت کرکے کوئی خرق عادت دکھلا سکے تو خدا پر بھی پورا الزام ہوگا کہ اپنے بندوں کو دھوکھا دے رہا ہے اور غیر نبی کو نبی ثابت کر رہا ہے اور فریب دہی خدا کا کام نہیں ہے رہی نقلی دلیل اسکو ہم آیندہ قرآن مجید سے لکھینگے ذرا صبر کیجیے قاضی ابن رشد کا قول سید احمد خان صاحب یوں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے نہ کسی ایک شخص اور نہ کسی ایک گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہ نہیں کیا کہ اس سے پہلے اسکے سامنے کوئی خرق عادت کے ہو اور ایک چیز کو دوسری چیز میں بدل دیا

ابن رشد کا قول

عادات کا مجمع ذات مقدس نبوی کا ہونا اہل عقل اور فہم کو ثبوت نبوت میں آنحضرت کے کافی
ہوگیا اور ایسے لوگ جو کسی علم اور ہنر میں دستگاہ رکھتے تھے یا ذی عقل تھے سب سے پہلے وہی
ایمان لائے انہیں میں فصحائے عرب اور شعرا بھی داخل ہیں۔ اور اہل اسلام کے فلاسفہ یعنی
متکلمین جو خوارق عادت میں تحدی کی شرط کرتے ہیں اول درجہ کی تحدی جو کی گئی وہ خوارق
عادت ایسے ہی امور ہیں۔ پھر چونکہ عوام جہال جنکو علمی امور سے کچھ مس نہ ہو اور ادنے درجہ
کے عقل رکھتے ہوں انکو ان باریک مسائل سے کیا نسبت ایسے لوگ خواہاں ایسے خوارق
عادات کے ہوتے ہیں اور ہوئے بھی جسکو عام حضار جہال ایک بڑی کرامت اور بزرگی سمجھیں
اور انکو اسکی کیا خبر ہے کہ ایسے خرق عادت سے ہمیشہ نبوت ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں انکو تو
فقط تماشا دیکھنا اور ہو ہو کر دینا منظور تھا اور نبی اللہ کو جو حکیم اور مشرف بالہام ربانی ثابت کر
چکے ہیں وہ ایسے جہال کی درخواست کو ہمیشہ کردنی اور ناکردنی پورا کرنے پر کسیطرح عقلاً مجبور
نہیں ہو سکتا ہے اسلئے کہ اپنی نبوت کے دلائل بیشمار کو قایم کر چکا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی مصلحت
اظہار میں ایسے خوارق کے ہوگی شاید کر بھی دے اور ایسے معجزات ہمارے نبی صلعم کے انہیں
لوگوں کی تسلی کی نظر سے تھے جن کی عقلیں علمی امور اور رموز حکمت کے سمجھنے سے قاصر تھیں
اور دقایق حکمت کو جو شریعت محمدی میں رکھے ہوئے ہیں جنسے ہمارے کتب فقہ اور اخلاق
بھرے ہوئے ہیں اور بعض بعض مسائل کو ہم بھی لکھینگے۔ بہرحال عالم اور عاقل کو ایسے
معجزات کی طلبگاری بعد ظہور ایسے خوارق عادات کے ہرگز نہیں ہو سکتی تھی اب ذرا قاضی
صاحب کا قول سمجھنا ضرور ہے کہ ہمارے نبی صلعم خوارق عادات معمولی حالت میں دکھلایا
کرتے تھے معاذ اللہ میری زبان جلجائے اگر میں اس معمولی حالت کی پوری توضیح کروں
اسکا تو کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسے اور بازیگر ڈھٹ بند شعبدہ باز بطور تماشا اور کھیل کے
خرق عادت کو دکھلاتے ہیں اسیطرح معاذ اللہ ہمارے نبی صلعم نے بھی بازیگروں کی طرح تماشا
اور کھیل اپنی معجز نمائی کو کر رکھا تھا۔ قاضی صاحب اور سید صاحب تو مسلمان ہیں ایسا کلمہ تو
انہیں کفار کی زبان پر اب بھی جاری ہے اور پہلے بھی جاری تھا جو حضرت کو ساحر اور جادوگر

اور نہروان اور آخر کو سنہ ۶۱ھ واقعہ کربلا میں آپکے فرزند امام حسینؑ نے ایسا دکھلایا جسکو مورخین
یورپ بھی کس زور سے لکھ رہے ہیں اور یہ سب نتیجہ دعوے نبوت یا تصدیق نبوت ہمارے نبی
صلعم کے بنا پر تھا۔ اب رہے اور معجزات ہمارے نبی کے جو ایک ہزار سے زیادہ اہل سیر اور مورخین
لکھ رہے ہیں اور جنکو قاضی صاحب خواہ سید صاحب معجزہ نہیں سمجھتے ہیں ان کی تفصیل
یہ ہے کہ چونکہ نبی اللہ عام خلائق پر بھیجے جاتے ہیں لہذا انکا معجزہ بھی عام طرح کا ہونا ضرور
ہے۔ ہمارے نبی صلعم جس زمانہ میں مبعوث برسالت ہوئے ضرور وہ زمانہ جہالت کا علوم سے
تھا مگر دنیا کبھی خالی اہل علم اور عقل سے نہیں رہتی ہے لہذا اسوقت کے لوگ بھی باعتبار علم
اور عقل چند درجہ کے تھے عقلا اور فہمیدہ اور ذی علم لوگ انکو تو فقط ہمارے نبی صلعم کا عمدہ
اخلاق سے متصف ہونا اور باوجودیکہ صحبت میں انہیں جہال اور بداخلاق کے حضرت کی عمر
بسر ہوئی اور پھر کسی قسم کا اثر جہالت کا آنحضرت میں نہ ہوتا بلکہ سراسر علم اور حکمت اور راستبازی
اور طہارت اور جملہ صفات کاملہ اور اخلاق حمیدہ سے آپکا متصف ہونا بت پرستوں میں پرورش
پاکر اعلی درجہ کی توحید کا اعلان فرمانا۔ خونخوار ظالموں میں پیدا ہوکر سراسر رحم اور نرم دلی سے متصف
ہونا۔ تندخو اور بدزبانوں میں رہ کر شیرین گفتاری اور محض جاہلوں میں رہکر اعلے درجہ کی حکمت
اور علوم سے ماہر ہونا کہ جب کوئی بات کیسی ہی دقیق کسی علم کی پوچھی گئی برمحل ایسا جواب
دینا کہ عمر بھر آدمی سیکھا کرے بلکہ بڑا فلاسفر کیوں نہو جائے یہ بات امی سے ممکن اور نصیب
نہو۔ الغرض کہاں تک بیان کروں اور قرآن مجید خود گواہ کامل موجود ہے۔ بہرحال جو لوگ علم
فصاحت اور بلاغت اور علم تاریخ اور علم طبعی اور الہی اور سیاست منزلی اور سیاست ملکی اور
اور علم آسمانی اشیا وغیرہ وغیرہ کا رکھتے تھے انکو تو ایسے ایک شخص کا جسکی ولادت اور
پرورش محض جہال وغیرہ میں ہوئی ہو اسی پر نظر کرنے سے تصدیق اسکی ہو گئی کہ جو دعوے
محمد صلعم اپنے رسالت کا کرکے ان اوصاف کو بطور خرق عادت ظاہر فرماتے ہیں ضرور یہ معجزہ
ہے اور خدا کیطرف سے ہے اور آپکی سچائی پر پوری دلیل یہی سب امور ہیں اور یہ وہ معجزہ
ہے جسکو پورا تعلق رسالت سے ہے اور کسی شبہہ سے مشتبہ نہیں ہو سکتا ہے ایسے خوارق

کہتے ہیں اور اُسکا ثبوت یعنی دعوے نبوت کرکے ہمارے نبی کا معجزہ نہ دکھلانا قرآن مجید
سے پایا جاتا ہے (قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ الآیہ سورہ بنی اسرائیل کا پورا آیہ پڑھو) جہاں خدا نے
آنحضرت صلعم سے فرمایا ہے کہ کفار کہتے ہیں ہم تجھ پر ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ تو زمین
پھاڑکر ہمارے لیئے چشمے نہ نکالے۔ یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ نہو جسکے بیچ میں تو
بہتی ہوئی نہریں نہ نکالے یا تو ہم پر آسمان کے ٹکرے نگرائے یا خدا اور فرشتوں کو اپنے
ساتھ نہ لاوے یا تیرے لیئے کوئی مزین گھر نہ ہو۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تو تیرے منتر
جنتر پر ہرگز ایمان نہیں لائینگے جب تک کہ ہم پر ایسی کتاب نہ آوے جو ہم پڑھیں (اس پر خدا
اپنے پیغمبر سے کہتا ہے کہ تو اُسے کہدے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں ہوں
مگر رسول (اور خدا نے فرمایا کہ نہیں روکا ہمکو آیات کے بھیجنے سے مگر یہ کہ جھٹلایا انکو اگلوں نے)
سید صاحب کا قول غرضکہ قاضی ابن رشد نے معجزات کو مثبت نبوت قرار نہیں دیا اور
اُسکے بعد صرف قرآن کو مثبت نبوت قرار دیا۔ میں کہتا ہوں یہ آیت کسیطرح قاضی صاحب
کے دعوے پر سند نہیں ہوسکتی ہے اسلیئے کہ قاضی ابن رشد اور سید صاحب دونو کو تحدی کے
معنوں میں دھوکھا ہوا ہے یا دیدہ ودانستہ ایسی باتیں لکھتے ہیں تحدی کے معنی جیسے
کہ ہم نے اوپر بیان کیئے ہیں بالاتفاق ہم پابند مذاہب آسمانی کے نزدیک یہ ہیں کہ نبی دعوے
نبوت کرکے اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی خرق عادت پیش کرے اور یہ معنی تحدی کے
نہیں ہیں کہ اگر کوئی منکر نبوت کسی نبی سے کوئی معجزہ طلب کرے تو موافق اُسکے اقتراح
یعنی درخواست کی نبی پر ضرور ہے کہ وہی خرق عادت ظاہر فرمائے پھر اگر ایسا کوئی نبی کر بھی
دے تو معجزہ یا تحدی ہم اُسکو نہ کہینگے مطلب یہ ہے کہ یہ معجزہ وہی خرق عادت ہے جو
نبی اپنے دعوائے نبوت کے ثبوت میں بلا درخواست امت کے اپنے آپ ہی ظاہر فرمائے
اور جو خرق عادت منکرین کی درخواست کے بموجب ظاہر کیجائے وہ تحدی سے متعلق نہ
ہوگی اور وہ دوسرے معنوں سے معجزہ ہے پھر چونکہ یہ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے کہ
آنحضرت صلعم نے منکرین کی درخواست کے مطابق وہ خوارق عادات (جنکو منکرین

بازیگر کہتے تھے اور کہتے ہیں چنانچہ وہی آیت جسکو قاضی صاحب لکھ رہے ہیں اُسکا ترجمہ سید صاحب کی تفسیر میں یہ ہے وَلَن نُّؤمِنَ لِرُقِیِّکَ ہم اے محمدؐ تمہارے منتر جنتر پر ایمان نہ لائینگے الخ بہر حال معمولی حالت میں خرق عادت کا ظہور ہمارے نبی صلعم سے ہونا اسکے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ معنی ہیں کہ جسطرح معمولی حالت میں بازیگر اور شعبدہ باز خرق عادت کو ظاہر کرتے ہیں اسیطرح ہمارے نبی بھی کرتے تھے اور جسطرح وہ لوگ دعوای کرامت کرکے خرق عادت نہیں کرتے اسیطرح ہمارے نبی بھی اظہار خوارق عادات سے دعوے کرامت اور نبوت نہیں کرتے تھے۔ یا یہ معنی ہیں کہ خرق عادت ایک معمولی فعل ہمارے نبی کا ہو گیا تھا اور اکثر انسے ہوا کرتا تھا کوئی بات کرامت کی نہ تھی جیسے کسی کی خلقت اور ساخت اور انداز ایسے ہی ہو کہ خرق عادت کے امور اس سے بلا قصد اظہار کرامت ظاہر ہوا کریں اب دونو معنوں سے کوئی بزرگی اور کرامت ہمارے نبی کی ان امور کے اظہار سے ثابت نہوئی اور یہی مطلب اُن کفار کا بھی ہے جو منکر ہمارے نبی کے نبوت اور معجزات کے تھے اور اب بھی ہیں۔ بلکہ وہ مسلمانوں کا یعنی قاضی صاحب اور سید صاحب کا اقرار کرنا یہ تو اور بھی منکرین نبوت کے واسطے پوری دلیل ثابت ہو گی مگر ہم مسلمانوں کا اپنے نبی بلکہ جملہ انبیاءؑ کے نسبت یہ عقیدہ ہے کہ وہ بزرگوار ہمیشہ اسی حالت نبوت میں رہتے تھے کبھی معمولی حالت میں ہو کر کوئی فعل لغو نہیں کرتے تھے۔ مجھے سخت حیرانی ہے کہ قاضی صاحب اور سید صاحب آنحضرت صلعم کو نبی بھی اعتقاد کرتے ہیں اور پھر انکو بازیگر اور شعبدہ باز بھی قرار دیتے ہیں۔ نبوت نبی کا قائل تو کبھی اپنے نبی کو کھلاڑی شعبدہ باز بھان متی اور تماشا کرنیوالا نہ کہیگا اب مجھے اس بات کا ثبوت دینا بھی ضرور ہے کہ ہمارے نبی نے ایک معجزہ یعنی خرق عادت فصاحت قرآن کا ضرور اپنے دعوے نبوت کے ہمراہ ہمیشہ تحدی کرکے دکھلایا اور دوسرا معجزہ شجاعت اور بہادری کا بھی اپنے نبوت کے دعوے کے ہمراہ برابر دکھلایا پس قاضی صاحب کا قول بلکہ سید صاحب کا کہ ہرگز آنحضرت سے کوئی خرق بروقت دعوت اسلام کے ظاہر نہیں ہوئے اسکا جواب تو ہو چکا کہ خود قرآن میں حضرت کو حکم ہے کہ کفار سے قرآن کے مثل بنانے کی رو سے تحدی کرو قاضی صاحب

بھی ثابت ہوگئی جبکو قاضی ابن رشد کہتے ہیں کہ تحدی کی شرط کا نہ دلیل عقلی اور نہ دلیل
نقلی سے ثبوت ملتا ہے یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ خرق عادت جو نبی اللہ بحکم خدا بعد دعوائے
نبوت ظاہر فرمائے اور جو خرق عادت آدمیوں کی درخواست سے دکھلائے دونوں میں فرق
کیا ہے جو اول کو ہم نے ضروری اور لوازم نبوت سے کہا ہے اور دوسرے کو ضروری واجب
التعمیل نہیں مانا ہے اسکو ہم آسانی سے بعبارت سلیس عام فہم بیان کردیں تاکہ ہر ایک
پابند مذہب آسمانی اور برادران اسلامی کے سمجھ میں آجائے پہلا فرق کوئی امر عجیب خارق
عادت فرض کرو جب تک اسکا ظہور کبھی کبھی شاذ و نادر ہوتا ہے اسکی قدر اور منزلت ہمارے
نزدیک رہتی ہے اور جب بکثرت ہوا ایک امر معمولی اور امر عادی ہوجاتا ہے پھر اسکی کچھ
بھی وقعت نہیں رہتی ہے اور نہ اسکے واقع ہونے سے اسکے کرنے والے کی کوئی بزرگی
خواہ اعلٰے درجہ کا علم خیال کیا جاتا ہے۔ دیکھو جسقدر امور قدرت الٰہی کے روزانہ واقع ہو
رہے ہیں کیسے کیسے دقیق حکمت پر شامل ہیں مگر ہم چونکہ اُنکے روزانہ اور بکثرت واقع
ہونے کے عادی ہورہے ہیں کبھی اُنکے ہونے سے خیال ہی نہیں کرتے کہ ان افعال
کا کرنیوالا خدا ہی ہر چہ کیسا حکیم اور قادر ہے۔ خدا کی بات تو جانے دو انسانی مصنوعات
میں فرض کرو تار برقی اور ریل گاڑی جب ۱۲۷۰ ہجری میں ہمارے لکھنؤ میں ٹیلیگراف
قایم ہوا تھا خوب یاد ہے پہلے تو ہم لوگوں کو یہی خیال تھا کہ محض غلط ہے بھلا ایسا
ہوسکتا ہے کلکتہ کی خبر لکھنؤ تک ساڑھے سترہ ثانیہ (سکنڈ) میں آجائے پھر جب دس
پانچ خبریں منگوائیں اور پوری تصدیق ہوگئی تھوڑے دنوں ایسی عظمت اور ایسی قدر اس
کی ہمکو رہی کہ بلا ضرورت بھی محض بطور تماشا اور تفریح طبع کی خبریں منگواتے رہے اور
موجد تار برقی ایس ایف بی ہوس صاحب کو بڑا حکیم اور کامل سمجھتے تھے جس نے
۱۸۴۴ء میں یہ ایجاد کی ہے آج وہی خبر ہے اور وہی تار برقی ہے ٹکے ٹکے پر ماری ماری
پھرتی ہے کبھی خیال بھی نہیں ہوتا کہ اسکا موجد کیسا تھا اور کیسی دردسری سے یہ
صنعت اس نے جاری کی تھی یہی حال ریل گاڑی کا ہے اور یہی حال کل مصنوعات

نبوت نے طلب کیا تھا) ظاہر نہ فرمائی اِس سے حضرت کی اُس معجزہ نمائی کا انکار نہ
ثابت ہوگا کہ جو بعد ادعائے نبوت ہمارے نبی صلعم خواہ اور انبیا فرماتے تھے ہاں اِس آیت
مقدس سے یہی امر ثابت ہوا کہ ہمارے نبی نے کفار کی درخواست بیہودہ جن خوارق عادات
کے ظاہر کرنے کی تھے انکو ظاہر نفرمایا اور ساتھ ہی اسکے جو منصب نبوت کو لازم ہے وہ بھی
حضرت نے بحکم خدا اسی آیت میں ظاہر بھی کر دیا اسلیے کہ صاف ارشاد فرمایا کہ ھَلْ کُنْتُ
اِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا جسکا ترجمہ سید صاحب نے یوں کیا ہے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ
نہیں ہوں مگر رسول۔ اس ترجمہ میں لفظ بشر کے جو بڑے عمدہ لفظ ہے سید صاحب نے ساقط
کر دی جسکی فوائد کو ہم آئندہ لکھینگے غرض حضرت کی یہ ہے کہ پاک ہے میرا خدا یعنی بزرگ
اور برتر ہے اُس کی حکمت اور دانائی کہ تمہارے بیہودہ خواہش پر ایسے امور کو ظاہر کرے
جو لغو اور ناممکن ہیں اور پھر خدا نے اپنی قدرت اور حکمت کے ثبوت میں یہ بھی اسی
آیت میں فرمادیا کہ ہم اور ہمارے نبی کو آیات مفیدہ اور خوارق عادات صحیحہ کے ظاہر کرنے
سے عجز اور درماندگی نہیں ہے لیکن چونکہ پچھلی امتوں نے انبیا سے خوارق عادات کو
طلب کیا اور انہوں نے ظاہر بھی کیا مگر پھر بھی انکو اُن لوگوں نے جھٹلایا اسیطرح اب
بھی تم جھٹلاؤ گے لہذا ہم اور ہمارا نبی تمہاری درخواست پر اظہار ایسے خوارق کا نہیں
کریگا اسی آیت میں یہ بھی فرمایا کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر رسول اور رسالت کی شان سے
معجزہ نمائی بعد تحدی کے ہے یعنی میں دعوے رسالت کرکے اپنے دعوے کی تصدیق
معجزہ سے کرتا ہوں تمہارے درخواست سے خرق عادت کرنا یہ مجھکو ضرور نہیں ہے (اور
کیوں ضرور نہیں اسکے دلائل ہم آئندہ لکھینگے) اور یہ ارشاد حضرت کا کہ میں کچھ نہیں ہوں
مگر رسول یعنی میں کچھ بازیگر اور تماشا کرنیوالا خواہ شعبدہ باز دسٹ بند بشر نہیں ہوں کہ تمکو
تماشا دکھلاؤں بلکہ میں وہ بشر ہوں جو رسول اور فرستادہ خدا ہوتا ہے کہ بحکم خدا اپنے دعوے
پر تحدی کرکے اظہار خرق عادت کرتا ہے۔ اب اسی آیت میں سب کچھ خدا نے فرمادیا اور
اور متکلمین اہل اسلام نے جو تحدی کی شرط فرمائی ہے اسی آیت سے اُس شرط کی صحت

ثبوت قرآن

علاج کے لیئے اسیطرح پیش آنا طبیب کو کرنی لازم ہے یہی حال بالتشبیہ نبی کا جہال امت
کی نسبت ہے اس سے زیادہ آسان مثال طلبہ کالج اور اسکول کی لیجیے اگر ہیڈ ماسٹر خواہ
پرنسپل طلبہ کی درخواست کے مطابق انکی بھرتی اوسی کلاس میں کر دیا کرے ہرگز کوئی اسکول
اور کوئی کالج درست انتظام پر نہ چل سکے مڈل کلاس والا کب نہیں چاہتا ہے کہ انٹرنس
میں بھرتی ہو اسیطرح ایف اے کو بی اے درجہ کے اور بی اے کو ایم اے کی خواہش
ہوتی ہے پھر اگر کسی اسکول اور کالج کی کارروائی حسب خواہش لڑکوں کے ہوگی انجام
میں ضرور بدنامی افیسروں کی ہے اسیطرح کل ریفارمر اور کل مصلح قوم اور منتظم اور
حکام اور کونسل اور پارلیمنٹ کا حال ہے کہ جو مناسب جسکے متعلقین اور رعایا کے لیئے
وہی اپنی رائے اور تجویز سے کریگا اور اگر اہل اغراض کی خواہش کے موافق جا بیجا کارروائی
کرے ضرور خرابیاں پڑینگی جب یہ قانون فطرت دنیوی انتظام میں جاری ہے پھر نبی
کا عہدہ جسکی نگرانی ہر وقت خدا کے حکم سے اور خدا کی مرضی پر منحصر ہے انھیں بندوں
کی درخواست سے کارروائی کسطرح مناسب ہوسکتی ہے اسیطرح بہت سی خرابیاں لازم
آتیں اگر رسول خدا ہمیشہ امت کی درخواست سے معجزہ دکھایا کرتے دعوے نبوت کی
مثال دنیوی امور کے دعووں سے قابل غور ہے کلا اور بیرسٹر اور حاکمان عدالت
وعمال وغیرہ واسطے آسانی تفہیم کے ہم اپنے نبی صلعم کو مدعی اور امت کو مدعا علیہ اور
عقل خداداد کو بطور حاکم اور قاضی یا جج کے فرض کریں نبی صلعم کا دعوے یہ ہے کہ میں
تمکو سیدھی راہ نجات دنیوی آفات دنیا اور آخرت سے بتلانے آیا ہوں بحکم خدا اور دلیل میری
نبوت کی یہ ہے کہ میں قرآن کا معجزہ لایا ہوں جسکے مثل کوئی فصیح بلیغ تم میں سے ایک
فقرہ نہیں کہہ سکتا ہے اور اس دلیل کو پیش کرتا ہوں اور باوجودیکہ میری ولادت اور تربیت
جہال میں ہوئی تمامی علوم کا عالم ہوں اور تمام اخلاق سے متصف ہوں اور جسقدر تمہاری
حاجات ضروری دنیا اور آخرت کے ہیں سبکی حاجت روائی اسی قرآن سے اور دیگر اقسام
کی وحی سے جو وقتاً فوقتاً خدا مجھ پر نازل کریگا اب بھی کر رہا ہوں اور آیندہ بھی کرونگا علاوہ

انسانی اور مصنوعات قدرتی کا ہے کہ جب بکثرت اُنکا ظہور ہوگا کچھ اُسکے ہونے سے اثر ہمارے طبائع پر نہ پڑیگا یہی حال بازیگر اور بھان متی اور پہلوان اور کل عجائب نما اور تصویر والوں کا ہے۔ بلاتشبیہ یہی حال معجزنما کا سمجھو اگر ہمارے درخواست سے ہر روز معجزہ اور خرق عادت ظاہر کرنا اختیار کرے دو چار روز تو ضرور قدر ہوگی اور پھر کبھی کوئی خیال بھی نکریگا کہ یہ نبی ہے فرستادہ خدا ہے بلکہ جب نظر آئے گا یہی کہینگے کہ ہاں صاحب اُنکو تو روزانہ یہی تماشا دکھانا رہتا ہے چلو اپنا کام کرو کہاں کے نبی اور کہاں کا خدا۔ لیجیے اب وہ غرض جو معجزنمائی سے تھی کہ ہدایت ہو اسکا تو کہیں پتہ بھی نرہا بلکہ اُلٹے نبی پر تماشا کرنے والے کا الزام قایم ہوا لہذا یہ بکثرت خرق عادت حسب درخواست امت یا بلادرخواست نبی کو منصب نبوت کی نظر سے ضروری نہوئی بلکہ منافی اور مخالف غرض ہوئی عوام اور جہال تو درکنار آپ دیکھیے کہ قاضی ابن رشد اتنے بڑے عالم اور فلسفی اور سید احمد خاں صاحب ایسے دانا اور مدعی فلسفہ جنکا سر تشریح دماغی کی غرض سے کتنی مرتبہ ڈاکٹروں نے خرید کیا وہ بھی کر رہے ہیں کہ جو خرق عادت ہمارے نبی صلعم سے ہوتی معمولی حالت میں تھی اور اسکی وجہ یہی ہے چونکہ ان دونو صاحبوں کو یہ گمان ہے کہ آنحضرت صلعم معاذاللہ بلاضرورت اظہار خرق عادت فرماتے تھے حالانکہ یہ بات نبی کی شان سے نہایت بعید ہے اور نہ کوئی خرق عادت ہمارے نبی نے معمولی حالت میں بلاضرورت دکھلائی ہے دیکھو کتاب معجزات کو لہذا قاضی صاحب اور سید صاحب کو ایسا خیال بیجا ہوا بہرحال ہمارے دعوے تو صحیح رہا کہ بکثرت اور بلاضرورت شدید کے اظہار امور عجیبہ کرنے سے عظمت باقی نہیں رہتی نبی کرے خواہ کوئی اور کرے اور جب نبی اپنی خواہش سے اپنے رسالت کے اثبات میں کبھی کبھی معجزنمائی کریگا ضرور اسکا پورا اثر ہوگا دوسرا فرق جسطرح طبیب اور ڈاکٹر اصلاح امراض جسمانی کرتا ہے اُس سے زیادہ نبی اصلاح امراض جسمانی اور روحانی امت کی کرتا ہے امت کو بیمار مرض جہالت فرض کرو اب کسی کی عقل اسکو پسند کریگی کہ طبیب اور ڈاکٹر جو خواہش بیمار کی ہے اُسی کے موافق تجویز دوا اور غذا کرے نہیں بلکہ جیسی رای طبیب کی ہوگی اور جو مناسب قانون

نہیں کرسکتا اور محض براہ ایام گذاری حیلہ وحوالہ میں ٹالنا چاہتا ہے وہ تو جو کچھ نیا ثبوت یا نئے گواہ طلب کرے گا ضرور کارروائی عدالت کو الجھاؤ میں ڈالنے والے ہونگے خصوصاً اگر جدید وجوہ ثبوت مطلوبہ مدعی علیہ حاکم عدالت کے نزدیک بھی محض ناقابل التفات بلکہ محض لغو اور محال اور مضر بحق عام خلایق ہوں اسوقت تو حاکم عدالت ہرگز مدعی سے انکو طلب نکریگا۔ اور اس سے زیادہ تر عدم التفات کے لایق کلام مدعی علیہ اسوقت ہوگا جبکہ مدعی علیہ یہ بھی کہتا ہو کہ اگر مدعی میرے طلب کردہ وجوہ ثبوت اور گواہ پیش بھی کردے جب بھی میں مدعی کے دعوے کو صحیح نہ مانونگا بلکہ محض مکر اور فریب کی نسبت بطرف مدعی کے زیادہ کرونگا ایسے وقت کون حاکم عدالت ایسا ہوگا کہ بشرط پابندی عقل و انصاف پھر مدعی علیہ ناحق کوش کے عذرات بیجا کی سماعت کریگا یہی نظیر بعینہٖ ابوجہل وغیرہ کی اس قصہ میں ہے جبکو منکرین نبوت ہمارے نبی کے اور سرسید صاحب بلاعذر ہیں اور آیت سورہ بنی اسرائیل کی پیش کرتے ہیں اسلئے کہ جب ہمارے نبی صلعم نے معجزہ قرآن اور دیگر معجزات حسب حکم خدا اپنے دعوے کی تصدیق میں پیش فرمائے اب ہماری عقل خداداد یہ حکم کرتی ہے کہ ابوجہل وغیرہ منکرین نبوت کو پہلے تو لازم تہا کہ جو معجزہ قرآن وغیرہ حضرت نے پیش کیا تہا اسکے بطلان کی دلیل پیش کرتے یا اسکے مثل ایک آیت بنالاتے اور یہ بھی نہ ہی تو جو خوارق عادات آنحضرت صلعم سے علاوہ قرآن کے صادر ہوتے تھے ان میں کوئی غلطی یا دھوکہ وہی ثابت کرتے یا جو خبر وہی خدای پاک کی اور کتب آسمانی میں حضرت کی نسبت ہوئی تھی اور آنحضرت صلعم توریت اور انجیل وغیرہ سے انکا ثبوت اپنے نسبت بیان فرماتے تھے انہیں میں کوئی غلطی حضرت کی پکڑتی اور یہ بھی نہ ہی تو جو خوارق عادات ان کفار نے حضرت سے طلب کئے تھے وہ مہمل اور محال نہوتی اور یہ بھی نہ ہی جو بعض خرق عادت قابل کرنے کے تھے اسکی ظاہر کرنے کے بعد آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور محض عناد اور عداوت پر کمر بستہ ہوکر یہ نہ کہتے کہ تم لاکھ معجزہ دکھلاؤ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائینگے۔ اب انصاف کی نظر سے کسی کی عقل تجویز کریگی کہ ایسے لوگوں کی درخواست کا

معجزہ قرآن کے اور معجزات اور خوارق عادات کی جسوقت ضرورت ہوگی اور میری سچائی
پر براہ عقل وہ معجزات پورے دلیل بیّن ہونگی اور انکے واقع کرنے سے کوئی فعل لغو
یا کوئی محال یا امت کا ضرر متصور نہوگا سوائے اس ضرر رسانی سے جو منکرین نبوت
کے بعد پوری نصیحت اور اتمام حجت کی واجب ہے اور وہ کسیطرح قابل رحم نرہینگے ۔
اور ان معجزات کو بھی وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا ہوں اور کرتا رہونگا ۔ دنیوی مقدمہ کی نظیر
اب فرض کرو کہ زید نے اپنی کسی حقیت کا دعوے بکر پر کسی محکمہ عدالت میں دائر کیا اور وجہ
ثبوت کامل بھی گذرانا گواہ اور دستاویز تحریری وغیرہ حسب ضرورت زید نے پیش کر دی اور بکر مدعی
علیہ نے دعوے زید سے بلا دلیل انکار کیا اور کہا کہ یہ جسقدر وجہ ثبوت مدعی پیش کرتا ہے
یہ نہ سنا جائے بلکہ اور دلائل حقیت دعوے کی اور گواہ بھی علاوہ گواہان پیش کردہ
مدعی مثلاً فلان اور فلان کو عدالت طلب کرے ۔ اب اسوقت حاکم عدالت کو براہ قانون
انصاف فقط بکر مدعی علیہ کے کہنے سے کل وجوہ ثبوت اور گواہان مدعی کو ساقط کر کے
حسب درخواست مدعی علیہ کاربندی کرنی لازم ہے یا کہ مدعی کے وجہ ثبوت کو خود حاکم عدالت
اپنی تحقیق سے اگر ناکافی سمجھے یا کہ مدعی علیہ سے باطل کرانے کی درخواست کرے جب
مدعی علیہ ان وجوہ ثبوت اور گواہان کو باطل اور منسوخ کر دے تب بکر کی درخواست کے
مطابق مدعی سے دوسرے قسم کا وجہ ثبوت اور گواہ طلب کرنا چاہیئے انصاف تو یہی کہتا
ہے کہ اگر حاکم عدالت کے پختہ رائے میں وجہ ثبوت پیش کردہ مدعی سے کافی ثبوت ہو جاوے
اور مدعی علیہ کسی قسم کے جرح وجہ ثبوت مدعی پر نہ کر سکے اور بجز انکار زبانی کے اور حیلہ حوالہ
نامعقول پیش کرنے کے ابطال دعوے مدعی نہ کر سکے اسوقت حاکم عدالت ضرور فیصلہ
کر کے حکم اجرا حق مدعی جاری کر دے ۔ اور اگر وجہ ثبوت پیش کردہ مدعی گو کہ اسکے دعوے
کے اثبات میں کافی ہے مگر حاکم عدالت بنظر مزید احتیاط اور قسم کا وجہ ثبوت بھی مدعی
سے طلب کرے تو اپنی تجویز سے طلب کریگا یا کہ مدعی علیہ کے درخواست بیجا پر لحاظ کر کے
مدعی کو دق کریگا اسلیے کہ ایسا مدعی علیہ جو مدعی کے ثبوت گذرانیدہ پر کسی قسم کا جرح

اُسپر آسمان سے آگ برسے خواہ دوستان خدا کی تلواروں سے اُسکی گردن اُڑا دیجائے
اب یہ چار قسم کے معجزہ جو اس آیت میں مطلوب تھے اُنکے نکرنے کی مجملی دلیل تو حضرت
نے بیان فرمادی اور ثابت کردیا کہ ہم کو عجز نہیں ہے مگر اُنکے اظہار سے بجز ضرر کے کوئی
فائدہ نہوگا۔ پھر حضرت نے چاروں کے نکرنے کی دلیل تفصیلی بھی بیان فرمائی (۱) نہروں
کے جاری کرنے سے آپنے پوچھا کہ اگر میں زمین مکہ پر نہریں اور چشمہ جاری کردوں جسطرح
اے عبد اللہ تو نے طائف میں باغ لگائی اور اُنکو شاداب کردیا اور تیری امثال اور
لوگوں نے بھی زمین طائف کو (جو ایسی ہے سوکھی اور بے آب وگیاہ تھی جیسی زمین
مکہ کی ہے) سرسبز کردیا کیا اس فعل سے تو اور تیرے امثال نبی ہوگئے عبد اللہ نے کہا
کہ نہیں حضرت نے فرمایا پھر میں نہروں کے جاری کرنے سے نبی کیونکر ہونگا ایسا سوال
کیوں مجھ سے کرتا ہے جو دلیل ثبوت کے نہو یہ تو جہال اور ضعفاء عقل کے نزدیک البتہ
ہے کہ امارت اور ثروت کو دلیل بزرگی کی جانتے ہیں نبی ایسے فریب دہی سے بری
ہے (۲) آسمان کی ٹکڑی گرانے میں تو اپنی ہلاکت کی درخواست کرتا ہے اور رسول خدا
پہلے حجت اپنی قائم کر لیتے ہیں پھر جب عنادہی پر امت تُلجائے اُسوقت بھی حسب
درخواست اُمت کے عذاب نازل کرنا مصلحت الٰہی کے مخالف ہے اسلئے کہ بندگان
خدا جاہل ہیں اُنکی اور خدا کی مثال مریض اور طبیب کی ہے۔ بندوں کو جہالت سے
کیا خبر ہے کہ ان کی صلاح حال اور فساد کس چیز میں ہے لہذا اُن کی خواہشیں ایسی
مختلف ہوتی ہیں کہ انکا واقع ہونا حکیم سے اُسوقت محال ہوتا ہے کیا تو نے اے
عبد اللہ کسی طبیب کو دیکھا ہے کہ مریض کا علاج اُسی کے حسب خواہش مضر دوا اور
غذا سے کرے۔ یا کسی حاکم (جج) کو دیکھا ہے کہ مدعی علیہ کے حسب خواہش مدعی سے
گواہ اُسکے دعوے پر طلب کرے اگر حاکم عدالت ایسا کرے کسی دعویٰ کی حقیقت ثابت
ہو نہ کسی مظلوم کی دادرسی ہو اور نہ کسی جھوٹے اور سچے میں فرق باقی رہے اس
کی توضیح ہم نے تمثیلی بیان میں کردی ہے (۳) فرشتوں کے ہمراہ خدا کا لانا کہ تم لوگوں

پورا کرنا کسی طرح سے ہمارے نبی صلعم پر واجب تھا اسی سبب سے حضرت نے اُن خوارق
کو ظاہر نہ فرمایا اور عین انصاف وہی ہے جو حضرت نے کیا ہمارے نبی صلعم نے یہ چاروں
خرق عادت کیوں نہ ظاہر فرمائے جنکو سید صاحب دلیل عدم اظہار معجزات لکھ رہے
ہیں ہمکو چاہئے کہ اب اصلیت اس قصہ کی اور معجز نمائی اپنے نبی صلعم کے اسی قصہ میں
بیان کریں تاکہ تصدیق ہماری بیان تمثیلی کی پوری ہو جائے اور عقلی دلیل مطابق نقلی
کے ہو جائے اور جن وجوہ سے حضرت نے موافق سوال کفار کے معجزات نہیں ظاہر فرمائے
اُنکو اپنے رسول صلعم کی زبانی بطور اختصار بروایت امام عسکریؑ مندرجہ احتجاج طبرسی
بیان کریں۔ یہ جھگڑا ابو جہل وغیرہ مکہ معظمہ کے کفار قریش سے ہوا ہے عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی
نے گفتگو آنحضرت صلعم سے کی تھی اور یہ معجزات جناب رسول صلعم سے طلب کئے تھے
جنکا ظاہر کرنا نبی کی شان سے بعید تھا۔ چنانچہ ہمارے نبی صلعم نے پہلے تو اسی عبداللہ
کو یہ جواب دیا کہ تو نے جو ہم سے (چاروں) خوارق عادات کو طلب کیا ہے اُن میں سے بعض
تو ایسی باتیں ہیں کہ اگر میں اُنکو ظاہر کروں میرے نبوت پر دلیل نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور
اور رسول خدا ایسا فعل نہیں کرتا ہے جس سے اُسکی نبوت ثابت نہ ہو میں کہتا ہوں
ذرا خیال کیجیے کہ ہمارے نبی تو یہ فرماتے ہیں اور سید صاحب ہمارے نبی کے معجزات کو
معمولی حالت میں بتلاتے ہیں افسوس صد افسوس (۲) بعض ایسی باتیں ہیں کہ اگر میں
اُنکو ظاہر کروں ناحق بندگان خدا کی ہلاکت انمیں ہوگی اور رسول خدا پہلے ایسی دلیل
اپنی نبوت پر لاتا ہے جس سے وہ زندہ رہکر خدا پر ایمان لائیں اور پروردگار عالمیان اپنے
بندوں پر نہایت رحیم ہے اور اُنکی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اور اُنکے ہلاکت بر طبق
اُنکی خواہش کے نہیں کرتا ہے (۳) کچھ ایسی تو نے درخواست کی ہے جنکا ہونا محال اور
ناجائز ہے اُنکی شناخت رسول خدا (محمد صلعم) تجھے کرائے دیتا ہے اور تیرے سارے عذر
فاسدہ کو قطع کر دیتا ہے (۴) کچھ ایسی درخواست کرتا ہے کہ تو محض دشمنی پر کمر باندھی ہے
کیسی ہی دلیل ہم پیش کرینگے تو ہرگز ماننے والا نہیں ایسے منکروں کی دوا یہی ہے کہ عذاب الٰہی سے

اُنکے جوڑ بند ہلنے لگے آنحضرت صلعم نے فرمایا ڈرو مت خدا تم کو ہلاک نکریگا یہ بات محض عبرت کے لیئے ظاہر کی گئی ہے۔ پھر دیکھا انہیں لوگوں نے کہ اُنکی پشت سے نور چمکتے ہوئے نکلے جنہوں نے شرارہ ہائے آتش کا مقابلہ کرکے ہٹا دیا کہ وہ شرارے اپنی جگہ آسمان پر پلٹ گئے ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ نور کچھ تم میں سے اُن لوگوں کے ہیں جو خود مجھ پر ایمان لاینگے اور کچھ اُن لوگوں کے ہیں جو تم میں سے اولاد پیدا ہوگی کہ وہ مجھ پر ایمان لاینگی میں کہتا ہوں قاضی ابن رشد اور سید صاحب جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کوئی خاص معجزہ اپنی بزرگی کے ظاہر کرنے کے لئے نہیں دکھایا لیجیے اسی قصہ میں حضرت کی معجزنمائی مذکور ہے اور اسیطرح سیکڑوں نظائر تاریخی بتواتر معنوی موجود ہیں اب ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے معجزات کو دیکھکر بھی تو سب دیکھنے والے ایمان نہیں لاتے تھے اب تو سنی سنائی بات ہے واضح ہو کہ ان منکرین پر خوارق عادات ظاہر نہ کرنے کے دلائل تو حضرت نے ارشاد فرمائے مگر آپ کو سب سے زیادہ مانع قوی یہی تھا کہ عبداللہ نے اخیر میں یہ بھی کہا تھا چنانچہ کتب سیر میں بھی مذکور ہے کہ اگر اے محمدؐ یہ سب معجزات تم ظاہر بھی کردو اور ہمکو آسمان پر بھی لیچلو جب بھی ہم یہی کہینگے کہ تم نے ڈھٹھ بندی نظر بندی کی ہے۔ اور جادو سے یہ سب کچھ کیا ہے اور ایمان نہ لاینگے۔ پھر جب ایسی دشمنی پر یہ لوگ تلے ہوئے تھے اُنکے سامنے معجزات دکھلانے سے کیا فائدہ ہوتا اسی آیت کو سید ہمارے نبی کے عاجز ہونے میں اظہار خارق عادت سے پیش کرتے ہیں یہ انصاف سے نہایت بعید ہے ہم نے اس شبہہ کے جواب میں طول تقریر اسوجہ سے کیا ہے کہ اکثر آریہ صاحبان اور پادری صاحبان بھی اسی آیت سے عام مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے ہمارے نبی صلعم کا عاجز ہونا اظہار معجزات سے ثابت کرنا چاہتے ہیں لہٰذا سب کو معلوم رہے کہ یہ آیت کسی طرح ہمارے نبی کے عاجز ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ قرآن مجید میں پورا قصہ مذکور نہیں ہے جب کوئی منکر نبوت ہمارے نبی کا خواہ کسی نبی کا کوئی الزامی دلیل کو پیش کرے اُسکو لازم ہے کہ اُس مذہب کی مذہبی کتابوں سے پوری سند بھی بیان کرے ورنہ کبھی اُسکا الزام قابل جواب نہوگا۔ سید صاحب اور قاضی ابن رشد صاحب اگرچہ بظاہر

کے سامنے خدا کھڑا ہو جائے اور تم اُسکو دیکھ سکو یہ سوال محال ہے خدا ہمارا ایسا نہیں
ہے جو نقل اور حرکت مثل جسمانی چیزوں کے کر سکے جیسے تم نے بت بنائے ہیں اور اُن کو
جہاں چاہتے ہو لیجاتے ہو (۴) سونے کا گھر ہونے سے عظیم مصر (بادشاہ مصر سے مراد ہے)
کے کسقدر سونے کے گھر میں کیا اسکی جہت سے وہ نبی ہو گیا عبد اللہ نے کہا نہیں آپ نے
فرمایا کہ پھر میں کیونکر ایسے گھر بنانے سے نبی ہو جاؤنگا (۵) کتاب یعنی خط کا تیرے نام پر
خدا کی طرف سے آنا ہو سکتا ہے مگر تو کہتا ہے کہ اُسے پڑھکر ہمکو اختیار ہے ایمان لائیں یا نہ
لائیں (بلکہ اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ چاروں معجزہ کرنے میں بھی ہم تمکو ڈھٹہ بند کہینگے) اس سے
تو کھلے ہوئی عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے اسکی دواد وستان خدا کے ہاتھ سے خواہ ملائکہ
خدا جو دوزخ کے موکل ہیں اُنکے ہاتھ سے ہوگی۔ اب خدا نے مجھپر تیرے سوالات کی بطلان
کی حجت نازل کر دے جسکو میں ظاہر کر چکا۔ اسکے بعد ابو جہل نے کہا اے محمد صلعم اب ایک
سوال ہمارا اور باقی رہا حضرت موسےٰ کی امت نے خدا کے دکھلانے کا جب سوال کیا تھا۔
اُن پر بجلی گری اور ہم تم سے خدا کے لانے اور دکھلانے کا سوال اُس سے زیادہ سخت کرتے
ہیں اگر تم نبی ہو ہمکو بھی مثل انہیں لوگوں کے جلادو اسکے جواب میں ہمارے نبی صلعم نے
پہلے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ (جو شامل خدا کی رحیمی اور درگذر کرنے پر ہے) بیان فرما کر یہ ارشاد
کیا اے ابو جہل ضرور تجھ پر اور تمام کفار قریش پر جنہوں نے یہ سوالات کیئے ہیں عذاب
نازل ہوتا مگر تیرے صلب میں عکرمہ تیرا بیٹا ہے اسیطرح اِن سوال کرنے والوں میں بعض لوگ
خود اور بعض لوگوں کی اولاد میں ایسے لوگ ہیں جو مجھپر ایمان لاینگے اُنکی ولادت سے امور
مسلمین میں خوبی پیدا ہوگی لہذا اُن صالحین کیوجہ سے تم پر عذاب نازل نہیں ہوتا اچنانچہ
یہ پیشین گوئی ہمارے نبی کی صحیح ہوئی دیکھو تاریخ کی کتب کو اور دیکھو معجز نمائی ہمارے
نبی کے اسی قصہ میں اسکے بعد حضرت نے ابو جہل سے فرمایا کہ دیکھ سر اٹھا کر آسمان
کی طرف دیکھا ابو جہل نے کہ دروازہ ہائے آسمان کھل گئے اور آگ کے شعلے سروں پر اُن کفار
کے اترنے لگے تا اینکہ اُنکی حرارت نشانہ خواہ مونڈھوں میں محسوس ہوئی اور مارے خوف کے

کسی مکتب میں بیٹھکر نہیں پڑھا کسی سے خط و کتابت نہیں سیکھی کسی سے آداب اخلاق
کی تعلیم نہیں پائی کوئی علم عقلی اور نقلی کبھی اسکا کوئی مسئلہ دقیق یا سہل انکو نہیں
پڑھایا گیا۔ توریت انجیل زبور اور دیگر صحف انبیا کا کبھی کوئی نسخہ انہوں نے آنکھ سے
نہیں دیکھا خصوصاً قریش اور بنی ہاشم اور اسیطاح اور چند قبائل عرب جو حضرت کے ہم
قبیلہ تھے انکو تو از روز ولادت آنجناب تا روز ادعای نبوت کمتر کوئی ایسی بات ہوگی
جو معلوم نہو۔ اب پہلے خرق عادت اور پہلا معجزہ جسکو حضرت نے اپنے دعوے نبوت کی تصدیق
میں پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ میں امی ہوں اور پڑھا لکھا نہیں ہوں اسکو تم سب جانتے
ہو اور کل علوم عقلی اور نقلی کا تعلیم الٰہی سے ماہر ہوں اور جسقدر آدمی اسوقت دنیا
میں عرب سے عجم یعنی غیر عرب تک ہیں سبکا سردار ہوں اور سب سے ہر امر میں افضل ہوں
اور یہ بات براہ فخر نہیں کہتا ہوں بلکہ بنظر ضرورت نبوت عادت انبیائی جس عقل کی
خوگر ہے اسکی نظر سے یہ دعوے اسقدر بظاہر نامناسب ہے اسلیے کہ جو شخص کسی رفعت
اور رتبہ کا طالب ہو اور اپنے کو رئیس اور معزز کرنا چاہے اصول تمدنی کے نظر سے اسکو لازم
ہے کہ یہ تدبیر ایسی جگہ سے شروع کرے جہاں اسکے بدخواہ اور دشمن کم ہوں اور حسد اور
کینہ اس سے ترکھیں وطن کے لوگ ضرور اپنے برابر خواہ اپنے سے کمزور کو بھلا کب ایسا
ہونا روا رکھینگے اور یہی سبب تھا کہ عقل معمولی کے لوگ آپ کو مجنون کہتے تھے اور اب
بھی جو شخص دقائق حکمت الٰہیہ کو نجانتا ہو ضرور ایسے مدعی کو مجنون ہی خیال کریگا اور
جب اہل مکہ پر خواہ آج ہم تم سب پر یہ ثابت ہوگیا کہ اس دعوے کو حضرت نے بخوبی ثابت
کر دکھایا اب ناچار اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ امر خلاف عادت اور خلاف عقل ظاہری یا عقل فلسفی
کے ضرور فعل عقل الٰہی کا تھا اور یہی وہ معجزہ ہے اور وہ خرق عادت ہے جس سے نبی اور
غیر نبی کی شناخت ہوتی ہے یہی وہ معجزہ ہے جسکو آپ لاآف نیچر یعنی قانون فطرت کے
خلاف کہتے ہیں جو سراسر مطابق اس قانون قدرت کی ہے جسکو قاضی ابن رشد اور سید
صاحب قانون لامعلوم کہتے ہیں جو سوائے مؤید من اللہ کے اور جس آدمی کو فرض کرو

خرق عادت مخصوص بہ نبی

انکار نبوت نہیں کرتے مگر چونکہ معجزہ کا انکار بغرض باقی رہنے نیچر کے نیچر پرست لوگ
کرتے ہیں یعنی نیچر نہ بگڑے چاہے اسلام جائے چاہے رہے لہذا ہم دونو صاحبوں کو اور
آریہ اور دہریہ اور پادری صاحبوں کو اس بحث میں ایک ہی سمجھ کر سب کا جواب ایک ہی
طرز بیان سے دینے کے مجاز ہیں واللہ المستعان وعلیہ التکلان قانون قدرت اور فلسفہ
الٰہی نبی کو اظہار معجزات میں کہاں تک اجازت دیتا ہے اب ہم نتیجہ کل اقوال مذکورہ
بالا بطور خلاصہ کے لکھیں۔ اور معجزہ اور خرق عادت کی ضرورت بحسب مدارج عقول
انسانی اور مراتب معجزات کو سمجھا ہیں۔ ہمارے نبی اور جملہ انبیا ہدایت میں برابر ہیں لہذا
جو کچھ ہم منصب نبوت کے بارہ میں لکھتے ہیں وہی ہر ایک نبی کو ضروری تھا۔ پس جو نبی
تمام مخلوقات کی ہدایت کی غرض سے آیا ہو اسکو کل مخلوقات کے اخلاق اور عادات
اور بات چیت عقل اور فہم سب سے اطلاع ہونی ضرور ہے اور ان سب امور پر اطلاع کی ضرورت
ایسی کھلی ہوئی ہے جسکو زیادہ بیان کرنا درکار نہیں ہے اب دیکھو ہمارے نبی صلعم نے دعوے
کیا کہ میں نبی ہوں اور خدا نے مجھ کو تم سبکی ہدایت راہ راست کرنے کو بھیجا ہے اور یہ دعوے
علی رؤس الاشہاد مجمع عام میں آپ نے فرمایا خیال کرو کہ اس دعوے کے سننے والے
اسوقت کسقدر فرقہ کے لوگ تھے پہلے تو وہی لوگ جو منکر خدا دہریہ اور فلاسفر نیچرل دوم
بت پرست سیوم منکر نبوت انبیا عموماً جنکو براہمہ کہتے ہیں چہارم منکر نبوت خاص ہمارے
نبی کی اور اس فرقہ میں دو گروہ تھے کچھ لوگ تو ایسے جو کسی نبی کے امت میں تھے اور انکے
دین کو ہمیشہ جاری رہنا اور منسوخ نہونا خیال کرتے تھے جیسے یہود حضرت موسےٰ ع کے دین کو
اور کچھ لوگ محض عداوت ذاتی سے ہمارے نبی صلعم کے نبوت کا انکار کرتے تھے۔ اب پہلا
امر یہ سمجھو کہ ہمارے نبی صلعم نے یہ دعوے کہاں فرمایا جہاں آپکی پیدائش اور پرورش ہوئی
یعنی مکہ معظمہ میں کہیں دور دیس میں جاکر مدعی نبوت نہیں ہوئے اور خوب ظاہر ہے کہ
وطن کے لوگ جسقدر عیب وصواب پر اپنے دیسی بھائی کے واقف ہوتے ہیں پردیسی کو
ایسی اطلاع ہرگز نہیں ہوسکتی ہے مکہ کے رہنے والے بخوبی جانتے تھے کہ محمد صلعم نے

لوگوں کو جو حضرت کے امی ہونے سے پورے آگاہ تھے۔ ہاں مجنون ہونے کا شبہہ اُسوقت
تک ضرور ہو سکتا ہے جب تک آپ پورے دلائل بحث مباحثہ میں قایم نکریں چنانچہ ایک روز
۲۵ آدمی یہود اور نصارے اور مشرک بت پرست اور ثنوے یعنی نور اور ظلمت کو خدا ماننے
والے اور دہریہ حضرت سے مناظرہ کرنے آئے یہود حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور نصارے
حضرت عیسےٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور بہت بڑا مناظرہ ہوا اور سب کو حضرت نے قائل
کر دیا اور سب سے یہ بھی فرماتے رہے کہ مجھ میں کوئی بات جنوں کی تم نے پائی ہے سبھوں
نے کہا کہ نہیں اور چند روز کی سبھوں نے مہلت طلب کی کہ ہم تمہارے دلائل کو خوب
جانچ لیں آخر بعد تین روز کے بقول جناب امام جعفر صادقؑ وہ پچیس کے پچیس مسلمان
ہو گئے اسیطرح امتحان حضرت کے علمی امور کا یہود نے توریت اور نصارے نے انجیل
اور دیگر صحف انبیا کا لینا شروع کیا اور آنحضرت نے ظاہر کر دیا کہ ساری کتب آسمانی صیحح
صیحح من الفاظ سے ہیں آپ کے سینہ میں محفوظ ہیں دہریوں نے فلسفی دلائل مشرکین
نے دلائل توحید بت پرستوں نے اپنے مذہب کا ابطال سن سن کر سبکو حیرت ہوئی آخر جو
لوگ طالب حق اور انصاف پسند تھے اسلام میں داخل ہونے لگے پھر جب خاص ہم وطن
اقرار نبوت اور علم کامل اُمّی محض کا کر چکے اگرچہ فیصدی پانچ ہی مسلمان ہوئے ہوں اب دور دست
کے لوگوں کو کیا شبہہ ہو سکتا ہے۔ ادھر قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اور شعراے مکہ بلکہ دور
دور کے فصحا انہوں نے پہلے آنحضرت کا اُمّی ہونا چشم دید تو اہل مکہ نے اور غیر اہل مکہ
نے بتواتر اہل مکہ سے سنکر اور پھر جب یہ معجزات قطعی آپ دکھلا چکے اور صداقت اپنے دعوے
کی ہزاروں پر ظاہر کر چکے گو تعصب اور جہالت سے وہ سب لوگ مسلمان نہوئے ہوں
مگر دلوں میں سبکے ضرور اپنے طریقہ باطل کا دغدغہ پیدا ہو گیا اس معجز نمائی کی بعد۔ اب اسکا
بھی وقت آگیا کہ امور طبعیہ کو خلاف ذریعہ یعنی قانون عادی کرنے کا دعوے بھی حضرت
نے کیا اور جو لوگ کم علم اور ادنے درجہ کی عقل رکھتے تھے جنکو علم اور حکمت اور فصاحت
اور بلاغت سے کچھ بھی بہرہ نہ تھا اُنکے اوپر تمام حجت کی غرض سے درخت کو بلانا تھوڑے

ہرگز معلوم نہیں ہوسکتا ہے اور جسکو خدا یہ قانون تبلائے اور اپنے دعویہائے دوراز قیاس کو بخوبی ثابت کردے وہ نبی فرستادہ خدا ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت موسےؑ کو کیا اگر مدین میں دعوے نبوت کرتے تو نبی نہ ہوتے مگر نہیں خدا نے حکم دیا کہ پہلے جہاں پیدا ہوئے ہو اور جہاں پرورش تم نے پائی ہے یعنی فرعون کے سامنے اور جو لوگ تم کو ذلیل سمجھے رہے ہیں اُنکے سامنے جاکر دعوے نبوت کرو۔ پھر جسطرح حضرت موسےؑ کے جملہ حالات پر مصر کے لوگ واقف تھے اور کوئی حال حضرت موسےؑ کا سن طفولیت سے تا سن بلوغ اُنسے پوشیدہ نہ تھا اُسیطرح ہمارے نبی اشرف الانبیا صلعم کے حالات سے مکہ معظمہ کے لوگ پورے آگاہ تھے لہذا حکم ہوا کہ پہلے مکہ ہی میں دعوت اسلام کرو۔ پھر چونکہ حضرت موسےؑ کی زبان میں لکنت تھی اور اُسے عیب کے ظاہر کرنے کی غرض سے فرعون نے خاص خطاب حضرت موسےؑ سے کرکے کہا تھا فَمَن رَّبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ اور خدا نے اپنے نبی کو بے عیب کرکے معجز نمائی کو بھیجا تھا کس فصاحت سے آپ نے جواب فرعون کو دیا کہ حضار کے ہوش بے ساختہ ہوگئے پھر بھی چونکہ لکنت کا دور ہوجانا کسی تدبیر علاجی سے ممکن ہے مگر یتیم بے سروسامان اور اُمّی محض کا عالم ہوجانا بدون اُس پورے امداد الٰہی کے ہرگز نہیں ہوسکتا ہے لہذا یہ معجزہ ہمارے نبی صلعم کا معجزہ طلاقت لسانی حضرت موسےؑ سے بہت بڑھا ہوا ہے ابھی ہم بزرگی اپنے نبی کی حضرت موسےؑ سے قیاس کرسکتے ہیں اب دیکھو ہمارے نبی نے اپنے مولد اور موطن میں جب اتنا بڑا دعوے فرمایا۔ سوائے چند لوگوں کے جنکو عداوت خاندانی اور بغض اور کینہ قلبی تھا اور تمام اہل مکہ معظمہ کو ضرور خیال پیدا ہوگیا کہ ابھی چند روز ہوئے کہ یہ یتیم بے پدر شخص مثل ہمارے افعال کفری میں شریک تھا اور آج ایک بارگی آخر کیا بات ہے جو ایسا دعوے کرتا ہے اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ شخص بالکل اُمی محض ہے اور سب سے پہلے اسکی لیاقت علمی کا تو امتحان کریں جو کسی طرح بدون تعلیم الٰہی اور القامی ربانی کے محض امی کو ہو نہیں سکتی اور یہ خرق عادت اور معجزہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں نظر بندی اور شعبدہ بازی اور بازیگری کا شبہہ ہو سکے خصوصاً ان

[illegible]

امور کے اظہار سے ہم اُن حضرات پر الزام شعبدہ بازی کا لگائیں اور اُنکو بازیگر اور بھانمتی کہنے لگیں اور اُنکے ایسے خوارق عادات کو محض لغو اور بیکار فعل عبث خیال کریں۔ بلکہ ہمکو یوں سمجھنا چاہیئے کہ جسطرح کسی دقیق مسئلہ کا جواب ہماری ہدایت کیواسطے کافی ہے اگر وہی مسئلہ کسی جاہل اور کم فہم کے سامنے بیان کیا جائے ہرگز ہرگز اُسکی فہم اور عقل کے مناسب نہیں ہے جسطرح کوئی آسان مسئلہ پیش پا افتادہ ہمارے واسطے کافی نہوگا پھر یہ بھی مجھے اسی جگہ کہدینا ضرور ہے کہ ہمارے نبی صلعم نے اگر کوئی ایسا معجزہ دکھلایا جسکا سبب دریافت ہونے سے آجکے فلاسفر اُسکو شعبدہ کہتے ہیں اگرچہ اُس زمانہ کے بڑے بڑے فلاسفر اُسکو معجزہ ہی جانتے تھے پھر بھی آنحضرت نے اپنی سچی معجز نمائی کے اثبات پر ایسی دلیل قایم کردی ہے کہ بشرط انصاف ہم آج بھی اُسکو پورا معجزہ کہینگے فرض کرو کہ درخت اور سنگریزہ کا آپکی نبوت پر گواہی دینی جسکو آج کے فلاسفر فونوگراف یعنی نقل آواز اور حفظ صوت کے طریقہ کو جان کر یہ شبہہ کرتے ہیں کہ معاذاللہ یہی شعبدہ حضرت بھی کرتے تھے کہ بولتے خود تھے اور حضار کو درخت وغیرہ سے آواز نکلتی ہوئی سنائی دیتی تھی۔ لہذا اُس عالم علم لدنی نے اُس شبہہ کے مٹانے کی نظر سے ایسا بندوبست دوامی فرمایا کہ اُنکے چھوٹے فرزند امام حسینؑ نے بعد شہادت کے جب سر اقدس کوفہ اور دمشق میں نیزہ پر لایا گیا تلاوت قرآن اور خصوصاً سورۂ کہف کی ہزاروں کے مجمع میں فرمائی اور بلکہ علاوہ تلاوت قرآن کے بعض لوگوں کا جواب سوال بھی دیا ابن وکیدہ کے دل کے راز کو ظاہر فرمایا جسنے سر اقدس چرانے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ معجزہ اگرچہ ہزاروں قسم کی ہدایت پر شامل تھا یہ بھی غرض اس سے برآمد ہوئی کہ میرے نانا کے رسالت پر جو شجر اور حجر گواہی دیتے تھے وہ اصول فونوگراف کا شعبدہ نہ تھا بلکہ سچا معجزہ تھا دیکھو عضو بے جان سر میرا قرآن پڑھ رہا ہے اللھم صل علی محمد وآل محمد اور دوسری غرض اظہار معجزہ ہذا سے یہ تھی کہ میرے جد بزرگوار نے جو پیشین گوئی فرمائی کہ قرآن اور اہلبیت کا تا قیامت ساتھ ہے دیکھو سچائی نبی اللہ کی کہ ہم بعد موت ظاہری کے بھی قرآن

سے کھانے میں بہت سے آدمیوں کو شکم سیر کھلانا سنگریزہ اور درختوں سے اپنے نبوت کی گواہی دلوانی یہ بھی حضرت نے کردکھایا اسلیئے کہ نبی اللہ ہر درجہ کے عقل کی ہدایت کیواسطے آتے ہیں اور ایسے خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بندی شعبدہ وغیرہ کا ہو پہلے نبی اللہ کو ہرگز ہو کھلانا نچاہیے جب تک کوئی بڑا معجزہ اپنی صداقت کا ایسا ظاہر نہ کرے جس میں کسی طرح اشتباہ شعبدہ وغیرہ کا نہ ہو سکے اب جو شخص ہمارے نبی کے تاریخی حالات پڑھیگا اسکو بخوبی معلوم ہوگا کہ اسی ترتیب سے حضرت نے اظہار خوارق عادات فرمایا ہے یہ بھی سمجھنا ضرور ہے کہ ایسے خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا ہوسکتا ہے اُسوقت ضرور معجزہ سمجھے جاتے ہیں جب کرنیوالا ان خوارق عادات کا ایک سچا معجزہ کسی بڑے معجزنمائی سے بخوبی ثابت ہو چکا ہو عوام جہال تو درکنار بڑے بڑے ذیعلم اور فلاسفر بھی جب کسی ایسے معجزنما سے ایسے خوارق عادات (جن میں بظاہر اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا ہو) کا ظہور دیکھینگے صاحب معجزہ کی وجاہت اور صداقت اور استواری کردار اُنکو ضرور بادی ہوگے کہ اُس خرق عادت مشتبہ کو بھی سچے اور واقعی معجزہ پر حمل کریں مثلاً اگر کسی بڑے حکیم فلاسفر کو جو اعلے درجہ کے دقیق مسائل کا ماہر ہو آپ عام فہم مسائل کا لیکچر دیتے ہوتے دیکھیں مثلاً ایل ایل ڈی درجہ کے ماسٹر کو مڈل کلاس کے آسان تجربات دکھاتے ہوئے آپ دیکھیں اُسوقت آپکی عقل سلیم ضرور حکم کریگی کہ ایسا عالی دماغ اور کامل یہ ادنٰے درجہ کے مسائل خواہ تجربات کو ضرور ہی کسی غرض صحیح اور حکمت سے بیان کر رہا ہے اور آپکو ضرور خیال کرنا لازم ہوگا کہ جو غرض اس حکیم کی ہے وہ دقیق مسائل کے اظہار سے پوری نہوتی ہوگی تب اس نے اپنے درجہ سے کمتر مسائل اور تجربات کو دکھلانا اختیار کیا ہے یہی حال ہمارے نبی اور کل انبیا علیہم السلام کا ہے کہ جب پہلے کسی بڑے معجزہ سے اپنی صداقت اور اپنا موید من اللہ ہونا خواص امت پر ثابت فرما لیتے تھے (اور یہی قانون قدرت اُنکی نسبت جاری ہے) اسکے بعد عوام امت جو دقایق امور کے سمجھنے سے عاجز تھی اُنکے ہدایت کی غرض سے ایسے خوارق عادات بھی ظاہر فرماتے تھے۔ نہایت نادانی اور سراسر ناانصافی ہے کہ ایسے

کاری کا شبہہ نرہے۔ دوم ایسے لوگوں کی ہدایت کی غرض سے وہ خرق عادت دکھائی جائے جنکی عقل اور فہم کو پوری مناسبت اُسکے معجزہ سمجھنے کی ہو تاکہ غرض نبی اللہ کی یعنی ہدایت کا اثر پورا ہوجائے اور یہی طریقہ کل انبیا اور ہمارے نبیؐ کا ہمیشہ رہا ہے چنانچہ تاریخ ہمکو پوری خبر اسکی دیتی ہے۔ قیاسی اور خیالی باتوں سے کام نہ چلیگا۔

باب ساتواں

## باب ساتواں نیچری مذہب کی ابتدا اور اُسکے اغراض اور مقاصد نظام عالم کے برہم کرنیوالے اور ابطال انکا اور اصول اباحت اور اشتراک عام

ہمارے بعضے ہندوستانی بھائی جو نیچریت کا دم بھرتے ہیں انکو تو یہ بھی خبر نہیں کہ نیچری فرقہ کے اصول کیا ہیں اور ان اصول کے جاری ہونیسے اس دنیا میں کیسی خرابی پیدا ہوتی ہے (دین تو درکنار) لہذا ہمکو ضرور ہے کہ نیچری فرقہ کی ابتدا جب سے یہ جاری ہوا اور اُسکے اصول برہم کنندہ انتظام عام اور اُسکے فرقہ اور گروہ جسقدر پیدا ہوچکی اور جو جو خرابیاں اُن بدکاروں کی وجہ سے سلطنت ہائے دنیوی اور انتظام دینی میں ہوئیں اُن سبکو عام ناظرین کے آگاہ کرنے کی غرض سے لکھیں اور تاریخی ثبوت کے علاوہ عقلی دلایل سے بھی نیچری خیالات کا خراب اور مضر بحق خلایق ہونا ثابت کریں اور وہ دلایل ایسے عام فہم اور بدیہی ہوں جنکو اہل مذہب اور لامذہب دونو تسلیم کریں نیچر کے معنی طبیعت کے ہیں اور فرنچ زبان میں (ناتور) اسی نیچر کو کہتے ہیں یہ فرقہ وہی فرقہ دہریہ کا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے پہلے ایکسو برس تخمیناً کچھ کم و بیش پیدا ہوا ہے اور یونانی حدود میں پہلے اسکا ظہور ہوا ہے اور پھر جا بجا پھیلا ہے (۱) دیوجنس (۲) اقراطیس (۳) ہیرہون (۴) ابیقور (۵) ہیون (۶) استیب (۷) دی کارٹش (۸) جان لاک (۹) بیشاب برکلی (۱۰) ہیوم اور اسیطرح بہت سے دہریہ اور نیچرل گذرے ہیں جنکے اقوال واہیہ سے تاریخی کتب بھری ہوئی ہیں۔ تاریخ جہان یہ تبلاتی ہے وہاں فسادات جو اس گروہ نے برپا کئے ہیں وہ بھی ظاہر کرتی ہے اصول نیچریہ عام اصول میں فقط دو ہی اصول ایسے ہیں جنپر بنا اس مذہب کی ہے (۱) اباحت عامہ یعنی ہر چیز ہر شخص کو مباح اور جایز ہے (۲) اشتراک عام یعنی ہر ایک چیز میں کل افراد انسانی کا حق برابر ہے اور سب شریک

کی تلاوت کررہے ہیں اسیبطرح اور معجزات جو ہمارے نبیؐ سے ظاہر ہوئی اور ہم اہل اسلام انکو سچے معجزات کہتے ہیں اسکی دلیل یہی ہے کہ ایسا سچا معجز نما جسکے بڑے بڑے معجزات صحیحہ اُسکی سچائی پر قایم ہوچکے ہوں اور اُسکے اخلاق اور علم اور فضل وکمال اور موید من اللہ ہونے کی پوری صداقت عالم پر ظاہر ہوچکی ہو جو خرق عادت ایسا بزرگ شخص دکھلایگا کبھی اس میں شبہہ مکر اور فریب کا خواہ نظر بندی اور دھوکا بندی کا ہو نہیں سکتا باقی رہی یہ بات کہ ایسے خوارق عادات جن میں اشتباہ نظربندی وغیرہ کا ہے کیوں حضرت نے ظاہر فرمائے وہی معجزات عظیمہ اثبات نبوت میں کافی تھے جن میں قرآن بھی داخل ہے اسکا جواب خود سید صاحب صد ۲۳۱ میں لکھتے ہیں قولہ انبیا کا کام صرف سمجھ دار لوگوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ اکثر عام لوگوں سے کام پڑتا ہے میں کہتا ہوں اور عام لوگوں میں یہ نازک خیالی جیسی قاضی ابن رشد اور سید صاحب میں ہی نہیں ہوتی عام لوگ بیچارے خرق عادت اور نبوت میں علاقہ تساوی اور لزوم خواہ عموم خصوص مطلق یا من وجہ یا تباین کے احتمالات نہیں کرسکتے۔ مجھے ایک طالبعلم فلسفی کی حکایت یاد آئی کسی تیلی کے گھر تیل خریدنے گئے تھے دیکھا کہ اسکا بیل کولھو میں چل رہا ہے اور گھنٹی گلے میں بندھی ہوئی بج رہی ہے۔ تیلی سے پوچھا کہ یہ گھنٹی کیوں باندھی ہے اُس نے کہا کہ اگر یہ بیل ٹھہر جائے تو گھنٹی نہ بجیگی میں اٹھکر اُسکو ہنکا دونگا۔ طالبعلم نے کہا کہ بھلا اگر یہ بیل کھڑا رہے اور اور گردن ہلایا کرے تب کیا ہو۔ تیلی نے جلکر کہا کہ چلے جاؤ میرا بیل طالبعلم نہیں ہے۔

المختصر عوام کے ہدایت کے طریقہ اور ہیں اور خواص کے اور ہیں اور نبی اللہ کو جب زیادہ کام عوام سے پڑتا ہے پس انہیں کی ہدایت کا بندوبست نبی کو زیادہ کرنا لازم ہے اور ساتھ ہی اسکے جو خرق عادت عوام کی ہدایت کے طریقہ سے ظاہر کیجائے اُس میں دوامر کا لحاظ بنظر قانون قدرت واجب ہے اولاً تو جس وقت وہ خرق عادت ظاہر کیجائے اُس وقت سے پہلے نبی اللہ اپنا سچا ہونا کسی اور معجزہ سے بخوبی ثابت کرچکا ہو تاکہ فریب

ہر ایک مرد ہر عورت پر بنظر اشتراک اور اباحت عامہ کے تصرف کر سکتا ہے اور اسی وجہ سے
اُسکے فرقہ کی کسی عورت سے اگر پوچھا جاوے تو کسکی عورت ہے کہیگی زن کیمیائی اور جو انکی
اولاد سے پوچھا جاوے کہ تو کسکا بچہ ہے جواب دیگا کہ جماعت کا بچہ ہوں - ملا جمال الدین
حسینی کہتے ہیں کہ ابھی شرارہ شر و فساد اس گروہ کا چاہ ویل کیمیائی سے باہر نہیں آیا ہے
اور خدا جانے کس وقت شرارہ اُسکا دنیا میں پھیلکر خانمان انسان کو خراب کریگا - میں
کہتا ہوں اور گویا چشم دید حکایت ہے مگر ثبوت اُسکا میرے پاس نہیں ہے لہذا درج
کتاب کرنا مناسب نہیں ہے ورنہ لکھنؤ پورانی ٹکسال کے سامنے جو قصہ ایک دہریہ لڑکی
اور اُسکی تعلیم اباحت و اشتراک عام کا گذرا ہے اور میرے ایک بزرگ حکیم سید اکبر علیخان
مرحوم جنہوں نے حیدر آباد میں ابھی چند روز ہوئے انتقال فرمایا ہے مجھ سے بیان کیا ہے اس
تاریخی بیان ملا جمال الدین صاحب کی پوری نظیر ہے - اسی نیچری تعلیم کا ایک نمونہ حاجی محمد
اسمٰعیل خانصاحب کی تقریر دربارہ رسم و رواج کا وہ جملہ پڑھ لیجیے جو معارف جلد ۱ نمبر ۹ مطبوعہ
ماہ مارچ سنہ ۹۱ء کے صفحہ ۱۰۳ کالم اول میں درج ہے قولہ حیدر آباد اور بمبئی میں ایسے مسلمان
فیملیں موجود ہیں جنہوں نے پردہ نسواں کی مخالفت عملاً ثابت کردی اور اُنکے خاندان کی
لیڈیاں بے تکلف باہر نکلتی ہیں مگر چونکہ اسوقت تک مسلمان لوگ اس رسم کے قبول کرنے پر
آمادہ نہیں ہوئے ہیں اسلئے چند روشن ضمیروں کے اس عمل کا کچھ اثر نہیں ہوا - انتہی میں
کہتا ہوں کہ یہ عورتوں کو سر بازار پھرانا جسکو مولوی محمد اسمٰعیل خانصاحب روشن ضمیری سے
ملقب فرماتے ہیں اُسی قاعدہ اباحت پر مبنی ہے یعنی ہر شخص کو ہر چیز حلال ہے یا اشتراک عام
کے قاعدہ پر یعنی ہر کوچہ و بازار کی سیر اور ہر نامحرم سے نظر بازی اور اختلاط اور ہر سڑک اور مجمع
عام میں پھرنا جیسا کہ مردوں کو روا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی اسلئے کہ چشم بینا نیچر نے دونو
کو باشتراک دی ہے پھر کیا سبب ہے کہ مرد کی آنکھ ان اشیاء کیطرف دیکھنے سے خنکی حاصل
کرے اور عورت کی آنکھ اس تماشائے عالم کے دیکھنے سے محروم رہے روشن ضمیری پوری
پوری تو یہ ہے کہ مسجد میں شراب پیکر حقیقی بہن اور دختر سے ہم بستری کیجائے اور جو لذت

ہیں اور ان دونوں اصول کا پورا رواج بدون اسکے نہیں ہو سکتا ہے کہ دین کو لی سا فرض
کرو جب تک اسکی پابندی (تقلید) ترک نہوگی ہرگز اباحت عامہ اور اشتراک عام جاری
نہوگا پھر چونکہ قانون سلطنت بھی قریب قریب قانون مذہبی کے ہوتا ہے لہذا سلطنت
نوعی اور شخصی دونوں قانون کی پابندی سے عام اباحت اور عام شرکت کا قانون جاری
نہوگا۔ پس بادشاہ کا قتل کرنا اور سلطنت کا مٹا دینا یہ بھی ضرور ہے۔ چنانچہ فرقہ بابی
اہل اسلام میں اور نہلسٹ ناکسٹ وغیرہ جو آجکل یورپ میں ہیں اور شاہ ایران اور زار
روس اور پریسیڈنٹ امریکہ جو ابھی چندروز ہوئے قتل ہوا یہ سب نتائج افکار انہیں فرقہ
ہائے نیچریہ کے ہیں۔ اباحت عام کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین اور مال گھربار کل اشیاء موجودہ
دنیا کسی کی ملک خاص سے نہیں بلکہ سب آدمی ہر چیز میں برابر شریک ہیں جو جسکو چاہے
اسکو تصرف کرے مباح ہے اور قبضہ کسی کا دوسرے کے تصرف کو مانع نہیں ہے اس قاعدہ
کے صحیح ماننے سے جسقدر قوانین استحقاق اور ملکیت اور قبضہ اور اثبات حقوق کے ہیں
سب باطل ہو گئے اور دیوانی بلکہ عدالت مال کے قوانین سب لغو ہو گئے دو حصہ سلطنت
کے تو اسی قانون اباحت عام نے باطل کر دئے مثلاً ہمنے کسی سے دو ہزار روپیہ قرض
لئے چونکہ وہ روپیہ ہمکو تصرف کرنا بہ نظر اباحت عام کے جایز تھا اب ادای قرض کی ضرورت
نہیں ہے یعنی وہ روپیہ دراصل قرض دہندہ کا نہ تھا جو اسکو استحقاق ملکیت کی راہ سے
ہمپر دعوی کرنیکی قابلیت ہو۔ اب اباحت عامہ کی نظر سے ان روپیوں کا تصرف کر ڈالنا
ہمکو مباح تھا اسیطرح حق بضع یعنی جو حق نکاح کرنیسے مرد کو اپنی منکوحہ سے پیدا ہوتا
ہے وہ بھی کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہی عورت ہر ایک مرد پر مباح اور جایز ہے بھائی پر
بہن اور باپ پر دختر اور پسر پر مادر وغیرہ وغیرہ اور برہماندرس حکیم نے اپنی ماں سے دن دہاڑے
زنا کیا ہے اباحت عام کے اصول پر آپکو یاد دلاتا ہوں کہ مور مند آخری جنرل نیچرل جو کہ پہلے
ممالک انگلینڈ میں تھا اور آخر میں امریکہ پہونچا اور وہاں جاکر اباحت اور اشتراک کی ترویج
کی نظر سے دو کمپانی شکلیں بنائیں ایک مرد مومن دوسری عورت مومنہ اور کہدیتا کہ

قواعد یا شریعت کے اصول جب تک درہم برہم نہونگے اشتراک اور اباحت کے اصول کی
پابندی اور رواج نہو سکے گا۔ گرک (یونان) اور عجم اور فرانس اور دیگر سلطنت اور سلاطین کی
ہلاکت اور تباہی اور بالفعل بابی فرقہ کے ہاتھ سے ایران میں ہزاروں کی خونریزی یہ سب نتایج
اسی فرقہ کے ہیں جنکو میں جستہ جستہ بیان کرونگا انشاء اللہ عوام ہند بلکہ اکثر اوسط درجہ کے
آدمی چونکہ نتایج فاسدہ اباحت اور اشتراک سے آگاہ نہیں ہیں اور دام تزویر میں آکر راہ راست
سے بہک جاتے ہیں لہذا ہمکو ضرور ہے کہ اصول فریب دہی نیچریاں کو مع ان کے فروع اور
نتایج کے بہ تفصیل بیان کریں اور عقلی دلایل کے ساتھ تاریخی واقعات بھی بطور سند کے پیش
کریں۔ انتظام عالم کی بنا مدت دراز سے آدمی کو بہ سبب پابندی کسی مذہب اور دین کے تین
امور اعتقادی اور تین خصلتیں ایسی حاصل ہوئی ہیں کہ ہر ایک ان امور شش گانہ میں سے
ایک رکن مضبوط ہے بقاء دین اور بقاء اجتماع افراد انسانی کا اور جسقدر عمدگی اور ترقی اور
استحکام قومی پیدا ہوتا ہے انہیں چھ امور سے پیدا ہوتا ہے۔ پہلا اعتقاد کہ آدمی اشرف مخلوقات
ہے۔ دوسرا اعتقاد کہ میرا دین سچا ہے اور سب دین باطل اور گمراہی کے ہیں تیسرا عقیدہ
یقین اس بات پر کہ آدمی اس دنیا میں کہ در حقیقت بیت الاحزان ہے اسی غرض سے آیا ہے
کہ دوسرے عالم جاودانی کیواسطے کمالات لایقہ حاصل کرے تاکہ عالم دیگر میں کہ افضل اور اعلی
ہے متصف بہ کمال ہوکر پہونچے اب دوسرا عقیدہ کہ میرا سچا دین ہے اگرچہ ہر اہل مذہب کو ہے گو کہ
ان میں ادیان باطلہ بھی داخل ہیں مگر یہی عقیدہ ہر صاحب مذہب کو تحقیق مذہبی پر آمادہ کرتا ہے
اور سچا دین اسکو نصیب کرا دیتا ہے جسکو میں صفحہ ۲۰۳ میں لکھ چکا ہوں۔ اب رہے تین صفات
اور تین خصایل حمیدہ جو پابندی مذہب سے پیدا ہوتے ہیں پہلی خصلت حیا کی ہے دوسری
خصلت امانت کی ہے تیسری خصلت صداقت اور راست گفتاری کی اب یہ امور شش
گانہ ایسے ہیں کہ بقاء نظام عالم اور خواہش تکمیل افراد انسانی اور حفظ ناموس اور درستی
سلسلہ انتظام دنیا بس انہیں پر موقوف ہے تفصیلی بیان فواید اور نتایج شش گانہ کا طولانی
ہے مگر اتنا میں ضرور کہونگا کہ اگر آدمی کو اپنے اشرف مخلوقات ہونے کا عقیدہ نہو ہرگز اشرف

اسوقت پیدا ہو زبان پر یہ کلمہ جاری ہو کہ شریعت محمدی نے جو دھوکہ دیکر دختر اور خواہر اور
مادر سے ہم بستری کو حرام کر دیا تھا آج اباحت کی روشنی نے وہ پردہ اٹھا دیا اور آنکھیں کھل
گیئیں میں گو اہاں روایت واقعہ ہذا لانیسے مجبور ہوں ورنہ صاف کہدیتا کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے
مگر تیودورس حکیم اور ارستیپ فیلسوف کی تعلیم کو پیش کرتا ہوں جسنے صاف کہدیا کہ زنا اور
شرک اور چوری سب کچھ آدمی کو جایز ہے اور کچھ قباحت نہیں جب آدمی سمجھ لے کہ یہ سب
باتیں جاہل اور عوام کے خیال میں بری ہیں ورنہ دراصل ان میں کوئی برائی نہیں ہے ہزارہا
نظایر تاریخی فرقہ قیروانین اور کلیبین کے موجود ہیں جنسے تاریخ کی کتب بھری ہوتی ہیں
آپ کو روشن ضمیری کے لفظ جو حاجی محمد اسمعیل خان صاحب بولتے ہیں اسی سے
تصدیق ہو جائیگی کہ وہی لوگ روشن ضمیر ہیں جو اپنی عورتوں کو بے دہڑک سر بازار
لئے ہوئے پھیریں ورنہ تیرہ دروں اور کور باطن ہیں اور اسی نمبر معارف کے صفحہ
۲۹۷ میں سر سید صاحب کے لایف میں مولوی حالی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ سر سید نے
تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ انکا بھی مطلب یہی ہے کہ مذہبی تقلید کی جڑ سید صاحب نے کاٹی ہے
تقلید سے مراد پابندی اصول مذہبی یا اصول عقلی کی ہے نیچریونکی کاروائی کے طریقہ جب
اشتراک عام اور اباحت عامہ انہیں دونو اصول پر بنا مذہب کی ٹھیری اور قوانین
سلطنت اور نیز قوانین شریعت دونو اشتراک اور اباحت کے دشمن ہیں اور نظام عالم
بدون اسکے درست نہیں رہ سکتا کہ حفاظت حقوق انسانی بلکہ حقوق حیوانیگی پوری کیجاوے
میرا مال اور ملک مخصوص دوسرے کے دست برد سے بچانا خواہ دست برد بذریعہ غصب
کے ہو یا جھوٹی نالش فریاد کرکے حاکم کو دھوکہ ہی دیکر اور فروخت کرنے والے کا حق واجبی
خریدنے والیکے حق سے جدا کیا جاوے کسیکی زن منکوحہ پر بدون افتراق صحیح کے جو جسکا
طریقہ ہے دوسرا تصرف نہ کرسکے کسیکی زمین موروثی پر دوسرا شخص بدون استحقاق صحیح
کے بیجا مداخلت نہ کرسکے ازین قبیل جملہ قوانین تمدنی اور اشتراک اور اباحت عام ان سبکی
جڑ کاٹنے کے اصول ہیں۔ اب پہلے سب سے نیچری فرقہ کا اہتمام یہی ہوتا ہے کہ سلطنت نے

باوجودیکہ یونانیوں نے اسکو بعد بیجا آوری خدمت نمایاں اور غلبہ کرنے فارس پر ملک بدر کردیا
تھا اور بیچارہ ہوکر فارس میں پناہ گزین ہوا تھا اور اپنی قوم سے ظلم رنج اٹھا چکا تھا مگر جب
ملک فارس نے اسکو حکم دیا کہ امیر لشکر فارس ہوکر یونان کو فتح کرادے حمیت قومی اور امانت
اُسے مجبور کیا کہ زہر کھا کر مرگیا اور راضی نہوا کہ اپنی قوم یونانی سے خیانت کرے مگر نیچری خیالات
فرقہ ابیکوری نے یونانیوں کو ایسا خراب کردیا کہ شرم اور حیا سب کچھ ان سے جاتی رہی پہلی
تعلیم تو ابیکوریوں کی یہ تھی کہ آدمی اشرف المخلوقات نہیں ہے بلکہ مثل حیوانات سے بھی بدتر ہے
جیسا کہ اوپر گذرا ہمارے زمانہ کے نیچرل کی تقاریر حیا کی شرح سے اپنی اپنی آرٹیکلوں میں
انسانی مناظرت کو دلائل واہیہ سے مٹانیکی پوری کوشش کررہے ہیں دیکھو صفحہ ۱۸۱ نمبر ۹
مذکور معارف کو اور اسکو ہم آئندہ لکھینگے پھر جب ابیقوریوں نے دیکھا کہ انکی تعلیمات یونانیوں
میں بسبب شرم اور حیا کے ہرگز اثر نہ کریگی اب درپے اسکے ہوئے کہ شرم وحیا کی خرابیاں ظاہر
کریں دیوجینس حکیم نے صاف صاف کہدیا کہ حیا کا سبب ضعف قلب ہے قوی دل آدمی
کبھی شرم وحیا نہیں کرتا ہے اسلئے تو عام طور کی حیا کو ضعف قلب سے منسوب کیا اور حکیم اقراطیس
نے ہیبر و قلیس کو کہ جو نیستہ باٹے بڑی توبیخ کرکے اسکو بیحیا کردیا دیکھو صفحہ ۲۲ انتصار الاسلام
کو یعنی عملی کارروائی بھی کرکے دکھلادی جیسے بقول محمد اسمعیل خان صاحب بمبئی اور حیدرآباد
کے جنگل میں اپنی عورتوں کو سر بازار لئے پھرتے ہیں یہ عملی کارروائی بھی شرم اور حیا کے توڑنے کی
ہے یہ جنگل میں بھی فرقہ کلبیہ اور ابیقوریہ کے مقابل میں پھر حیا کے ترک کرنے پر ابیقوریہ نے یونانیوں
کو یہ بھی تعلیم کرائی کہ عادت یا رسم ورواج کی پابندی یہ بھی خراب خصلت ہے ہر انسان کو لازم ہے
کہ عادت کی تقلید سے رہا ہوجاوے تاکہ جملہ افعال جو براہ عادت یا رسم ورواج قبیح معلوم ہوتے
ہیں ان سبکو آزادانہ طور سے آدمی کرسکے انجام اس فرقہ کا یہ ہوا کہ ایسی بے حیائی پر اشتراک اور
اباحت کے اصول سے کمر باندھی کہ جہاں کسیکی دعوت طعام ہوتی اور دسترخوان چنا جاتا یہ بے حیا
بلا طلب جاکر اس کھانے کو لوٹ لوٹ کر کھاتے تھے اسی وجہ سے انکا نام فرقہ کلبیہ رکھا گیا ہے ہمارے
زمانہ میں بھی نیچرل صاحبانکو رسم ورواج کے مٹانے کا بڑا زبردست خیال ہے چنانچہ معارف نمبر ۹

اعمال کے درپے ہوگا دیکھ لیجئے کہ ذلیل قوم آدمیوں میں جیسے بھنگی اور چمار وغیرہ چونکہ اُنکو
اذل خلائق ہونیکا عقیدہ ہوتا ہے وہی اعمال خسیسہ کرتے ہیں جو ذلالت کے لائق ہے اس
عقیدہ نے تو فرنگی فکر یعنی اشرف المخلوقات ہے نیچریوں نے مٹی کی ہے - ابیقور حکیم کہتا ہے
کہ آدمی بہ سبب خود پسندی کے چونکہ مبتلائے کبر اور غرور ہے ایسا خیال کرتا ہے کہ جمیع مخلوقات
سے افضل ہے اور جملہ اشیا اسیکے واسطے مخلوق ہوئے ہیں حالانکہ آدمی کو کسی حیوان پر
فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی چیز میں حیوانات سے افضل ہے عقل انسانی اور عقل حیوانی
میں فقط کمی بیشی مقدار کا فرق ہے بلکہ براہ فطرت آدمی جملہ حیوانات سے کمتر اور ناقص
ہے جسقدر صنائع آدمی کو بہم پہونچی ہیں سب حیوانات سے اس نے سیکھی ہیں کپڑا بننا
مکڑی سے عمارت بنانی شہد کی مکھی سے نقل اور صوامع (گرجا) طیار کرنی سپید چیونٹی سے
ذخیرہ جمع کرنا غلہ کا موریہ سے فن موسیقی بلبل سے آدمی نے سیکھا ہے پھر کیا فخر اسکو
ہوا یہ بھی نیچریوں کا قول ہے کہ بندر کی اگر تعلیم کیجائے وہی کام کریگا جو آدمی کرتا ہے اور
دراصل بندر اور آدمی ایک ہی چیز ہے مطلب اس دہریہ کا یہ ہے کہ جسطرح حیوانات اشترا
اور اباحت میں بے کھٹکے بسر کرتے ہیں نہ ماں کی تمیز اور نہ بہن کی اور نہ دختر کی اور پوری
لذت انکو نصیب ہے اسیطرح آدمی کو لازم ہے کہ قید اوہام واہیہ کو چھوڑ کر آزادی سے
کھانے پینے میں اور دیگر لذات جسمانی میں بسر کرے ۔ یونانیوں کی بربادی نیچریوں
کے سبب سے ہے یہ فرقہ یعنی ابیقوریان کا ظہور یونان میں ہوا اور بنام حکیم مشہور ہوئے اور
وہ زمانہ ترقی یونان کا جسکو یہ عقیدہ تھا کہ اُنکی قوم اشرف جمیع عالم کے ہے انہیں عقاید
جلیلہ مذکورہ بالا کی بدولت علاوہ ترقی کمالات علمیہ کے سلطنت فارسیہ کا سالہائے
دراز تک مقابلہ کیا حالانکہ سلطنت فارسیہ نواحی کاشغر سے استنبول تک پہونچ گئی
تھی اور اپنی خواری اور ننگ کا خیال کرکے کہ ہم دوسری قوم کے غلام نہ بنیں آخرکار
سلطنت فارسیہ کو زیر و زبر کرکے ہندوستان تک دست درازی کرنے لگے امانت کی
صفت اُن میں ایسی تھی کہ اپنی موت کو خیانت پر ترجیح دیتے تھے چنانچہ ثمور سور کلیس

ہمیشہ شش گانہ کے برتاؤ سے تھوڑے دنوں میں اسکی اصلاح کرکے پھر انکی حکومت بحال
خود پلٹ آتی تھی تا اینکہ زمانہ قباد بادشاہ میں مزدک نیچری نے اپکو بنام رافع ظلم ظاہر کیا
یعنی میں مظلوم آدمیوں کی دادرسی کے قواعد جاری کرنے پر آمادہ ہوا ہوں اجیسے ہمارے
زمانہ میں سید احمد خان صاحب نے یتیم اور بیکس اطفال مسلمین کی دادرسی پر کمر باندھی تھی
جسکا ذکر آیندہ کرونگا مزدک نیچری کی تعلیم سے بدبختی قوم فارس کی بالکل برباد ہوگئی
اس نیچری نے یہ پڑھایا کہ جسقدر قوانین شریعت اور سلطنت کے آدمیوں نے بنائے
ہیں سراسر ظلم پر انکی بنا ہے اور سب باطل ہیں شریعت مقدسہ نیچر یعنی طبیعت کے ابھی
تک منسوخ نہیں ہوئی ہے حیوانات اور بہایم میں بھی محفوظ ہے اور کونسی عقل اور دانش
ایسی ہے جو کہ پایہ نیچر کو پہونچ سکتی ہے نیچر نے سب کھانے پینے کی چیزیں اور سب منکوحہ
یعنی جن سے جماع کر سکتے ہو بطور شرکت عام کے پیدا کئے ہیں کوئی چیز خوردنی اور نکوئی
چیز نوشیدنی اور نہ کوئی منکوحہ کسیکے واسطے مخصوص ہے پس اپنے اپنے جعلی اور مصنوعی
قانون سے جو شخص وہی اصول ہیں ماں اور بہن اور دختر کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے دیکھو
اپنا خاص خون جس سے ملا ہے اسکے ساتھ مقاربت کرنیسے جو لذت ملیگی غیر عورت سے وہ
لذت مل سکتی ہے پس تم سب لوگ عورت اور مرد مظلوم ہو کہ اپنی موہومہ قوانین سے اپنے
اوپر ظلم کر رہے ہو۔ اسکے کیا معنی کہ آدمی کسی مال مشترک کو جسمیں کل آدمی شریک ہوں اپنے
تصرف میں لائے اور دعویٰ کرے کہ اسکا مالک خاص میں ہوں یا کوئی عورت جسکو نیچر نے
سبکی منکوحہ ہونیکی لیاقت عطا کی ہے اپنے نکاح میں لاکر مدعی ہو کہ میں اسکا شوہر اور خاص
مستحق ہوں ان دونو مثالوں میں کیسا ظلم شدید عام خلایق پر انکے حق مشترک کے غصب
کرنیسے لازم آتا ہے۔ اور یہ قانون غاصب حقوق کو اصلی مالک بنانے میں کسقدر ظلم پر
شامل ہے لہذا ہر ایک آدمی پر لازم ہے کہ یہ زنجیر اور طوق ظلم قانون کے اپنی گردن سے نکال
ڈالے اور شریعت مقدسہ نیچریہ کی پابندی کرکے غاصبین حقوق مشترکہ کو اس جبر اور ظلم
سے باز رکھے میں کہتا ہوں کہ اس شبہہ کے جواب میں ایک باب خاص ہمنے لکھا ہے۔ جو

مذکورہ بالا میں بڑے زور کی تعریف چھپی ہے۔ اگرچہ رسم و رواج کی پابندی عموماً تو ہم بھی پسند نہ
کرینگے مگر ہم اُسی رواج کو ناپسند کرینگے جو کسی عقلی یا شرعی دلیل سے خراب ہے۔ نیچریوں کا قاعدہ
ہے کہ پہلے اپنے مطلب کو ایسے ایسے نظایر دکھلا کر درست کرتے ہیں پھر آخر کو عام آزادی
جو اُن کا خاص مطلب ہے اسپر نتیجہ اُنکی کارروائی کا ہوتا ہے یونانیوں میں چونکہ خیالات ششگانہ
پہونچے ہوئے تھے مدت ہائے دراز کے بعد نیچریوں کی تعلیم نے اثر کیا اور آخر کو خردمندی
اُنکی بلادت سے بدل گئی اور علم و حکمت کی کساد بازاری ہوئی اخلاق اُنکے خراب ہوگئے
امانت کی جگہ خیانت اور حیا کی جگہ بے حیائی اور شجاعت کی جگہ جبن اور محبت قومی کی جگہ
محبت شخصی پیدا ہوگئی اور ہر ایک خصال ششگانہ انسے زایل ہوگئے اور رومانیعنی جنس لاطین کے
ہاتھ اسیر ہوگئے اور برسوں بدولت ایسی تعلیم خراب کے غلامی میں گرفتار رہی حالانکہ وہی یونانی ایسی
جنہیں کہ ہر ایک بادشاہ بلا معارض شمار کئے جاتی تھی قوم فارس کی تباہی نیچریونکی تعلیم سے ہوئی یہ قوم کسی زمانہ
میں انہیں چھ عقاید اور خصال کے پورے برتاؤ سے اسدرجہ سعادت اور عزت پر پہونچی تھی اور اپنے
کو اسقدر شریف سمجھتی تھی کہ اور اقوام کے جو لوگ ان کے زیر حکومت آباد ہوتے تھے خواہ
اِن کے قرب و جوار میں جو لوگ اِن سے میل جول رکھتے تھے شرافت کو مخصوص اپنی
اور اپنے لواحق کی قوم فارس سمجھتے تھے امانت اور صداقت اول دینی تعلیم اُنکی تھی
تا اینکہ اگر محتاج ہو جاتے قرض لینا حرام سمجھتے تھے باین خیال کہ ایسا نہو ناچاری کیوجہ
سے ادائے قرضہ میں ہمکو جھوٹ بولنا پڑے مراد یہ ہے کہ وعدہ کریں اور وفا نہو خواہ حاکم کے
روبرو انکار قرضہ کا کرنا پڑے بوجہ ناداری کے (ذرا ہمارے زمانہ کے دیوانی مقدمات اور
بیرسٹر اور وکلا کی کارروائی بھی یاد کیجئیگا) انہیں خصال ششگانہ مذکورہ بالا کی وجہ سے
فارس کی سلطنت اسقدر بڑھ گئی تھی جسکے بیان کو شاہنامہ درکار ہے۔ فرنسیس
لنرمان مورخ کہتا ہے کہ دارائے اکبر کے زمانہ میں سلطنت فارس سے ہر لو الیس والی نشین
تھے یعنی الیس تختگاہ اُن میں تھیں ایک والی نشین انکا کسی سواحل بحر قلزم و بلوچستان
اور سندھ کا حکمران تھا اور کسی وقت قوم فارس میں کسی قسم کا فتور آجاتا تھا انہیں اصول

ہوش ہوا ہے فرانس کی جو انمردی راستبازی اور دیگر محاسن کہ سنتے سنتے کان بھر گئے ہیں
فرانس میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں دو شخص نیچری پیدا ہوئے والٹیر اور رسوان کے
نام ہیں اپنے لقب انہوں نے رافع الخرافات اور منور العقول بناتے جیسے ہمارے زمانہ
میں روشن ضمیری کی تعلیم سر سید احمد خان صاحب سے منسوب ہے یہ دو نیچری فرانسیسی
ایسے پیدا ہوئے کہ انہوں نے ابیقورد ہریہ کی قبر کھود کر اسکی بوسیدہ ہڈیوں کو از سر نو زندہ کردیا
اور جسقدر قانون شریعت عیسوی یا قانون ملکی ایسے ہیں جن سے آدمی پابند اور مقلد ہو
جاتا ہے ان سبکو توڑ کر آزادی یعنی اباحت اور اشتراک عام کا تخم از سر نو انہوں نے بویا اور
تقلید کی جڑ کاٹی (جیسے بقول پیروان سید احمد خان صاحب کہ انہوں نے بھی تقلید کی
جڑ کاٹی ہے) آداب اور رسوم یعنی رسم رواج کو محض خرافات سمجھے (جیسے ہمارے جنٹل مین
حاجی محمد اسمعیل خان صاحب دیکھو معارف نمبر ۹ جلد ا مطبوعہ یکم مارچ ۹۹ء) دین اور
مذہب کو ان دونوں نیچریوں نے اختراعیات انسان ناقص العقل کا کہدیا اور دونوں
پکار پکار کر خدا کا انکار اور انبیاء پر طعن اور تشنیع کرتے تھے۔ والٹیر نے تو چند کتابیں انبیا
کی خطا کاری میں لکھیں اور کوئی دقیقہ تمسخر اور تشنیع اور مذمت انبیا کا اس نے اٹھا نہ رکھا
افسوس ہے ہمارے سر سید صاحب کو وہ کتابیں دستیاب نہ ہوئیں) یہی اقوال نیچری فرانس
کی اکثر طبایع میں اثر کر گئے اور یکبارگی دین عیسوی کو چھوڑ کر نیچری اصول یعنی اباحت
کے اجرا پر آمادہ ہو گئے یہانتک نوبت پہونچی الکیروز والنٹیر کی ایک فاحشہ عورت کو لا کر گرجا گھر کی محراب
میں چھوڑ دیا اور اس قوم کے سردار خواہ سیرج کو پکار کر کہنے لگا کہ ایہا الناس آج سے اب کسی
کو یہ خیال نہو کہ آسمان کی گرج (رعد) اور بجلی کی چمک تمہارے ڈرانے کیواسطے خدا نے آسمان
نے تجویز کی ہے بلکہ یہ سب کچھ آثار طبیعت سے ہے اور سوائے (نیچر) طبیعت کے اور
کوئی موثر عالم میں نہیں ہے اب تم ہرگز اوہام مذہبی کی پرستش نہ کرو (ہمارے نیچرل ہندوستانی
بھی اوہام مذہبی کے لفظ کا سخن تکیہ رکھتے ہیں) اور محض گمان باطل سے کوئی خدا اپنے
واسطے نہ بناؤ اگر تمہاری یہی خواہش ہے کہ ضرور کسی کی پرستش کرنی چاہئے یہ دیکھو گرجا

ملاحظہ ناظرین میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ الغرض جب ایسے ایسے خیالات مزدک نیچرل کے قوم فارس میں پھیلے اور ان عقاید پر لوگ مایل ہوئے تو اور قسم ان میں بے حیائی بدکاری اور غدر اور خیانت فاش ہو گئی اور سفلہ گی پیدا ہو گئی اور بہایم کی خصلتیں ان میں پیدا ہو گئیں اور ذلیل خوار ہو گئے نوشیرواں نے اگرچہ مزدک نیچری اور بعض اسکے پیرواں کو قتل کیا مگر ان تعلیمات فاسدہ کے مٹانے پر نوشیرواں کو باوجود سلطنت کے قدرت نہوئی اسی نیچری تعلیم کی خرابی سے مزدک کی آخر فارس کا یہ حال ہوا کہ ایک حملہ عرب کا جو بزمانہ خلافت فاروقی ہوا نہ رو سکے حالانکہ ان کے ہمسر یعنی روم قرون متعددہ تک عرب سے جنگ و جدال کرتے رہے پھر آخر کیا ہوا عرب کی غلامی کا طوق اہل فارس کی گردن میں ڈالا گیا معذرت بجہت اہل اسلام کہ یہ خیال نہو کہ اہل فارس کا مطیع الاسلام ہونا میں ان کی بدانجامی سمجھتا ہوں معاذ اللہ بلکہ میری غرض یہاں تاریخی واقعات کے لکھنے سے ہے اور مورخ کو بہ لحاظ تاریخ نگاری کسی مذہب کے حق اور ناحق ہونے سے غرض نہیں ہوتی اور اگر ایک مورخ مسلمان بنکر اس واقعہ کو لکھوں تو یوں لکھونگا کہ چونکہ تعلیم نیچری سے اہل فارس کو اصول حقہ مذہب اسلام کا قبول کرنا نصیب نہوا اور لا مذہبی سے انکو آخر بزور شمشیر اسلام ان عقاید دہریت سے الگ ہو کر راہ راست دکھینی پڑی جب بھی اصول نیچری کی خرابی ثابت رہیگی - کیا وہ غیر مسلمان جو بزور شمشیر با کراہ دین اسلام قبول کریں جب تک عقاید اسلامیہ پر بہ صدق دل ایمان نہ لائیں ان کا اسلام ظاہری برابر اسلام ان لوگوں کے ہو سکتا ہے جو بلا اکراہ و اجبار صدق دل سے قبول اسلام کرتے تھے اور کرتے ہیں - اہل فرانس میں نیچریوں کی وجہ سے کیا خرابی پیدا ہوئی یہ تو ابھی پینتیس چالیس ہی سال کا قصہ ہے جسکے دیکھنے والے کروڑوں موجود ہیں - فرانس وہ لوگ ہیں جنکی علم اور کمال اور صداقت اور جوانمردی کا شہرہ تمام دنیا میں ہے اور بعد رومانیوں کے پھر ان سے بڑھکر یورپ میں کوئی قوم سربر آوردہ نہیں تھی اور صفات شش گانہ مذکورہ بالا میں پوری اور ثابت قدم یہی قوم تھی اور تمام بلاد مغربیہ میں انکی حکومت کی دھوم تھی میرا سن آج چھہتر یا چھپتر سال کا ہے جب سے مجھے

دونو فرقوں میں اس قسم کے لوگ (جن کا ذکر میں اب کرونگا) پیدا ہوتے اور دونوں کے خدمات برابر تخریب دین اسلام میں پرزور ہو چکے ہیں لہذا دونوں مذہب اہل اسلام سے میں پہلے معافی طلب کرتا ہوں کہ میرے بیان کو تعصب مذہبی پر محمول نہ کرینگے مگر پھر بھی بہتر یہی ہے کہ میں ایرانیوں میں جو شیعہ ہیں انہیں کی خرابیان زبانی بلا اجمال البدیع بیان کروں اہل اسلام وہ قوم تھی زیادہ تر بخیر کہ بسبب انہیں عقاید اور خصال شستگانہ کے جوہر ایک فرد میں آن کے راسخ ہوئے تھے۔ قرون یعنی سو برس میں ابتدائی ظہور دین محمدی سے الپ کے پہاڑوں سے تا دیوار چین ان کے تحت و تصرف میں آگیا تھا اور بڑے بڑے بادشاہ اور سلاطین کی عزت کو خاک میں ملا دیا تھا حالانکہ تھوڑی سی جماعت انکی تھی اور اخلاق فاضلہ ان کے اسدرجہ پر پہونچے تھے کہ انہیں اخلاق کے جذب مقناطیسی کی وجہ سے قریب سنو ملیوں کو اپنے مذہب میں لائے تھے حالانکہ غیر مذہب کے لوگوں کو مسلمانوں نے اختیار دیا تھا کہ چاہیں جزیہ دیکر اپنے مذہب پر رہیں اور جبراً ضرور داخل دین اسلام نکرتے تھے پھر بھی ان کے اخلاق اور اسلام کے اصول کی عمدگی نے انکو اسلام ہی قبول کرنے پہ آمادہ کیا تھا۔ تا اینکہ چھٹی صدی ہجری میں نیچری فرقہ اہل اسلام کا مصر میں پیدا ہوا اور اپنا نام انہوں نے باطنیہ اور صاحب السیر مشہور کیا ظاہر میں تو مسلمان اور در پردہ اسلام کی جڑ کاٹنے والے۔ اس فرقہ نے اپنی شرارہ ہائے فتنہ و فساد ہر طرف کو بڑھائے خصوصاً ایران میں فرقہ باطنیہ کا بڑا اثر پڑا۔ ان نیچریوں نے جب دیکھا کہ نور شریعت محمدیہ کا تمام مسلمانوں کو منور کر چکا ہے اور علمائے محمدی کمال علمی کے ساتھ بڑی بیداری اور ہوشیاری سے حراست دین اسلام کی کر رہے ہیں اور درستی اخلاق مسلمین میں پوری سرگرمی علما کو ہے لہذا اب اس فرقہ کو یہ سوجھی کہ پہلے اہل اسلام کے عقاید کو بہ نسبت علما کے مشکوک کرنا چاہیے مثلاً بھیک مانگنے کا الزام اور رمال مردم خوری کی تہمت علما پر کرنے لگے (جیسے ہمارے سر سید احمد خان صاحب بھی علما اسلام کو اسیطرح سے یاد کرتے تھے اور اُن کے پیرو بھی اسیطرح کہتے پھرتے ہیں) پھر جب علما کی طرف سے اہل اسلام بدعقیدہ ہوگئے اب اُنسے عہد و پیمان لیکر اپنے

گھر کی محراب میں مد موازل مثل وغیرہ یعنی تصویر دندان فیل کی کھڑی ہے اسیکو پوجا ہیں
دونوں شخصوں کی خراب خراب تعلیم سے فرانس میں خرابیاں اور پھوٹ پڑتے پڑتے ان کی
حکومت پیچھے اور یورپ دیونو طرف کمزور ہو گئی ہے۔ ناپلیون اول نے اگرچہ دین مسیحی کو دوبارہ
جاری کیا پھر ابھی ان کی تعلیمات خراب کا اثر کچھ نہ کچھ بلکہ بہت کچھ باقی رہا آخرکار جرمنی کے
ہاتھ سے کیسی شکست اٹھائی کہ اسکا جبر و نقصان برسوں تک بھی نہ ہو سکا انہیں خراب
تعلیم نیچری سے فرقہ سوسیالیسٹ یعنی فرقہ اجتماعی لوگوں کا فرانس میں پیدا ہوا جسکا ضرر
جرمنی ضرر سے کچھ کم اہل فرانس کو نہ پہونچا پھر اگر چند با بند مذہب اور اصول مشتبکانہ مذکورہ
صدر بحث کی پامردی نکرتے اور اچھے عقاید اور خصال پسندیدہ سے تدارک اس تعلیم
خراب کا پورا نکرتے قوم فرانساوی زیر و زبر ہو کر خاک میں مل جاتی امت عثمانیہ کو نیچری
عقاید سے کیا ضرر پہونچا چند امرا اور صاحبان ثروت گروہ عثمانیہ کو بھی خبط نیچریت
کا ہوا تھا اور یہ آخری محاربہ جو عثمانیوں سے ہوا ہے انہیں نیچرل خیالات کے لوگوں
نے خیانت کر کے وہی افسران لشکر باعث تباہی اور بربادی کے ہوئے اور یہی لوگ
طریقہ نیچری پر چلتے تھے اور اصحاب افکار جدیدہ گنے جاتے تھے تعلیم نیچری سے
انکو ایسا گمان تھا کہ آدمی بھی مثل حیوان کے آزاد اور شتر بے مہار ہے اور یہ اخلاق
اور خصال حمیدہ جنکو موجب فضیلت حیوانات پر خیال کرتا ہے یہ سب برخلاف
ناتور یعنی طبیعت کے ہیں اور محض بیکار ہیں ہر شخص کو لازم ہے لذات اور شہوات
حیوانیہ کی تحصیل کی اپنے واسطے کوشش کرے اور خرافات بیہودہ اور واہیات قواعد
مصنوعہ انسانی کا پابند نہ ہے اور چونکہ آدمی بھی مثل حیوانات اکیروز فانی ضرور ہوگا
پھر حیا کیا چیز ہے اور امانت اور صداقت کیا چیز ہے ایسے ایسے خیالات فاسدہ شے
سفلگی قبول کر کے انہوں نے سالہائے دراز کا شرف اور بزرگی عثمانیوں کی بربادی
کر دی اور آخر جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے جو اہل اسلام میں نیچری تعلیم کا اثر پہلے کیا
ہو چکا ہے اور کیسی خرابی ان کو نصیب ہوئی ہے۔ چونکہ شیعہ اور اہل سنت

جو بمنزلہ ہمارے کے ہیں اب کہ تم کامل ہوچکے لازم ہے کہ سب جھگڑے اور کھیڑے چھوڑ کر میدان
اباحت ہوجاؤ یعنی سب تم کو حلال اور مباح ہے حلال کس جانور کا نام ہے اور حرام کس چڑیا کو
کہتے ہیں امانت کیا چیز ہے اور کیوں اور خیانت میں کیا برائی ہے اپنا مال مشترک ہی ہے
لیا تو کیا اور تم نے لیا تو کیا اور جھوٹ میں کونسی برائی ہے اور سچ بولنے کی ضرورت کسکے خوف
سے ہے اچھے اخلاق کی پابندی برے اخلاق سے بیزاری سب لغو اور بیکار ہے گالیاں
دیتے میں کچھ خوف نکرو اور گالیاں کھانے سے رنجیدہ نہو۔ ہمہ اوست کے مشرب میں سب
طرح سے آرام اور آزادی ہے خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ تمہاری ماں بہن بیٹی جسطرح
تمپر حلال ہے اسیطرح اشتراک اور اباحت کی راہ سے خود تمپر اور تمام دنیا کے آدمیوں پر حلال
ہے پھر گالی سے کیوں برا مانتے ہو جسکے گھر چاہو تم چلے جاؤ اسکا جی چاہے تمہارے گھر میں
بے روک چلا آئے اسکا گھر تمہارا گھر ہے اور تمہارا گھر اسکا گھر ہے۔ ایسی ایسی تعلیم سے
جب آزادی اور اباحت کا رنگ خوب جم چکا اور شریعت انبیا کے ابطال سے طریقت پیرو
مرشد کی پوری جاری ہوچکی اب خدا کے انکار کا طریقہ تعلیم کرنے لگے پہلا فقرہ انکار الوہیت
کا یہ ہے کہ خدا اگر موجود ہے ضرور مشابہ موجودات سے ہوگا۔ یعنی کسی موجود سے ضرور کسی
چیز میں اسکو مشابہت ہوگی۔ اسلئے کہ اگر وجودی اشیا میں کسی سے مشابہ نہو پھر تو اسے موجود
کیوں کہینگے اور اگر خدا معدوم ہے ضرور معدوم امور سے مشابہ ہوگا حالانکہ خدا مشابہ موجودات
کے ہے نہ معدومات سے لہذا خدا نہ موجود ہے اور نہ معدوم مطلب یہ ہے کہ خدا کا نام ہی نام
لیا کرو اور دراصل خدا کوئی چیز نہیں ہے جسکی نافرمانی کا تمکو خوف ہو یا جسکی فرمانبرداری سے
تمکو امید بہبودی آخرت ہو بعض نیچریوں نے یہ بھی شبہہ ڈالا کہ جب خدا ہر شئے سے غنی ہے۔
ہماری عبادت سے اسکی رضا اور ہماری معصیت سے اسکی ناراضی کیوں ہوگی پھر ہم
کیوں پابند اسکی رضا کے ہوں اور تارک ان امور کے ہوں جنسے اسکی ناراضی کو ہم اپنی
عقل ناقص سے تجویز کرتے ہیں سب غلط ہے باطنیہ فرقہ اس میں کشفی اور کاظمیہ پیرو کاظم
رشتی یہ شیعہ گروہ ہیں مدت سے خفیہ طور سے ایسے ایسے اخلاق کی تعلیم کرکے اخلاق مسلمانوں

مرشد کامل (جنرل نیچرل) تک انکو پہونچانے لگے یہ بھی انکا قول تھا کہ معلم اصول نیچریہ کو
لازم ہے کہ ہمیشہ روسا اور امرای اسلام کو اپنے دام تزویر میں پھنسا تا رہے اور ایسی فریب
دہی سے کام لیا کرے کہ امرا اُسکے دام تزویر سے نکل نہ جائیں دیکھوں ناظرین کتاب نہ اکیا انکو
ہمارے جنرل نیچرل کے حالات سے خبر نہیں ہے ۔ یہ بھی ان نیچریوں کی تعلیم تھی کہ معلم عقاید
نیچریہ کبھی آپ کو ناکام تصور نہ کرے ۔ ہمت کار ہا وار و پھر جب کوئی مسلمان مرشد کامل کے دام
میں جا پھنسا ۔ اب پہلی تعلیم شاہ صاحب کی یہ تھی کہ میاں ظاہری اعمال مثلاً نماز روزہ وغیرہ
یہ ان لوگوں کیواسطے مقرر ہوئے ہیں جو حق کو نہ پہونچا ہو اور حق سے مراد مرشد کامل ہے اور
جب تم حق کو پہونچگئے اب سب چھوڑ چھاڑ کر مرشد سے لو لگاؤ ۔ سہ نماز عاشقاں ترک وجود است
کسی نے یوں کہدیا دیکھو رسول صلعم نے فرمایا ہے الصّلوٰۃ معراج المومنین نماز مومنین کے
واسطے زینہ حق پر چڑھنے کا ہے پھر جب تم چھت پر پہونچگئے اب زینہ کی کیا حاجت اور ضرورت
رہی ۔ سہ بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید ۔ کہ سالک بیخبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا ۔ میری
چشم دید حکایت ہے ایک مجنون قوم کا دہنا اندوٗن (شراب خوار بدمست جو ولی (مجذوب)
مشہور تھا میرے وطن میں آیا اُسوقت میں اپنے ایک بزرگ عالم حنفی المذہب کے پاس بیٹھا
تھا اور وہ تلاوت قرآن کر رہے تھے کسی نے خبر دی کہ مستان شاہ شیو لال کلوار کی دوکان
پر شراب بیٹھے پی رہے ہیں سنتے ہی اس خبر کے وہ بزرگ قرآن کو لپیٹ کر چلنے پر آمادہ ہوئے
میں نے کہا کیا تلاوت قرآن سے بڑھ کر یہ فعل آپکا ہے ۔ کہنے لگے کہ اگر مستان شاہ مجھے حکم
دیں (معاذ اللہ) تو اس قرآن کو شراب سے آلودہ کردوں (یا دھو ڈالوں) میری آنکھوں میں
دنیا سیاہ ہوگئی اور جھپکا چلا آیا ۔ حافظ شیرازنے تو سجادہ کو شراب سے رنگین کرنا شاعرانہ خیال سے
کہا یہاں تو معاذ اللہ قرآن کو شراب سے آلودہ کرنیکی طیاری ہے ۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ بہر حال
جب مرشد کامل کے زیر تعلیم وہ ایرانی مسلمان آگیا اور روزہ نماز چٹ کرنے لگا اب تھوڑے
دنوں بعد یہ تعلیم شروع ہوئی کہ جسقدر احکام شریعت کے ظاہری اور اعتقادات قلبی اور باطنی
ہیں اور جسقدر قیود حلال اور حرام کے مقرر ہوتے ہیں وہ سب ناقص لوگوں کیواسطے ہیں ۔

گھوڑے دوڑتے تھے پھر چونکہ اخلاق اسلامی بالکل ہر شخص سے زایل ہوتے تھے لہذا
سالہائے دراز کے بعد بہزار کشش وجانبازی آراضی شامیہ کو پھر مسلمانوں نے فرنگیوں
سے نکالا اور چنگیز خانیوں کو مشرف باسلام کر لیا مگر بالکل اُس کمزوری کو دور نہ کر سکے اسلئے کہ وہ
خرابی نتیجہ عقیدہ نیچریہ کی تھی اگرچہ اہل تاریخ انحطاط مسلمانوں کو جنگ صلیب سے شمار کرتے ہیں
مگر لایق یہ ہے کہ مسلمانوں کا ضعف اوسی زمانہ سے شمار کیا جائے جب سے یہ فرقہ نیچریہ نے
(باطنیہ کشفیہ صوفیہ) ان میں پیدا ہو کر انکے خصایل شستگانہ کو خراب کر دیا ہے پوشیدہ نہ رہے
کہ یہ فرقہ بابی کہ آخر زمانہ میں ایرانیوں میں پیدا ہوا ہے اور ہزاروں بندگان خدا کا خون ناحق کر رہا
ہے یہ بھی مرید اور پیرو اوسی فرقہ الموت کا ہے اور انکی تعلیم نمونہ تعلیم انہیں نیچریوں کے ہے
خدا محفوظ رکھے ابھی ان سے فتنے کیسے کیسے فسادات برپا ہونیکی امید ہے جو اہل ایران
میں یہ لوگ کریں گے *

باب آٹھواں ہندوستان کے نیچری فرقہ اور انکے خفیہ کارروائی یا جاہلانہ خیالات کے
بیان میں + اس باب کے پڑھنے والے کو اسکا خیال نہو کہ مجھے کسی خاص مذہب یا خاص
کسی نیچرل سے کسی قسم کی عداوت ہے اور نہ اسکا خیال ہو کہ دل کا حال کسیکا کون جان
سکتا ہے سوائے خدا کے پھر مجھے نیچریوں کے ارادہ ہائے قلبی پر کیونکر اطلاع ہوئی۔ لہذا میں
پہلے اسی کو بیان کروں کہ ہمارے ہندوستانی بھائی جو نیچریت کا دم بھرتے ہیں۔ جہاں ان کی
اور ہزاروں باتیں تنزل کی ہیں ایک یہ بھی نشانی ادبار کی ہے نیچری فرقہ ہمیشہ فلسفی اور
حکما کا چیلا آیا ہے جو سوائے اس خراب عقیدہ انکار الوہیت اور انکار شریعت کے علوم اور فنون
مروجہ زمانہ موجودہ میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور رکھتے ہیں سوسیالیسٹ اور کمونیسٹ
اور نہلیسٹ اور انارکسٹ یہ سب اسی نیچریہ گروہ کے جدا جدا بظاہر فرقہ ہیں مگر باطن میں سب
ایک اور وہی دہریہ اور نیچرل اوپر کے باب میں پڑھ لیجیے کہ فرقہ نیچریہ کیسے رنگ بدل بدل
کر اپنا کام کرتے چلے آتے ہیں کبھی تو مہذب کبھی رافع ظلم کبھی روشنی پھیلانے والے
کبھی قومی ہمدردی پیدا کرنے والے کبھی علم باطن کے معلم کبھی روشن ضمیری کے پیدا

باب آٹھواں

کے خراب کرتے رہے اور اب بھی کرتے ہیں تا اینکہ علماے دین اور امرا اور رؤسا اس فساد پر جب مطلع ہوئے اور اس فرقہ کا استیصال کرنا چاہا انکی بھی جمعیت زیادہ ہوگئی تھی اپنی آرائے باطلہ کی ترویج کی غرض سے ہزاروں علما اور صلحاء امت محمدیہ کا خون ناحق کردیا بعض فرقہ باطنیہ کے مکاروں نے ممبر الموت پر چڑھکر بآواز بلند یہ ظاہر کیا کہ جب قیامت قایم ہوگی کوئی تکلیف ظاہری اور باطن کی انسان پر نہ رہیگی اور قیامت سے مراد یہ ہے کہ قایم بحق پیدا ہوا اور میں ہوں وہی قایم بحق (مہدی) اب جسکا جو جی چاہے بے روک ٹوک عمل کرے کہ تکلیف اٹھ گئی یعنی انسانیت کے دروازہ بند ہوگئے اور حیوانیت کے دروازے کھل گئے خلاصہ یہ ہے کہ اسی باطنیہ فرقہ نے جو ان کا اصلی مقصود تھا انکار الوہیت خدائے یگانہ کا اسکو اہل اسلام میں اچھی طرح سے شرق سے غرب تک پھیلا دیا جائے مسجد کے چراغ کو کتے لیجاتے تو کہیں کہ اپنے گھر کا چراغ آپ ہی لئے جاتے ہیں کسی نے حلول اور کسی نے عینیت اور کسی نے ہمہ اوست کا اعتقاد جمایا ہے حکیم اسپانیوزا بھی تمام عالم کو خدا جانتا تھا اور ڈی کارٹش کا نامی شاگرد ہے ولٹر کزن لکھتے ہیں کہ اسپانیوزا سوا ذات باری کے اور کسی کے وجود کا قایل نہیں ہے (تاریخ الحکما صفحہ ۱۵۰) جب اہل اسلام میں ان نیچریوں کے (جو بہ لباس فرقہ باطنیہ تھے) ایسے ایسے خیالات پیدا ہوئے (اور اب بھی تو ہیں) انکی شجاعت اور دلیری جبن اور بزدلی سے بدل گئی اور امانت اور صداقت خیانت اور دروغگوئی سے اور محبت اسلامی محبت شخصی سے آخر سنہ ہجری میں یا پانچویں قرن میں اہل فرنگ نے شام کی آبادی پر ہجوم کرکے سیکڑوں قریہ اور شہر ہائے مسلمین کو خراب اور لاکھوں کا خون کر ڈالا اور قریب دوسو برس کے ان فرنگیوں کے ہاتھ سے مسلمان عاجز تھے حالانکہ اس فساد سے پہلے قوم فرنگ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے خاص ملکوں میں راحت اور آرام نصیب نہ تھا اسیطرح گروہ اوباش ترک و تاتار و مغول نے ہمراہ چنگیز خان کے اکثر شہر ہائے محمدیاں کو ویران کردیا اور مسلمانوں سے انہیں عقاید فاسدہ کی وجہ سے اسقدر نہ ہوسکا کہ اس بلا کو اپنی قوم سے دور کردیتے حالانکہ ابتدائی اسلام میں قلت جماعت سے بھی سو رچین تک ان کے

وہی کی چالیس ضرور سرسری نظر سے معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ تاریخ ہمکو بتلا رہی ہے کہ فرقہ جہار گانہ
موسیالیسٹ وغیرہ کا ایک یہ بھی بڑا بھاری کید اور مکر تھا کہ اپنی قوت سے یا چندہ سے مدرسہ
اسکول جاری کئے اور ماسٹر وہی لوگ مقرر کئے جو اُن کے ہم مشرب تھے اب تعلیم اطفال پوری
جب اِن کے قبضہ میں آئی۔ آستہ آہستہ عقاید نیچری کی تعلیم اطفال کو شروع کرا دی عرب کہا تھے
العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر لڑکپن سے جو بات آدمی کے دل و دماغ میں در آتی ہے پتھر
کی لکیر ہے وہ کبھی نہیں مٹتی ہے کچھ لوگ تو بانئے مدرسہ بنے اور کچھ لوگوں نے بلاد یورپ میں
متفرق ہوکر مدرسوں کی ماسٹری اختیار کی اور اسی ذریعہ سے اپنے عقاید میں پختہ ہو گئے
(جیسے محمدن کالج علی گڈھ کے) اب اِن کی جماعت بڑھ گئی اور روس کی سلطنت میں اِن
کی زیادہ کثرت ہوئی جنکو ہم نہلیسٹ کہتے ہیں بے شبہہ اگر یہ فرقہ قوت پکڑ گیا نوع انسان
کی بربادی پوری پوری اسی سے ہوگی۔ ہمارے ملک میں کانگریس کی جماعت بھی سلطنت کے
مقابلہ میں پیدا ہوئی تھی۔ اگر سرسید احمد خانصاحب پورے نیچرل ہوتے تو مسلمانوں کو اپنی
کانگریس قایم کرکے ہنود سے مخالفت نہ کرتے جسکا نفع اور ضرر کسی اور مقام پر لکھونگا اور لکھنے
کی ضرورت ہی کیا ہے آج مسلمانوں کو جو ضرر پہونچ رہا ہے اُسکو کون نہیں جانتا ہے مگر کانگریس
کے ممبروں کو بھی میں کہونگا کہ اگر وہ علوم و فنون حاصل ہوتے جو امریکا والوں کو ہیں یا اہل یورپ
کو تو ضرور بڑا فائدہ انکو اور ہمیں صیغہ تجارت اور صناعت ہی میں پہونچتا اور گورنمنٹ بھی راضی
رہتی مگر افسوس ہماری لاعلمی پر اب میں ہندوستان کے معزز جنٹلمینوں سے مخاطب ہوکر پوچھتا
ہوں کہ نیچری اصول جو باب (۱۹) میں لکھے گئے اگر آپ کو اُن اصول سے ظاہر خواہ باطن میں
اتفاق ہے اُن کی خرابی عقلی تو میں آیندہ لکھونگا۔ اور اگر اُن اصول کو آپ پسند نہیں کرتے
پھر تو ہمارے اور آپ کے کچھ نزاع اور مخالفت نہیں ہے۔ جو کوئی آپ کو نیچری کہے ہم اُسکے ویسے
ہی دشمن ہیں جیسے آپ اسلئے کہ پابند مذہب اسلام کو نیچری کہنا ایسا ہی بُرا ہے جیسے اسکو
کافر مرتد بے دین کہنا مگر آپکی مخالفت اصول نیچریہ سے کیونکر مانی جائے اسلئے کہ جو جو طریق فرقہ
نیچریہ کے تخریب اخلاق کے ہیں وہ تو سب ہم آپ میں دیکھ رہے ہیں اشتراک عام کی اصل پر گو

کرنیوالے۔ بہرحال جو رنگ انہوں نے اختیار کیا اس میں پورے اور ڈوبے ہوئے تھے اور اسکا
سرمایہ علمی اور عملی اُن کے پاس پورا تھا کسی غیر سے عربی اور انگریزی اور لاطینی اور عبرانی
یونانی زبان کا ترجمہ کرانے کے محتاج نہ تھے کسی عملی مسئلہ میں جیسے جرثقیل کا کوئی قاعدہ خواہ
ہندسہ کا کوئی مسئلہ یا جبر ومقابلہ کی کوئی مساوات اسکا حل کرنا اس میں اُن کو مترجم یا اسسٹنٹ
یا سکرٹری کی حاجت نہ تھی (آپ سمجھے یا نہیں ہمارے ملا جمال الدین صاحب یعنی جو پہلوان ہیں
کے عجیب لفظ لکھ رہے ہیں اُنکا مطلب یہ ہے کہ یہ نیچری ہندوستانی اور اُن کے جنرل نیچرل
باوجود اسقدر بے علمی کے اور مدعی فلاسفر ہونیکے ہوئے ہیں۔ اِن سے تو اہل علم کو خطاب ہی
کرنا چاہئے۔ ملا صاحب کو ہندوستان سے کوئی تعلق نہیں اور ہمکو تو یہیں مرنا اور یہیں جینا
ہم بھلا کب اسکو گوارا کرینگے کہ ہندوستان کے نیچری معززوں سے خطاب نہ کریں۔ اب اصلی
مطلب پر آیا ہوں ایک میرے دوست ایم اے نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک پروفیسر عربی کسی
کالج کے انہوں نے جب انتصار الاسلام کے اجزا پڑھے کہنے لگے کہ ابھی مولانا صاحب دروازہ
پر شہر نیچر کے نہیں پہونچے مجھے یہ سنکر افسوس ہوا کہ اگر پروفیسر صاحب کو ہمدردی اسلام ہے
تو مجھے تعلیم کریں کہ شہر نیچر کا نقشہ کیا ہے طول اور عرض جغرافیائی اسکا بیان فرمائیں اور اگر
میری کم علمی (جیسی کہ ہے) اسپر پروفیسر صاحب خیال کرکے غرض ان کی یہ ہے کہ میرا منصب
یہ نہیں ہے۔ کہ میں اس مرحلہ عظیم کو طے کروں اسکا تو مجھے ضرور اقرار ہے کہ مجھے علمی لیاقت
بہت کم بلکہ دراصل کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جنکو لیاقت ہے جیسے پروفیسر صاحب
ان کو اسلام سے ہمدردی نہیں ہے لہٰذا مجھکو اس بار عظیم کا اٹھانا اور اپنے اسلامی بھائیوں کو
اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے اور ہزاروں خانوادہ اسلامی کو جلا چکی بچانا ضرور ہے اب میں
سمجھا کہ پروفیسر صاحب کی یہ بھی ایک چال تھی جو چلی تھی تاکہ میں بھی چھوڑ دوں اور ہمت ہار کر
نیچریوں کا حال ظاہر نکروں ہاں جناب نیچر کوئی قلعہ یا کوئی بڑا بھاری شہر یا کوئی بڑی بھاری
کوٹھی یا فرامیس گھر نہیں ہے اصول نیچری وہ ہی وہ ہیں جو باب ۲ میں لکھے گئے یعنی
اشتراک عام اور اباحت عام البتہ چونکہ اس فرقہ کے لوگ پورے فلاسفر ہوتے ہیں اُن کی فریب

کی اشاعت سے دہریت اور انکار مبدا اور معاد لازم آتا ہے (دیکھو باب ۱۴) انتصار الاسلام
اب جاہل بیچارہ اس تہ کو کہاں پہونچ سکتا ہے اُسنے جب یہ سُنا کہ ہمارے اسلامی شریعت پر جو
شبہ فلاسفر کرتے تھے کہ خلاف عقل ہے اسکو سر سید صاحب نے دفع کر دیا وہ تو ہزار جان سے
گرویدہ ہو جائیگا اسکو کیا خبر ہے کہ مطلب سعدی دیگر است اب میں کہتا ہوں کہ کارروائی
فرقہ نیچریہ نے ابتدائی نشو و نمائی فرقہ ہذا سے تخریب دین اور دنیا کی غرض سے کی ہیں جنکو
ہم نے باب ۱۹ سے لکھنا شروع کیا ہے۔ وہ سب ہمارے ہندوستان کے نیچرل صاحبوں
نے پیری سے اپنے سر سید صاحب کی ہیں فرق اتنا ہے۔ کہ ہر فرقہ گذشتہ نے ایک
یا دو باتیں سکھلائیں اور جنرل نیچرل انڈیا نے سب کی سب تعلیم کردیں۔ ؎
حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اور پھر لطف
یہ ہے کہ وہ نیچریہ دشمن دین کہلاتے تھے اور ہمارے سر سید صاحب حامی اسلام اور سرپرست
مسلمین کہلائے گئے باغ لگے اور گلگنے بنائے یہی تو خوبی ہے کہ اسلام کی جڑ بنیاد اوکھڑ جائے
اور پھر حمایت اسلام کا لقب ہاتھ سے نہ جائے۔ ؎ ہمنے دیکھی نہیں اس کاٹ کی تلوار کہیں
نگہ یار سوا ایسے دل پہ سو زخم بدن پہ کہیں آثار نہیں۔ کہو کہتے اسے کیا۔ آپ خیال کیجے کہ جو
شخص اسلام کے نام پہ فدا ہو اور مسلمانوں کے حال زار پہ آنسو کے دریا بہاتا ہو اتنے آنسو
اگر آنکھوں میں کتان کا تیل بھی لگایا جائے کبھی نہیں نکل سکتے اور دن رات ہائی اسلام
ہائی اسلام ہو اور کچھ بھی صدا اسکی نہو مسلمانوں کی تعلیم کیواسطے دربدر بھیک مانگتا
پھرے کبھی کوئی کیسا ہی کم عقل یا ذی عقل اسکو دشمن اسلام کہ سکتا ہے ہاں جب عملی
کاروائی تعلیم اور تعلیم کی دیکھی جائے اسوقت البتہ راز سربستہ کھل سکتا ہے آپ ضرور کہینگے
کہ سر سید کا ذکر ہر جگہ کرنیکے نفسانیت پیدا ہوتی ہے مگر میں مجبور ہوں اسلئے کہ میرے نبی صلعم
نے فرمایا ہے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً مُبْتَدَعَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا اِلٰی یَوْمِ
الْقِیٰمَۃِ یعنی جو شخص کوئی بری بات سکھلائے پڑھائے اسکا وبال خاص اسی پر اور جو کوئی
اُس پہ عمل کرے قیامت تک رہیگا۔ آپ لوگوں کے پاس تہذیب الاخلاق (تخریب الاخلاق)

آپنے ابھی دختر اور خواہر اور مادر سے ہم بستری کو بظاہر مباح نہیں کیا ہے مگر تعلیم نسوان مثل
مردوں کے اور انکا سر بازار پھرانا یہ تو آپ ضرور کر رہے ہیں اور یہ تجویز کہ عورتوں کو لیاقت علمی
برابر مردوں کے ہو جائے - قطع نظر اسکے کہ شریعت انبیا کی مخالف ہے - عقلی دلایل سے بھی
اسکے فسادات کو ہم ظاہر کرینگے یہ بھی اسے اشتراک عام پر مبنی ہے پچھلے نیچرل صاحب صاف
شرائع انبیا کو ظلم صریح اور پابندی قیود بیجا کہہ دیتے تھے اب ذرا پردہ اور آڑ میں ہوکر ابطال
شرائع اس تقریر سے کرتے ہیں کہ جو احکام شریعت مخالف عقل کے ہیں وہ سب غلط اور
ناقابل العمل ہیں - اور یہ محض دھوکے کی بات ہے اور جاہل فریبی ہے عوام بیچارہ کیا سمجھ
سکتے ہیں کہ اسکی لم کیا ہے اصلی مطلب اسکا یہ ہے کہ جب احکام شرائع مطابق فلسفہ کے
ہیں پھر ہمکو نبی کی پیروی کیا ضرور ہے نبی بھی وہی کہتے ہیں جو ہمارے فلاسفر کہتے ہیں پھر ہم
نبی کی تقلید کی بیڑیاں کیوں پہنیں بطبق شرع یا عقل سے مطلب ان دشمنان دین کا یہ
ہے اگر آپکا بھی یہی مطلب ہے تو کھل جائی پردہ کیا ضرور ہے اور کہدیجئے جسطرح براہمہ منکر نبوت
ہمیشہ سے کہتے چلے آتے ہیں کہ بعثت انبیا محض لغو ہے - اسلئے کہ اگر نبی مخالف عقل حکم
دیتا ہے رد کرو اور موافق عقل دیتا ہے اسکو تو ہم پہلے سے جانتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۳
انتصار الاسلام میں گذر چکا اب اگر ہم آپکا یہ قول تسلیم بھی کرلیں کہ سر سید احمد خانصاحب نے
اپنے مسایل کو عقل سے مطابق کردیا اور آیات قرآنیہ کی تفسیر بھی ایسی ہی کردی کہ مطابق
عقل کے ہوگئی تو اسکا نتیجہ کیا ہوا یہی ہوا کہ دین اسلام وہی فلسفہ ہے جو آدمیوں کا بنایا ہوا
ہمیشہ سے جاری ہے قرآن کوئی وحی آسمانی نہیں ہے بلکہ وہی باتیں قرآن میں ہیں جو ہومر
اور ڈیمی کارٹس وغیرہ دہریوں کی کتابوں میں برابر درج ہوتی چلی آتی ہیں - محمد رسول اللہ صلعم
کو کوئی کتاب بہم پہونچی تھی انہوں نے براہ خود نمائی آپکو نبی اور قرآن شریف کو آسمانی کتاب
ظاہر کردیا جیسے اہل ہنود کہتے ہیں کہ چاروں کتب آسمانی ہمارے وید سے چھانٹ چھانٹ
بنائے گئے ہیں اب معلوم ہوا کہ آپکے سر سید احمد خانصاحب دوستی کے پیرایہ میں اسلام کی
جڑ کاٹنے والے تھے - حامی دین اسلام وہ شخص ہو سکتا ہے جو اس فلسفہ کی جڑ کاٹی جس

عربی میں ہے اُس سے ہمکو بالکل مجانبت ہو جائیگی اور اندیشہ ہے کہ شاید ہماری نماز
بھی اردو زبان میں پڑھنے کی تجویز ویسی ہی پیش ہو جیسے لیورپول میں مسٹر کولئن صاحب
کو بعض علماے اسلام نے تجویز کر دیا کہ انگریزی زبان میں نماز پڑھا کرو اور مدھامتان کی جگہ
دو برگ سبز کہدینا چاہیے بعض فقہانے بھی جایز رکھا ہے جسپر علماے اہل اسلام نے اسی
خوف سے نہ کیا کہ قرآن اور حدیث کا علم بھی متروک ہو جائیگا - دوسرا ضرر چھوٹے چھوٹے
رسایل نوایجاد سے یہ بھی ہے کہ طرز تعلیم مذہبی جو اہل اسلام کا مستمر ہے - اس میں شیعہ اور
اہل سنت دونوں فریق میں چھوٹے چھوٹے رسایل تعلیم دینیات کے موجود ہیں اُن کو ناپسند
کرکے جدید رسایل کی تصنیف سے پوری غرض یہی ہے کہ نیچری طریقہ سے اُن کی تبویب
اور ترتیب ہو تاکہ وہ خیالات پختگی اسلام کی ابتدا ہی سے بچوں کے دماغ سے نکال دیئے
جائیں اور جدید روشنی جو تطبیق شرع بالعقل کی پیدا ہوئی ہے وہی روشنی پھیلائی جائے
سررشتہ تعلیم کا اپنے ہاتھ میں رکھنا یہ پہلا پیچ اس اکھاڑہ کا ہے جس میں ہمارے پہلوان
پنبہ بقول ملا جمال الدین حسینی اترے ہیں جیسے اوپر بیان ہو چکا تیسرا ضرر اس تعلیم مذہبی
کا یہ ہے کہ جب علوم اسلامیہ کی اسقدر کمی تعلیم میں ہوئی اور فلسفہ کی تعلیم درجہ اعلیٰ پر جس
کی کوئی حد نہیں ہے یا اگر ہے تو ان حضرات کو معلوم نہیں اب ضرور جو شبہات جدیدہ
علوم جدیدہ سے پیدا ہو رہے ہیں - اُن کے دفع کرنے پر یہ تعلیم یافتہ ہرگز قادر نہوں گے
خیال کیجیے کہ اہل اسلام کے قدیم علوم کے تعلیم یافتہ اگرچہ اعلیٰ درجہ علمی پر پہونچ رہے
ہیں ان شبہات جدیدہ کے دفع کرنے میں سردست اُن کو درماندگی ہوتی ہے - پھر
جب اردو رسالے کے تعلیم یافتہ ہمارے اطفال ہوں گے - وہ بیچارہ کیا کر سکیں گے اب
زیادہ بحث اس تجویز پر کیا ضرور ہے - آپ دیکھ لیجیے جسقدر تعلیم یافتہ اس کالج کے سنی
اور شیعہ پاس شدہ موجود ہیں ان کی لیاقت علمی دینیات کیسی ہے اور وقت اُن کو
دینی تعلیم کا کسقدر ملتا ہے اور اُن کے عقاید مذہبی کیسے ہیں اور یہ کھلی بات ہے - کہ
سرکاری کالج اور اسکول کے پڑھے ہوتے ایسے نیچرل نہیں ہوتے ہیں جیسے محمدان

کو امید ہے ۔ کہ بقائے سلطنت کی فکر کرینگے ۔ پھر چونکہ ہمارے زمانہ کے اراکین سلطنت
کی بیدار مغزی پوری پوری ہے ہمکو زیادہ توضیح اس مطلب کی کرنی ضرور نہیں ہے ۔
ایک ممبر پارلیمنٹ لندن جو نیچرل تھے اور ایک بڑے عمل میں مسلمان کلکتہ جو نیچری خیالات
سے بھٹکے ہوئے تھے ان دونو کی خبرگیری حکام نے بخوبی طور سے کرلی ہے اور اسیطرح
آئندہ بھی امید ہے ۔ کہ ہوا کریگی انشاء اللہ ۔

اہل اسلام ہند بلکہ تمام دنیا کو نیچری تعلیم سے خبردار کردینا لازم ہے ۔

اب میں صاف صاف بیان کروں کہ ہمارے ہندوستان کے اہل اسلام پر نیچری تعلیم سے
دنیا اور دین دونو کا ضرر کسقدر پہونچ رہا ہے اور اگر تدارک نہ کرینگے تو یونانیوں اور اہل فارس
اور عثمانیوں اور فرانسیسیوں سے ہزار درجہ زیادہ ان کو خرابی اور مذلت کا سامنا ہوگا
پہلے دینی ضرر کا بیان چونکہ یہ کتاب مذہبی کتاب ہے لہذا پہلے دینی ضرر فرقہ نیچریہ
کا مجھے بیان کرنا ضرور ہے دیکھو برادران اسلامی اب تمہاری دینی خرابی کا درجہ یہانتک
پہونچا کہ جنٹو لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی و اودھ نے بھی اپنے لیکچر میں زور شور
سے بیان فرمادیا کہ اہل اسلام کو ان کی مذہبی تعلیم پوری دلانی ضرور ہے اور اسکی وجہ یہ ہے
کہ اہل اسلام کی تعلیم مذہبی کی نسبت جو تنگیاں علی گڈھ محمدن کالج میں ہوتی ہیں نواب
محسن الملک بہادر بالقابہ کے اسپیچ جو اسوقت میرے پاس نہیں ہے جسکا نمبر اور
تاریخ لکھوں اس میں صاف درج ہے ۔ کہ مذہبی تعلیم کے واسطے چند رسایل اردو چھوٹے
چھوٹے تصنیف کرکے داخل کورس کئے جائیں اسلئے کہ اسلام سچا اور واضح دین ہے
جس کی خوبیاں ایسی مخفی نہیں ہیں کہ زیادہ تعلیم کی ضرورت ہو پھر اگر مراد نواب صاحب
بہادر کی ادنی درجہ کی تعلیم ضروریہ ہے تو یہ درست ہے مگر اعلی درجہ کی تعلیم دینیات کا کوئی
دوسرا لیکچر میری نگاہ سے نہیں گذرا ہے اگر ہے تو خیر ورنہ اسلام کی دینی تعلیم چھوٹے چھوٹے
اردو رسایل کرانے سے اسلام کی دینی بیخ کنی پوری ہوگی اسلئے کہ اردو زبان سے اگرچہ
ضروری مسایل اعتقادی بچوں کی سمجھ میں آجاوینگے مگر چونکہ ہمارا قرآن اور علم حدیث زبان

اگر تمام یورپ اور ایشیا اور افریقہ کے تجربات میں فقط ہندوستانی کی
بھرتی ہو۔ پھر بھی نصف تعداد کو نوکری نہ ملے۔ اسی نظر سے قدمائی فلاسفہ
بھی مزاج ملک اور مزاج نظام عالم کو مرکب چار عنصر سے تجویز کیا ہے۔ ان
میں سے ایک عنصر نوکری بھی ہے۔ ہمارے نیچرل صاحب نظام عالم کو بسیط
یعنی ایک ہی عنصر سے غلط خیال کر رہے ہیں یہی سبب ہے کہ ہمارے تعلیم
یافتہ بعد فراغ تعلیم کے اسی تباہی میں گرفتار رہتے ہیں جس میں کہ پہلے
تھے۔ اب یورپ کے علوم جنکے ذریعہ سے ہم آزاد آدمی رہ کر اپنی دنیوی
ترقی سے مالا مال ہوں ان کا تفصیل مجھ سے سن لیجئے سب سے پہلا علم کیمسٹری
کیمیا جو سو برس سے عمل کے درجہ میں پہونچا ہے۔ اہل یورپ میں اور کسی
زمانہ میں اس قدر ترقی اس کی ہوئی ہے جو اور کسی علم کی نہیں کی ہے
تانبہ سے سونے چاندی بنانے کا انکار جو عالمگیر تھا۔ اب ایک ڈاکٹر نے اصلی چاندی
اور ایک امریکن نے سونا بھی بنا دیا۔ مجکو یہ دکھانا ہے کہ اس علم کے عملی
فوائد اس قدر ہیں۔ اور ہماری دنیوی ترقی کا آلہ اس سے بڑھ کر شاید اور کوئی
نہ ہوگا۔ فرض کرو۔ اسٹیرین کینڈل یعنی چربی کی بتی جسکا خرچ آج بھی ہمارے
ملک میں فقط شہر کلکتہ کی گھوڑا گاڑی کرایہ کی جسکا شمار لاکھ سے زیادہ
ہے۔ اس میں ایک مرتبہ میں نے حساب کیا تھا۔ روزانہ دس ہزار روپیہ کی
بتی کا خرچ تھا۔ ہندوستانی بتی چونکہ اس میں چربی کے تینوں جز ہوتے
ہیں۔ اسٹیرین یعنی کھلی (اولین) یعنی چربی کا تیل (گلیسرین) یعنی چربی کا شہد
اسی وجہ سے دیرپا نہیں اور انگریزی بتی فقط اسٹرین یعنی کھلی کی ہوتی ہے
لہذا دیرپا ہوتی ہے۔ اب میری غرض یہ ہے کہ کیمسٹری کی ترقی سے چربی
کے تین جزو مفید الگ نکالے گئے۔ اور بڑا فائدہ انسان کو پہونچا۔ اسی طرح
ہزاروں اشیا جیسے لوہا اور چمڑا اور روئی اور سن جھینٹہ وغیرہ اگر ہمارے

کالج علی گڈھ بر عکس ہند نامہ رنگی کا فوٹو کے ہوتے ہیں۔ اگر میں یوں کہوں کہ
دینیت محمدی کی تخریب کے واسطے یہ کالج بنایا گیا ہے اُس وقت البتہ محمڈن کالج
کے معنی درست ہو سکتے ہیں پھر چونکہ تعلیم دینیات کی یہ جماعت ابھی غور
سے تجویز کر رہی ہے تاکہ تعلیم علوم دینیہ اچھی طرح سے ہو۔ چنانچہ اب یونیورسٹی
کا بھی چندہ چل رہا ہے خیر دین تو رخصت ہوا اب دنیاوی تعلیم کو لیجئے دنیاوی
ضرر تعلیم نیچری کا۔ اس ضرر کا بیان کرنا ایک طولانی تقریر کا محتاج ہے۔ اور اسکے دعاوی
اور دلائل کو وہی لوگ سمجھیں گے جنکو آج یورپ کے علوم جدیدہ سے کسی قدر آگاہی
ہے مجھکو تو اُسکا بیان ایسا کرنا ہے کہ ہر شخص اس طرز تعلیم کو سمجھکر اپنے ملک کی
فلاح اور بہبودی پر پوری نظر ہو۔ انگلستان میں نتائج مفیدہ تعلیم [illegible] ہاں جناب
اگر آپ کو جدید تعلیم سے پوری لیاقت ہنوز پیدا ہوئی ہے۔ تو اخبارات یورپ کے
ضرور نظر سے گذرتے ہونگے۔ وہ بھی ایک عمدہ ذریعہ آپکو اچھی دنیاوی ترقی کی
راہ دکھلانے کا ہے۔ اسلئے کہ جب مجھ سا اردو خوان اس قدر جانتا ہے۔ تو ہمارے
معزز بی۔ اے۔ ایم۔ اے۔ کو بدرجہ زیادہ معلوم ہوگا۔ اس وقت یورپ کے اہل
علم اور صاحبان عقل ہرگز وہ تعلیم ذریعہ ترقی دنیوی نہیں خیال کرتے جس سے کسی
گورنمنٹ کی نوکری انکو ملے بلکہ اُس کو ننگ و عار اور آزادی کے سراسر خلاف جانتے
ہیں۔ اور جیسا کہ عقل صحیح کا مقتضی ہے۔ کہ نوکری بدتر از غلامی ہے۔ اسی طرح
وہ بھی نکار بند ہو رہے ہیں آپ دیکھ لیجئے کہ بڑا عہدہ گورنری کا ہے۔ وہ بھی [illegible]
منٹ میں مقید کیا جاتا ہے۔ پھر جو ہماری تعلیم انہیں علوم اور فنون کی تحصیل
کراتے ہیں جس سے امور سلطنت میں ہمکو مداخلت رہے۔ قطع نظر اس بدگمانی
کے جو اوپر لکھی گئی۔ ہماری آزادی اور حریت کے بھی کس قدر مخالف ہے۔ اور
پھر چونکہ نوکری ایک محدود صیغہ ہے۔ اور بقول بعض حکام عالی مقام کے
ہمارے ملکی سند یافتہ انٹرنس سے لیکر ایم اے درجہ تک اس قدر ہو چکے کہ

آلات کے بنانے کا علم یعنی علم میکانیکی پڑھایا جائے۔ یا ہم کو فقط کینچ
ڈھالنے کا ہنر سکھلایا جائے۔ یا ہم کو فقط لوہا گلانے کا طریقہ معلوم ہو یا ہم
کو فقط لیدر یعنی چمڑا صاف کرنے کا ہنر سکھلایا جائے۔ یا ہم کو فقط چینی اشیا کے
بنانی اور معدنی کا بنانا آجائے یا ہم کو سینگ ڈھالنے کا ہنر بتلایا جائے
یا ہم کو اینمل چارکول یعنی حیوانی کوئلہ بنانا اور حیوانی کوئلے سے رشوگر
یعنی بوری شکر بنانی سکھائی جائے یا ہم کو ربڑ کی چیزیں بنانی آجائیں
یا ہم کو سوڈا بنانا خواہ سن اور سنی سے عمدہ اطلس بنانے کا ہنر آجائے
یا ہم کو بوراکس یعنی سہاگہ صاف کرنا یا ہم کو کلاک اور ٹیم پیس اور لیور جیبوا
اقسام گھڑیوں کے پرزے بنانے معلوم ہوں اور کچھ نہ ہو تو فقط چھری جو
ہندوستان میں چار کروڑ سالانہ فروخت ہوتی ہیں ہم کو یہی صنعت آ
جائے اور کہاں تک لکھوں۔ ہم کو فقط ڈاکٹر واٹ صاحب کی ڈکشنری جو
سو روپیہ کو آتی ہے خواہ ڈاکٹر یور کی ڈکشنری مطبوعہ لندن [illegible] جو چھ
روپیہ کی آتی ہے اسی کے مطالعہ کرنے کی توفیق ہو تو ہمارا دکھڑا روتا ہماری
بربادی اور تباہی کا بالکل بدل جاتے ہیں اور بھی سیکڑوں قسم کی صنعت
جدیدہ کو لکھوں مگر جب کہ تعلیم جبری اسی قسم کی ہے اور تمام لیڈر ہمارے دھوکہ
میں پڑکر اسی ڈھرے پر چل رہے ہیں کیا اثر ایک آدمی کی تحریر اور تقریر کا متصور
ہے۔ مسلمانوں کی ترقی اس میں کوئی شبہہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ کی ترقی کے اسلحہ
اور طریقہ جدا جدا ہوتے ہیں اور اس میں ضرور شبہہ ہے کہ بدون سلطنت کی امداد کے
ترقی دنیوی ناممکن ہے۔ اب سلطنت کا حال تین طرح کا ہوتا ہے (۱) ہماری ترقی
کی مددگار ہے (۲) ہماری ترقی کی مخالف ہے۔ (۳) نہ مددگار ہے نہ مخالف ہے
اسی طرح ذریعہ ہماری ترقی کی تین قسم کے ہیں (۱) بدون امداد سلطنت کے ہم اُس
ذریعہ کو پورا نہیں کر سکتے (۲) کچھ بھی امداد سلطنت کی ہم کو حاجت نہیں ہے (۳) جب

معزز اطفال کو فروع کیمسٹری کی تعلیم دلائی جاتے۔ لاکھوں طرح کے ہنر ان کی روزی پیدا کرنے کے ایسے اب یوروپ سے ہم سیکھ سکتے ہیں۔ کہ ہرگز نوکری کی ہکو پروا کبھی نہ رہے۔ اسی طرح جیالوجی اور پاٹالوجی میکانیکی یعنی زمین کے طبقات کی پیداوار کا حال زمین کی معدنی اشیا کی شناخت کہ بعض اہل یوروپ مزہ چکھکر مٹی کا اور بعض اور طریق سے تبلا دیتے ہیں کہ اس زمین خواہ اس پہاڑ میں فلاں معدنی شے نکلے گی۔ دریاؤں کی اشیا کا علم علم ہوا کے ذریعہ سے سیکڑوں آلات اور اشیا کی ایجاد ہوتی ہے علم فلاحت کی پوری ترقی سے ایک ہی کاشتکار امریکہ میں لاکھ بیگھہ کا کھیت دخانی انجن سے طیار کرتا ہے جس کی آمدنی مہاراجہ گوالیار کی ملکی آمدنی سے برابر اخبارات میں درج ہے۔ اگر میں تفصیل اُن علوم اور فنون کی لکھوں ایک جداگانہ کتاب طیار ہو۔ اور سب جانے دیجے جس قدر آلات اور میٹر یعنی پیمانہ اب طیار ہوتے ہیں۔ مثلاً سیر و میٹر ہوا ناپنے کا پیمانہ ایرلو میٹر اور لکٹو میٹر جس سے ڈاکٹر پیشاب کی گریوٹی یعنی وزن صنعی دریافت کرتے ہیں۔ اور لکٹو میٹر سے دودھ میں جس قدر پانی ملا ہوتا ہے۔ اُس کی شناخت ہو جاتی ہے۔ اور مخبر زلزلہ جو کہ زلزلہ کے آنے کی خبر پہلے سے دیتا ہے۔ یہ کتاب عروس بدیعیہ موجود ہے۔ اور اسکول اور کالج میں یہ سب اصول اور فروع تھوڑے تھوڑے پڑھائے بھی جاتے ہیں۔ ہزار افسوس نہ ہمارے ریفارمروں کو اس قدر لیاقت ہے۔ کہ ہمارے اطفال کو اس کی ہدایت کریں اور نہ ہمارے تعلیم یافتہ ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ کو اتنی سمجھ ہے۔ کہ اپنے نفع اور نقصان کو پہچانیں۔ لہذا بجز فلاکت اور وقت اور پریشانی کے اور کچھ نتیجہ اس تعلیم کا اگر ہے۔ تو یہی ہے۔ کہ نچرل نیچاجے۔ دین سے بھی ہاتھ اٹھاؤ جس طرح دنیا خراب کردی میرے معزز تعلیم یافتہ دیکھو اگر تم کو فقط انہیں

تعلیم انگریزی قرار دی ہے۔ دیگر ہیچ کسبی پورے سند یافتہ کو آپ نے سنا ہے۔ کہ
بجائے خود اپنے علم سے بدون تعلق گورنمنٹ کے کچھ کام کر سکتا ہے۔ حالانکہ علوم
جدیدہ کے اصول اور فروع ایسے ہیں کہ آدمی آزاد ہو کر اپنی معاش کی تدبیر خود آپ
ہی کر سکتا ہے۔ ان علوم اور فنون کا تو نام بھی نیچرل صاحب خواب میں نہیں لیتے
اور ہائے ہائے کے نعرہ بلند اور قومی تنزل کے مرثیہ نظم اور نثر میں برابر پڑھے جاتے
ہیں شاعر نے خوب کہا ہے ؎ ماتم کریں حسین کا تو مٹی ن پورہ قوم کی تباہی پہ زار قطار
تو ضرور آپ روتے ہیں مگر تدبیر ترقی کی وہی کرتے ہیں جس سے رہی سہی ہماری
تھوڑی سی خوشحالی وہ بھی جاتی رہے۔ کوئی رسالہ یا کوئی پرچہ اخبار جس میں کوئی
آرٹیکل قومی ہمدردی کا آپ نے پڑھا ہے جس سے قومی ترقی جو علوم کے ذریعہ سے
آج ہو سکتی ہے اسکی طرف اشارہ بھی ہو تین ڈپٹی کلکٹری سالانہ محمڈن کالج کے
سند یافتہ کیواسطے گورنمنٹ نے سنتے ہیں کہ منظور کی ہیں۔ اگر سچ بھی ہو۔ اچھا سند یافتہ
جو ہر سال کا اوسط کسیطرح تین سے دہ چند ہو گا وہ بیچارہ کیا خاک نباہ کر بسر کرینگے
اور بڑا فخر اسکا کہ ہم تین معزز سند یافتہ کو ہر سال گورنمنٹ نے اپنی غلامی میں لینا منظور
فرمایا ہے خاک ایسے فخر اور مباہات پر۔ مجھ سے میرے معزز دوست عالی دماغ ہنر
پرور منشی نول کشور متوفی نے اپنی تالیف (سوانح عمری) کا آخری قصہ یہ بیان کیا کہ
جب ملک اودھ کو آنے لگا ایک فقیر گروجی الہ آباد کے پاس گیا کہ میرے واسطے دعا
کیجئے کہیں دو پیسہ کی نوکری مل جائے۔ گروجی نے کہا نوکری کیسی تیرے واسطے
ایسی دعا کرتا ہوں کہ سیکڑوں آدمی تیرے نوکر رہیں۔ اور کسی کا غلام نہ رہیگا
چنانچہ میں لکھنو میں آیا اور اودھ اخبار جاری کرنے کا خیال میرے دل میں آیا۔
اور منشی رام دیال صاحب تحصیلدار کی بدولت اس کام کو شروع کیا آج ایک ہزار
روپیہ روز کا چٹھہ ملازمان کا میں تقسیم کرتا ہوں اور لاکھوں کا سرمایہ نقد اور
جنس موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جدید تعلیم کا جو اصلی نتیجہ ہے۔ کہ ہم آزاد

تک سلطنت کی مخالفت نہ کریں وہ ذریعہ پورا نہ ہوگا پھر چونکہ سلطنت کی ترقی
وہی ترقی رعایا کی ہے لہذا ہماری ترقی کا روکنا اسی سلطنت کو مقصود ہوگا
جو اپنی ترقی کو مٹانے کے درپے ہے اب فرض کیجیے۔ کہ زبان انگریزی کی تعلیم
کی ہم کو ضرورت اس وقت کیوں ہے۔ اولاً تو حاکم کی زبان ہے جس سے ہمارے
معاملات کا تعلق ہے اور معاشرت پوری پوری اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ حاکم
اور محکوم کی زبان متحد ہو قاعدۂ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ حاکم زبان رعایا کی
سیکھے مگر خیر اس وقت کی سلطنت کا یہی منشا ہے۔ کہ رعایا زبان پادشاہ کی سیکھے
کچھ مضایقہ نہیں ہے علم زبان سیکھنے میں مگر یہ فایدہ صرف معاشرت سلطان اور
رعایا کا ہے جو انگریزی زبان سیکھنے سے حاصل ہوگا اور اس فائدہ سے فقط زبان انگریزی
کا سیکھنا ضرور ہوا اب زبان دانی کیواسطے لاجک (منطق) اور فلسفہ عقلیہ اور فلسفہ
طبعیہ وغیرہ دیگر علوم کو انگریزی زبان میں پڑھنا ضروری نہوگا اور پھنے یہ بھی مانا کہ
سہولت تعلیم اسی میں ہے کہ ایک ہی زبان میں جملہ علوم پڑھائے جائیں۔ اب
ان علوم کی غرض اور غایت معاشرت سلطان کی نہیں ہے بلکہ اپنی تکمیل عملی اور
علمی غایت ان علوم کی ہے پھر چونکہ دنیاوی فوائد علوم عملی سے پیدا ہوتے ہیں
اب فرمائیے کہ ہمارے تعلیم یافتہ اعلی درجہ کے پاس شدہ اُن کو عملی فوائد اس تعلیم
سے کیا ہوتے ہیں ہمارے ریفارمر پرنسپل صاحب بہادر جو سر آرٹیکل میں ارشاد کرتے
ہیں کہ انگریزی تعلیم کی ضرورت ابھی اہل ہند پر بخوبی ظاہر نہیں ہے۔ وہ ضرورت
کونسی ہے وہ ہی نوکری اور بیرسٹری یا اور کوئی ضرورت ہے بڑا حوصلہ اگر ہمارا
ہوا تو ولایت جاکر سول سروس کا امتحان دیا اور بیرسٹری کی سند لائے۔ یا
میڈیکل صیغہ سے پاس ہوکر سول سرجن تو کیا اسسٹنٹ سول سرجن بن کر آئے
یا شاذ و نادر علم فلاحت میں پاس ہوکر آئے اور محکمہ زراعت کی افسری کا عہدہ
ملا بہر حال وہی حکام کی نوکری کی غلامی سے آزاد نہوں اسی کو غایت اور غرض

اور قید نوکری سے آزاد ہوں اُس کو نیچری فرقہ نے بالکل خراب کر دیا ہے اور
قومی ترقی جو اس زمانہ میں آسانی سے ہو سکتی ہے اسکے پورے مخالف یہی لوگ ہیں
جنکا اصلی منشا یہ ہے کہ آدمی مثل ریچھ اور بندر کے حیوانی افعال سے متصف ہو میرا ارادہ
تھا کہ علوم جدیدہ سے جو فواید ہمکو ہو سکتے ہیں اُن کو پوری تفصیل سے لکھوں مگر یہ
تقریر میری موضوع بحث کتاب سے خارج ہے لہذا ایک جواب ضروری شبہ نیچریہ
کا لکھکر اس بیان کو ختم کرتا ہوں بعض نیچریوں سے جب میں نے پوچھا کہ سرسید
صاحب نے کالج کھولا مگر ابھی کوئی درجہ آرٹ سکول یعنی مدرسہ صنائع کا اس کالج میں تجویز
نہ کیا نیچرل صاحب نے جواب دیا کہ مولانا صاحب کے دماغ میں صدرا شمس بازغہ بھرا ہوا ہے
ملکی مصالح یعنی پولیٹکل باتیں آپکو نظر نہیں آتیں۔ ابھی ہم لوگ اسقدر علمی لیاقت کو نہیں پہونچے
کہ آرٹ سکول کی تعلیم ہمکو دلائی جاوے ہم نے کہا دستکاری اور صنائع کے واسطے ایسی
لیاقت کی کیا ضرورت ہے یہ تو بچے بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہم کسی صنعت کے سیکھنے میں بجز چند
اصول علمی اور علوم کے محتاج نہیں ہیں یہ اولٹی بات آپنے کیوں کہی نیچرل صاحب ایسی
اولٹی باتیں ایسی سے تو ہم لوگ ملاؤں کے معتقد نہیں ہیں اور سب جانتے ہیں کہ یوروپ
کی صنائع جسقدر ہیں سب دخانی انجن سے چل رہی ہیں یا ریل جہاز جیسے سوئی لوہے
کی اور ہوا کا کام چاہئے کا مگر ابھی دو دو انجن سے نکلتے ہیں اور انجن کا بنانا اور اسکے پرزے
ڈھالنا آپکو معلوم ہے کتنے علوم پر موقوف ہے پھر اگر ہم کوئی کارخانہ جاری کریں اور انجن
ولایتی کے محتاج رہیں فرض کیجیے کہ اہل ولایت ہمکو انجن نہ بھیجیں یا کثرت اشیاء کی مدد
نہ کریں اب فرمائیے کہ ہمارا لاکھوں روپیہ کا سرمایہ جو خراب ہوگا اسکا تاوان کون دیگا
آپ نے سمجھا میں نے کہا بس بیٹے تو آپ کی یہی بات نادانی کی ہے کہ بدون دخانی کل کے
کوئی صنعت چل نہیں سکتی ہم سیکڑوں اشیا مصنوعی ایسی بتلاتے ہیں کہ ہرگز اسمیں انجن
کی ضرورت ہی نہیں ہے اور اکثر صنائع یوروپ کو دیکھئے اور بعض محال انجن بنانے
کی صنعت اسکا سیکھنا ہمکو کیوں دشوار ہے اور وہ کون مخفی علم آسانی ہے جسکی تعلیم

تاریخ سے بتلا سکتا ہے کہ ہمارے نبی نے کبھی کسی معمول پر مشق کی غرض سے کوئی عمل کیا
تھا اگر راستبازی کا پتا پوچھیگا تو یہی دلیل کافی ہے کہ ہمارے نبی صلعم ہرگز عمل مسمریزم
کے عامل نہ تھے اور تعصب اور ہٹ دھرمی کا تو علاج ہی نہیں ہے اسیطرح خواص
علم حروف کے آثار اور عجائب نتائج کا بھی حال ہے جسکو میں باب آیندہ میں لکھونگا دوسرا
فرق جسقدر اعمال نفسانی اور روحانی ہیں ان میں شرط اہم یہی ہے کہ تخلیہ اور اجتماع
حواس اور بے تعلقی امور دنیاوی سے ہو اور جتنے امور تشویش ظنون اور تردد خاطر اور
اضطراب قلب اور فکر اور غم کے ہیں ان سب سے عامل کو دوری ہو انبیا علیہم السلام
کے معجزات ہزاروں اسی قسم کے ہیں کہ عین حالات اضطرار اور پریشانی خاطر بلکہ محاصرہ
اور نرغہ اعدا اور منکرین ہیں خاص کر انکا ظہور پورا پورا ہوتا تھا بلکہ مجھے تاریخ بتلا رہی ہے
کہ جسقدر شروط کی کمی بلکہ شروط کا عدم ہوتا تھا اسی قدر ان حضرات کے معجزات اور بھی
ظاہر ہوتے تھے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ اب اگر وہ مسمریزم کوئی دوسرا علم وہبی ہے
جسکو ہم نہیں جانتے ہیں اور اسکے شروط ہمارے مسمریزم معلوم سے جداگانہ ہیں اب تو ہم اسی
کو علم الٰہی مان کر انبیا ع کے معجزات پر ایمان لائینگے تیسرا فرق جسقدر آلات اور وسائل
اور ذریعہ قوت نفسانی (اوڈ ائل) کے بڑھانے کے آج تک تمام ہوئے اور جو اشیا مضر اس
نورانی اثر کے ظاہر ہونیکے ہیں انبیا علیہم السلام نہ کسی آلہ کے محتاج تھے اور نہ کوئی چیز انکو
معجز نمائی سے کبھی روک سکتی تھی وہی ایک ذات مقدس تمام شروط اور آلات اور اسباب
سے الگ ہوکر اپنا نورانی اثر بحکم خدا ظاہر کردیتے تھے چوتھا فرق جب کوئی عامل مسمریزم
وغیرہ اپنا اثر نفسانی کسی دوسرے پر جو غالب ہو بغرض جذب یا سلب امراض وغیرہ
پہونچانا چاہتا ہے اسکو کسی واسطہ اور رابطہ کی حاجت ہوتی ہے جس میں اپنے اوڈ ائل
(اثر نورانی) کو بذریعہ پاس کرنے کے بھر دیتا ہے مثلاً کپڑا روئی یا پانی مقناطیس مصنوعی
شیشہ کوئلا وغیرہ ایسی ہی چیزوں میں طریقہ معلومہ سے وہ اثر بھر جاتا ہے اور مریض کے
پاس انکو پہونچاتے ہیں۔ انبیا اور ائمہ علیہم السلام اپنے معجز نما اثر کرنے میں کبھی اسکے محتاج

ہر ایک صناع بمقدار اپنی دستکاری اور قدرتی مصنوع میں فرق کر سکتا ہے دوسرا آدمی جو اس کام کو نجانتا ہو وہ کبھی نہیں کر سکتا ہے لیکن چونکہ عوام جہال بلکہ بعض خواص کو خصوصاً اس زمانہ میں سبب سے رپانچٹ یعنی تختی اور میز اور انگوٹھی اور گھڑی طلسمی خواہ مقناطیس مصنوعی اور کرسٹل جادو وغیرہ جن سے عمل مسمیرزم میں مدد ملتی ہے بکثرت شائع ہوئے ہیں بہت بڑا اشتباہ معجز نمائی میں اس عمل اور علم خام کیوجہ سے پڑتا جاتا ہے۔ لہذا ہم لوگ پابندان مذہب آسمانی پر نہایت ضرورت اسکی ہے کہ اس علم اور عمل سے جو آثار عجیب صادر ہوتے ہیں ان میں اور معجزات انبیاء میں پورا فرق ایسا بھی ثابت کردیں کہ عوام بیچارہ جو زیادہ تر محتاج ہدایت ہیں انکے عقاید میں خلل نہ پڑے۔ اگرچہ یہ دعوی کرنا مجھے اپنے علم علمی کی نظر سے مناسب نہیں ہے لیکن چونکہ بغرض ابطال شبہات میں بھی بوجہ کفائی اسکا تجربہ کرچکا ہوں لہذا انشاءاللہ میرا بیان محض قیاسی اور فرضی نہوگا اسلیے کہ سہ ز گفتن تا بہ کردن فرق باشد۔ وھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ہاں میرے معزز پابندان مذاہب آسمانی اب ذرا توجہ کرکے اپنے ہادیان برحق انبیا علیہم الصلوات کے تاریخی حالات پر اور عاملان مسمیرزم کی موجودہ حالات پر غور کرو اور بعد غور کرنے کے انکے معجزات اور ان خوارق عادات میں جو علوم انسانی اور خاص کر مسمیرزم اور علم خواص حروف سے ظاہر ہوتے ہیں انکے فرق کو سمجھو پہلا فرق تدریج کا ہے یعنی رفتہ رفتہ ادنی سے اعلے درجہ علم اور عمل پر پہونچنا اور یہ فرق جملہ علوم اور اعمال وہبی اور کسبی میں ہے جیسطرح کسی مبتدی متعلم علم ہندسہ اور حساب کو بہت دشوار ہے کہ شکل ۲۹ اقلیدس م ۱ کو بدون ان سب شکلوں کے سمجھے ہوئے جان سکے جنپر یہ شکل موقوف ہے یا بدون عمل تفریق اور ضرب کے عمل قسمت کو پورا کر سکے اسیطرح عامل مسمیرزم سے ممکن نہیں کہ بدون تکمیل ضبط و خیال کے اپنا پورا اثر کسی معمول پر ڈال سکے۔ چہ جائکہ خود ہی عامل ہو اور خود ہی معمول اور پھر درجہ انکشاف پر جسکو سکوت اعلے کہتے ہیں پہونچ جائے۔ اب کوئی منکر نبوت کسی نبی کا اور خاص کر ہمارے نبی امی عربی تہامی صلعم کا ہمکو

حضرات انبیا پر جنون کی کیفیت ہمیشہ یا کبھی کبھی پیدا ہوتی تھی چھٹا فرق مسمریزم
کے پورے اثر ہونے میں شرط ضروری یہ بھی ہے کہ جس پر اثر ڈالا جاتا ہے وہ منکر اس اثر
کا نہو یا تو اسکے سچے موثر ہونے کا معتقد ہو یا خالی الذہن ہو کہ نہ منکر ہو نہ معتقد اور منکر
کا انکار جسقدر زیادہ ہوگا اسیقدر اثر اسپر دشوار بلکہ اکثر کچھ بھی نہوگا۔ انبیاء اپنی معجز نمائی
خاص منکرین نبوت ہی پر فرماتے تھے اور معتقدین پر انکو حاجت اعجاز نمائی کی نہ تھی اور جسقدر
انکار کسی کا شدید ہوتا تھا اسی پر معجز نمائی پوری ہوتی تھی جیسا کہ ہمکو تاریخ بتلا رہی ہے
ساتواں فرق قابلیت اثر کے جو اصول اس علم میں مقرر ہوئے ہیں مثلاً قوی دل نہونا
اختلاف مزاج سوداوی صفراوی وغیرہ اور کم عمری خواہ عورت ہونا نرم اندام وغیرہ یہ
سب امور معجز نمائی انبیاء میں ہرگز ملحوظ نہ تھے بلکہ وہ شخص کسی مزاج اور طبیعت کا ہوتا اور
کیسا ہی قوی دل اور مسن اور معمر ہو ہر شخص پر انکی معجز نمائی برابر ہوتی تھی آٹھواں فرق
کیسا ہی زبردست عامل مسمریزم ہو اور کیسا ہی عمل خواص حروف میں اور کیسا ہی ساحر
اور جادوگر ہو نبی اللہ اور اوصیاے انبیاء پر ہرگز اسکا عمل کارگر نہیں ہو سکتا اور یہ بھی
ایک بڑا فرق نبی اور غیر نبی میں ہے اور نبی اللہ کا اثر اعجاز کوئی عامل کیوں نہو نہ روک
سکتا ہے اور نہ عکس عمل سے اسکو مٹا سکتا حضرت موسیٰ ؑ کی نسبت جو قرآن مجید میں
وارد ہے کہ آپکو جادوگران فرعون کی رسیوں اور لاٹھیوں کے سانپ کی طرح دوڑنے
سے خوف ہوا یہ خوف اُنکے سحر کے اثر سے ضرور نہ تھا اسلیے کہ حضرت موسیٰ کو خدا نے
ہر طرح سے بیخوف کر کے مقابلہ فرعون اور اتباع فرعون کیواسطے بھیجا تھا اور وعدہ نصرت
اور ظفر پورا کر لیا تھا چنانچہ قرآن مجید میں سب مذکور ہے باوجود ایسے پختہ وعدہ کے نبی اللہ
کو اگر خوف ہوتا معاذ اللہ انکے ایمان میں ضعف پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے وعدہ پانے
حتی پر آپکو بھروسا نہ تھا ایسا ضعیف الایمان کوئی ادنیٰ درجہ کا بشر بھی نہیں ہو سکتا
ہے چہ جائیکہ نبی اولوالعزم بلکہ حضرت کو خوف اسکا ہوا تھا کہ ہزاروں آدمی آپکی امت
کے جو اسوقت حاضر معرکہ امتحان تھے ایسا نہو قبل ظہور معجزہ کے مارے خوف کے بھاگ

نہ تھے انکو خدا نے یہ طاقت بخشی تھی کہ وہ مردہ زندہ کیا کرتے اور غیر آثار ظاہر ہوتے گئے پاس
کرنا اور بھوت پچھلا وغیرہ یہ سب امور ایسے لوگوں سے کہ جو اعمال کے اثر سے ہم اسی
درویش سے ہیں معتقد ہیں ہے تو کچھ ہونے سے کہا ہو گیا صلوات اللہ علیہم اجمعین
پانچواں فرق معمول مسمریزم پر جب حالت غالب ہوتی ہے اس وقت اسکے حواس
خمسہ ظاہری بالکل مسلوب ہو جاتے ہیں سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ گرمی سردی کے امتیاز
اس میں ہوتی ہے اور یہ کیفیت عمل مسمریزم کی سے جا ہوں کسی غیر پر عمل کر دیا ہو خود اپنے
اوپر یہ حالت وجد اور استغراق کی پیدا کر بیٹھے ہم ہی اسکا شاہد ہے اور یہ بات عقلی بھی
اسی پر قائم ہے کہ قوائے باطنی کے غلبہ سے قوائے ظاہری مغلوب ہو جاتے ہیں اور
قوائے ظاہری کے غلبہ سے قوائے باطنی مغلوب اور معطل ہو جاتے ہیں انبیا علیہم
الصلوٰۃ والسلام جب کسی کو کوئی بات غائب کا یا عجائبات دکھلاتے تھے وہ شخص اسی معمولی
حالت میں اپنے حواس خمسہ باقی رہتا تھا اور سب کچھ وہ فرق اسکو بھی حس میں نہیں
محسوس ہوتا تھا اور خود وہ حضرت بھی ہمیشہ مسمریزم کی کیفیت وجد اور استغراق
(نعوذ باللہ) میں معمولی حالت سے جدا نہیں ہوتی تھی بلکہ ہوش ہی رہا تا ضرور ہے کہ جنون
کی حالت کو جو زیادہ مشابہت خواب مقناطیسی سے ہو الغرض یہ سے صاحب وغیرہ علمای
علم مسمریزم دے رہے ہیں اور سید احمد صاحب بھی کتابیں لکھ رہے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم
کو بھی کفار مجنون کہتے تھے اسی شبہ کے مٹانے کی غرض سے ہمیشہ ہمارے نبی صلعم
کفار سے جب مناظرہ اور مباحثہ فرماتے تھے اُنسے بار بار استفسار کرتے تھے کہ مجھ میں
کوئی بات جنون کی تم پاتے ہو چنانچہ ہم نے ص ۲۲ میں اسکو لکھا ہے اور اس جگہ ہمکو دوبارا
اس بات کا لکھنا ضرور ہے کہ جنون ایک مرض ہے اتفاقیہ جسکو طبیب دلائل عشرہ
مذکورہ طب سے بخوبی پہچان سکتا ہے اور وجد اور استغراق اور خواب مقناطیسی یہ
امر اختیاری ہے اور انبیا علیہم السلام کی حالت معجزہ نمائی وہ تیسری بات ہے جو سب
سے الگ ہے کسی دیندار کو ان باتوں سے منکرین نبوت کا یہ قول شبہ میں ڈالے کہ معاذ اللہ

اگر یہ شبہہ کسی کو ہو کہ جسطرح فطرتی اشیا جیسے زہر اور تلوار وغیرہ کا اثر آپ پر ہوتا تھا۔
اسیطرح آثار نفسانی اور سحر جادو کا اثر بھی فطرتی ہے اسکے ہونیکا انکار کیوں کیا جائے
جو قانون قدرت (لاآف نیچر) کے مخالف ہے مطلب یہ ہے کہ فطرتی آثار کے انکار
کرنے سے قانون قدرت (لاآف نیچر) بگڑ جائیگا پس ممکن ہے کہ عمل روحانی مثلاً مسمریزم
خواہ سحر کا اثر ان میں ہوتا ہو مگر وہ اپنی قوت خداداد سے اسکو دفع کر دیتے ہوں خلاصہ
یہ ہے کہ نیچر کے خلاف یہ عقیدہ ہے کہ انبیا علیہم پر مسمریزم اور سحر وغیرہ نہیں چلتا تھا جواب
اسکا یہ ہے کہ جب انبیاءؑ کے جملہ معجزات کو ہم خلاف نیچر یعنے خلاف قانون عادی کے
ثابت کر چکے پس یہ ایک بڑا معجزہ کہ انحضرت پر کسی کا سحر وغیرہ نہیں چلتا تھا اسکے
ماننے میں ہمکو کونسا امر مانع ہے ہمکو نیچر فرضی غیر اصلی کی پابندی اپنے نبی کے معصوم
محفوظ ہونے میں کیوں ضروری ہوگی۔ اب رہا سمیات اور تیر اور تلوار کا اثر جسمانی اور
موثرات نفسانی اور روحانی اور خواص حروف اور سحر وغیرہ کی تمثیل اس میں مطابقت
ممثل اور ممثل لہ کی شرط ہے کوئی شخص ان دونو اثر کو یکسان نہیں ثابت کر سکتا ہے
اور وجوہ فرق موثرات جسمانی اور غیر جسمانی کے بہت ہیں اور تمثیل سے کسی عقلی بات کا
ثابت کرنا یہ نہایت خراب طریقہ ہے بلکہ فلاسفہ قدیم اور جدید بھی مثل لارڈ بیکن اور دے
کارٹس اور لاک وغیرہ اسکو ضلالت اور گمراہی کہہ چکے ہیں المختصر انبیاءؑ کی فطرت کو ہم
اسی عمدگی پر خیال کرتے ہیں کہ ان پر سحر وغیرہ کا اثر نہیں ہوتا تھا اور یہی بڑا مابہ الفرق ہم
میں اور انکی ذات مقدسہ میں ہے اور عقل بھی اسی کو ضروری مانتی ہے نقلی دلیل
دیکھو شگون اور بدشگونی کی نسبت ہمارے نبی صلعم نے فرمایا کہ ہم اہلبیت طہارت ہیں
نہ ہم کسی چیز سے بدشگونی لیتے ہیں اور نہ ہماری کسی مصیبت وغیرہ سے کسی کو شگون
بد لینا چاہیے۔ اسی قسم کے اور بھی احادیث بے شمار ہیں جنسے ہمارے اس عقیدہ کی
پختگی ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت پر سحر اور جادو وغیرہ اسکے اثر نہیں کرتا تھا اور اثر ہونے
کے بعد اس اثر کو دفع کر دینا اس میں تو ہم اور انبیا علیہم برابر ہیں پھر ہم میں اور انبیا میں فرق

جائیں اور میرا معجزہ عصا انکے بھاگنے سے پہلے اس سحر کو باطل نکر سکے اور دور دور خبر
میرے مغلوب ہونے کی پہونچنے سے ایک بڑی بدنامی پیدا ہو اور یہ ہدایت کامل جو
اسوقت ہونیوالی ہے۔ اس میں برسوں کی محنت اور جانفشانی کا وقفہ ہو جائے اور
اور ابھی ابتدائی حالت نبوت کی ہے اور ابتدا میں ہر ایک امر اہم کے انجام دینے میں
پورا خیال ہوتا ہے پس یہ خوف حضرت موسیٰؑ کا اپنی ذات پہ نہ تھا اور اسی نظر سے خدا
نے فرمایا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى نہ ڈرو تم ضرور فتحیاب اور غالب ہوئے جاتے ہو
اور یہ خیال کرنا کہ بشریت اسوقت حضرت موسیٰؑ پر غالب ہوئی تھی نہایت ناروا خیال ہے
بشریت کا غلبہ عین بروقت کار نبوت یعنی مقابلہ اور معجز نمائی اور ہدایت کے اگر انبیا پر
فرض کیا جائے پھر انسے عہدہ نبوت کا سرانجام کیونکر ہوگا اسکے علاوہ ضعف ایمان
اور عدم وثوق وعدہ ہائے الٰہی پر جو عام خلائق کی خصلت ہے۔ اسکا الزام بھی حضرت
موسیٰؑ پر لازم آتا ہے لہذا یہ خوف کسیطرح اس جناب کو اپنے نسبت نہیں تھا۔ ایضاً
جیسے اس قصہ میں بعض ناقلیں اخبار یہود اور مفسرین اہل اسلام کو غفلت ہوئی اسی
طرح ایک روایت صریح غلط ہمارے نبی صلعم کے نسبت بھی نقل کر دی کہ آنحضرت
صلعم پر سحر نے اثر کیا تا اینکہ آپ پر ایسی حالت بیخودی کی پیدا ہو گئی تھی کہ جو کام نہیں
کیا تھا اسکو خیال فرماتے تھے کہ کر چکے ہیں اور معاذ اللہ جسطرح کفار کہا کرتے تھے هَل
تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ اے پیروان محمد صلعم تم لوگ ایسے شخص کی پیروی
کرتے ہو جو سحر میں گرفتار ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ روایت عقیدہ اسلام اور دلیل عقل دونوکے
مخالف ہے اگر ایسا ممکن ہوتا کہ نبی اللہ پر سحر کا اثر ہو تو کوئی نبی ان لوگوں کی ضررسانی سے
زندہ نہ رہ سکتا یا ہمیشہ مسحور اور گرفتار سحر ہو کر امر ہدایت سے بیکار ہوتا اور قول کفار آپکے حق
میں صحیح ہو جاتا کہ مسحور ہیں رہی یہ بات کہ حضرت کو حکم تھا کہ اثر سحر سے پناہ مانگنے کی دعا
کیا کریں اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ سحر کا اثر بھی آپکو ہوتا تھا بلکہ جسطرح آپ خطا اور نسیان
سے بچنے کی دعا باوجود معصوم ہونے کے کرتے تھے۔ براہ تعبد اسکی بھی دعا کرتے تھے۔

ہیں اور یہ قوت غائب بینی کے اعمال محرّفہ مذکورہ سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ اور محض
ہمہمہ اولین نفس پر قادر ہونے سے بدون کسی عمل کے بھی پوری پیدا ہوتی ہے جسکا
میں بھی تجربہ کر چکا ہوں اور جو تشّی یعنی خواص نجوم اور سرود جفا اور جفر اور رمل کے قواعد
ضمیر اور خبی تبلانے سے بھی اور بعض طریقہ ایسے مجرب اور آسان ہیں کہ ۲۲ روز میں
آدمی کو یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اگر استاد کامل تبلانے والا شفیق ہو چنانچہ جفت اور
طاق بوجھنے کا کھیل بچوں کو اسی قوت کے پیدا ہونے کیواسطے سکھاتے ہیں جسکی مشاق
سے ہزار مرتبہ بوجھنے میں خطا نہیں کرتا ہے۔ ایضاً شیطان لعین نے آدمی کے بیدین
اور مشرک بنانے کی غرض سے بعض ایسے ایسے اعمال بھی سکھائے ہیں کہ ہمیشہ
آلودہ نجاسات رہنا اور غسل جنابت نکرنا تارک الصلوٰۃ ہونا ستارہ پرست رہنا بھی ان
افعال قبیحہ کو پورا اثر ایسی روشن ضمیری میں ہے اور عزیمت کا ئن پی جو اصطلاح قایم
ہوتی ہے اور اس میں استمداد شیطانیات اور روحانیات سے ہوتی ہے اور وہ سب
کفر اور الحاد محض ہے میری غرض اسوقت یہ ہے کہ اگر کوئی طبیب ایسا ہو کہ نبض پر ہاتھ
رکھکر علاوہ قواعد طب کے مریض کا مرض اور حالات گذشتہ پورے پورے تبلا دے
پھر اسکو اس امر کا معلوم کرنا کہ یہ مرض فلاں دوا سے فلاں روز جاتا رہیگا کیا دشوار
ہوگا اور اگر ایسا کوئی طبیب ہو پھر تو بدیہی بات ہے کہ دنیا میں سوائے اُسکے دوسرا طبیب
باقی نرہے اور کسی کی طرف کوئی اپنا علاج رجوع نکرے ہم نے ایسے مدعی جسقدر دیکھے
بجز اسکے کہ حالات مریض کو البتہ خصوصاً گذشتہ تبلاتے ہیں انکی دستگاہ یابی اور شفاء
امراض میں اگرچہ صحیح علم طب جانتے تھے تو برابر انہیں رہی اطبا کے بلکہ اُنسے کمتر
پایا۔ اور تکلو منتظر قواعد علوم اسرار اور برہان کے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ جسطرح گذشتہ
امور کا جاننا ان قواعد اور اصول مذکورہ بالا سے بنسبت آیندہ امور کے آسان ہے اسیطرح
اُن لوگوں کو بھی شفا دہی امراض میں دشواری زیادہ ہے۔ اور علم طب جسکا فی ہے کسیطرح
ایسے اعمال کو تعلق نہیں ہے غرض اصلی اس جگہ ہماری اس تقریر اور بیان سے یہ ہے

کیا رہیگا۔ اور اس مسئلہ کو پھر ہم لکھینگے اور یہ جو خراب عقیدہ ہے کہ انبیا کی روح کو بلواتے
ہیں یہ بھی باطل ہوگیا مگر اتنا پھر بھی کہونگا کہ بعض اعمال سحر اور آثار نفسانی اور خواص
حروف کے ایسے چٹ پٹ اثر کرنے والے ہیں کہ مہلت اُنکے اوٹھنے اور دفع اثر کی
مل نہیں سکتی اور اسکو وہی جانتا ہے جو کہ ان علوم سے واقف ہو لہذا انبیاء کی ذات
مقدسہ کو منجانب اللہ ایسا ہونا ضرور ہے کہ اُن پر اِن امور سے کچھ اثر ہی نہو ورنہ بڑی
خرابی لازم آئے علاوہ برایں ہمکو خواص علم حروف سے اور نیز دیگر علوم سے بخوبی معلوم
ہے کہ بعض اشیا میں خدا نے یہ اثر دیا ہے کہ اُنکے پاس رکھنے سے یا کھانے پینے سے
کسی قسم کا سحر اور جادو منتر جنتر ہرگز کچھ اثر نہیں کرسکتا ہے اور ہمارے نبی اور ائمہ
صلوات اللہ علیہم نے ہمکو بھی بعض دعائیں اور آیات قرآنی ایسی تعلیم فرمائی ہیں
جو ہمکو سحر اور جادو وغیرہ سے محفوظ رکھتی ہیں بشرطیکہ ہم انکو شروط صحیحہ سے استعمال کریں
پھر خود انبیا علیہم السلام کو اگر ہم بناء سحر افرض بھی کریں کہ اثر نفسانی اور جادو وغیرہ
اُنپر چل سکتا تھا تو وہی چیزیں اُنکی حافظ بھی ہوسکتی ہیں بلکہ بالاولی ہوتی ہونگی یہ
تقریر ہماری بعد فرض اور تسلیم اس بات کی ہے کہ انبیا پر بھی اثر اسکا ہوسکتا تھا مگر
تعلیم الٰہی انکو ایسے امور کی تھی کہ وہ ہمیشہ مسحور ہونے سے محفوظ تھے اگر محفوظ نہ
پائیں تو اُنکے قول و فعل کو ہم حجت کیونکر مان سکتے ہیں تو اس فرق اکثر لوگ بعض اعمال
خراب اور کفر اور شرک کے جیسے عمل شمس خواہ عمل مریخ خواہ زہرہ وغیرہ (جنکا بیان علم تسخیر
ارواح اور نفوس میں کیا گیا ہے) خواہ وہ عمل شیطانی جسکو عوام ہمزاد کا عمل کہتے ہیں الغرض
ایسے اعمال سے انکو قوت تصرف یا بصیرت کی پیدا ہوتی ہے جسکو عاملان عمل علوی
نعوذ باللہ انبیا کے معجزات کی بھی نسبت دیتے ہیں دیکھو کتاب شمس المعارف ابو العباس
بونی وغیرہ کو۔ اور ان اعمال سے اکثر طبیب کو تشخیص امراض پر اور نیز تدبیر سابق
مریض کی اطلاع ہوجاتی ہے اور بعض یہ ہاتھ دیکھکر بتلاتے ہیں کہ تم نے کل یا پرسوں خواہ
چند ماہ گذرے یہ چیز کھائی تھی اور یہ کیا تھا ازیں قبیل دیگر حالات مریض کو بیان کردیتے

سے دیا اور کر پاسے یہ انگشتری کراماتی انگوٹھی ہے اور سو روپیہ جرمانہ دینے کا اشتہار ہے
اگر اثر نکرے بہر حال ان آلات کے ذریعہ سے اگر عمل مقناطیسی پورا ہوتا ہے خواہ اور طریقے
عمل کے جدید اور قدیم جنکے عامل اکثر لوگ یورپ اور ہندوستان میں موجود ہیں ان سب
کو جب تسخیر ارواح کا پورا ملکہ ہے اور انکو پورا یقین ہے کہ ہم جسکی روح کو چاہیں بلوا کر اس
سے امر حق اور باطل کو تحقیق کرلیں جب ایسا ذریعہ کامل انکو میسر ہو چکا جسکے ذریعہ
سے معاذ اللہ پیغمبران خدا دعوائے نبوت کرتے تھے اور تمام خلایق کو اپنا مرید کر لیتے تھے
پھر یہ لوگ عاملان مسمیریزم انسے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ اپنے نفع و ضرر دنیوی کے امور
پر انہیں ارواح سے پوچھکر آگاہ ہو جائیں - اور اگر سوائے اس دنیا کے کوئی اور دنیا پیدا
ہونیوالی ہے یا یہی لوگ مرنے کے بعد پھر دوسرے عالم میں رہنے کیواسطے عذاب یا ثواب
میں اٹھائے جاینگے جسکی خبر پیغمبران برحق ہمیشہ دیتے گئے ہیں اگر انکی پیشین گوئی اسی مسمیریزم
کے ذریعہ سے تھی پس ضرور ہے کہ معمولان مسمیریزم اب بھی وہی پیشین گوئی کرینگے اور یہ
جھگڑا جو پابندان مذہب آسمانی اور دہریئے مذہبوں میں انکار اور اقرار حشر اور نشر کا ہے -
اسی طریقہ سے طے کرلیں اور اکلیرو انیس) اور اسوم نام بل اسم ایعنے مسمیریزم اور علم
الارواح سے پورا فائدہ اٹھائیں اسلیے جب روحانی طاقت آدمی کو پوری ہو جائے پھر
اسکو کسی امر مشکل میں اگر کسی کیا حاجت رہیگی اتنا اثر اسیکا ہادی اور مشکل کا حل کرنیوالا
طریقہ جسکو معلوم ہو اور پھر وہ سب سے زیادہ جاہل اور پادر گل جملہ امور میں ہو - اب نتیجہ ہمارے
بیان کا یہ ہوا کہ یہ طریقہ تسخیر ارواح کے اور یہ اعمال مسمیریزم جو آج کل شائع ہو رہے ہیں یا تو
عام لوگوں کو انکی سچائی پر پورا یقین نہیں ہے (۲) یا یہ طریقہ خود لغو اور مہمل ہے کہ انسے
کاروائی اور حاجت براری خلایق کے مشکلات دنیوی اور مہمات دینی میں نہیں ہوتی ہے
بلکہ جسطرح بھانمتی اور بازیگر تماشا کرتے وقت عجائب امور دکھلاتے ہیں مثلاً ٹھیکری کا
روپیہ بناکر دکھلاتے ہیں اور اسکو خورد کرنا یا اس سے نفع اٹھانا مثل حسن خان جنی کے
اسپر انکو قدرت نہیں ہوتی اسیطرح یہ تختی اور میز اور انکو بھی طلسماتی بھی ایک دل لگی اور

کہ انبیا پر تہمت کریں کہ نعوذ باللہ وہ بھی عامل انہیں اعمال علوی کے تھے کسیطرح درست نہیں ہے اسلئے کہ وہ برگزیدگان خدا شرک اور کفر مٹانے کو آئے تھے یا اُمت کو مشرک اور کافر بنانے کو اور اُنکی قوت نورانی بلا ریاضت محض قدرتی اور فطرتی تھی کوئی ایسا عمل جس میں ستارہ اور شمس پرستی کی بو بھی آتی ہو نہ خود وہ حضرات کرتے تھے نہ ہمکو اُسکے کرنے کی اجازت دی ہے محض افترا اور بہتان ہے اگر کوئی شخص ایسے اعمال کو ان حضرات معصومین کیطرف نسبت دے پھر جسطرح کسی پیر و نبی کو مناسب نہیں ہے کہ ایسے اعمال انبیاء کیطرف منسوب کرے اسیطرح منکر نبوت نبی کو اسکا خیال کرنا درست نہوگا کہ مقدس ذوات انبیاء کو ایسے امور کا عامل تجویز کرے جو اُنکی شان نبوت اور خدا پرستی سے منافی ہوں اور بالفرض اگر ایسے اعمال کو ہم موثر بھی مانیں تو یہی بڑی دلیل ہے کہ انبیاء کے معجزات اور کرامات بالکل جدا تھے ان خوارق عادات سے جو ایسے اعمال کفر اور الحاد سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی سبب سے ہم نے دعوی کیا ہے کہ ان علوم کا جاننے والا پورا فرق معجزات نبی ہیں اور ایسے خوارق میں کرسکتا ہے دسواں فرق اور اسی فرق پر اس تقریر کو ختم کرتا ہوں واضح ہو کہ یہ جسقدر وجوہ فرق ہم نے اوپر لکھے اگرچہ بمثل قطرہ از دریا ہیں اور عالم علوم اسرار کو صدہا طرح کے فرق معجزات انبیا اور خوارق عادات انسانی میں معلوم ہیں پھر بھی عوام کو گنجایش باقی ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب خیالی اور فرضی باتیں ہیں آج تو کوئی معجزنما موجود نہیں ہے ہم ان باتوں کی تصدیق کیونکر کریں۔ مگر خداوند قادر اور حکیم چونکہ ہمیشہ اپنے بندوں کی ہدایت کے اسباب کو مہیا کرتا رہتا ہے۔ آج بھی اگر اُسکے بندگان مطیع خواہ سرکش اصلی معجزات اور کرامات انبیاء اور خوارق عادات انسانی جو بذریعہ مسمریزم وغیرہ دیگر علوم کے ظاہر ہوتے ہیں اُن میں فرق سمجھنیکا قصد کریں آسان طریقہ اُسکا یہ ہے کہ انہیں کے ایجادی اشیا اور آلات جیسے آلہ ڈپلانچٹ یعنی تختی طلسماتی کراماتی خواہ انگشتری خواہ گھڑی حاضراتی جسکے فروشندہ بہت سے لوگ ہیں اور رام کرشن فیض آبادی کو تو خم ٹھوک کر یہ دعوی ہے کہ سوامی جی

جو مرتے جاتے ہیں اور انکو یکسوی اس امر کی نہیں ہوچکی ہے کہ آیا قول انبیاؑ کا جو معاذاللہ اسی عمل مسمریزم میں درجہ کمال کو پہونچے تھے اور بالاتفاق ہر ایک نبی اور وصی نبی نے خلایق کو خبر دی کہ دوسرا عالم بعد حشر و نشر کے ضرور آنیوالا ہے اور سزا اور جزا حساب و کتاب ضرور ہوگا اور یہ فرمانا انکا براہ تحمل بھی صحیح اور درست ہے پس ہم انبیاعہ کو اگر فرستادہ خدا نہ بھی مانیں بلکہ نعوذ باللہ ایک مسمریزمی تصور کریں اور جسطرح اور فلاسفہ طبیعین کی خواہ منجمین اور جفار اور رمال کی پیشین گوئی خواہ طبیب اور ڈاکٹر کی پیشین گوئی کو صحیح مان کر ہم اپنا حفظ ماتقدم اور پوری احتیاط کسی مصیبت یا مرض آیندہ کے روکنے میں کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کاش اسی قدر ہول قیامت سے ڈر کر ہم اپنے انجام اور عاقبت سنوارنے کی فکر کریں۔ ابھی چند مہینہ کی بات ہے فلاسفہ طبیعین اور منجمین نے خبر دی تھی کہ ۱۵۔ نومبر ۹۹ء سے ۲۵ نومبر تک اور پہلی دسمبر سے تیسری دسمبر کو قیامت ضرور آئیگی اور دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا عوام تو درکنار بڑے بڑے نیچرل اور فلاسفہ حواس باختہ ہو کر بڑی بڑی دور سے دوربین اور دیگر آلات ہمراہ لیے ہوئے اسی دم دار ستارہ کے نظارہ کیواسطے دوڑتے پھرتے تھے اور تہلکہ عظیم برپا تھا حالانکہ محض لغو اور مہمل پیشین گوئی تھی اسلیے کہ جس علم پر اسکی بنا تھی وہ خود مہمل اور لغو ہے۔ اور انبیاعہ کی لاکھوں پیشین گوئیاں ہمیشہ صحیح اور بے خطا ظاہر ہوچکیں اور کیوں نہوں انکے علوم خواہ انکی روشن ضمیری اعلیٰ درجہ کی آپ لوگ بھی تسلیم کرچکے پھر انکی تہدید اور ترغیب پر کبھی التفات نکرنا اور ان فلاسفہ منجمین کے مہمل اور خرافات پر ایمان لانا اسی کو عقل صحیح کہتے ہیں آئیے ہم اور آپ پھر ذرا غور کریں اور جسقدر وسائل اور ذریعہ خدا نے ہمکو حق اور ناحق میں تمیز کرنے کو عطا فرمائے ہیں انکو تحقیق حق میں صرف کریں۔ یہی علم مسمریزم اور اسپریچولزم اور یہی قوت روحانی جسکی سید احمد خان صاحب (ایسے منکر معجزات انبیا اور ایسے پابند نیچر جو اپنے خدا کو بھی پابند اسی نیچر کا کہتے کہتے مرگئے) وہ بھی اسکی صحت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور لاکھوں آدمی اب روزانہ تختی اور میز اور انگوٹھی کے ذریعہ سے اسکی سچائی کے معتقد ہیں

دل بہلانے کی چیز ہے دراصل کچھ بھی نہیں پھر ایسے طلسم اور شعبدہ کو سچی کرامات اور
معجزات انبیا علیہم السلام سے کیوں تشبیہ دیجاتی ہے جنکے آثار صحیح اور برکات یقینہ
دائمی اور پائدار تھے اور ایسے لغو مسمریزم کو کیونکر خیال کیا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ انبیا بھی
اسی کے عامل تھے۔ کیا ہمارے نبی صلعم نے جو سوکھے درخت خرمہ کو ہرا اور بارور کیا اور
اسیوقت بے فصل اسکے خرمہ لوگوں نے کھائے اور پھر وہ برابر پھلا ہوا میوہ دیتا رہا وہ
معجزہ بالتشبیہ نقل کفر کفر نباشد ایسا ہی تماشا تھا جیسا کوئی مداری بھانمتی آنب کا درخت
لگا کر اور اسکو پھلا ہوا دکھا کر اور پھر اسکو غائب کر دیتا ہے اور اگر بالفرض کوئی بڑا کامل
علم فلاحت کا کسی ذریعہ سے کوئی میوہ دار درخت فوراً بار بھی کر دے تو اسکی نظیر بھی یہ
معجزہ ہمارے نبی صلعم کا نہوگا اسلئے کہ وہ شخص اصول علم فلاحت سے چند تدبیریں
کریگا اور یہاں تو فقط لعاب دہن مبارک سے اور حق تعالیٰ کا حکم کرنے کی دیر تھی اور درخت ہرا
بھی ہوا اور پھلا پھولا اور سب کچھ ہو گیا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک پھر یہ بھی سمجھو
اور وسوسہ شیطانی ہیں نہ او کہ اگرچہ مسمریزم ابھی تک اعلیٰ درجہ پر نہیں پہونچا ہے۔ خواہ اسکے
عامل ابھی درجہ اعلیٰ پر نہیں پہونچے مگر امید امید ہے کہ پہونچ جائیں اور وہی قوت جو
انبیاء کو اظہار معجزات میں تھی ہر ایک مسمریزر کو حاصل ہو جائے۔ اس شبہہ کا جواب یہ ہے
کہ پچھلے لوگ عاملان مسمریزم انہوں نے تو جسقدر تو کوشش اور طاقت عملی تھی صرف
کرکے جنکو تعصب نہ تھا وہ تو پیغمبران برحق پر اپنے مکاشفات صحیحہ کے سبب سے ایمان
لائے اور اقرار کر گئے کہ انکے اعمال نفسانی معجزات انبیائے کرام سے ہرگز مشابہ نہیں
اور متعصبین اور ناحق کوش باوجودیکہ انپر حقیت انبیاء کی ظاہر ہو گئی مگر اپنے تعصب
اور باطل پرستی پر قائم رہے۔ اب جدید مسمریزر یورپ کے اور جو لوگ انکی کتابیں پڑھتے
پڑھاتے ہیں وہ اس عمل کو محض ایک فعل عبث اور تماشا سمجھ رہے ہیں اور اسکے
نقصان کے دور کرنے کی تدبیریں میں دیکھا جاتا ہے کہ ہزار ہیں ہیں تکمیل اسکی ہوتی ہے
اور یہ زمانہ جو گذر رہا ہے جس میں ہر ایک انسان برابر ترقی کے انتخاص کر رہی ہے۔ آخر یہ لوگ

مگر مریدان خاص انکو وہ دوستی بہشت میں بہ رونق افروز عالم رویا میں دیکھ رہے ہیں
اگر مسمریزم کوئی سچا علم اور عمل ہے تو ضرور آپکو تحقیق ہو جاویگی کہ انبیاء کا معجزہ بھی مسمریزم
سے تھا یا کہ قوت الٰہی اور فیضان انوار دوسری قسم سے ہوتا تھا ۔ تو عمل مسمریزم کو سچا
اعتقاد کر رہے ہیں اور سیکڑوں روپیہ خرید آلات میں خرچ بھی کر رہے ہیں اور بڑے بڑے
بزرگان دین کی ارواح سے نعوذ باللہ باتیں بھی کر رہے ہیں انہیں سے ہم بصد منت اور
سماجت امید کرتے ہیں کہ ہماری اس درخواست کو پڑھنے کے لیے ضرور سب سے پہلے اس
مسئلہ کی تحقیق ارواح سے کریں کہ انبیاء کے معجزات بذریعہ مسمریزم کے تھے یا نہیں
اور جو لوگ منکر اس عمل کی صحت کے ہیں انسے تو مجکو اطمینان ہے کہ ہمارے نبی صلعم
پر تہمت اسکی نہ لگاوینگے کہ وہ بھی مسمریزم سے اظہار معجزات فرماتے تھے اب مجھے
ضرورت ہے کہ بیان اصلیت اس عمل سے در گذر کرکے سبب اسکے حرام ہونیکا
از روے شریعت انبیاء بھی بیان کروں ۔ واضح ہو کہ علوم اسرار جیسے رمل اور جفر
اور نجوم اور عمل تسخیر ارواح یا مسمریزم وغیرہ جتنے ایسے علوم ہیں جنکے اصول سے
وہ آثار نمایاں ہوتے ہیں جو ہماری ظاہری کارروائی دنیوی کے مخالف ہیں اور دوسرے
عالم سے انکو تعلق ہے ۔ ہم لوگ پابندان مذہب آسمانی انکی اصلیت کے ضرور معتقد
ہیں مگر انکے سیکھنے اور سکھانے سے اور انپر عملدرآمد کرنے سے ہمکو ہماری شریعت
محمدی بلکہ جمیع شریعتہائے انبیاء نے اسواسطے منع فرمایا ہے کہ اس کارخانہ دنیوی
کے جسقدر امور ہیں انکا انتظام حکیم مطلق جلشانہ نے فقط اسباب عادی ظاہری
پر رکھا ہے ہمارے نبی صلعم اور اسکے اوصیاء برحق ضرور سچے اصول ان علوم
کے جانتے تھے مگر باوجود کمال علم اور کمال عمل کے ہمارے دنیوی امور خواہ جن امور
میں آنحضرت کو ہم سے معاشرت اور اختلاط ضروری تھا بلکہ خاص اپنے ذاتی
امور مثلاً علاج امراض یا تحصیل رزق ضروری وغیرہ وغیرہ کہ ان میں فیصلہ مقدرات
بھی داخل ہے ان سب کاموں میں انکو بھی حکم یہی تھا کہ ظاہری اصول اور عروج

ان میں دہریہ منکر خدا اور مجہول بھی اور عیسائی اور اہل اسلام میں جاہل اور بعض اہل علم
اور صاحبان عقل بھی۔ اور بعض لوگ تو ایسے گرویدہ اور جان دادہ اس عمل پر ہیں اُن کو
ایسے محال کا عقیدہ ہے کہ روح سے افعال جسمانی بھی پیدا ہوتے ہیں روح باتیں بھی
کرتی ہے روح کاغذ پر سوالات کے جواب بدون دوات اور قلم کے لکھ بھی دیتی ہے شاید
عالم ارواح میں دوات قلم بھی تیار رکھا ہوا ہے جو روح کے ہمراہ آتا ہے یا یہ کہ روح کو
اسباب ظاہری کی احتیاج نہیں ہے خود کوزہ و کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ اور یقین اسقدر ہے کہ
اگر یہ آثار تختی وغیرہ سے نہ ظاہر ہوں سو روپیہ جرمانہ دینگے جب ایسا سچا آلہ خدا نے ہمکو
دیا ہے کہ ہزاروں باتیں گذشتہ اور آئندہ کی اور سینکڑوں مسائل دقیقہ ہم فقط ہیر اور تختی
سامنے رکھکر اور روح سے پوچھکر حل کر سکتے ہیں۔ آپ ہر روز ہماری خاطر سے ذرا ڈی کلٹش
اور ہرکلی اور مسمریزم وغیرہ جیسے تماشہ کرتے ہیں اُن میں سے کسی کی روح کو بلوائے اور
اُن سے پوچھیے تو سہی کہ یہ انبیائے اولو العزم جو کہ پیشتر [illegible] علیہم السلام وہ بیان کر گئے
وہ صحیح تھے یا غلط اور یہ قوت جو تم کو [illegible] ہے اُنکو [illegible] کی تھی یا کوئی قوت خدا
داد علاوہ اُسکے تھی۔ اگر اُنکو سچا عقیدہ روح کے آنے اور اسکے جواب دینے کا
ہے تو یہ عمل بھی [illegible] اسوقت ہمارے دعوے کی تصدیق اُنکو ہو جائیگی جب ہرکلی
اور مسمریزم اور ڈی کلٹش کی روح آپ سے باتیں کریگی۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ جنکو مرے ہوئے
سینکڑوں برس گذر گئے ہیں۔ اور شاید بنا بر عقیدہ تناسخ کے وہ ہزار بار روپ [illegible]
[illegible] بدل چکے ہیں۔ انکی ارواح میں کچھ اور قالب میں ہونے سے تغیر ہو گیا ہو
لیکن [illegible] صاحب [illegible] تھوڑے دن ہوئے عالم روحانی میں تشریف لیگئے اور بعض
[illegible] نے انکو بہشت بریں میں [illegible] عالم رویا میں دیکھا بھی ہے
چنانچہ اسی رسالہ میں اس خواب کو بیان بھی فرمایا ہے۔ اچھا انہیں سید صاحب [illegible]
[illegible] روح کو بلوا لیجئے اور ذرا اُسی روح سے پوچھیے کہ انکار معجزات انبیا کے صلہ اور
[illegible] میں انکو [illegible] بہشت کا [illegible] صاحب تو بہشت کا قطعی انکار کرتے تھے

آدمی کو پہونچتے ہیں۔ بنی اسرائیل پر من وسلوی نازل ہونے سے انکو جو بےفکری
پیدا ہوئی تھی۔ اسکے فسادات کو جانتے ہی ہیں۔ ہمارے زمانہ میں ایک آمدنی وثیقہ امانت
اور وثیقہ ضمانت کی خواہ پرامیسری نوٹ کی ایسی جاری ہوئی کہ ان لوگوں کو اطمینان
اور بےفکری نے اسی درجہ خرابی پر پہونچایا کہ فی صدی چار آدمی بھی کمالات انسانی
سے متصف باقی نہ رہے۔ بہرحال جب ہم لوگ قسم ممکنات سے ہیں اور ممکن وہی ہے جو
ہمیشہ محتاج رہے۔ لہذا ہماری شان یہی ہے۔ کہ ہم احتیاج سے ہر وقت ہمکنار رہیں اور
احتیاج کو لازم ہے کہ ہم بحالت امید و بیم رہیں ورنہ غنی اور بےپروا ہو جائیں۔ اسلیے کہ اگر
ہمکو نفع کا پورا یقین ہو شادی مرگ اور ضرر کے یقین سے زندگی تلخ۔ لہذا حکمت الٰہی اسی
کی خواہش کرتی ہے کہ ہم اپنے ضرر اور نفع کا یقین نکریں اور دونو کی امید و بیم میں رہکر
تدبیر ظاہری سے کسی وقت الگ نہوں۔ علوم اسرار جنسے غائب امور کا یقینی علم ہوتا ہے
انکی تعلیم ہمکو کسیطرح ہمارے شایان نہیں ہے دوسرا سبب علم غیب کے جاننے سے
ایک بڑا ضرر یہ بھی ہے کہ راز کے امور اپنے اور پرائے اگر ہمپر کھلجائیں یہ پردہ جو ہمارے سامنے
غیب پوشی خلائق کا پڑا ہوا ہے جس سے ہزاروں طرح کے فوائد ہمکو حاصل ہیں وہ پردہ بالکل
فاش ہو جاتے اور طوفان عام پیدا ہو جسکا انجام خونریزی اور عداوت باہمی اور نقصان
جان ومال کے سوا اور کچھ نہو۔ تیسرا سبب قانون قدرت (لا آف نیچر) کے بدلنے پر جو ہم لوگ
خدا پرست اڑے ہوئے ہیں اور اپنے خدا کو پابند نیچر کا نہیں قرار دیتے ہیں اسکی بھی وجہ قوی
یہی ہے کہ اگر ہمارا خدا ہمکو جن اصول غیب دانی سے قانون قدرت (لا آف نیچر) کے پوری
واقفیت ہوتی ہے تعلیم کرتا اور یہ قانون عادی جسکے بدلنے کے نظائر ہم اسی کتاب میں سیکڑوں
دکھلا رہے ہیں اسپر مدار ہمارے انتظام دنیوی کا نفرتا ضرور ہمکو اطمینان کامل اور بےفکری
لاکھوں امور کی واقع ہوتی اور نہونے میں ہمکو روزانہ ترقیات علمی اور عملی سے محرومی ہوتی
اور ہزاروں قسم کی آزادی اور بےفکری ہمکو ہو جانے سے اپنی ترقی معلومات سے ہم بالکل
جدا ہو جاتے۔ بلکہ ہم اپنے خالق اور رازق اور مارنیوالے اور جلانیوالے کے بھی کچھ محتاج

علوم کے موافق کاربندی فرمائیں اگرچہ کبھی کبھی بغرض تصدیق اور سچا ثابت کرنے ان خواص مذکورہ کے خرق عادت اور معجز نمائی کرکے یہ حضرات ان اصول کی حقیقت ثابت کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے پاس جفر ابیض ہے ہمارے پاس جفر احمر ہے ہمکو وہ علم نجوم ہے جو سچا ہے ہمکو وہ علم طب ہے جو سچا ہے اور یہ فرمانا حضرات کا اسی غرض سے تھا کہ لوگ اصلی قدرت ہاتے لغیر متنا ہی خدا کا انکار نکریں۔ نادان اور جاہل حکمت الٰہی سے اور غافل مصالح ایزدی سے ان حضرات پر ہمیشہ دو قسم کے اعتراض کرتے رہے ہیں۔ جو لوگ منکر عالم غیر مادی اور آثار عالم مجرد اور عالم روحانی کے ہیں وہ تو ہمیشہ سے کہتے رہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ سب غلط اور محض دھوکھا دینے کے غرض سے انبیاء ایسی ایسی باتیں کرتے تھے دراصل نہ کوئی اور عالم ہے اور نہ کوئی اور اثر غیر آثار مادی کا ہے۔ اور جنکو انکار عالم غیر مادی سے نہیں ہے وہ کہتے تھے کہ ان علوم کو فقط اسی غرض سے انبیاء نے چھپایا ہے تاکہ ہم لوگ اُنکی برابری نکرسکیں اور ہم پر وہ اسرار ظاہر نہوں جو انبیاء پر ظاہر ہوتے ہیں۔ انبیاء کو قانون قدرت کی پابندی نے ان علوم کے ظاہر کرنے سے مجبور کیا تھا چنانچہ قرآن مجید سے ہمکو پورا علم ہے کہ انبیاء جانتے ضرور تھے ولا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ یعنے خدا اپنے علم غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا ہے بجز اپنے رسول کے جو پسندیدہ خدا ہو اور راز الٰہی کا تحمل کر سکے عقلی فوائد علوم اسرار کے چھپانے کے اب چونکہ علم اسرار کا ذکر آچکا ہے لہذا ہمکو ضرور ہے کہ انکی اصلیت ثابت کرنے کے بعد اسکے اسباب بھی بیان کریں کہ خدا کی مصلحت انکے مخفی کرنے کی کیا ہے اور کیوں انبیاء نے ان علوم کی تعلیم عام طور سے نفرمائی

پہلا سبب دُنیا کے جتنے امور ہیں سب میں امید اور بیم کار ہنا بھی جزء اعظم انتظام کا ہے۔ اور جب کوئی ایسی بات کسی امر میں پیدا ہو جائے کہ امید قطعی اُسکے ہونیکی ہو یا کہ یاس اور نومیدی اُسکے نہونے سے ہو جائے بڑے بڑے فسادات اور نقصانات

سے نے کیے ہیں۔ روح کی ماہیت اور اصلیت کے بارہ میں پہلا سوال کیوں جناب
مولانا روح کی اصلیت جب آپ کے نبی صلعم سے پوچھی گئی اسکے جواب میں بس یہی
ارشاد فرما کر رہ گئے۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی وَمَا اُوتِیتُمْ مِنَ العِلْمِ اِلاَّ
قَلِیلاً۔ روح حکم سے میرے پروردگار کے ہے۔ اور تم کو اسکا علم تھوڑا سا دیا گیا ہے کیا
سبب ہے۔ کہ ہم سے روح کی اصلیت کو خداوند عالم اور پروردگار نے چھپایا ہے۔ اس
سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روح کی ماہیت کو خدا نے آپکے نبی کو بھی نہیں بتلایا ہے اور تھوڑا
سا علم روح اگر پوچھنے والوں کو نہ ہوتا اور بالکل جاہل روح کے وجود سے ہوتے تو سوال
کیونکر کرتے پھر اس جواب سے کیا غرض ہے۔ ہم تو روح کی ماہیت پوچھتے ہیں۔ اور
خدا اسکے جواب میں کہتا ہے۔ کہ روح تو حکم رب سے ہوئی ہے۔ مارے گھٹنا اور پھوٹے
آنکھ یہ بھی کوئی جواب ہے بے جواب۔ یہی تو خرابی ہے کہ جب آدمی بیکار اور خارج طاقت
بشری باتوں سے پوچھا پاچھی کرتا ہے اسکا جواب جسکو علم کم ہے۔ لغو اور مہمل دیتا ہے
اور جسکو پورا علم ہے بلکہ وہ علام الغیوب ہے۔ وہ ایسا جواب دیتا ہے کہ اس سے کچھ
نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ سوال کرنے والے عام لوگ جہال عرب
سے تھے فلاسفہ نہ تھے جیسے کہ بعض آئمہ سے بعض نیچری اور زندیق نے روح کی
ماہیت پوچھی تھی اور پورا جواب انکو صادق آل محمدؐ عالم اہلبیت نے دیا ہے اور وہ بھی
محض تعلیم الٰہی سے دیا ہے چنانچہ ہم اسکو آیندہ لکھینگے۔ پھر جاہل آدمی تو روح اسیکو جانتا
ہے جس سے آدمیوں کے یا کل ذی روح کے بدن میں جان آجاتی ہے اور زندگی
کا دار و مدار اسی روح پر ہے ادھر قبض روح ہوا اور موت آئی اور اسی روح کو خدا نے
قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ جب اس کو
ہم نے درست کر لیا اور اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح کو پھونک دیا پھر یہ پوچھنا بھی کہ
اقسام روح کے آدمیوں نے فلسفہ کے ذریعہ سے گھڑ لئے ہیں انکو نہیں یا
ان کو ایسے نازک اور دقیق اور صاف یا صدا اور رسم روح کے بتلانے اصلی کون چیز
نہیں ہے۔ بلکہ

نہتے۔ فرض کرو اگر ہمکو واقعی سبب نطفہ قرار پانے کا اور اسکا وقت اور وہ عورت جسکے رحم میں ہمارا نطفہ قرار پائیگا کسی ذریعہ یقینی سے معلوم ہوتا اُسی عورت پر انحصار کرنے میں ہمارا ایسا ہی ضرر ہوتا ہم کو تاہی نکرتے اور سوائے اُسی وقت خاص کے بغرض توالد و تناسل ہرگز ہم اس سے ہم بستری نکرتے اور اسکا ضرر براہ قواعد طب مستقدرے بخوبی ظاہر ہے اور اب کہ ہمکو ہر ایک عورت سے اور ہر مرتبہ ہم بستری کرنے سے امید استقرار نطفہ ہو رہی ہے۔ اور پھر اسکے ساتھ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہمارا خدا قادر ہے۔ اُسی کے فضل سے ہم صاحب اولاد ہو سکتے ہیں یہ بات ہماری آزادی اور بیدی کو بخوبی روک رہی ہے دہریہ اور نیچرل جو اسی پر زور دیتے ہیں کہ نیچر نہیں بدلتا ہے اُنکا مطلب یہ ہے کہ جو قانون فطرت نے جاری کر دیا ہے بس اب ہمکو اسی پر بھروسہ کرکے بیخوف اپنی کارروائی میں آزادی ہے۔ اور ہر گز ایسا اطمینان براہ حکمت اور مصلحت ہمکو خدا نے نہیں دیا ہے اور نہ ہماری شان احتیاج کے یہ امر شایان ہے جیسا کہ سبب دوم میں گذر چکا علوم اسرار جنسے غیب دانی پیدا ہوتی ہے وہی علوم ہیں جن سے واقعی علم اسباب حقیقیہ کا ہوتا ہے لہذا اسکو خدا نے خاص اپنی ذات سے رکھا اور اپنے رسولوں کو بھی انکی تعلیم سوائے وقت ضرورت کے بطور وحی کے اور عام طور سے نہیں فرمائی اور یہی ہمارا عقیدہ قرآن اور حدیث سے بخوبی ثابت ہے اور ہمارے نبی کے زبانی جو قرآن مجید میں وارد ہے کہ مجھے علم غیب نہیں ہے یا کہ معجزات خدا کے پاس ہیں ان سب آیات کا یہی مطلب ہے کہ انبیاء ع بر وقت ضرورت خدا کیطرف سے موئید ہوتے تھے خود ذاتی علم غیب یا معجزات کے اظہار پر انکو قدرت نہ تھی۔ وہ سوائے خدا کے اور کسی کو قدرت نہیں ہے۔ پھر جب انبیاء ع کو غیب دانی کے اصول بھی بدون ضرورت کے نہیں بتلائے گئے تھے۔ پس عام خلایق کو کیونکر انبیاء ع انکی تعلیم فرماتے جو سراسر مضر بہ نظم عالم تھا۔

باب وسوال تسخیر ارواح کے عمل سے جو جو خرابی مقابلہ کی آجکل ہو رہی ہے اسکا پورا بیان اور جواب شبہات اور سوالات کا جو جیسے معترضین اہل علم

عقل ہو ہمارا سایل یہ بیہودہ کلمہ جو کہتا ہے۔ کہ روح کی ماہیت خدا نے ہمارے نبی کو بھی نہیں
تبلائی تھی اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم کا مرتبہ علم تو ارفع اور اعلیٰ ہے
حضور کے تعلیم یافتہ آپ کے اوصیاء برحق جنکو سینہ بسینہ علم نبوت پہونچا ہے چنانچہ ایک
اُن میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام بھی تھے آپ سے بھی ایک زندیق نے اسی روح
کی نسبت سوال کیا ہے۔ اسکا جواب بھی ذرا ناظرین ملاحظہ فرماویں اور چونکہ یہ دہریہ منکر
حشر و نشر تھا لہذا اُسکے سوال کے پیرایہ کو اور فلسفی پیچیدہ تقریر کو اور پھر جواب عالم ربانی کو
بھی بغور دیکھیے۔ سوال زندیق۔ ہاں جناب آپ بیان تو کیجیے کہ یہ چراغ جب بجھ جاتا ہے
اسکی روشنی کہاں جاتی ہے۔ جواب امام ایسی جگہ جاتی ہے کہ پھر پلٹ کر نہیں آتی ہے
سوال پھر آپ کیوں انکار کرتے ہیں کہ آدمی کی روح بھی اسی طرح کی ہو کہ جب آدمی مر جائے
اور اُسکے بدن سے روح جدا ہو جائے پھر کبھی پلٹ کر بدن میں نہ آئے جیسے چراغ کی ضو
پلٹ کر نہیں آتی ہے۔ جواب تو نے اے زندیق روح کا قیاس چراغ کی روشنی پر
ٹھیک نہیں کیا۔ مراد یہ ہے کہ عرض کا قیاس جوہر پر کیا ہے اسلئے کہ جوہر جسمانی آگ کا اجسام
میں پوشیدہ موجود ہے اور اجسام قایم بذات خود ہیں یعنی جوہری اشیا میں مثلاً پتھر اور لوہا
جب ایک دوسرے سے ٹکر کھاتا ہے۔ آگ کی چنگاری اُن میں سے نکلتی ہے۔ اس چنگاری
سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اب چراغ کی لو سے یہ ضو اور روشنی نمودار ہوتی ہے۔ پس
آگ تو اجسام میں ثابت اور بذات خود موجود ہے۔ اور روشنی ایک عرض ہے جو فرد ہو جاتی
ہے۔ میں کہتا ہوں۔ آگ کی موجودگی سے حال کے فلاسفر کو انکار ہے۔ اسکا بیان جدا اگانہ
بحث میں کروں گا۔ مگر حرارت اور نور دونوں کا جدا جدا ہونا اسی تقسیم سے ثابت ہے۔ کہ
حرارت کی ایک قسم مشعہ یعنی صاحب شعاع اور صاحب ضو ہوتی ہے۔ اور اسکے خواص
اور نور کے خواص قریب قریب ہیں اور آفتاب مصدر اعظم اس حرارت کا ہے۔ مگر ابھی تک
جدید علماء طبیعیین کو معلوم نہیں ہوا ہے۔ کہ شعاع شمس کی حرارت کا سبب اصلی کون چیز
ہے۔ علم سماویات کے جدید علما کو یہ بھی خبط ہوا ہے کہ آفتاب کا جرم نورانی نہیں ہے۔ بلکہ

بڑھانے کے اور کیا نتیجہ ہوتا ہے اور چونکہ مردہ خواہ بیجان چیز کا زندہ ہونا یہ فقط خدا کے حکم
اور قدرت نمائی کی بات ہے۔ اور جتنی اقسام روح کی بدن انسان میں فرض کرو خواہ روح
کو بمعنی عقل اور نفس ناطقہ کے مجھو سب کے سب محض حکم اور امر پروردگار سے پیدا ہوتے ہیں
لہذا یہ جواب خدا نے ایسا عام ارشاد فرمایا جو کسی قسم کی روح کیوں نہو سبکو شامل ہے اور مناسب
درجہ فہم سایل کے یہی جواب ہے اور اگر سچ پوچھو تو بڑا فلسفی بھی کسی چیز کی ماہیت کو اسکے
حد تام سے کیوں کر جان سکتا ہے منطق کے علم میں جو جو طریقہ حد تام اور حد ناقص اور رسم تام
اور رسم ناقص کے بیان ہوتے ہیں کبھی کوئی یقین نہیں کر سکتا ہے۔ کہ ان کے ذریعہ سے
علم ماہیت اشیا کا در حقیقت ہو جاتا ہے مثلاً انسان کی ماہیت یا حد تام حیوان ناطق
کہتے ہیں کوئی دلیل اسپر قایم نہیں ہے کہ یہ دو تو جزو اصلی ماہیت انسانی ضرور ہیں ہاں
اپنی اصطلاح میں ہم نے حیوان ناطق کو حد تام انسان کے ٹھیرائی ہے کل فلاسفہ کا اجماع
اسی پر ہے کہ ماہیت کسی چیز کی سوای خالق کے اور کسیکو معلوم نہیں ہے۔ پھر جب ماہیت
کا علم انسانی ادراک سے باہر ہے اب روح کی ماہیت کا بیان بھی انہیں اعراض اور اوصاف
خارجیہ سے کیا جائیگا۔ نبی برحق جو واسطے تعلیم مبدا اور معاد کے آتے تھے۔ انکو تو وہی
اوصاف اور لوازم روح کے بیان کرنے ضرور ہیں جن سے علم توحید اور اقرار قدرت الٰہی
کا امت کو ہو جائے اگرچہ روح کے ہزاروں اوصاف اور بھی ہوں۔ مگر خدا کو اپنے نبی سے
یہی فرمانا ضرور تھا کہ روح میرے حکم سے پیدا ہوتی ہے۔ اسکی تعلیم بندگان الٰہی کو کرو اور
بعثت انبیا سے غرض یہی ہے کہ مخلوق خدا اپنے خالق کو پہچانے یہ غرض نہیں ہے۔
کہ فلسفہ طبعی اور طب جسمانی اور کیمسٹری کے مسایل انکو سکھلاتے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ جواب
سایلین عوام کے منصب کے بھی مناسب ہے اور شان نبوت بھی اسکو چاہتی ہے۔
واضح ہو یہ ہمارا کہنا کہ یہ سایل بالکل جاہل ہے اسکی سند یہ ہے کہ اسی جواب پر انہوں نے
سکوت کر لیا اور پھر کچھ انہوں نے توجیہات نہ کی اور حکیم تعالیٰ مجدہ اور اسکے رسول
اور نائبان رسول کو جواب اسیقدر دینا براہ حکمت لازم ہے جسقدر سایل کا فہم اور اسکی

از قسم ہوا ارشاد فرمایا ہے۔ جو ہوا کہ ہمارے حواس خمسہ ظاہری سے محسوس نہیں ہوسکتی ہے
آئیندہ اس ارشاد سے بھی ہمارا یہ مطلب برآمد ہوگا کہ ہوا میں وزن نہیں ہے۔ سوال
آپ ارشاد کیجیے ماہیت روح کی۔ کیا روح اور چیز ہے اور خون اور چیز ہے۔ جواب ہاں جس
روح کو میں نے بیان کیا ہے یعنی مایہ الحیات مادہ اس کا خون سے ہے۔ اور صورت
روح کی اور ہے۔ اور خون سے غلاظت اور رطوبت بدن اور صفائی رنگ کی اور بدن انسان
کے اور جسم میں صورت اور لطافت صحاک یہ سب امور پیدا ہوتے ہیں جب خون خشک ہو گیا روح
بھی بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔ سوال یہی روح مذکور ہلکی یا بھاری ہو جیسے متصف ہو سکتی
ہے۔ اور وزن اس میں ہے یا نہیں جواب روح بمنزلہ ریح کے ہے جسکو تو پھونک کر مشک
میں بھر دے نہ اسکے بھرنے سے وزن مشک کا بڑھتا ہے۔ نہ اس کے نکل جانے سے وزن
مشک کا گھٹتا ہے جسطرح اس ریح میں وزن اور ثقل نہیں ہے اسیطرح روح میں بھی وزن
اور ثقل نہیں ہے۔ سوال اب آپ یہ بتائیں کہ ریح کی ماہیت اور جوہر اصلی کیا ہے۔ تاکہ میں
روح کو بھی اسی سے پہچان لوں۔ جواب ریح وہی ہوا ہے جب اس میں حرکت پیدا ہوتی
ہے اسکا نام ریح رکھا جاتا ہے۔ اور بروقت سکون کے نام اسکا ہوا ہے۔ اور دنیا کا قوام
اور ثبات اسی ہوا سے ہے۔ اگر تین روز ہوا کا چلنا بند ہو جائے۔ ہر ایک چیز جو زمین پر ہے۔
فاسد ہو جائے۔ اسلئے یہ ریح بمنزلہ روح دنیا کے ہے کہ فساد کو ہر شے سے دفع کرتی ہے
اور اسکو پاک صاف کردیتی ہے یعنی یہی ریح بمنزلہ روح کے ہے جب بدن سے نکل گئی وہ بدن
خراب اور بدبو ہو جاتا ہے۔ تبارک اللہ احسن الخالقین۔ میں کہتا ہوں اس حدیث مقدس
کی شرح تو میں ایک جداگانہ رسالہ میں لکھونگا مگر اس جگہ ایک بڑے بھاری شبہ کا جواب دینا
ضروری ہے۔ شبہ یہ ہے کہ آپ تو کہتے ہیں۔ کہ ہمارے قرآن اور حدیث میں کوئی بات خلاف
عقل کے نہیں ہے۔ یہ لیجے اسی حدیث میں وارد ہے کہ ہوا میں ثقل اور وزن نہیں ہے۔
حالانکہ یہ پرانا خیال جاہلانہ تھا اب تو چند طرح کے آلات صحیحہ طیار ہو چکے جن سے ہوا کا ثقل
نوعی اور وزن صنفی (اسپیسفک گریوٹی) ذرا ذرا سے بچے بھی بتا سکتے ہیں۔ بذریعہ بارومیٹر

ہوا میں
وزن نہیں

ضو اور رقیق نور آفتاب سے الگ گرد کرہ شمس کے پھیلا ہوا ہے۔ پس جھونپڑے میں اور خواب
دیکھیں محلوں کا۔ اب باقی ماندہ قول امام کو پھر شروع کروں۔ روح جسم رقیق ہے جیسے قالب
کثیف پنہایا گیا ہے۔ چراغ کی ضو سے مشابہ نہیں ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا ہے اور تشبیہ چراغ
کی لو سے روح کو دی ہے۔ جس خدا نے جنین یعنی بچہ بے روح کو صاف پانی (منی) سے پیدا
کیا اور اسی منی سے طرح طرح کے اعضاے جسمانی بنائے رگیں اور پٹھے اور دانت اور ہڈیاں
اور بال وغیرہ اور یہ چیزیں منی میں (بعینہا) موجود نہ تھیں بلکہ محض نابود سے موجود کردیا وہی
خدا اس جثہ کو بعد موت کے زندہ بھی کردیگا۔ اور بعد فنا کے از سر نو موجود کردیگا میں کہتا ہوں
خوردبین (میکروسکوپ) جو کیڑے منی میں نظر آتے ہیں اور علماء تشریح (فیسولوجسٹ) کا عقیدہ
ہے کہ انہیں سے خلقت جنین کی ہوتی ہے۔ اور ان کیڑوں میں یہ سب اعضا اور جوارح
موجود ہوتی ہیں۔ اور غذا جو کہ جنین کو پہونچتی ہے اس میں اجزا مختلفہ ایسے ہوتے ہیں کہ
بقوت جذب مشاکل ہر عضو اپنے مناسب حصہ غذا لے لیکر ترقی پاتا ہے۔ محض نابود سے ان
اعضا کا وجود نہیں ہوتا ہے اسکا جواب تفصیلی تو مسئلہ خلق اور نشو میں ہم پورا دینگے۔ اور
یہاں پر بھی کافی ہے۔ کہ یہ کیڑے یا تو منی بنتے وقت پیدا ہوتے یا خون بنتے وقت یا غذا
سے کیلوس اور کیموس بنتے وقت یا کہ غذا میں پہلے سے تھے۔ بہرحال کسی وقت پیدا ضرور
ہوئے ہونگے جب ان کے تولد کا زمانہ فرض کرو اس سے پہلے نہ تھے۔ اور ضرور ماننا پڑیگا
کہ نابود سے موجود ہوئے ہیں سوال تیرہ یہ ہے جب آدمی مرجاتا ہے۔ روح اسکی کہاں رہتی ہے
جواب اسی زمین میں رہتی ہے۔ جہاں آدمی کا جسم خاکی رہتا ہے۔ جس وقت تک کہ پھر زندہ
ہو کر اٹھے گا۔ سوال جو آدمی دار پر چڑھایا جاتا ہے۔ اور سولی پر مرتا ہے لٹکا ہوا اسکی روح
کہاں رہتی ہے۔ (شاید مراد اس سائل کی یہ ہے کہ جسکو سولی دیکر چند روز دفن نہیں کرتے
ہیں۔ اسکی روح کہاں رہتی ہے۔ جواب اس فرشتہ کے خدمت میں رہتی ہے جس نے
اسکی روح کو قبض کیا ہے۔ پھر وہی فرشتہ اس روح کو سپرد زمین کے کردیتا ہے۔ جہاں لاش
دفن کیجائے۔ یا پھینکی جائے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے نبی صلعم نے فرشتہ کو

کرتی ہے۔ اور اگر ہوا اور زمین ایک چیز ہے اسکو تو کوئی آدمی نہ مانیگا اب ہم نے اتنا تو ثابت
کردیا کہ ہوائے خالص یا جیسے آسمانی ہوا جسکو فلاسفہ قدیم اور جدید نہایت لطیف کہتے ہیں
اُس میں تو وزن ہونا یعنی جذب زمین کا ہونا براہ عقل ہرگز درست نہیں ہے۔ دوسرے اب
رہی سطح جہان کی ہوا جسکو عربی میں جلد اور انگریزی میں (ایٹمسفرک ایر) کہتے ہیں یہ ہوا
مرکب چند چیزوں سے ہے آکسیجن فیصدی (۷۷) نیٹروجن ۲۳ حصہ فیصدی اور پانی کے
ابخرے اور انکی مقدار غیر معین ہے اور کثیف ہوا میں زمین کا غبار بھی شامل ہوتا ہے کاربن
بھی ہوا میں فیصدی ۱۰ تک ہوتا ہے اور اسی ہوا یعنی سطح جہان کی ہوا کے وزن اور ثقل
سے ہمکو بحث کرنی اس جگہ منظور ہے اب جذب مرکزی کا قانون قدرت عام (لا آف نیچرا)
یہ ہے کہ جاذبیت ثقل کی بدلتی ہے بالقلب یعنی کم ہوتی ہے مثل مربع بعد جسم کے مرکز زمین
سے اور یہ قانون براہان ہندسے سے فقرہ ۲۱ عروس بدیعیہ میں ثابت ہوچکا اور نتیجہ اسکا یہ ہے
کہ نصف میل کی بلندی پر وزن جسم کا ۱/۴۰۰۰ تک کم ہوجاتا ہے اور ۴ ہزار میل کی بلندی پر چہارم
وزن جسم کا گھٹ جاتا ہے یہ حکم جملہ اجسام کا ہے جن میں مادہ ارضی ہے۔ اور زمین ان کو قوت
جاذبہ سے کشش کرتی ہے۔ اب ہوا کو سمجھیے اس کی کثافت اور ثقل کا قاعدہ یہ ہے کہ سات
میل کی بلندی پر چہارم کثافت ہوا کی رہ جاتی ہے متواتر تجربات کرنے سے مختلف مقامات
پر زمین کے ثابت ہوگیا ہے کہ ہوا کی کثافت بہ نسبت تہہ سے کم ہوتی ہے جسقدر بعد ہوا کا
زمین سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس زمین سے سات میل اوپر ۱/۴ اور ۱۴ میل اوپر ۱/۱۶ تاآنکہ ۲۱ میل
۱/۶۴ اور ۴۹ میل اوپر ۱/۱۶۳۸۴ رہ جاتی ہے۔ اب بخوبی ثابت ہوگیا کہ وزن یعنی جذب مرکزی
کا نتیجہ اور ثقل ہوا کا نتیجہ جدا جدا ہے اسلئے کہ جذب مرکزی سے جو وزن پیدا ہوتا ہے وہ چار ہزار
میل کی بلندی پر چہارم کم ہوتا ہے اور ہوا کا ثقل سات ہی میل کی بلندی پر چہارم رہ جاتا
ہے پھر ہم وزن ہوا کو جذب مرکزی زمین کا کیونکر تسلیم کریں اسلیئے ضرور ماننا پڑیگا کہ ہوا میں
دراصل وزن نہیں ہے بلکہ ابخرہ کی رطوبت جو ہوا میں منتشر اور آمیختہ رہتی ہے۔ اور اسی
طرح گرد و غبار سے اجزاء ارضیہ جو ہوا میں قریب کرہ زمین کے ملے رہتے ہیں اسی وجہ سے ہوا کا

بوردون اور بارومیٹر فرنیر وغیرہ کے اور سوا انچہ مکعب ہوا کا وزن ½ ۳۱ گرین جمع ¾ ۱۵ رتی کے ہے اور معمولی حالت گرمی اور سردی میں ۱۳ انچہ مکعب ہوا کا وزن برابر آدھی رتی کے ثابت ہوگیا۔ اس حساب سے مشک ہیں دو ماشہ سے کسیطرح کم ہوا نہیں ہوسکتی ہے دیکھیے طبیعات اور کیمسٹری کی جدید کتب کو اور کسقدر فواید تحقیق وزن ہوا سے ہمکو فلاسفہ نے پہونچائے ہیں اب ہم اس حدیث کو صحیح سمجھیں یا اپنے مشاہدات روزانہ کو اب کون بشر ایسی ایسی باتوں کو صحیح اور الہامی خبر مان سکتا ہے کہ ہوا میں وزن نہیں ہے۔ جواب نیچرل صاحب بچوں کے سمجھانے کی تو باتیں اور ہیں حقیقت اور ماہیت اشیا کا بیان اور ہے اور ہم ضرور پختہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے قرآن شریف اور حدیث کی کوئی بات کبھی خلاف عقل کے نہوگی۔ آپ کے اس شبہ کے جواب میں ہمکو تین قسم کی تقریر کرنی درکار ہے پہلے وزن اور ثقل اور خفت کے معنی آپکو سمجھنے چاہئیں ایٹر اکشن (کشش) کی علم کیمیا میں تین قسمیں کی ہیں اس میں سے ایک قسم کشش ارضی (ارٹیر اکشن آف گراوی ٹیشن) بھی ہے اور اسی سے وزن پیدا ہوتا ہے۔ اور فلاسفہ طبعیین نے کشش یعنی جاذبیت کی پانچ قسمیں لکھی ہیں عام جاذبیت کو خواص عامہ اجسام سے شمار کیا ہے اور خاص خاص اقسام جاذبیت کو خواص عامہ سے نہیں گنا ہے۔ وزن اور ثقل پانچویں قسم جاذبیت کی ہے۔ اسکو بھی عام لحص لازمہ اجسام سے شمار نہیں کیا ہے اسیواسطے مادہ یا جسم کی دو قسمیں کی ہیں قابل الوزن اور غیر قابل الوزن جیسے نور اور کہربائیہ وغیرہ اب اتنا معلوم ہوا کہ ہوا اگرچہ ایک جسم ہے یا مادی شے مگر بنظر جسمیت کے اسکو وزنی اور ثقیل ہونا ضرور نہیں ہے اب دیکھو زمین کی کشش خواہ جاذبیت سے وزن اور ثقل پیدا ہوتا ہے۔ اور زمین کشش انہیں اشیا کو کرتی ہے جن میں مادہ ارضی ہو اور ہوا اوپر کو چڑھاتی ہے ان چیزوں کو جن میں مادہ ہوائی ہوتا ہے بولیم (غبارہ) پتنگ خواہ اڑنے والے طایر یہ سب اوپر کو ہوا بھرنے سے چڑھتے ہیں۔ بگولا (بونڈرا) وغیرہ بھی اسی کی نظیر ہیں۔ پھر اگر ہوا اور ارض دو بسیط اجسام جدا جدا ہیں اور دونوں کے جوہر الگ ہیں ہرگز ہوا کو زمین جذب نہ کریگی پس ہوا میں یہ وزن کبھی نہ ہوگا کیونکہ جذب اپنے ہم جنس کو زمین

کہ ماہیت اشیا کی جب علم انسانی میں نہیں آسکتی ہے لہذا اسکو تحقیق ماہیت کے درپے ہونا
بیکار ہے۔ بلکہ جو خواص اور نوامیس قدرت ہر چیز میں ہمارے تجربہ میں آتے ہیں انکو معلوم کرنا۔
اسی کا نام فلسفہ ہے اب معلوم ہوا کہ اگر ہوا کوئی موجود شے ہے اور بدون ترکیب کے ہمکو مل
نہیں سکتی ہے ہم اسی مرکب ہوا کے آثار اور خواص سے بحث کرینگے جو خالص ہوا جو ہمکو
نہیں ملتی ہے۔ اگرچہ اوپر ہم سے اسکا وجود خالص بھی ہو اور اسکو وزنی یا غیر وزنی ہمارا
فلسفہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ اور یہ وزن ہوا کی بحث جو ہم کرتے ہیں یہ اسی ہوا کی ہے
جو مرکب ہو کر ہم پاتے ہیں۔ اب اس ہوائے مرکب کا قیاس خالص ہوا پر کرنا کسی قاعدہ
سے درست نہوگا تیسرے اسی ہوا کو لیجیے اور فلاسفہ کے قیاسات جو ہیں انکو دیکھیے کوئی
آدمی آسمانی ہوا تک نہیں گیا اور فقط ماسٹر لک میل سے ۲۳۰۰۰ فیٹ زیادہ اور اوپر
چڑھا ہے یا ۴۰ میل اور اسی قیاس بے دلیل سے بلندی کرہ ہوا کی بھی معلوم کر لی حالانکہ وہ
دلایل خود لکھتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک بلندی ہوا کی معلوم کرنی محال ہے۔ اور یہ ہوا کی اشعہ
یعنی سوکھی ہوائے آسمانی کا بھی وزن ۳۰ اقرار دے لیا اور پانی اور دیگر اجسام سے ہوا
کا وزن کم ہونا اور دیگر اصول اسی نامعلوم ہوا پر قیاس کر لیا ہے۔ پھر جسقدر خرابیاں علم ہوا
کے مسایل فرضیہ وہمیہ میں ہیں ان کے بیان کو تو ایک کتاب درکار ہے یہاں تو فقط وزن
ہوا پر مجھے بحث کرنی ہے۔ وہ کونسا آلہ ہے جسکے ذریعہ سے ہوائے آسمانی کا وزن فلاسفہ
دریافت کر سکتے ہیں۔ اسیطرح اکثر اصول فلسفہ جدیدہ کا حال ہے کہ محض قیاسی اور
خیالی بنا پر سیکڑوں اصول بنائے جاتے ہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس ہوا کا وزن
فلسفہ جدیدہ میں ثابت ہوا ہے وہ خاص ہوا کا وزن نہیں ہے۔ بلکہ رطوبت ابخرہ اور
غبار وغیرہ جو وزنی اور ثقیل چیزیں ہوا میں ملی ہوتی ہیں ان کا وزن اور بھی آسمانی ہوا
کا وزن فلاسفہ ثابت نہیں کر سکتے دوسرا جواب ہمارے حدیث مقدسہ میں جس ہوا میں وزن
ہونیکا انکار ہے وہ ہوا ایسی ہے کہ ہمارے کسی حس سے محسوس نہیں ہوتی ہے۔ اور اُسی
ہوا سے روح کو تشبیہ امام نے دی ہے اور اُسی ہوا کی قسم سے ملائکہ بھی ہیں جیسا کہ

ثقل اور خفت کمی بیشی ہے عروض بدیعیہ صفحہ ۱۶۲ میں دیکھو۔ وعلۃ خفۃ الاھواء
ھی ان الرطوبۃ البخاریۃ المنتشرۃ والمنتسجۃ فیہ الی ان یمنعھا البرد
فتحول بطبیعۃ والریاح او غیرہ الی القطرات فی وسط کما سیاتی فیقل رطوبۃ
وبالتبعیۃ تخف ثقلہ۔ ہوا کے سبک اور کم وزن ہونے کا سبب یہی ہے کہ رطوبت
بخاری جو ہوا میں ہے گویا وہ اور ہوا سے ثقیل ہوتی ہے جسکی وجہ سے ہوا کا ثقل فوری بڑھ
جاتا ہے مگر بوقت ریاح وغیرہ سے وہ رطوبت ہوا کے وسط میں پانی بن جاتی ہے۔ لہذا رطوبت
ہوا کی کم ہو کر اسکو سبک کرتی ہے تمام علمائے طبعیین وزن ہوا کی کمی بیشی اسی رطوبت
کی وجہ سے لکھتے ہیں اور سب کا اتفاق ہے کہ جسطرح سبکی وزن ہوا کے اوپر چڑھنے سے بہ نسبت
ہندسیہ مذکورہ بالا کے گھٹتی ہے چنانچہ ماسٹر لک غبارہ ہوا کے ذریعہ سے اتنا اوپر چڑھا تھا کہ
بارومیٹر پارہ اوسکا نیچے گیارہ انچ کم سے نیچے اوتر آیا تھا او بحساب ۲۰ ہزار فیٹ اونچا چڑھ گیا تھا جو
تخمینا چار میل بلندی سطح جہان کی ہوا کا ہے اور یہ خفت ہوا کی کمی رطوبت ہی سے تھی اسیطرح
اگر ہو نیچے تو او بھاری ہو جائے مثلاً زمین میں ایک سوراخ بڑا سا کریں کہ ہوا اس میں داخل
ہو سکے اسی نسبت ہندسیہ سے ثقل ہوا کا بڑھ جائیگا چنانچہ اگر ۳۴ میل کا گہرا سوراخ ہو تب ہوا
کی کثافت برابر کثافت پانی کے اور ۴۸ میل گہرے میں پارہ کے ہموزن اور (۱۰۵) میل کے عمق
میں سونے کے وزن میں ہوا ہو جاتی ہے۔ اب ضرور معلوم ہو گیا کہ ہوا کے وزن میں کمی بیشی
محض رطوبت بخارات کی وجہ سے ہوتی ہے اور گرد و غبار بھی اسکے معین ہیں اب جب تک
اصلی ہوا جو خالص بخارات وغیرہ سے ہو ہمکو نہ ملے ہم اسکے وزن کا کیونکر اقرار کریں۔ اور یہ
آلات وغیرہ جو طیار ہوئے ہیں سب اسی ہوا کے ہیں جو مرکب ابخرہ اور گرد و غبار سے ہوتی ہے
ہم اپنے کاروبار دنیوی کی غرض سے ہوا کو وزنی فرض کر کے اس سے جو فوائد اوٹھاتے ہیں
اسی ہوا کا وزن ہے جو سطح جہان کی ہوا ہے مرکب کہلاتی ہے اور خالص ہوا جسقدر اوپر
چڑھو اسیقدر تیز ہوگی اسکو ہم کسی ذریعہ سے نیچے نہیں لا سکتے اسلئے کہ ہوا کے مسامات میں
جسقدر نیچے اوترینگے ابخرہ وغیرہ سب ملکر اسکو مرکب کر دینگے فلاسفہ جدید کا یہ مذہب ہو گیا ہے

فطری امور کو مطابق کرتا انکو منظور ہوتا ہے تسخیر ارواح کا عمل اور علم جدید نہیں ہے بلکہ صوفیہ
اور باطنیہ قدیم مذہب ہے کہ اور جوگیا اور یونین کا فرقہ بھی ہمیشہ اسکو کرتا رہا ہے اور یہ بات تو
ظاہر ہے کہ روح انسانی ایک چیز لطیف ہے لہذا ہماری روح کو جسقدر اتحاد اور موانست دوسرے
کی روح سے ہوگا اسکے جسم کثیف سے اتحاد روحانی کبھی نہوگا کہ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز جب ہم لطیفہ روحانی یعنی روح انسانی کی حقیقت کو نہیں سمجھتے
اب روح کے تسخیر یعنی مغلوب کرنے میں اور روح سے اتحاد پیدا کرنے میں فرق جسقدر ہے اسکو
کیونکر سمجھ سکینگے جو لوگ پچھلے زمانہ میں فلسفہ اشراق اور تصفیہ باطن کے سالم اور عامل تھے
انہوں نے بجائے خود اگرچہ انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں اپنے شعبدات کا اظہار پورا پورا
کیا تھا مگر اس فلسفہ کو قسم نظری ہی میں رکھا تھا آج کے فلاسفران کو یہ خیال ہے کہ علم اشراق
کو بھی علوم حسیہ بدیہیہ میں داخل کریں اور یہی بڑی بھاری غلطی ہے اور اسی غلطی کی وجہ سے
جو عقلی دلایل کبھی شعبہ جدیدہ کے ثبوت میں پیش کرو ان کی عقل چونکہ خوگرفتہ مسلمات اور حسیات
سے ہے۔ وہ ہرگز نہیں مانتے بلکہ ہرگز نہیں سمجھتے ہم نے باب ۱۹ کے صفحہ ۳۴ میں اسی کتاب
معجزہ اور مسمیریزم کا فرق اگرچہ بقدر اپنی کم عقلی کے پورا بیان کر دیا ہے مگر پھر بھی تسخیر ارواح کے جو
آلات ان دنوں جاری ہوتے ہیں اور ہزاروں آدمی ادنی درجہ سے لیکر اعلی درجے کے تعلیم یافتہ
ایک بڑے بھاری شبہ میں پڑ گئے اور پڑتے چلے ہیں لہذا جسقدر ہم نے اس مسئلہ کو بطور اجمال
پٹنہ میں لکھا تھا اب ہمکو منظور ہے کہ پوری تحقیق اس مسئلہ کی اس کتاب میں کریں اور کیا عجب ہے
کہ جو لوگ ہماری اس کتاب کو پڑھیں اور تعصب نہ کریں ان کو ہمارا بیان قطعی شبہات میں کافی
ہو جائے معذرت بخدمت علمای محمدی چونکہ اکثر مطالب اس بحث کے فلسفہ اشراق
کے پرتو ہیں لہذا حضرات علما کو یہ خیال ہو کہ معاذ اللہ میرا بھی یہی عقیدہ ہے بلکہ میں اپنے نبی
برحق صلعم کے ارشادات کو سچا جانتا ہوں علمای اشراقیین کا پورا عقیدہ ہے کہ ہماری روح
یا نفس ناطقہ ایک نورانی چیز ہے اور اسکو علم حاضر اور غایب کا برابر ہوتا ہے گو وہ ماہیت نورانی
ہم پر ظاہر نہیں ہے مگر آثار اور افعال سے ہمکو اسکے نورانی ہونیکا پورا یقین ہے ریاضت کرنیسے

ہمنے اوپر بیان کیا ہے۔ پس یہ ہوا جس میں فلاسفہ وزن کے اب قایل ہوئے ہیں
اور پچھلے فلاسفہ پر بیجا قہقہہ زنی کرتے ہیں اور ہے اور وہ ہوا مندرجہ احادیث اور
ہے۔ اور ہواؤں کے اقسام کا متعدد ہونا اسکا انکار فلاسفہ جدید بھی نہیں کرسکتے تیسرا
جواب جسم دہریا اور زندیق سے امام نے خطاب فرماکر ہوا میں وزن کا ہونا ارشاد فرمایا ہے
وہ شخص اپنے فلسفہ قدیمہ کے ذریعے سے ہوا کا غیر وزنی ہونا صحیح جانتا تھا گو دراصل اسکا
عقیدہ غلط ہو اور ہوا کا باوجود مادہ ہونے کے غیر قابل الوزن ہونا اسکا گمان تھا جس
طرح ابھی تک فلاسفہ جدید نور اور سیال کہربائی وغیرہ کو غیر قابل الوزن کررہے ہیں
اور شاید کسی زمانہ آیندہ میں ہمکو کسی ذریعے سے نور اور کہربائیت کا وزن مثل وزن ہوا
کے بھی معلوم ہوجاوے پس امام کا ارشاد اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ اسی سطح جہان کی ہوا
کی نسبت ہے تو اسی سایل کے عقیدہ کی بنا پر ہوگا جو قایل ہوا کے وزنی ہونے کا نہ
تھا اور تحقیقی اور واقعی بیان ہوگا اور کلموا الناس علی قدر عقولہم کے یہی معنی
ہیں لہذا کسیطرح محل اعتراض نہ ہوگا اس باب میں اسیقدر وزن ہوا کی بحث ضروری تھی
آیندہ طوفان عام کے باب میں انشاء اللہ پوری تحقیق ہویہ آسمانی اور ارضی کی کرونگا
انشاء اللہ برادران اسلامی کو ان فلاسفہ کے ناقص اصول پڑھکر اپنے قرآن اور حدیث
سے مشتبہ ہونا نچاہیئے ؎

باب گیارھواں تسخیر ارواح کے جو آلات طیار ہوکر اعمال اب ہورہے ہیں
انکی اصلیت کیا ہے اور مذہب آسمانی خصوصاً اسلامی عقاید پر انکا کیا
خراب اثر پڑتا ہے پہلے میں اس بات کو بیان کرتا ہوں کہ فساد عقاید ہمیشہ سے دنیا
میں چلا آتا ہے مگر ہمارے زمانہ کا فساد عقیدہ اسوجہ سے زیادہ بڑھا ہے کہ علوم نظریہ (
فلسفہ عقلیہ) کا پڑھنا پڑھانا بالکل متروک ہوگیا ہے اور جو علوم آجکل مروج ہیں
ان کے اکثر اصول محض تجربہ ظنی پر بنائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عوام یا ہمارے زمانے کے
خواص تعلیم یافتہ اسکول اور کالج کے چونکہ بدیہی امور کو دیکھتے اور سنتے ہیں انہیں یہ

باب گیارھواں

میں رہتی ہے اور ایک روح کی نسبت آپکا عقیدہ ہے کہ اُسی جگہ رہتی ہے جہاں آدمی کا جثہ
خاکی پڑا یا گڑا ہے۔ یہ کونسی روح انسانی ہے اور وہ کونسی روح آدمی کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی
جواب جس روح کو ہم جسم لطیف اور بہ حدیث سے لکھ چکے ہیں اور نورانی چیز ہے اسکی نسبت امام
نے فرمایا ہے کہ روح اپنے مکان (یعنی جہاں جسم مردہ ہے) ہاں میں مقیم ہے مگر نیکوکار کی روح روشنی
اور وسیع جگہ میں ہے۔ اور بدکار کی روح تنگی تاریکی میں اور وادی السلام سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے
کہ وہ جگہ روشن اور کشادہ ہے اور وادی برہوت میں تنگی اور ظلمت ہو اور چونکہ یہ مسئلہ عالم برزخ
کا ہے دنیاوی حیات کے امور پر اسکا قیاس کرنا ہرگز نہ چاہیئے یہی یہ بات کہ وہی روح قبر میں ہو اور
وہی روح وادی السلام میں جب روح کو نورانی شے فرض کر چکے اور نور کی رفتار فی ثانیہ ۱۹۲۰۰۰
میل ہے پھر نور کا مقام قبر سے وادی السلام تک پھیلنا چشم زدن میں کیا دشوار ہے اور اس مسئلہ
میں زیادہ بحث کرنی ہمکو مناسب نہیں ہے حالت خواب میں ہماری روح کو دیکھو سوال بہت اچھا
آپ اس سوال کے واقعی جواب کو چھپاتے ہیں اب یہ تو فرمائی کہ ہم بذریعہ پلانچٹ (تختی یا میز) کے
جسکی روح کو چاہتے ہیں بلا کر اس سے ہر قسم کی سوالات کرتے ہیں زبانی جواب بھی دیتی اور جواب
تحریری بھی اسی شان کے حروف سے لکھ دیتی ہے جیسا کہ اسکا خط زمانہ حیات میں تھا بلکہ جسکے
خط سے مشابہ چاہو اُسی کے شان کا خط لکھ دیتی ہے اور اسپر طرہ یہ ہے کہ جاہل اُمی محض سے
جس زبان میں سوال کیجئے اُسی زبان میں جواب تحریری اور تقریری دیتا ہے یہ کونسی روح مسخر ہے
اسکو اچھی طرح سے بیان کیجئے اور آرسے بلے نہ کیجیگا۔ جواب پہلے تو آپ کے نیچری خیالات کا
بطلان ہوا جاتا ہے اگر یہ سب باتیں سچی ہوں اسلیئے کہ روح مجرد سے افعال جسمانی صادر ہونا
بالکل خرق عادت ہے زبانی جواب دینا روح کا محتاج زبان اور دیگر اعضا کا ہے جنسے آواز اور
تلفظ کا تعلق ہے جو بدون اعضای جسمانی کے ہو نہیں سکتے اور تحریری جواب میں روح کے
ہمراہ دوات اور قلم سیاہی بھی عالم ارواح سے آتی ہے یہ اور بھی خلاف نیچر ہے کیا آپ خلاف
نیچر ہونیکو جایز سمجھتے ہیں سوال اس جھگڑے سے ہمکو کچھ فایدہ نہیں ہے مگر یہ سب امور ضرور واقع
ہوتے ہیں۔ اور روزانہ تجربہ ان کا ہمکو ہو رہا ہے آپ فرمائی کہ آخر کیونکر ہوتے ہیں اور کیا بات ہے

اور جسمانی لذات کے ترک کرنیسے روحانیت ہماری بڑھتی ہے جسطرح جسمانی لذات میں زیادہ منہمک ہونے سے ہم مثل حیوانات کے ہوجاتے ہیں اور یہ عقیدہ اُن لوگونکا کتب آسمانی کے بھی چنداں مخالف نہیں ہے مگر نتایج خراب ہیں یہ لوگ احکام شریعت سے مخالف ہوگئے اتقوا من فراسۃ المومن کی شرح میں اسکا پورا ثبوت ہوتا ہے پھر قلب ہمارا جسکو عرش خدا احادیث میں فرمایا ہے اور یہ بھی ارشاد ہے من القلب الی القلب یعنی ایک کے دل سے دوسرے کے دل تک سوراخ ہے یعنی دل رابدل رہیست لہذا جسقدر تصفیہ قلبی آدمی کو ہوگا افعال روحانی کا صدور اُس سے زیادہ ہوگا۔ ضبط خیال کی قدرت جسقدر آدمی کو زیادہ ہوتی ہے۔ اسیقدر وساوس شیطانی سے دور ہوتا ہے ہماری نماز بھی وہی درجہ اعلی پر ہے۔ کہ اوہام اور شکوک سے پاک ہو اسی غرض سے مثلاً چار رکعت ظہر کی واجب اور آٹھ سنتیں مقرر ہوئیں کہ بارہ رکعت میں چار تو بلا خطرات ادا ہونگی خیر یہانتک تو اشراقیین اور ہم لوگ پابندان شریعت میں چنداں اختلاف نہیں ہے اب طریقہ تصفیہ قلب کہ اس میں پورا اختلاف انکو خصوصاً فرقہ صوفیہ اور باطنیہ کو شریعت انبیا علیہم السلام سے ہوگیا ہے۔ تصور جانیکے طریقہ صدہا ان لوگوں نے ایجاد کیئے ہیں کوئی بت سمجھا اُسے سمجھا اُسے کوئی خدا۔ آجتک جھگڑا یہی گبر و مسلمان میں رہا تصفیہ قلبی سے غرض بھی ہر فرقہ کی جدا جدا رہی فلاسفہ تو حل مسایل مشکلہ کی غرض سے اسکے درپے ہوئے باطنیہ فرقہ علم باطن کی تکمیل دخرابی اکرکے احکام ظاہری شرع کے مٹانیکے درپے ہوا پھر چونکہ یہ لطیفہ نورانی خدا نے آلہ تکمیل امور ظاہری اور باطنی دونونکا عطا فرمایا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے تلوار کی ہمکو اختیار ہے چاہے راہ خدا میں اس سے جہاد کریں اور دشمنان خدا کو قتل کریں اور چاہیں دوستان خدا یا بیگناہ کا خون ناحق کریں اسیطرح ہم اپنے چراغ نورانی یعنی قلب صاف سے اچھے اور برے دونوں طرح کے کام لے سکتے ہیں اب اُن طریقونکا بیان کرنا جنسے ہمکو روشن ضمیری پیدا ہوتی ہو اُسکی کوئی ضرورت ہمکو نہیں ہے ہمکو یہ تحقیق تعلق اور مسمریزم اور انگوٹھی کرانا یا اور آلات جنسے عمل حاضرات اور مسمیریزم کیا جاتا ہے اسکا بیان کرنا ضرور ہے۔ سوال تحریری ہاں جناب یہ تو فرمائیے کہ روح کی نسبت آپکو عقیدہ ہے کہ ایمانداروں کی روح وادی السلام اور کفاروں کی روح وادی برہوت

ہے لیکن ہمارے بدن میں بھی جب تک ہے اگر ہم اسکی لطافت کو قایم کرنا چاہیں اور اس سے
افعال روحانی لینا ہمکو منظور ہو سب کچھ ہو سکتا ہے یہ جانا کہ جب اس قفس سے رہا ہو گئی ہو پھر
اسکی لطافت کا کیا پوچھنا ہاں اتنا ضرور سمجھنا لازم ہے کہ جو لوگ روحانی جیسے انبیا جو ابدان جسمانی میں
ہماری ہدایت اور فلاح دارین کی غرض سے آئے اور انکو روح کے تصرفات پر ہم سے زیادہ اطلاع
تھی انہوں نے خود جو روحانی طریقہ جاری فرمائی یا ہمکو عملدرآمد کرنیکا ان طریقوں پر حکم دیا ہم اپنے
ایجاد اور اختراع سے جو طریقہ پیدا کرینگے ضرور وہ ناقص اور لغو ہونگے اب مجھے اسکی ضرورت ہے
کہ اپنے روحانی پیشواؤں کی تعلیم روحانی کی دیگر تعلیم روحانی پر ہر طرح سے فضیلت ثابت کروں
تسخیر ارواح کے معنی ابھی ہمارے سایل کو معلوم نہیں ہیں اور فقط آدمی کی روح کی تسخیر سے ہمارے
معزز سایل کو بحث ہے۔ پہلے تو یہ سمجھو کہ تسخیر کے معنی اطاعت کرانے کے ہیں اگر ارسطو کی
روح کو ہم مسخر کریں تو اسکا یہی مطلب ہوگا کہ وہ روح ارسطو ہماری مطیع اور فرمانبردار ہے ظاہر
ہے کہ فرمانبرداری ہماری وہی روح کریگی جسکی روح ہماری روح سے روحانیت میں کمتر ہوگی اور
اگر ہماری روح سے اسکی روحانیت زیادہ ہے یا برابر ہے اسکی تسخیر ہم کیونکر کرینگے مثلاً بعض لوگ
فرقہ صوفیہ کے رسول نما کہتے ہیں شیعہ ہوں یا سنی اب اگر وہ لوگ مسلمان تھے تو انکو ضرور
اپنی روح کا غالب آنا روح جناب رسالتمآب صلعم پر کبھی مظنون نہوگا بلکہ اپنی روح کو برابر بھی
روح نبی صلعم سے نسمجھتے ہونگے اب تسخیر کا قول تو غلط ہو گیا بلکہ رسول نما کی روح خود مسخر اور
مطیع روح نبی کے ہوتی ہوگی اب تو تسخیر ارواح کے یہ معنی ہوئے کہ ہم خود بروقت عمل تسخیر
ارواح کے مسخر اور مطیع کسی دوسری روح کے ہوتے ہیں لاؤ پیر کچھ گھر سے بھی لیجاؤ اور اگر
تسخیر ارواح کے یہ معنی ہیں کہ ہماری روح کو ایک ربط روحانی دیگر ارواح سے ہوتا ہے اب تو یہ
سارا کھیل بگڑ گیا اسلئے کہ ربط اور ارتباط کی شرط یہ ہے کہ دونوں شے یعنے دونوں روح میں روحانیت
برابر ہو نا فی اور فاسق بلکہ منکر نبوت یا منکر خدا زندیق کی روح کو معاذاللہ ربط ارواح انبیا سے کیونکر
ہو سکتا ہے اگر آپ کہیں کہ روح تو سبکی روحانی ہے میں کہونگا کہ ضرور یہی بات ہے مگر روحانیت کے خلاف
اعمال کرنے سے ظلمت بھی تو اسی روح میں آجاتی ہے اور تصفیہ قلب سے آخر غرض کیا ہے

جواب ہم تو اصلیت اسکی ثابت کر ہی دینگے مگر آپ لوگوں کی حالت پر افسوس ہے کہ ہرگز کسی عقیدہ پر آپ جمتے نہیں ہیں انصاف کیجیے کہ جب ہم اپنے عقیدہ مذہبی کو آپ سے ظاہر کرتے ہیں کہ مردہ کو جب بعد دفن کے تلقین پڑھکر سنائی جاتی ہے کیسا ہی جاہل اور کسی ملک کا رہنے والا ہو مگر وہ عربی عبارت اور فقرا ہی تلقین کو سمجھتا ہی ہے اور جواب بھی ہمارے اس قول کا کہ اعصمت یا فلاں عربی زبان میں ہی دیتا ہے اس پر تو آپ لوگ قہقہہ زنی کرتے تھے اور میز اور کرسی کے ذریعہ سے جب آپ اسی روح کو ہزاروں کوس دور اسکی قبر سے بلاتے ہیں وہ آپکی ہر زبان کو سمجھ بھی لیتی ہے اور جواب بھی ہر زبان میں دیتی ہے بلکہ خوشخط لکھ بھی دیتی ہے اب فرمائی کہ ہمارے مخبر صادق صلعم جو باتیں الہامی بیان فرمائیں اسکو آپ لوگ ناممکن اور ناروا سمجھیں اور اپنے فعل کو صحیح اور ضروری جانیں کیسی ناانصافی ہے سوال ہمارے سوال کا جواب دیجیے اور اس طول سے کوئی فایدہ ہوگا یا یہ سمجھے کہ جواب نہیں ہوسکتا ہم بھی چپ ہو جائیں جواب اگر آپ غور سے ہماری بات سنتے اور سمجھتے تو جواب آپکے سوال کا پیدا ہم دے چکے ہیں مگر بقول سعدی صاحب کہ گر صد باب حکمت پیش نادان۔ بخوانی آیدش بازیچہ در گوش۔ اب جواب اصلی آپکے سوال کا شروع کرتا ہوں اگر آپکا یہ قول کہ روح مسمریزم سے ضرور آتی ہے اور جوابات بھی دیتی ہے اور تحریر پر بھی قادر ہے صحیح اور درست ہے تو یہی تجربہ پورا ثبوت اسکا ہے کہ بولنا اور لکھنا پڑھنا سننا زبانہای مختلفہ کا سمجھنا جسطرح ہماری اس زندگی میں ہم سے ہوتا ہے اور جو اسباب جسمانی قدرت نے اسکے مقرر فرمائے ہیں۔ وہ اسباب عادی ہیں اور انہیں پر صدور افعال کا موقوف نہیں ہے اب درخت کا بولنا حضرت موسیٰ سے اور سنگریزوں کا گواہی دینا ہمارے نبی صلعم کی نبوت پر بھی ہوسکتا ہے فونوگراف کا شعبدہ نہ تھا پھر جب ہم اس حیات کے جامہ میں نہوں بلکہ عالم برزخ میں ہوں اسوقت ہمارے افعال اور حرکات کو اس زندگی کے حرکات سے مشابہ کرنا اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا یہ تو محض نادانی ہے اب معلوم ہوا کہ روحانی طاقت ہماری بہت بڑی طاقت ہے بہ نسبت جسمانی طاقت کے پھر چونکہ اوپر کہہ چکا ہے کہ روح جوہر لطیف کو قالب کثیف پہنایا گیا ہے۔ جب تک ہمارے بدن میں ہے۔ اور جب بدن سے جدا ہو جاوے وہ قالب کثیف بھی روح سے جدا ہوتا ہے اب تو محض لطافت پر ہو جاتی

اور جنم پترہ طیار کرنے کا اشتہار دیتے ہیں ایسے ہی لوگ اور دیگر ذریعہ سے فیس لیکر بتلانے والے بھی اسی دو روپیہ
کی فیس پر کروڑوں روپیہ کا خزانہ آپکو بتلا دینگے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ہی کسی جگہ سے دو روپیہ فقط
بقدر اپنی فیس کے نکال لیں ہیں لیجیے اور ذرا امیر اور شخص کو سنبھال کر پھر سامنے بیٹھ جائیے اور
ارسطو اور افلاطون کی روح وہ دیکھیے سامنے کھڑی ہیں اب انکے واسطے سوال کیجیے کہ ہمکو بھی
قرضہ کیوجہ سے بڑی تنگی ہو رہی ہے کیجیے کوئی وظیفہ بتلا کر ارسطو صاحب بتلا دیں کہ اُسے کھو کر
بار قرضہ سے کسطرح سبکدوشی حاصل ہو مگر آپ کے استاد جبرئیل نے تو یہ بھی پڑھا دیا ہے کہ دفاین
اور خزاین اور مردہ کے حالات سے کبھی سوال نہ کرنا ورنہ روح [illegible] ہو جائیگی اچھا یہ بھی جانے دیجیے آج
دنیا میں ہزاروں مریض ایسے ہیں اگر وہ ہمارے علاج سے شفایاب ہوں لاکھوں روپیہ ہمکو گھر بیٹھے ملجای
دفینہ کی بابت تو گورنمنٹ کا خوف بھی ہے روح ارسطو اور جالینوس طبیب سے ہی دریافت کیجیے کہ
فلان مریض کس دوا سے اچھا ہوگا اگر ہم علاج کریں دیکھیے اسکا جواب روح افلاطون کیا دیتی ہے اور
یہ بھی نہ سہی مقدمات ہو رہی ہیں کہ اہل مقدمہ لاکھوں تلاش کرتے پھرتے ہیں آپ بیرسٹری کے ذریعہ
سے کسی مقدمہ کو بموجب ہدایت کسی روح مسخر کے دائر کیجیے اور وہ روح بتلا دے کہ فلان طریقہ سے اگر
دائر کروگے فتحیابی ضرور ہوگی جب بھی آپکو تسخیر ارواح سے دنیوی فائدہ ہو اسیطرح لاکھوں طریقہ
تحصیل زر کے ہیں اگر تسخیر ارواح کا عمل دنیوی امور میں کارآمد ہوتا علاوہ عمل ہذا سے پھر کوئی دولتمند
اور زور آور فارغ البال ہوتا اور جب ایسا نہیں ہے تو بقول شاعر نہ تو دین ملا نہ ملی دنیا نہ ادہر
کے ہوتے نہ اُدہر کے ہوئے خسر الدنیا والآخرۃ [illegible] مشائخ صرف پچھلے صوفیہ صافیہ جو بڑے بڑے
نامی گرامی گذرے ہیں یہ لیجیے کتاب شمس المعارف الکبری حضرت احمد بونی کی جسکو بغرض ابطال فقیر نے برسوں
پڑھا ہے اُسی کتاب میں دیکھیے تسخیر ارواح کو الگ کو لکھا ہے اور اسمائے عظمی الٰہیہ کے خواص اصول
علم خواص حروف سے بھی ثابت کیے ہیں کسیکو اسم اعظم یا حی یا قیوم کا عمل دیا کسیکو یا وہاب کا کسیکو یا مغنی اور
غنی کسیکو سبوح قدوس کسیکو [illegible] کسیکو [illegible] اسکا تذکرہ کرنا ہی عبث ہے مگر چونکہ
میری کتاب اہل اسلام کے فوائد کیواسطے لکھی جاتی ہے لہذا مجھے خارج از بحث بھی دو چار باتوں کا لکھنا
ضرور ہے ہاں جناب یہ سب لوگ صاحب تصرف اور صاحب تعریف مرد تھے مگر ہمارے نبی صلعم نے جو ان اعمال

اب دیکھو اگر یہ تختی اور مہر اور انگوٹھی اس فایدہ پر شامل ہے کہ تصفیہ قلبی محض لغو فعل ہے ہر ایک
شرابی اور بدکار کی روح سے دیگر ارواح طیبہ کا ربط بلا تفرقہ حاصل ہو اسکو تو علما سے علم باطن کبھی نہ
مانگے اور اگر مانگے تو وہی مسئلہ ہمہ اوست کا ماننا پڑیگا اور بعثت انبیا اور عمل خیر اور شر سب لغو اور
بیکار ہو جائیگا اور یہ بحث توحید اور نبوت کے اقرار اور انکار تک پہونچیگی یہی سبب ہے کہ ہمارے علماے حق
ایسے ایسے اعمال کو حرام اور غیر مشروع فرماتے ہیں جاہل بیچارہ اسکو کیا خبر ہے کہ انجام تسخیر ارواح کے
مسئلہ کا کیسا خراب ہے یہ قلعہ مستحکم شریعت کا ایسا کامل بنایا گیا ہے کہ ادھر شریعت سے باہر قدم
نکالا اور پھر ہزاروں آفات کا سامنا ہوا تسخیر ارواح کا عمل اگر صحیح بھی مانا جائے دنیاوہ بخلاف تو اسکا
ضرور خیال کرنا لازم ہے کہ جو کام آدمی کرتا ہے اس سے کوئی غرض جلب نفع یا دفع ضرر کی ضرور
ہوتی ہے ورنہ عبث فعل ہوگا اب عامل اس عمل کا اگر پابند کسی مذہب کا ہے اسکی غرض یا نفع
دنیوی یا نفع دینی یا دفع ضرر دینی اور یا دفع ضرر دنیوی ہے تو بشرط اعتقاد مذہبی تسخیر ارواح سے
ناجایز ہے اسلیے کہ جملہ ادیان کا اجماعی مسئلہ ہے کہ دینی امور میں اعتقاد احکام شریعت پر کرو
اور ارواح سے پوچھ پوچھ کر کسی امر دینی میں کاربند ہونا مذہبی عقیدہ سے اگر جایز ہے بالفرض تو اسی
خاص طریقہ سے جسکو بانی مذہب نے جایز کر دیا ہے اور اسکے واسطے کوئی طریقہ نماز یا دعا استخارہ
وغیرہ کا صحیح سند سے منقول ہے یہ انگوٹھی اور مہر اور تختی کوئی مذہبی طریقہ نہیں ہے اب رہا تسخیر
ارواح بغرض نفع دنیاوی یا دفع ضرر دنیوی اسمیں پابند مذہب اور بے مذہبی فرقہ دونو برابر ہیں اب
نتیجہ یہ ہوا کہ تسخیر ارواح فقط نفع دنیوی کی غرض سے کیا جاتا ہے اب لیجیے نفع دنیوی اور تلاش
کیجیے کہ عاملان تسخیر ارواح کو اس عمل کی بدولت کسقدر نفع دنیوی ہوتا ہے یہ تو ایک طریقہ ہے
میں کہتا ہوں کہ جتنے علوم مثلاً جفر اور رمل اور نجوم اور علم کیمیا اور علم سرودہا اور قیافہ غیر
طبعی اور علم سحر اور کہانت جو ہمیشہ سے مخالف شریعت انبیا علیہم السلام کی غرض سے ملاحدہ
اور کفار اشرار نے سیکھے سکھائے اگر نفع دنیوی کا پورا بھروسہ ہوتا کوئی شخص دنیا میں باقی نہ
رہتا جو انہیں علوم کو حاصل نہ کرتا بلکہ جتنے رمال اور نجومی جفار ہیں سب ہونگے سوائی بھیک مانگنے
کے اور کوئی ذریعہ معاش کا انکا ہوگا آج بھی اخبارات کو دیکھیے ایک روپیہ کی فیس پر زائچہ

عمل ناجایز ہے اب رہا تختی اور میز کا جواب سوال خوشخط لکھدینا اگر یہ بات سچی ہے تو ہم نے بہت
دن گذرے ایک خبر سنی تھی یوروپ کے فلاسفروں نے ایک عجیب کل ایجاد کی ہے کیسا ہی مشکل سوال
جبر و مقابلہ (الجبرا) کا لکھکر اُس کل میں رکھدو جواب صحیح لکھکر اُس کل سے نکل پڑتا ہے یہ خبر ہمکو ۱۸۸۵ء
میں ملی تھی آج اسکو ۳ برس گذرے اور ہمیشہ اسکی تلاش ہمکو رہی کہ آخر کہاں تک صحیح یا غلط ہے
اگر سچی بات ہے پھر تو آپکی میز اور تختی سے جواب لکھا ہوا پیدا ہونا اُسی قاعدہ پر مبنی ہوگا جس قاعدہ
پر وہ کل الجبرا کے سوالات کا جواب دیتی ہے ورنہ ہمکو علم طلسم اور نیرنجات سے ایسے سوال
کا جواب دینا پڑیگا سوال مردہ کی روح کا تو حساب ہی جدا ہے ہم تو زندہ آدمی سے بحالت استغراق
اور حالت وجد میں سب کچھ دریافت کر لیتے ہیں اسکا سبب آپ بتلا دیجے اور شریعت کے حرام
کرنیکی دھمکی دینے سے کیا یہ باتیں رک سکتی ہیں اور کبھی رکی ہوں تو اسکا تاریخی ثبوت دیجے
جواب شریعت کی دھمکی کیا اچھی ہی شریعت یا قانون عقلی دونو ایک چیز ہیں جنکا منشا یہی
ہے کہ ہم ایسا کام نہ کریں جس سے نظام عالم میں برہمی پیدا ہو اور عالم جسمانی میں روحانی افعال
سے کام لینا قانون قدرت سے ضرور ناروا ہے دیکھیے جسقدر علوم اور اصول ظاہری اصول
کے برخلاف ہیں کوئی گورنمنٹ اور کوئی سلطنت اپنے قلمرو میں انکا رواج پسند کرتی ہے آج
یوروپ کے فلاسفہ جنکی عقل اور دانش پر اُنکو بڑا فخر اور ناز ہے اگرچہ دلوں میں اُن کے علوم اسرار کی
راستی ضرور مانی ہوئی ہے مگر ظاہری انتظام کی برہمی کی نظر سے جب پوچھو گے رمل اور نجوم اور جفر
اور مسمریزم اسپریچوالیزم کو غلط ہی بتلائینگے ایک چھوٹی سی نظیر ہم جفر کی اور ضمیر یعنی پوشیدہ چیز
اور دل کے راز بتلانیکی آپکو دیتے ہیں جو رمل اور نجوم وغیرہ سے معلوم ہو جاتی ہیں اور جنکے قواعد اسکے تئیں
انہیں علوم سے پختہ طور سے بنائے گئے ہیں غلط اور صحیح جواب دینا یہ کرنیوالیکی خامی اور پختگی پر
موقوف ہے قاعدہ غلط نہیں ہے جبر مقابلہ اور خطایین اربعہ متناسبہ ضرب اور قسمت حسابی میں بھی
جواب غلط آسکتا ہے مگر قاعدہ غلط نہیں ہے اب جفر یعنی پوشیدہ چیز بتلانے کا عمل اگر عام طور پر
اسکا رواج کر دیا جائے اور ہر شخص ہر ایک مخفی چیز کو یا ہر ایک دفینہ اور خزینہ کو جاننے لگے جو غرض پوشیدہ
کرنیسے ہماری ہوتی ہے اور سوائے خاص خاص لوگوں کے اور کسی پر اسکا اظہار ہمکو منظور نہیں ہوتا

کو حرام فرمایا ہے اسکا ثبوت بھی اسی کتاب میں پڑھ لیجیے اسلیے کہ تسخیر ارواح اور تصریف کو اکثر پہلے جو
جو اعمال ستارہ پرستی کے کرنے پڑتے ہیں اور عزیمت اور تنجیم اور استنطاق روحانیات اور شیطانیات کا آدمی
دین محمدی بلکہ کل مذاہب آسمانی سے خارج ہو جاتا ہے اسکو جب کریگا تب جا کر شمس اور قمر اور مریخ کی تسخیر
ہوتی ہے ضرور ان لوگوں کو طی الارض اور غایب بینی اور اخبار امور آیندہ بقول ان کے بمدد انکے حاصل ہو
خواہ عمل یا دہا ہے انکو نواب سعادت علیخان مرحوم کی چارپائی رات کو الٹ دینے کی طاقت ہو جیسا کہ حضرت
غوث گوالیری یا مخدوم صاحب کچھوچھ یا کسی اور صاحب کی روایت سنی ہے مگر چونکہ وہ لوگ بظاہر مسلمان
تھے مجھے انکی طرف ایسے اعمال کفر اور شرک کی نسبت دینی ہرگز پسند نہیں ہے حضرت معتقدین کو اختیار ہے
رہی یہ بات کہ عمل علوی اور سفلی میں کفر اور اسلام کا فرق ہے یہ فقط دھوکہ دینے کی بات ہے میرے سامنے
یہ بات نہ چلیگی کہ علم در سینہ دارم نہ در سفینہ ـ شعر ـ واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند چوں
بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند ـ آئیے ہم تسخیر ارواح سے بحث کریں ہاں میرے معزز سائل
آپکی غرض تسخیر ارواح کے پوچھنے سے یہی ہے کہ یہ تماشا ظہیر کیوں ہو جاتا ہے اور کیوں یہ آلات
معین عمل تسخیر ارواح ہوتے ہیں ـ اب اسکے جواب میں ہم عمل حاضرات کی نظیر پیش کرتے ہیں ـ
حاضرات کرنیوالے ملا سیانے بھی ایسی ہی شعبدہ بازی کرتے ہیں اور کرتے چلے آتے ہیں مگر انکے
شعبدہ پر تو آپ لوگ قہقہہ زنی کرتے ہیں مگر چاہ کنندہ را چاہ در پیش آخر اسی چاہ ضلالت میں آپکو بھی
گرنا پڑا مگر فرق یہ ہے کہ وہ لوگ اس عمل کو فقط اپنا ذریعہ معاش کرتے ہیں اور انکے اعتقاد مذہبی
میں خلل نہیں آتا ہے اور آپ تو بقول شاعر ـ سنتے ہیں ڈوبتے اچھلتے ہیں ـ ایسے ڈوبے
کہیں نکلتے ہیں ـ آپ تو ایسے ڈوبے کہ نہ دین کے رہے اور نہ دنیا کے یہ عمل تسخیر ارواح بالکل حاضرات
سے مشابہ ہے اب اگر میں تفصیل اثر روحانی اور درجات تلقین ظاہری اور باطنی کو بیان کروں مخالفت
شریعت سے ڈرتا ہوں سوال ذرا ٹھیر جایئے یہ کیا آپنے کہا کیا آپکی شریعت علوم باطنیہ کے سیکھنے سکھانے
کو منع کرتی ہے اور یہود اور نصاریٰ اور ہنود ان سب فرقوں میں تو برابر ان علوم کی تعلیم جاری ہے
جواب ہاں جناب ہماری شریعت بلکہ جملہ شریعتہائے انبیا اور عقل سلیم بھی ایسے اعمال کے
کرنے اور سیکھنے کو منع کرتی ہے دیکھو صفحہ ۲۰۵ انتصار الاسلام کو کہ عقلی دلایل سے بھی انکا علم اور

یا اور اعمال علوی بدتر از سفلی جس سے ظاہری قوانین شریعت یا سلطنت کے خلاف کاروائی ہو سکتی ہے
انکا عمل کرنا عقل اور شرع دونوں کی راہ سے اس قدر مخل نظام عالم ہے اور اسی وجہ سے حرام ہے پھر جب ہمکو اسکا
کرنا نہ چاہیے اب اسکی اصلیت سے پوچھا یا تحقیق کرنیسے کیا فایدہ دہوکا اور مغالطہ فقط اسی وجہ سے ہوتا ہے
کہ روحانی چیزوں کو یہ لوگ جسمانی اشیا پر قیاس کرکے جو باتیں جسمانی اور جسم پر ناجایز اور محال ثابت ہو چکی ہیں
مثلاً آن واحد میں ایک جسم کا دو مکان میں ہونا چونکہ بدیہتہ محال ہے لہذا اس بات کو اسی تمثیل سے قبر نجف یا
اور وادی السلام میں روح کا ہونا بھی محال نظر آتا ہے پہلی غلطی تو یہی ہے جو شاعر کہتا ہے ۱۵ چہ نسبت
خاک را با عالم پاک) جسمانی قوتوں کے نظایر انہی جسمانی قوتیں جو ہمارے بدن میں خدا نے رکھی ہیں انکو
بھی ہم بطور نظیر کے پیش کریں اور نیز دیگر قوتہای جسمانی کو تمثیلاً بیان کریں ہمارے بدن میں ایک آنکھ خدا نے پیدا کی
ہے اور اسکے عجایب حالات پر جو شخص علم تشریح اور علم مناظر اور علم نظرایات سے واقف ہے وہی آگاہ ہو سکتا ہے
جس آدمی کی دونوں آنکھ درست ہیں وہ بھی اور جو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے وہ بھی ہر شے کو یکساں دیکھتا ہے
اگر قوت باصرہ قابل تقسیم ہوتی یا آنکھ اسکا محل ہوتا ایک آنکھ والا نصف قوت پر دو آنکھ والے سے ہوتا بلکہ حکما کی
رای یہ ہے کہ یک چشم کی نظر قوی ہوتی ہے دو آنکھ والے سے یہی حال قوت شامہ کا یعنی سونگھنے کی قوت کا دونوں
نتھنے سے ہے اور یہی حال قوت سامعہ کا اور اس سے زیادہ عجیب حال قوت لامسہ کا ہے تمام بدن میں موجود ہے اور سب سے
زیادہ ہوا پنے ہاتھ کی انگشت شہادت کہ اسمیں قوت ہر جگہ سے زیادہ ہے کوئی فلسفی اسکا سبب یا کوئی بڑا حکیم ان
قوتوں کی ماہیت سے باخبر ہے پھر جب ہم قوتہای جسمانی کے آثار اور افعال مختلفہ کے اسباب کو نہیں سمجھ سکتے
عالم ارواح کے عجایب آثار پر چون و چرا کیسے کرینگے بلکہ یہ عمل مجاز ہونگے اور لیجیے زمین کے ہر قسم میں جو قوت جاذبہ ہے
جسکو حال کے علما سفر انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہر جز زمین میں قوت جاذبہ ہے دیکھو عروس بدیعیہ صفحہ ۱۸ اگر چہ اس مسئلہ
پر بحث کرنی ہمکو دوسری جگہ منظور ہے یہاں تو ہم اسیکو دکھلاتے ہیں کہ یہ قوت جاذبہ مثل قوت جاذبہ کہربا
اور مقناطیس کے نہیں ہے اسلیے کہ مقناطیس اور لوہے کے درمیان اگر کوئی شے حایل ہو جذب مقناطیسی
اور جذب کہربائی باطل ہو جاتا ہے زمین اور اجسام ارضیہ جتنے فرض کرو اور لاکھ چیزیں حایل درمیان زمین اور جسم مفروض
کے رکھدو مگر کشش ارضی کبھی باطل نہوگی اور محاذات کی ضرورت جاذب اور مجذوب میں نہیں ہے اب یہ قوت
جاذبہ کیسی لطیف اور نورانی چیز ہے جو ان سب حایل چیزوں کو توڑ کر جسم مفروض تک پہنچ ہی جاتی ہے اس سے زیادہ تر

ہے وہ تو بالکل فوت ہو جائے۔ اور پوشیدہ چیز اور ظاہری اشیا میں کچھ فرق باقی نہ رہے اب خیال کیجئے کسقدر
ضرر اور فساد اور انتظامی میں پیدا ہو اسیطرح ضمیر یعنی راز دلی جسکو آدمی چھپانا ضروری اور بکار آمد جانتا ہے
اگر ہمیں ہر ایکا معلوم اور عمل عام ہو جائے خیال کیجئے کیسی خرابی اور بدنظمی دنیا کے انتظام میں پڑے اور بڑا
بھاری صیغہ مشورت کا جسپر لاکھوں امور دنیا کا دارومدار ہے سب تباہ اور خراب ہو جائیں آپکو یقین ہو یا نہو
مگر میں نہایت راستی سے اپنی سرگذشت تحریر کرتا ہوں کسی زمانہ عنفوان شباب میں مجھے بھی ان قواعد کے
عمل کرنیکا شوق ہوا تھا اور بغیر چند مصالح شرعیہ کے جو آج کلام آرہے ہیں انکو خوب کرتا تھا آخر کو یہ نوبت روشن
ضمیری کی پہونچی تھی کہ میرے قصبہ کے متنفس کی معزز مستورات خدا انکے پردہ کو اور عفت کو قایم اور دایم رکھے
سبکا اور راز اسا حال مجھپر جو وجود ظاہر ہونے لگا اور بقول مشہور اپنے گھر میں آدمی بادشاہ کو گالیاں دیتا ہے
ہر ایک کی ساری کیفیت مجھپر ظاہر ہونے لگی اور میری حالت ہی عجیب ہو گئی اور کینہ بڑھ گیا تب میں نے کہا صدق اللہ
ورسولہ یہ علوم اسرار کا جو فرمایا بڑی حکمت اور مصلحت اور سر رحمت پروردگار ہے اور یہی سچی بات ہے کہ ہم لوگ
ایسے پاک نفس نہیں کہ باوجود علم اور منشاء دلی جا بجا ہر شخص کے پھر اس سے تو ایسا برتاؤ کریں جیسا کہ بحالت لاعلمی
کرتے ہیں یہ کام خاص انبیا اور اوصیا انبیا کا ہے کہ اپنے خاص قاتل کو پہچانتے تھے اور پھر اس سے وہی برتاؤ
میں وہی پیش آمد کرتے تھے جو دوستوں سے کرنی چاہئے روحی لہم الفداء دل کے راز کی نسبت ہمارے
رسول صلعم نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان لقتلہ یعنی اگر حضرت ابوذر
حضرت سلمان کے دل کا حال جانتے سلمان کو قتل کرتے اور مراد حضور کی تمثیل محض ہے یعنی ایسے
دوست سے بھی راز دلی کا ظاہر ہونا خلاف مصلحت ہے چہ جائیکہ کسی کا ظاہر ہو اور سب تو جانے دیجئے آپکے مرنیکا وقت جو
خدا نے براہ بندہ پروری آپسے چھپایا ہے اگر آپکو مثل انبیا اور اوصیا علیہم السلام کے معلوم ہو جائے ذرا انصاف
کیجئے اگر ہزار برس کی بھی عمر آپکی ہو پورے ہزار برس جان کندنی میں گذریں اور ایک روز بھی راحت اور آرام نہو
پھر اگر میں جزئیات نظائر علوم اسرار کے پیش کروں پوری کتاب اسی بحث میں لکھ سکتا ہوں لہذا وہ کلی
شریعت نے حرام کی آپ ہی کے فوائد کثیرہ کی غرض سے بچائی ہے۔ شعر۔ تو نہ مانو جان جہان اختیار ہے
اچھی بڑی ہم آپکو سمجھائے جاتے ہیں آپ پہلا بحث اور دوسرا اور تیسری کا عمل جو چاہیں کریں مگر سیدھا دھرا وہی
ہے جو شریعت نے بتلایا ہے صلعم۔ بحث کا یہ ہے کہ تسخیر ارواح کا عمل ہو یا کوئی اور طریقہ حاضرات کا

اور دوسری مثال منافقین کو ایذا رسانی جناب رسالت مآب صلعم سے دی ہے یہ اُنکا فعل اختیاری ہے۔ بہرحال منع کرنا کسی شخص کو یا کسی شئے کو اُسی فعل سے ہوتا ہے جسکے کرنے کی قوت اُس میں ہو مثلاً پانی کو ہم جلا دینے سے یا آگ کو ڈبو دینے سے یا اندھے کو نظر بد ڈالنے سے یا نامرد کو زنا تے حرام کرنیسے منع نہ کرینگے اسلئے کہ مذکورہ اشیا میں یہ قوتیں موجود نہیں یہی حال بچوں کا ہے کہ ان میں ابھی قوت گناہ کرنیکی نہیں ہے۔ پھر اُنکو گناہ سے منع کرنے کا کیا موقع ہے۔ لہٰذا لغوی معنی سے جو بچہ معصوم نہ ہوتے اور شرعی معنوں سے بھی بچے معصوم نہیں اسلئے کہ اہل شرع معصوم کے دو معنی کہتے ہیں پہلے معنی تو یہی ہیں کہ باوجودیکہ وہ مقبول بندہ الٰہی قادر گناہ کرنے پر تھے مگر خدا کی دی ہوئی عصمت انکو گناہ سے مانع ہوتی تھی اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ قوت صدور گناہ اُس میں باقی نہیں رہتی ہے۔ گو نبظر سن اور عمر کے زمانہ قدرت گناہ کرنے کا ہو یہ مسئلہ علم کلام کا ہے۔ پس عموماً بچے معصوم نہ کہلائینگے نہ براہ لغت نہ براہ شرع ہاں بیگناہ ضرور ہیں اور یہ بحث عام بچوں کے معصوم ہونیکی ہے۔ انبیا اور ائمہ سے متعلق نہیں ہے۔ ؎ ایں زمین را آسمانی دیگر است۔ اب جواب سوال کو لکھتا ہوں یہ سوال پچھلے دہریوں نے بھی ائمہ علیہم السلام سے کیا ہے۔ مگر ہمارا سایل حیدرآبادی اپنے قصور بیان سے ادائے مراد میں قاصر ہے۔ جس ملحد اور زندیق نے صادق آل محمدؑ سے یہ سوال کیا تھا اُس نے بچوں کو معصوم نہیں کہا تھا وہ بڑا فلسفی اور ماہر علوم تھا اُسکے الفاظ یہ ہیں سوال کس وجہ سے چھوٹا بچہ مستحق امراض اور دردہاے شدیدہ کا ہوا جس میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ حالانکہ نہ متصل اُن امراض کے کوئی گناہ اُس نے کیا ہے اور نہ اُس سے پہلے گذشتہ زمانہ میں کوئی گناہ اُس سے سرزد ہوا تھا میں کہتا ہوں چونکہ یہ دہریہ اسی کا قایل ہے کہ حدوث امراض کا نیچر یہی ہے کہ جب غذاے فاسدہ یا ہواے فاسد بدن انسان یا حیوان میں اثر کریگی مرض پیدا ہوگا اور بدون اسکے حدوث امراض خود بخود ہونا خلاف نیچر ہے اس دلیل سے تو اسکو ثابت کرنا اس امر کا مطلوب ہے۔ کہ خدا کوئی ذات موجود نہیں ہے فقط نیچر ہی نیچر سے دنیا کے حوادث پیدا ہوتے ہیں اور اگر غذا موجود ہے اور بدون پیدا ہونے سبب عادی یعنی فساد غذا اور ہوا کے امراض پیدا

عجیب امر ہے کہ جسقدر وزنی شے کا مرکز زمین سے دور ہوکر وزن اسکا کم ہوتا ہے اسیقدر قوت جاذبہ ارضی اسکو زیادہ کشش کرتی ہے اور جسقدر مرکز سے قریب ہوتی جاتی ہے کشش ارضی کم ہوتے ہوتے قریب مرکز بقول فلاسفر فنا ہوجاتی ہے حالانکہ وزن جسم کا بڑھتا جاتا ہے جو کسیطرح سے عقل میں نہیں آسکتی اور فلسفہ طبعی میں اسکو یقینیات سے لکھ رہے ہیں بہرحال نوامیس قدرت اجسام کثیفہ کا جب یہ حال ہے پھر نورانی چیزیں جنکا عالم ہی اور ہے اُنکے خواص اور آثار میں بحث لاطائل کرنیسے بجز تضیع اوقات کے اور کیا نتیجہ ہوگا +



## باب بارھواں بچے معصوم بے گناہ کو بیماری سے جو ایذا انکو پہونچتی ہے سراسر عدل اور رحمت خدا کے خلاف ہے اس شبہ کا جواب

**سوال نیچری** کیوں جناب معصوم بچے یا نابالغ لڑکے جو سخت امراض کی ایذا میں دم توڑتے ہیں حتیٰ کہ تیمارداری کرنیوالے بھی انکو دیکھکر تڑپ جاتے ہیں یہ اُنکے کن کن گناہوں کا بدلا یا سزا ہے حالانکہ وہ معصوم ہیں اور بعض مولوی صاحبوں نے یہ جواب مہمل دیا ہے کہ والدین کی بدکاری کی سزا میں بچوں پر ایذا پہونچتی ہے کیا خوب کرجائے داڑھی والا اور پکڑا جائے موچھوں والا قرآن مجید میں صاف وارد ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ کسی کے بار گناہ سے دوسرے پر گرانباری نہیں ہوتی ہے۔ **جواب** اگرچہ اس سوال کے کرنیوالے ایکو بڑی دور پہنچے ہیں مگر اس مہمل سوال سے انکی پوری حالت معلوم ہوگی پھر اگرچہ بظاہر یہ سوال مہمل معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ قصور بیان سایل کا ہے کہ پورا مطلب ادا نہ ہوسکا پہلے تو مجھے لفظ معصوم کے معنی سمجھانے کی ضرورت ہے معصوم کے معنی لغت عرب میں ممنوع کے ہیں لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنَ الْمَآءِ آج پانی سے بچانیوالا کوئی نہیں ہے اس عالم طوفان نوحؑ میں وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ خدا تمکو اے محمد صلعم اظہار ولایت علی بن ابیطالب میں آدمیونکی ایذا دہی اور شر سے بچائیگا یعنی انکو منع کریگا اب دیکھو منع کرنا کسی شخص کو یا کسی شے کو کسی فعل یا اثر سے اُسیوقت چاہئے جب اُس شخص میں یا اُس شے میں قابلیت اُس فعل کرنیکی ہو عام اس سے کہ وہ فعل یا اثر اختیاری اُس فاعل کا ہو یا غیر اختیاری۔ ہم نے قرآن شریف سے پہلے نظیر پانی کی دی ہے جسکا فعل ڈبو دینے کا غیر اختیاری ہے مگر یہ قوت پانی میں ضرور ہے۔ کہ ہمکو ڈبو سکتا ہے

ہی سنت کی دیسکتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس فعل الٰہی پر معترض ہو بلکہ اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ یہ قوت بعد قریب الموت ہونیکے دوبارہ عطا فرمائے الغرض یہ تینوں قسم کے امراض بچوں کے کچھ خلاف عدل خدا نہیں ہیں یہ خیال نکرو کہ امام علیہ السلام نے اصل شبہ کے جواب سے اعراض فرمایا بلکہ پورا جواب اُسکا اسی فقرہ پر ختم ہو گیا اب حضور پہلے شبہ کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ ترجمہ حدیث اور تجھے بھی گمان ہے۔ یا تیرا قول یہی ہے کہ مرض کی پیدائش غذاؤں سے اور خراب پینے والی چیزوں سے ہوتی ہے۔ یا کہ مرض موروثی ماں کی طرف سے عارض ہوتا ہے۔ اور تو یہ گمان کرتا ہے۔ کہ جو شخص پوری نگرانی اپنے قواعد حفظ صحت سے کریگا اور مضر اشیا خوردنی کی تمیز نافع اشیا سے کر کے کھاتا پیتا رہیگا ہرگز بیمار نہوگا اور تیرا میلان اپنے قول میں اُس شخص کی طرف ہے۔ جو اُسکا قایل ہے کہ مرض اور موت بدون خرابی اشیائے خوردنی و آشامیدنی کے ہو نہیں سکتی ارسطا طالیس معلم اطبا اور افلاطون رئیس الحکما (بقول فلاسفہ) دونو مر گئے اور جالینوس بوڑھا ہو گیا اور اُسکی آنکھ چھوٹی ہو گئی یا کہ نگاہ باریک ہو گئی اور موت کو ہٹا نہ سکا جب اپنے وقت پر آپہونچے یہ کاملین اطبا ایسے تھے جنہوں نے کوئی دقیقہ اپنی حفظ صحت کا اوٹھا نہیں رکھا اور مناسب تدبیرات غذا اور ریاضت کے ہمیشہ پابند رہے بہت سے مریض ایسے دیکھے ہیں کہ طبیب معالج نے باوجود درستی تدبیر (بدانست خود) کے اُنکے مرض کو بڑہا ہی دیا ہے۔ اور بہت سے طبیب عالم جنکو دوا اور مرض کی پوری شناخت بھی تھی اور مہارت اپنے فن میں رکھتے تھے مر گئے اور جاہل علم طب سے زمانہ دراز تک بعد مرنے اُس طبیب کے زندہ رہا نہ اُس طبیب ماہر کو علم طب نے بوقت اجل ہوعود کچھ نفع دیا اور نہ اُس جاہل محض کو (باوجود سوء تدبیر کے) اُسوقت تک کسی قسم کا ضرر پہونچا جب تک زمانہ حیات اسکا باقی تھا میں کہتا ہوں یہ خیال نہ کرنا کہ حضرت عموماً علم طب کو لغو فرماتے ہیں۔ بلکہ یہاں بحث امراض غیر مادی اور غیر مزاجی سے ہے جنکا بیان علم طب ظاہری میں نہیں ہوتا ہے چنانچہ تین قسمیں اوپر حضرت نے ارشاد بھی فرمائے ہیں دو اُن میں سے مرض امتحان اور مرض عقوبت اُنکی بحث تو علم طب میں بالکل نہیں ہے۔ اور تیسری قسم مرض الموت

کرتا ہے تو وہ خدا عادل اور منصف نہیں ہے۔ اسلیئے کہ بیگناہ بچونکو مریض کرنا اور اُنکو درد کی
ایذا دینی یہ سراسر عدل اور انصاف کے خلاف ہے اب امام اور حجت خدا کو لازم ہے کہ دونو شبہ
کا جواب ارشاد فرمائیں چنانچہ فرمایا جواب مرض چند طرح کے ہوتے ہیں (۱) مرض امتحان
(۲) مرض عقوبت یعنی پاداش گناہونکی (۳) مرض موت جسپر فناء حیوان مقرر ہوتے ہیں میں
کہتا ہوں یہ تینوں اقسام مرض کے فساد غذا اور فساد ہوا سے نہیں پیدا ہوتے مگر پہلی
اور دوسری قسم بالکل خلاف نیچر فرضی ہے اور تیسری قسم جو رفتہ رفتہ کمی حرارت عزیزی اور کمی
بدل ما یتحلل سے پیدا ہوتی ہے وہ قانون قدرت (نیچر) کے مطابق ہے۔ مگر فساد غذا اور فساد
ہوا سے اُسکی پیدائش بھی نہیں ہے اب جواب شبہہ دوم نیچریہ کا جو عدل اور انصاف پر خدا
کے معترض تھا اسی فقرہ پر ختم ہوگیا اسلیئے کہ انبیا علیہم السلام جو عدل خدا کی تعلیم فرماتے
ہیں اور امراض کو منحصر فساد غذا اور فساد ہوا میں نہیں جانتے لہذا بچوں کے امراض جو فساد
غذا اور ہوا سے پیدا ہوں وہ تو ظاہر ہے کہ سوء تدبیر والدین سے ہونگے اُس میں خدا پر کیا
الزام ہوسکتا ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی ایسے امراض میں تو بچے اور جوان اور بوڑھے سب
برابر ہیں جو آگ کھائیگا وہ انگارے ہگیگا اور جو امراض بدون فساد غذا اور ہوا کے پیدا ہوتے
ہیں اُنکی تین قسمیں حضرت نے ارشاد فرمائی ہیں پہلی قسم مرض امتحان بچونکی نسبت ہوتی اُنکے
ماں باپ کے صبر کی نظر سے ممکن ہے۔ انما اموالکم و اولادکم فتنہ۔ تمہارے مال اور اولاد
سے تمہاری آزمائش ہوتی ہے جسطرح ہمارے حیوانات اور زراعت وغیرہ کی بربادی سے ہمارا
امتحان ہوتا ہے۔ اور اسکو ہم آیندہ بیان بھی کرینگے دوسرے قسم مرض عقوبت یہ بھی والدین
کی تخفیف عذاب یا بالکل سبکدوشی اُنکی اگر بچوں کے مرض سے ہو خوشا بحال اس بچہ کے جو
صغر سنی میں اپنے والدین کے کام آئے تیسرے قسم مرض الموت جو ضروری ہے اور اسکا
وقوع حکیم تعالے مجدہ نے جس قاعدہ سے مقرر فرمایا ہے۔ وہ بھی اپنے انتظام پر ضرور
واقع ہوتی ہے اور بچونکو بھی ایسا مرض ہونا کچھ خلاف عقل نہیں ہے اسلیئے کہ حرارت عزیزی
اور بدل ما یتحلل کی قوت دینے میں خدا کو اختیار ہے کسیکو سو برس کسیکو سو گھنٹے اور کسیکو چار

معلوم نہ اسکو غم کے میچانیں لانیوالے امور سے اطلاع نہ اسکو اسباب سرور سے آگہی نہ اسکو علت اور سبب پر گو نگے اور بہرے ہونیکی اطلاع تھی وغیر ذالک ان طبیبوں کے پاس ان امور مذکورہ بالا میں کوئی امر یقینی نہیں ہی سوای چند اقوال کے جنکو اپنی رای سے اچھا سمجھ رکھا ہے یا چند ناقص علتیں جنکو تجویز عقلی سے جایز سمجھ لیا ہے میں کہتا ہوں بیدک اور طب یونانی اور ڈاکٹری یہ تینوں فن تو اسوقت میرے پیش نظر ہیں اور جدید علم فیسولوجی تشریح اعضای حیوانی یا انسانی اسکی بھی کتب جا بجا ہیں ذرا سا مسئلہ رگوں کا لیجے جب تک میکرسکوپ (خوردبین) طیار نہ تھا وہ چھوٹی چھوٹی رگیں جو کہ اب دکھائی گئی ہیں کسی طبیب کو اسپر ہرگز اطلاع نہ تھی اور یہ سولہ مسایل جو امام نے ارشاد فرمائے ہیں۔ کوئی طبیب یا ڈاکٹر آج بھی باوجودیکہ علم تشریح کی پوری ترقی کا دعوی ہی سوای استحسانات عقلیہ کے قطعی طور سے جواب نہیں دے سکتا ہی اس حدیث کے مقام خاص کی شرح میں ایک رسالہ جداگانہ لکھنیکی ضرورت ہے یہاں تو سوال مندرجہ بالا کا جواب دینا ہمکو لازم ہی جو اس حدیث مقدس سے برآمد ہوا خلاصہ جواب یہ ہی کہ امراض کا سبب منحصر فساد غذا اور ہوا میں اگر ہوتا اور یہی انکا نتیجہ ہوتا پھر جو ادویہ خواہ قواعد حفظ صحت تجربات یقینی سے دافع مرض خواہ دافع خرابی ہوا وغیرہ بگمان اطبا ثابت ہو چکی ہیں اور انکا نتیجہ بھی یہی ہی کہ جب پوری طور سے استعمال انکا ہوگا ضرور اثر کریگی پہلی دلیل تو اس قول کے بطلان کی یہی ہے کہ ہزاروں امراض ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ ہرگز فساد غذا اور فساد ہوا بروقت اُنکے حدوث کے نہیں ہوتا ہی بلکہ جسقدر صفائی آب و ہوا کی کرو دیکھو کمپ ہای فوج انگریزی لال کرتی رجمن توپخانہ اور وہانکی صفائی اور حدوث امراض وبائی فوج گورہ کے ہیضہ اور طاعون کو اور دیکھو واٹر ورکس کے ذریعہ سے نساعت پانی اور اُسکی وجہ سے کثرت نوازل اور حدوث ضعف باہ اور ضعف ہاضمہ کو اور یہ تو ڈاکٹری اصول سے بھی ثابت ہی کہ زیادہ صاف پانی دست آور ہوتا ہے یعنی مضعف معدہ ہی پھر جب صفائی آب و ہوا و عمدگی تدبیر غذا کی ہو مرض کا پیدا ہونا خرابی غذا اور ہوا کی طرف کیونکر منسوب ہو سکتا ہی بعض جاہل اطبا کو نیز ڈاکٹروں کو دیکھا ہی کہ ہزار طرح سے مریض بیان کرتا ہے میں نے کسی قسم کی بدپرہیزی نہیں کی ہی مگر حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہی کہ بدوں بدپرہیزی کے یہ مرض پیدا ہو (یعنی) قانون قدرت کے خلاف ہرگز نہوگا ایسے ہی نادان اور جہال کی ہدایت کی غرض سے خداوند حکیم ان امراض کو پیدا کرتا ہی

اُس میں طبیب کا عاجز ہونا مسلمات فن سے ہے۔ عوام جہال مورد بحث کو تو خیال نہیں کرتے
اور امام پر معترض ہوتے ہیں کہ جب علم طب ایسا لغو ہوا پھر طبیب سے علاج کرانیکو شریعت
نے کیوں جایز فرمایا ہے ترجمہ حدیث پھر حضرت نے فرمایا اکثر اطبا کا قول ہے کہ علم طب کو
انبیا علیہم السلام نہیں جانتے تھے پھر بنا بر انہیں کے قول کے داگر سچ بھی ہو ہمارے کس
کام کا وہ علم ہے جسکو وہ انبیا نجانتے ہوں جو حجت ہاے خدا تمام خلق پر تھی۔ امین خدا
زمین پر اور خزینہ علم الٰہی وارثان حکمت خدا راہ نمایان غلقت بطرف حکمت الٰہی کے تھی اور
طاعت خدا کیطرف بندگان خدا کو راہ دکھلاتے تھے پھر میں نے اکثر طبیبونکو دیکھا کہ اپنے مذہب
باطل کی پابندی کر کے طریقہ انبیا سے جدا ہو جاتا ہے یعنی کجروی کرتا ہے اور جو کتب آسمانی انبیا
پر نازل ہوتی ہیں اُنکی تکذیب کرتا ہے یہی سبب ہے جسنے مجھے اُنکی طب مصنوعی کے طلب
کرنیسے باز رکھا اور ایسے طبیبونکی تلاش سے بھی میں باز رہا۔ میں کہتا ہوں یہی فلاسفہ
جو در اصل محض جاہل ہیں ہمیشہ سے اُنکو مخالفت انبیا کی ہر امر میں رہی ہے اور آج بھی ہے
اور اسیوجہ سے انکے علوم ہمیشہ خراب رہے اور رہینگے۔ دہریہ نے کہا آپ تو اپنی قوم میں
بڑے بزرگ شخص ہیں اور اُنکی تعلیم آداب وغیرہ آپ ہی سے متعلق ہے پھر کیونکر آپ
علم طب سے نفرت کر سکتے ہیں یعنی آپکو تو اس علم کی ضرورت شدید ہے امام نے فرمایا اس طب
مصنوعی سے نفرت کیوجہ قوی یہ ہے کہ میں نے بڑے ماہر علم طب کو ایسا ہی پایا کہ جب اُس سے
کوئی سوال (تشریحی یا متعلق بہ کلیات فن طب) کیا اسکو اپنے نفس کے حدود سے خبر نہ تھی
اور اپنے بدن کی تالیف سے آگاہی تھی نہ اعضاے بدنی کی ترکیب کو جانتا تھا نہ اُن مجاری
غذا کو پہچانتا تھا جو اُسکے جوارح میں خدا نے پیدا کی ہیں نہ اُسکو سانس کی برآمد سے اطلاع تھی
نہ اُسکو زبان کی حرکت سے اور جہاں سے کلام پیدا ہوتا ہے اُسکی خبر نہ اُسکو نور بصر سے اطلاع
نہ اُسے تندی شہوت سے جو آلہ مردمی میں انتشار پیدا ہو اُسکی خبر نہ اُسکو مختلف خواہشیں جو آدمی کو
ہوتی ہیں اُسکی خبر نہ اُسکو آنسو بہنیکی علت سے خبر نہ اُسکو مجمع سماعت یعنی قوت سامعہ کے
مقام سے خبر اور نہ اُسکو اپنی روح کے رہنیکا مقام معلوم نہ اُسکو چھینک کے نکلنے کا مخرج

دودھ دہی مربے گوشت وغیرہ اور مرچ سرخ تھی سب اسکو کھلوائی اور کچھ بھی ضرر نہوا میری دوست
مولوی حکیم سید مرتضیٰ محمد صاحب مرحوم جو اسوقت معالج مریض کے تھے وہ بھی متحیر اور انگشت
بدندان ہوکر رہ گئے انکو میں نے شروح قانون اور نفیسی وغیرہ سے اس طریقہ کو سمجھا کر عامل
اسی عمل کا کردیا اور اس میں کسی قسم کی حرمت شرعی بھی نہیں ہے اب میں علوم اسرار کے
ذریعہ سے بھی تصدیق ارشاد امام علیہ السلام کے لکھوں کہ بعض امراض مادی اور مزاجی نہیں
ہوتے ہیں نیچرل صاحب کے انکار اور قہقہہ زنی بیہودہ سے کیا ہوتا ہے تشخیص مرض کے طریقہ
جسطرح طب جسمانی میں بیان ہوتے ہیں اسیطرح بلکہ اس سے زیادہ طب روحانی میں مذکور ہیں
اور گو کہ میں پابندی شریعت سے ان اعمال کا تارک ہوں جن میں مظنہ حرمت شرعیہ براہ احتیاط
ہوتا ہے مگر علم شئے بہ از جہل شئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ طب روحانی بھی ظاہر کردیتی ہے کہ یہ مرض
مزاجی اور مادی نہیں ہے اور طریقہ علاج میں وہ حروف جو اخلاط اربعہ سے مخصوص ہیں جیسے
حروف ناری اور خاکی اور بادی اور آبی سے بھی ان امراض کے علاج میں کچھ نفع نہیں ہوتا ہے
لہذا ان امراض کے علاج کے طریقہ جداگانہ مقرر ہوئے ہیں جایز اور ناجایز سے اسوقت بحث
نہیں یہ میرا بیان اسی شخص کو درست معلوم ہوگا جو طب روحانی کے اعلیٰ درجہ کے اصول
سے واقف ہو عام پھونک جھاڑ کرنیوالے پیرزادہ وہ بھی اسکو سمجھ نہیں سکتے پھر چونکہ جناب
امام رضا نے بھی عمران صابی کے مناظرہ میں خواص حروف تہجی کا بیان پورا نہ فرمایا اور یہی
ارشاد کیا کہ یہ جلسہ عام اس قابل نہیں ہے۔ کہ پوری حدیث عمران صابی کی شرح سید کاظم
رشتی نے کی ہے جو مجھے مرزا محمد خانصاحب اخباری مرحوم کے ذریعہ سے ملی تھی۔ اور احتجاج طبرسی
میں اسکو از بس مختصر نقل فرمایا ہے لہذا مجھے بھی اسی مصلحت سے زیادہ تفصیل اس مقام کی
کرنی جایز نہیں ہے۔ تنبیہ ضروری روئی کے دیکھنے سے لرزہ بخار کا جانا جسطرح نیچرل
دہریہ اسکو ناممکن کہتے ہیں اسیطرح اس امر عجیب کا انکار بہت اکثر ہمارے امثال و اقران
اہل علم نے بھی کیا ہے بلکہ حکیم مولوی سید احمد صاحب مرحوم لکھنوی سے بڑا مباحثہ اسی
مسئلہ میں مجھ سے ہوچکا ہے مگر کسی چیز کے اثر کا انکار کرنا خصوصاً جب وہ ہمارے کسی

جسکی خبر ہمارے حکیم ربانی امام برحق اس حدیث میں دے رہے ہیں ؎ نل گفت کہ اے طبیب نادان
بیکار علاج خود مگردان + آگاہ نئی تپ درون را + نشتر چہ زنی رگ جنون را۔ دوسری دلیل
اسکے بطلان کی یہ ہے کہ جو امراض مجازات یا امتحانی بدون فساد آب و ہوا کے اور فساد غذا کے پیدا ہوتے
ہیں اور طبیب براہ غلط کاری اپنے اصول مجربہ سے انکو امراض مادی یا مزاجی سمجھ کر علاج کرتا ہے بجائے
صحت مریض کے ہلاکت اسکی بڑھتی ہے اور یہ قاعدہ طب کا الحمیۃ فی الصحۃ کالتخلیط فی المرض
یعنی پرہیز کرنا حالت صحت میں ایسا برا ہے کہ جیسے بد پرہیزی کرنی بیماری میں پھر چونکہ وہ مرض فساد
غذا اور ہوا سے پیدا نہیں ہوتا اور نہ کسی مادہ صفرا اور سودا وغیرہ کی خرابی کیوجہ سے لہذا اصلاح غذا
اور تعدیل خلط محض بیجا اور خطا پر ہوتی ہے اسیوجہ سے ابداً دوا اور تدبیر بجاے نفع کے ضرر کا نتیجہ
دیتی ہے طبیب نیچرل صاحب اپنے اصول کے گھمنڈ میں قوی الاثر دوا بڑھا بڑھا کر مریض کی جان
لیتے ہیں اور جاہل علم طب جسکو عالم غیر مادی کا عقیدہ ہے اور ارشاد انبیا پر ایمان لایا ہے وہ بذریعہ صدقہ
اور دعا بدپرہیزی پوری کر کے تندرست ہو جاتا ہے یہی مراد امام علیہ السلام کی ہے تیسری دلیل
ہمارا بھی تجربہ ہے اور طب روحانی سے جو لوگ عمل سلب یا جذب امراض کرتے ہیں انکو ہمیشہ اسکا تجربہ
ہوتا ہے طبیب اور ڈاکٹر وغیرہ کے انکار سے کیا ہو سکتا ہے حکایت میں [illegible]ھ میں سورجپور کھربلہ
جو ضلع بارہ بنکی سے متعلق ہے وہاں کے راجہ مصروع کے علاج کو طلب جاتا تھا راہ میں زیدپور قصبہ
سادات میں ایک میرے دوست کو جنکا نام نلو تھا تپ اور لرزہ چھ مہینے سے آتا تھا اور بڑے تناور
اور قوی آدمی تھے مگر طبیبوں نے مسہل دیتے دیتے بیچارہ کو مار ہی ڈالا تھا میں نے حسب درخواست
مریض روحانی دکھلانے کا عمل مسمریزم سے انکا علاج کرنا تجویز کیا اور مریض کو معلوم تھا کہ وہ میرا عمل خطا
ہے مریض کے بھائی حکیم صاحب بڑے امیر اور رئیس اور مغرور اپنے علم طب پر تھے انہوں نے
مجھ سے کہلا بھیجا کہ اگر آج یہ مریض روی دیکھنے سے اچھا ہو جاوے میں ساری کتابیں طب کی
ڈھونڈوالوں میں نے کہا انہیں کتابوں میں یہ روی کا طریقہ لکھا ہے میری ایجاد سے نہیں ہے معالجات
کلیہ نفیسی و شرح قانون کو دیکھیے خیر ۲ بجے جو وقت لرزہ کا تھا ٹل گیا اور بخار بھی نہ آیا اور مریض
بالکل تندرست ہو گیا اب غذا کا وقت شب آیا میری دعوت میں جسقدر اقسام طعام اور اچار چٹنی

کُلُّ مَن عَلَیھَا فَانٍ۔ اور یہ دونو قسم کے امراض طبعی اور مطابق نیچر کے ہیں تیسری مرض مجازات یعنی سزاے اعمال والدین غیر معصومین اور اسکو آپ خلاف عدل اور انصاف کہتے ہیں یہ آپکی موٹی عقل باعث ہی آپکو یہ سمجھنا لازم ہے کہ جسطرح بچے مستحق عذاب اور عقوبت کے نہیں ہیں اسیطرح مستحق ثواب کے بھی نہیں ہیں اب بروز جزا و سزا اُنکو استحقاق دخول جنت کا بھی نہ تھا لہذا خداے عادل نے والدین کی تخفیف عذاب کا ذریعہ اُنکو مرض کو قرار دیا اور اُنکے استحقاق ثواب کا بھی ذریعہ تحمل مشاق مرض کو گردانا یہ دو فایدہ بچوں کے امراض سے ہوتے چنانچہ احادیث مقدسہ میں وارد ہی کہ ہمارے بچے جو مرض میں ہلاک ہوتے ہیں دروازہ بہشت پر کھڑے ہونگے اور عرض کرینگے کہ خدایا ہم اپنے والدین کے بدون تنہا بہشت میں داخل نہونگے دریای رحمت غفار جوش میں آئیگا اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اُنکے بدکار والدین کو ہمنے اُنکی بیماری کی شفاعت سے بخشدیا صاحب ابواب الجنان کی تحریر اس مقام پر قابل وجد ہی تیسرا فایدہ وار دنیا میں یہ ہی کہ اگر والدین کو پورا ایمان ہی جب اُنکو یقین ہوگا کہ ہماری بدکرداری سے ہماری اولاد کو سزای مرض ملتی ہی اپنی پیاری اولاد کی محبت بھی اُنکو بدکرداری اور گناہ کرنیسے روکیگی یہ بھی احسان اولاد کا ہمپر سبب ہی ہوگا جب اُنکو مرض مجازات سے مریض ہونا ہم تسلیم کریں جیسے مرض طبعی اور امتحان صبر والدین معصومین یعنی انبیا اور اوصیا انبیا صلوات اللہ علیہم چونکہ یہ لوگ گناہ سے معصوم ہیں اُنکے بچونکو مرض مجازات نہوگا ہاں مرض طبعی ہو سکتا ہی کہ اُنکے صبر کا خدا امتحان کرے مابلا را بکس عطا نہ کنیم تا کہ نامش زد اولیا نکنیم۔ اگرچہ گناہان شریعت باطنی جنکی نسبت یہ وارد ہے حَسَنَاتُ الاَبرَارِ سَیِّئَاتُ المُقَرَّبِینَ۔ اور جنکو ترک اولی متکلمین اہل اسلام کہتے ہیں اُن سئیات کے مجازات کا خیال ہم یہاں بھی کرسکتے ہیں مگر اُس شریعت کا سمجھنا ہمارے فہم سے باہر ہے لہذا ہم معصومین علیہم السلام کے اطفال کو مرض طبعی سے خاص کرتے ہیں دفع شبہہ شیخ الرئیس نے قانون جلد سوم بحث امراض سر میں لکھا ہی بعض اطبا کو ایسا خیال ہی کہ مرگی کے بعض اقسام جن یعنی آسیب سے پیدا ہوتے ہیں اسکے بعد اپنی رای شیخ نے یہ لکھی ہے کہ اگر جن بھی مرگی پیدا کریگا (بشرط اقرار بوجود جن) تو وہ بھی کوئی مادہ پیدا کریگا جس سے مرگی پیدا ہوگی پس طبیب کو لازم ہی کہ مادہ کی اصلاح یا دفع کی تدبیر کرے عام اس سے کہ وہ مادہ جن نے پیدا کیا ہو

...قدرت قادر مطلق میں شک اور اشتباہ کرنا (نعوذ باللہ منہ)
ابو العباس بونی کتاب شمس المعارف میں لکھتے ہیں کہ جالینوس نے سنگ مقناطیس کے خواص
میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ایک ہزار خواص اسکے درج ہیں میں کہتا ہوں اتنا ہی مفید اثر سمت
شمال بتلانیکا جو لوہا مقناطیسی اثر دیا ہوا بتلاتا ہے جالینوس کو بھی معلوم ہوا اور ساڑھے چار سو برس
گذرے کہ اب کلمبس نے اسکو ظاہر کیا پس آثار اشیاء موجودہ سے انکار کرنا یہ کام کسی محتاط اور ذیعلم کا
نہیں ہے بدون کسی دلیل صحیح کے جب ہم تعلیق بیشب سے اختلاج قلب کا علاج کرتے ہیں یا فقط چند قیمتی
ادویہ کو تیل میں ملا کر چراغ روشن کر کے کیسی ہی سخت آتشک ہو اسکو بعون اللہ دور کر دیتے ہیں فقط روشنی
میں بیٹھنے سے یا کاجل لگانے سے آنکھ میں سوزاک جاتا رہتا ہے اور اسی کاجل سے لرزہ بھی دور ہوتا
ہے خواہ آئینہ چینی کیطرف دیکھنے سے مرگی دور ہوتی ہے یا چیچڑ چیتہ کی لکڑی ران میں باندھنے سے وضع
حمل بآسانی ہوتا ہے یا زرد اشیا کیطرف دیکھنے سے یرقان دفع ہوتا ہے یا سرخ چیزونکو دیکھنے سے آشوب
چشم زیادہ ہوتا ہے یا بعض چیزونکے گھر میں رکھنے سے امراض وبائی سے نجات ملتی ہے پھر اگر زردے
کو دیکھنے سے لرزہ جاتا رہے تو کونسی جگہ تعجب کی ہے یا شیشہ یا خاص عرق کے دیکھنے سے دردسر یا گولہ
کیطرف دیکھنے سے خواہ اور براق شفاف چیزونکو دیکھنے سے اقسام امراض کے دور ہوں تو کیوں
تعجب کیا جاوے اور کونسی دلیل عقلی یا مذہبی انکے بطلان اور قیام پر ہو سکتی ہے اسیطرح خواص احجار
معدنیہ جیسے عقیق زرد اور حدید اور فیروزہ انکی انگوٹھی پہننی اسکے جو خواص احادیث مقدسہ میں
وارد ہیں اور نیچری فرقہ انپر قہقہہ زنی کرتا ہے یہ انکار بھی انکا محض بیجا ہے اور بالکل بے سند ہے باز آمدم
برسر مطلب چونکہ ہمارے معزز سایل بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور اسقدر نیچر انکو فلسفہ میں نہیں
ہے جسقدر اُس دہریہ زندیق کو تھا جسنے امام جعفر صادق سے یہ سوال کیا تھا لہذا ہمکو انکے سایل کی حسب
لیاقت بھی جداگانہ جواب دینا ضرور ہے۔ ہاں جناب بچہ کی بیماری اُنکے گناہ کی سزا نہیں ہے بلکہ
چار طرح کی ہوتی ہیں۔ اول تو وہی فساد غذا اور ہوا جسکا علاج طب جسمانی سے کیا جاتا ہے اور مفید بھی
ہوتا ہے۔ اور خطاء تدبیر سے طبیب کے خواہ تیماردار کے مضرت بھی پہونچتی ہے اور ہلاکت بھی ہوتی ہے
دوم مرض الموت اور وہ امر ناگزیر ہے جو جیتا ہے وہ موت کی تکلیف سہیگا جیسا حکم مرسل ہے کون روکیگا

کی سزا دہی مراد ہو یعنی بروز قیامت کسی کے گناہ سے دوسرا گرفتار عذاب
ہوگا اور اپنی کرنی اور بھرنی کا دن وہی ہوگا اتو بالکل اس آیت کو کچھ ربط ہی سایل
کے مطلب سے نہ رہیگا اسلئے کہ مرض عقوبت بچونکو دنیا میں ہوتا ہے اور آیت شریفہ میں ذکر
عذاب اور عقوبت اُخروی کا ہے اب کیا قباحت اس میں ہے کہ دار دنیا میں خدا ہماری
سبکدوشی گناہوں سے ہمارا اتباع خوردسال کو چند گھنٹہ یا چند روز کی ایذای خفیف مرض سے کرکے عذاب
مقیم آخرت سے ہمکو نجات بخشے ہمارے سایل صاحب چونکہ منکر حشر اور نشر ہیں انکو کیا خبر ہے کہ جس ہمارے گناہ کی
عقوبت میں ہمارا بچہ بیمار ہوتا ہے اور اسکی بیماری سے پوری ایذا ہمکو پہونچتی ہے وہ بچہ لایعقل اسکو کیا تمیز ہے
پس گویا یہ عقاب ہمارا ہی ہوتا ہے اگرچہ سزا ہمکو اور تھوڑی سی ایذا ہمارے بچہ کو پہونچتی دار آخرت میں ہم کتنے
برس اس گناہ کی عقوبت میں گرفتار رہتے یہ بھی رحمت پروردگار ہے کہ ہمسے ایسا خفیف مواخذہ کرتا ہے

**باب تیرھواں چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا یعنے معجزہ شق القمر جو اہل اسلام اپنے نبی کا
بیان کرتے ہیں وہ کیونکر ہوسکتا ہے** اگرچہ ہمارے نبی صلعم اور جملہ انبیا کے معجزات سب ایسے
ہی عاجز کنندہ عقول بشری ہیں جیسے معجزہ ہے تاہم شق القمر یہ ایسا معجزہ ہے کہ جسکا تعلق
اجرام علویہ سے ہے جیسے کہ رد شمس کا معجزہ حضرت سلیمان کا اور نیز ہمارے نبی کا مگر اس معجزہ کے
وقوع کو ہم اسوقت نہیں لکھینگے فقط شق قمر سے ہمکو اسوقت ایک منصفانہ بحث کرنی منظور
ہے گو وہ بھی طولانی ہے بھر اور کچھ دقیق مسائل پیش آتے ہیں مگر مجبوری ہے شق القمر کا انکار
اصول علم طبعیات اور فلکیات اور فن [illegible] نظر اور علم تاریخ عالم اور تاریخ ملکی ہر طرح سے
ہمیشہ کیا گیا ہے اور بعض منصفان عقلی کو تمام جہاں کا یہ شبہہ بھی عام بلکہ دہریوں کا انکار بھی رہا ہے
جو ہمیشہ امر معجز میں ہوا کرتا ہے پہلا شبہہ فلسفہ قدیمہ کی رو سے چونکہ اجرام فلکی میں خرق اور التیام
دل میں ٹھہرا تھا اور اسکی دلیل یہ تھی کہ فلکی اجرام حرکت مستقیمہ کو قبول نہیں کرتے اور خرق اور التیام
بدون حرکت مستقیمہ کے نہیں ہوتا ہے لہذا بحکم ضرب شکل اول منطق کے خرق اور التیام محال ہے
پس شق القمر جو بدون خرق و التیام کے نہیں ہوتا وہ بھی محال ہے فلاسفہ اسلام نے چونکہ اثبات
معراج جسمانی انکو اور اثبات معجزہ شق القمر کا تمام امور تھا قدیم فلاسفہ کی اس دلیل کو باطل کردیا

یا کسی اور نے میں کہتا ہوں یہ کہنا شیخ کا بھی اسی پر تو پرستے۔ کہ مرض بدون فساد غذا
اور ہوا وغیرہ کے پیدا نہیں ہو سکتا اسی دھوکہ میں اطبای یونانی پڑکر امراض ثلثہ مذکورہ حدیث
سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ کتاب شیخ کی فلسفہ عملی میں ہے۔ اعتقاد مذہبی
سے اسکو کچھ علاقہ نہیں ہے لہذا ہمکو نہ چاہیے کہ فلسفہ کی بحث کو مذہبی امور میں داخل
کریں اگرچہ مجھے شیخ کے مذہب سے جو زندیقی مشہور ہے کچھ بحث نہیں مگر اسلامی شرکت سے
اتنا ضرور کہتا ہوں کہ اسی کتاب قانون میں جابجا شیخ نے اقرار کیا ہے کہ آثار غیر طبعیہ کا میں
منکر نہیں ہوں اور نہ ان فلاسفہ میں ہوں جو ایسے ایسے امور کا انکار کرتے ہیں پس غرض شیخ کی یہ
ہے کہ مرض کے علاج میں تشخیص مادہ کی ضرور کریں اور جبتک اور اگر نہ ثابت ہو پھر اسکا علاج
قواعد فن طب سے کیونکر ہوگا جواب آیت قرآنی سایل نے آیت قرآنی جو پیش کی کہ ایک کا بار
گناہ دوسرا نہ اٹھائیگا نہایت صحیح اور درست اور سراسر عدل اور انصاف کا حکم ہے مگر بچے نابالغ
اس میں داخل نہیں ہو سکتے؛ اسلیے کہ قابلیت گناہ یعنی مکلف باحکام شریعت ہونا دونوں میں شرط
ہے اور لفظ وازرۃ سے بھی معنی ظاہر ہوتے ہیں یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والی عورت دوسرے
کا بوجھ نہ اٹھائیگی اگر مراد بار گناہ سے ہو صاف مطلب یہی ہوا کہ کسی کا بار گناہ کسی گناہ گار
پر نہ ڈالا جائیگا۔ دوسری آیت میں فرمایا ومن اساء فعلیھا اور جس نے برا کیا اپنے ہی نفس
اسکی برائی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ بچے جب تک نابالغ ہیں ان کا رنج اور
ان کی راحت عین ماں باپ کا رنج اور راحت ہے۔ اور اکثر احکام میں تابع
والدین کے ہوتے ہیں لہذا تا زمانہ بلوغ ان کی ایذا اور راحت خاص باپ اور
ماں کی ایذا اور راحت خیال کیجاتی ہے۔ ہاں بعد بلوغ اور رشد کے البتہ بجای
خود وہ احکام اوامر و نواہی میں جدا مشغول الذمہ ہیں اسوقت البتہ ماں باپ
کے گناہ سے ان کا مبتلاے مرض عقوبت ہونا نہ چاہیے۔ اسوقت ان پر
وازرۃ کا اطلاق ہو جائیگا۔ تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اگر مراد گناہ
سے وہی گناہ مخصوص ہوں۔ جو حقوق الہی سے متعلق ہیں۔ اور آخرت

میں دستیاب ہوئے ہیں آمدم برسر مطلب مغرز تعلیم یافتہ جب نو کروڑ میل کی دوری پر آفتاب
کے اجزاے کیمیاوی ہمکو دریافت ہو رہے ہیں بلکہ اُن ثوابت کے اجزا جنکی دوری ہم سے خدا
جانے کتنی ہے پھر ماہتاب جو ہم سے ۲ لاکھ چالیس ہزار میل پر ہے اُسکے اجزا کا دریافت کرنا ہم
کو کیوں دشوار ہوگا بلکہ باسانی ہو رہا ہے قوی دوربینوں سے چاند میں پہاڑ اور جنگل اور سبزہ
خوشنما اور ذی روح خلائق نظر آتی ہے جسکو قدیم فلاسفہ عکس باشیائے زمین تصور کرتے تھے۔
اور یہ غلطی اُنکو دوربین نہونے سے پڑی تھی سعدی کہتا ہے ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ
ہمچناں در بند اقلیمے دگر۔ اور امسال جو دوربین کلاں بن رہی ہے جسکا طول (۱۹۷) فیٹ کا ہے
اُس سے چاند فقط دو میل کے فاصلہ پر دیکھا جائیگا اور فرانس اور امریکہ کے فلاسفہ مدعی ہیں کہ ہم اُنسے
بات چیت بھی کرنے کی کوئی تجویز کرینگے چنانچہ ۲۷ برس سے اسکا چرچا اخبارات میں ہو رہا ہے اب
قدیم فلاسفہ جو خرق اور التیام کے اجرام فلکی میں منکر تھے اُنکے اس خیال کی غلطی جدید فلسفہ نے
بھی بخوبی کردی اور متکلمین اسلام نے قدیم فلسفہ سے بھی اُنکے اس غلط خیال کو باطل کر دیا تھا
کیمیائی اختری سے ہمکو اسکی بھی تصدیق ہوگئی جو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ
یعنی بروز قیامت آسمانی چیزیں پھٹ جائینگی اسلئے کہ جب یہی مادہ اجرام فلکی کا بھی ہے جو زمین
کی اشیا کا ہے پھر اُنکا پھٹ جانا اور جڑ جانا کیوں محال ہوگا ہمکو یہ بھی عقیدہ ہے کہ شق قمر کا معجزہ
بھی خدا نے علاوہ تصدیق اپنے نبی کے اس پیشین گوئی کی سچائی کی نظر سے بھی ظاہر فرمایا تھا
تاکہ فلاسفہ خیالات کے لوگ جو خرق اور التیام کے محال ہونے کے غلطی میں پڑے ہیں جب صدہا
آدمیوں کے مشاہدہ میں چاند کے دو ٹکڑے آجائیں پھر اُنکو اس خیال باطل کے پیچ کرنے کا موقع
نہ ہے۔ یہانتک اتنا ثابت ہوا کہ چاند اور سورج اور کل ستارے اور افلاک پھٹ سکتے ہیں جیسے
زمین پھٹ جاتی ہے تجویز عقلی جب چاند کے پھٹنے کی ہو چکی اب اس واقعہ کا ثبوت کہ چاند
پھٹ گیا تھا بجز تاریخ کے عقلی دلیل سے نہیں ہوسکتا تاریخ اہل اسلام کی بلکہ متواتر کلام الٰہی اسکی
خبر دیتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور واقع ہوا بلکہ اسکے واقع ہونے کے بعد بھی جو کفار نے کہا کہ محض جادو
ہے ڈھکوسلہ بندی ہے وہ بھی قرآن میں مذکور ہے اب ثابت ہوگیا کہ چاند کا شق ہونا ممکن بھی

کہ حرکت مستقیمہ افلاک میں محال ہے وہ دلیل محض قیاسی اور عقلی تھی مگر حال کے فلسفہ نے
ہماری پوری تصدیق کردی اور دوربین کی تیاری سے جب مشاہدہ روزانہ سے ہمکو چاند پر بلندی
اور نالے اور جھاڑ جھنکاڑ نظر آنے لگی جیسے کہ زمین پر ہیں اور یہ سب چیزیں بدون خرق اور التیام
یعنی قبول حرکت مستقیمہ کے نہیں ہو سکتی ہیں لہذا ہمارے اس دعوے کے فلسفہ جدیدہ نے
پوری تصدیق کردی کہ خرق اور التیام فلکیات میں بھی مثل زمین کے جائز ہے بلکہ واقع ہے
اب شق القمر کا معجزہ خواہ جسمانی معراج کو کوئی فلسفی اس دلیل سے نہیں روک سکتا ہے کہ
خرق اور التیام محال ہے اور قمر کے منشق ہونے سے کل افلاک میں شق ہوگا ہاں نیٹروجن ہوا اور
ہیڈروجن اور آکسیجن وغیرہ غازات کی غیر موجودگی چالیس یا اکاون میل اوپر نہ ہونے سے کوئی
ذی روح اوپر نہیں چڑھ سکتا ہے یہ شبہہ نیا فقط معراج جسمانی کی نسبت پیدا ہوا ہے اور شق القمر
کے معجزہ پر تو یہ بھی شبہہ وارد نہیں ہوتا ہے اور اسکا جواب ہم معراج کی بحث میں دینگے۔ میں
چالیس برس سے اسکا منتظر ہوں کہ جدید اصول کیمیائی شمسی اور کیمیائی اختری کی جو نوزائیدہ ترقی ہوئی ہے
اور خصوصاً جب سے طریقہ حل اور تفریق عکسی بنسن صاحب اور کرچف صاحب نے ایجاد
کیا ہے اور مرآت العکس کی ایجاد سے اب تو آفتاب میں بقول کیمسٹ جدید ۱۸ دھات یا
زیادہ آج تک دریافت ہو چکی لوہا اور سیسہ اور مقناطیس اور نکل تانبا جستہ وغیرہ ان سب
فلزات کی موجودگی آفتاب میں ایسی یقینی ہو چکی ہے جیسے کہ مادیات کا کوئی بدیہی مسئلہ۔
اسیطرح ثوابت ستاروں کی کیمیائی ترکیب روز بروز منکشف ہوتی جاتی ہے شاید کہ ہم بھی
کواکب کو بنا لینگے (نعوذ باللہ) اگر میں اسوقت ماہ نخشب کا ذکر کروں جو کسی حکیم نے شہر نخشب
کے کنوئیں میں بنایا تھا اور رات کو بلند ہو کر اسکی چاندنی پھیلی تھی۔ اب تو یقین ہے کہ جدید
فلاسفہ اور کیمسٹ اسکا انکار نہ کریں اور وہ قصہ فرضی جو محض جہالت سے کیا کرتے تھے
اب تو اس قصہ کو بھی سچا مان لینگے اور اپنی نادانی پر شرمائینگے اور پہلی روشنی کو تاریکی
جہالت نہ کہینگے اسلئے کہ کیمیائی اختری کا علم گو انکو اب ہوا ہے مگر دنیا میں ہم سے پہلے
سب کچھ ہو چکا ہے چنانچہ ریل کے پرزے بھی صدہا برس کے ڈھلے ہوئے اب ہندوستان

نخشب

تو خرق اور التیام خود ہی مُسلّم ہو جائیگا اور جو استبعاد کل افلاک کے شق ہونیکا کیا ہے وہ سب
مُسلّم ماننا پڑیگا۔ دوسری صورت قمر کی فلک قمر میں ہونے کی یہ ہے کہ جرم قمر جتنا بڑا ہے اُتنا
حِصّہ فلک قمر کا خالق عالم نے ایسا پیدا کیا جو آفتاب سے قبول نور کرتا ہے اور اسکا مطلب
یہ ہوا کہ قمر کوئی جسم جداگانہ نہیں ہے بلکہ فلک قمر کا ایک حِصّہ ہے جو آفتاب سے کسب ضیا کرتا ہے
یہ صورت اگرچہ شق ہونے اور محالات سے بچنے کی ہے مگر مشاہدہ اور حرکت قمر اور خسوف اور
محاق اور ہلال بن جانا اور پھر پورا چاند ہونا اِن سب کے منافی ہے بلکہ سچ تو یہی ہے کہ چاند
ایک جسم جداگانہ ہے جو فلک قمر میں جڑا ہوا ہے اور فلک قمر کو شق کر کے اُس میں لگا دیا ہے
اب رہی یہ بات کہ فلک قمر کے شق ہونے سے ابتدائے خلقت قمر کے وقت خواہ شق القمر
ہونے سے بروقت ظہور معجزہ شق القمر سب آسمانوں کا پھٹ جانا ضرور ہے یہ خیال بالکل
غلط ہے اسلئے جتنے اجسام خدا نے بنائے ہیں سب میں کچھ خواص اور عام صفات رکھے ہیں
ازانجملہ انضغاط یعنے دبنا اور سمٹنا اور مرونت یعنی سمٹ کر پھر اپنی اصلی مقدار پر آجانا جب دبنے
اور سمٹنے کی صفت عام ہر جسم میں ہے اور مرونہ یعنی سمٹ کر اپنی اصلی حالت پر آجانا یہ بھی صفت
عام جسم کی ہے اب خیال کرو کہ قمر کے شق ہونے کے وقت اگر جرم قمر کے دو ٹکڑے دبکر سمٹے ہوں
اور بعد سمٹنے کے پھر مرونت کے خاصہ سے اپنی حالت پر ہوکر ملگئے ہوں تو کونسی دلیل اسکو منع
کر سکتی ہے اور اس فرض پر فلک کا پھٹنا اور فلک الافلاک تک سب کا پھٹ جانا ہرگز لازم نہ آئیگا
اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ فلک قمر بھی شق ہوا چونکہ اُس میں بھی براہ جسم ہونے کی دونو صفت
یعنی سمٹنا اور پھر اپنی اصلی مقدار پر آجانا ضروری ہے جب بھی اُسی فلک قمر تک دبنے اور سمٹنے
اور پھر حالت اصلی پر پلٹ آنے کی کیفیت پیدا ہوئی تھی اور فلک الافلاک تک اسکا اثر ہرگز
نہیں پہونچ سکتا ہے اب رہی یہ بات کہ قمر میں خواہ فلک قمر میں دبنے اور سمٹنے اور پھر حالت
اصلی پر عود کرنے کی صفت نہیں ہے اسکا ثبوت معترض کے ذمہ ہے فلاسفہ تو یہی کہتے ہیں کہ
عام صفات سے کوئی جسم خالی نہیں ہو سکتا ہے ورنہ جسم کا نیچر بگڑ جائے اب ذرا یہ بھی سمجھ لینا
چاہیے کہ فلک الافلاک سے اوپر نہ خلا ہے اور نہ ملا ہے اسکے معنی سوا اسکے ہی دانا

اور ہو بھی گیا پھر ہم آیات قرآنی کی تاویل کرکے اُسکے یہ معنی بتائیں کہ بروز قیامت چاند شق
ہوگا اسکی ضرورت کیا ہے اسلئے کہ اگر چاند کا پھٹ جانا عقلاً محال ہے تو بروز قیامت بھی محال
ہوگا اور اگر ممکن ہے تو آج بھی ممکن ہے اور آج بھی خدا کر سکتا ہے اور تاویل کسی کلام کے خلاف
معنی ظاہر کے اسیوقت کرنی لازم ہے جب معنی ظاہری کے مراد لینے سے کوئی عقلی برائی یا کچھ
محال اور مخالف ثابت ہو اور اس واقعہ کا واقع ہونا اور مشاہدہ حضار میں آنا ہماری عقل بھی
اسکو جائز سمجھتی ہے اور تاریخ سچی قرآن مجید بھی اسکو واقع بتلاتی ہے یہ بڑی غلطی سید احمد
خانصاحب کی ہے کہ جائز الوقوع امور کو محال سمجھکر انکار معجزات انبیاء کر دیتے ہیں اور آیات اور
نصوص ظاہری قرآن مجید کی تاویل خلاف ظاہر کرکے دین اسلام بلکہ جملہ مذاہب آسمانی میں رخنہ
ڈالتے ہیں۔ فلسفہ قدیمہ ہو یا جدیدہ کوئی سچا مسئلہ فلسفہ کا ہرگز خبر دہی خدا اور پیشین گوئی انبیا
کو غلط ثابت نہیں کرسکتا۔ اب میں بقیہ شبہات جو شق القمر پر وارد ہوتے ہیں اُنکو لکھکر رد کروں
دوسری دلیل قدماء فلاسفہ کی شق القمر کے محال ہونے پر یہ تھی کہ جرم قمر کے شق
ہونے سے فلک قمر تا فلک الافلاک سب شق ہو جائینگے پھر اگر شق اسطرح پر فرض کریں
کہ نیچے اوپر دو ٹکڑے ہوگئے تھے اوپر کیطرف فلک الافلاک کی جگہ نہیں ہے پھر کیونکر ہو
سکتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ حال کی تحقیقات سے آسمان کا وجود ہی نہیں ہے فضائے
آسمانی میں مادہ اثیریہ خواہ سیلیہ بھرا ہے اس [illegible] کو کچھ ضرورت نہیں ہے کسی اور
جواب دینے کی اور ہمارے زمانہ کی فلسفی مزاج اس دلیل کو خود ہی باطل سمجھ رہے ہیں مگر
چونکہ انکار وجود آسمان کا مسئلہ ہمارے مذہبی اصول سے غلط ہے اور ایک باب جداگانہ
میں اسکو ہم لکھینگے لہذا آسمانوں کا وجود مسلم مان کر اور اُنکے طبقات باہم پیوستہ مثل پیاز
کے چھلکوں کے تہ بر تہ خیال کرکے ہم کہتے ہیں کہ بیشک ہمارے قرآن مجید میں خدا نے سیارات
کواکب کی نسبت ارشاد فرمایا کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ہر ایک سیارہ ایک آسمان میں تیر رہا ہے
یعنی حرکت کر رہا ہے اگر اس آیہ مقدسہ کے رُو سے یہ مانا جائے کہ فلک قمر میں جرم قمر جڑا ہوا ہے
اُسکی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو فلک قمر کو پھاڑ کر جرم قمر اُس میں خالق عالم نے جڑ دیا اب

چاند کے دو ٹکڑے الگ الگ نظر آنے اسکو ضرور ہے کہ دونو ٹکڑوں میں کچھ فاصلہ پیدا ہوا ہوگا علم
مناظر ہمکو یقین دلارہا ہے جبکہ جرم قمر سمت ۲ لاکھ ۴۰ ہزار میل دور ہے اب ہمکو قطر قمر کسی آئینہ یا
پانی میں اگر زیادہ سے زیادہ ۱۸ انچ کا نظر آتا ہے اس حساب سے اگر قطر قمر دراصل ۲۱۶۰ میل کا
ہوتا تو ہم کو زمین سے برابر ایک انچ کے معلوم ہوتا۔ لہذا اگر دونو ٹکڑوں میں قمر کے جو ۱۲۰ میل کی
دوری بروقت شق قمر کے ہوتی تو ہمکو ایک انچ کا فاصلہ دونو ٹکڑوں میں نظر آتا۔ پھر چونکہ دیکھنے
والوں نے جدا جدا دونوں ٹکڑے کم سے کم انچ کے سولھویں حصہ پر خواہ آٹھویں حصہ پر دیکھے
ہونگے پس ضرور ہے کہ ۱۵ میل خواہ آٹھ میل کا فاصلہ دونوں ٹکڑوں میں ہوا ہوگا مگر اہل
اسلام کا بیان دونو ٹکڑوں کے الگ الگ نظر آنیکا ایک انچ سے کم نہیں ہے لہذا بقاعدہ علم
مناظر ۱۲۰ میل دونو ٹکڑے الگ ہو گئے تھے جو ہمکو ایک انچ کی دوری پر نظر آئی اور اگر اس
روایت کو صحیح مانا جائے جس میں راوی بیان کرتا ہے کہ دونو ٹکڑے ماہتاب کے حرا پہاڑ کے دونو
طرف نظر آئے تھے اب تو دوری درمیان دونو ٹکڑوں قمر کے ضرور کئی ہزار میل کی ہوئی ہوگی
جسکی تحقیق پیمائش حرا پہاڑ کے طول اور عرض کی مسافت پر موقوف ہے اب دیکھو کہ شق قمر
یا تو جنوباً اور شمالاً ہوا کہ دونو ٹکڑے ہمکو ایک انچ خواہ ½ خواہ ¼ انچ کے فاصلہ سے نظر آئے
اس سے لازم آتا ہے کہ دونو ٹکڑوں میں حرکت مستقیمہ قسراً جنوبی اور شمالی پیدا ہوئی اب اس
درمیانی جگہ کی روشنی مثل جرم قمر کے تو ہو نہیں سکتی بلکہ یا تو جس طرح تمام فضای آسمانی شب
کو تاریک نظر آتی ہے یہ مسافت ۱۵ میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کی بھی سیاہ نظر آتی ہوگی
اسکا ثبوت اسلامی تاریخ سے کچھ نہیں دیا گیا ہے حالانکہ ضروری الثبوت امر ہے عوام مسلمین
درکنار علمای محمدی جنکو بڑے بڑے دعوے اپنے علم اور تحقیق کے ہیں ایسی موٹی بات کو
چھوڑ گئے اور یہ بات اس فرض پر ہے کہ سطح اندرونی دونو ٹکڑوں کے مثل سطح ظاہری کرہ
قمر کے کسب ضیا آفتاب سے نکرے اور اگر سطح اندرونی نے بھی کسب ضیا کیا تھا اب تو اس
فاصلہ ۱۵ میل خواہ آٹھ میل کی روشنی دو چند روشنی ماہ سے ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر
شق القمر بھی نہیں ہوا اور اگر چاند کے دو ٹکڑے اس طرح پر ہوئے کہ ایک ٹکڑا پورب اور ایک

اور حکیم لوگوں کے اور کون سمجھ سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ اور کیا دانشمندی ہوگی اور ارتفاع نقیضین کو تسلیم کر لیا ہے اور خدا کی قدرت اسی پنجرے میں بند ہے جو بطلیموس نے فلک الافلاک تک خیال کیا ہے ہمارا خدا ایسا ہے کہ اس عالم کے علاوہ ہزاروں آسمان اور لاکھوں زمین پیدا کر سکتا ہے اور یہ فضا یعنے خالی جگہ اتنی نہیں ہے جتنی بطلیموس کی وہمی پیمایش میں آتی تھی آج بھی دوربینوں کے ذریعہ سے اسقدر فضائے غیر محدود نظر آرہی ہے جسکے سوچنے سے عقل کو حیرت ہوتی ہے۔ ایسی جہالت اور نادانی جس امر میں ہو اور ایسی خرافات اور مہملات باتوں سے شق القمر اتنی بڑی قدرت نمائی خدا کو روکنا یہ کام ایسے ہی بے عقلوں کا ہے جنکو فلاسفہ کہتے ہیں معمولی عقل کا آدمی بھی تو اسکو خلل دماغ کے سوا اور کچھ نہ کہیگا یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ قدیم فلاسفہ چاند اور سورج بلکہ جمیع سیارات اور اجرام فلکی کے مادہ کو اُن اجسام کے مادہ سے جدا خیال کرتے تھے جنکو عنصریات کہتے ہیں یعنی جو اجسام فلک قمر سے نیچے زمین تک ہیں اور جنکی ترکیب آب آتش خاک اور باد سے ہے اور عناصر کو منحصر انہیں چار میں خیال کرتے تھے جو حال کی تحقیق سے (۷۲) تک دریافت ہو چکی اور شاید اور بھی دریافت ہوں اور جسمانی خواص عامہ انہیں عنصریات میں ضروری جانتے تھے اور اب جدید فلاسفہ آسمانی چیزوں کو انہیں عناصر اور بسائط سے مرکب ثابت کر چکے اور قدیم فلاسفہ کے اس خیال کو بالکل غلط اور لغو ثابت کر چکے۔ اگرچہ مجھے اس مسئلہ کی تحقیق سے شق القمر کے اثبات میں بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ دونو مذہب قدیم اور جدید فلاسفہ کے انکی صحت اور غلطی یقینی کا کوئی شخص مدعی نہیں ہوسکتا ہے اور مشکوک امر پر بنا کر کے کسی معجزہ کا انکار کر دینا یہ طریقہ ہرگز ذرا عقل پسندیدہ نہیں ہے لہذا جسقدر معجزات انبیا علیہم السلام کے ایسے ہیں جنکے انکار پر اصول موہومہ فلسفہ قدیمہ یا فلسفہ جدیدہ پر بنا کر کے منکرین نبوت قیل وقال کرتے ہیں عام طور پر جواب انکا یہی دینا لازم ہے کہ پہلے اُس مسئلہ کو تو یقینی ثابت کرو جس پر بنا کر کے انکار اس معجزہ کا کرتے ہو اس کتاب میں اگرچہ تفصیلی جواب ہر ایک شبہہ کا بھی درج ہوتا جاتا ہے مگر اجمالی جواب یہ بھی قابل یاد کے ہر ایک شبہہ دہریہ اور منکرین معجزات کا ہے فقط دوسرا شبہہ علم مناظر وغیرہ سے

میں شبہہ کا اور اسکے جواب کا سمجھنا کاملین علم سے متعلق ہے

چاند کے دو ٹکڑے الگ الگ نظر آنے اسکو ضرور ہے کہ دونو ٹکڑوں میں کچھ فاصلہ پیدا ہوا ہوگا علم
مناظر ہمکو یقین دلا رہا ہے جبکہ جرم قمر ہم سے ۲ لاکھ ۴۰ ہزار میل دور ہے اب ہمکو قطر قمر کسی آئینہ یا
یا پانی میں اگر زیادہ سے زیادہ ۱۸ - انچ کا نظر آتا ہے اس حساب سے اگر قطر قمر دراصل ۶۴ میل کا
ہوتا تو ہم کو زمین سے برابر ایک انچ کے معلوم ہوتا - لہذا اگر دونو ٹکڑوں میں قمر کے چونسٹھ میل کی
دوری بروقت شق قمر کے ہوتی تو ہمکو ایک انچ کا فاصلہ دونو ٹکڑوں میں نظر آتا - پھر چونکہ دیکھنے
والوں نے جدا جدا دونوں ٹکڑے کم سے کم انچ کے سولھویں حصہ پر خواہ آٹھویں حصہ پر دیکھے
ہونگے پس ضرور ہے کہ ۴ میل خواہ آٹھ میل کا فاصلہ دونوں ٹکڑوں میں ہوا ہوگا مگر اہل
اسلام کا بیان دونو ٹکڑوں کے الگ الگ نظر آنیکا ایک انچ سے کم نہیں ہے لہذا بقاعدہ علم
مناظر ۶۴ میل دونو ٹکڑے الگ ہو گئے تھے جو ہمکو ایک انچ کی دوری پر نظر آتی اور اگر اس
روایت کو صحیح مانا جائے جس میں راوی بیان کرتا ہے کہ دونو ٹکڑے ماہتاب کے حرا پہاڑ کے دونو
طرف نظر آتے تھے اب تو دوری درمیان دونو ٹکڑوں قمر کے ضرور کئی ہزار میل کی ہوئی ہوگی
جسکی تحقیق پیمائش حرا پہاڑ کے طول اور عرض کی مسافت پر موقوف ہے اب دیکھو کہ شق قمر
یا تو جنوباً اور شمالاً ہوا کہ دونو ٹکڑے ہمکو ایک انچ خواہ ½ خواہ ¼ انچ کے فاصلہ سے نظر آتے
اس سے لازم آتا ہے کہ دونو ٹکڑوں میں حرکت مستقیمہ قسراً جنوبی اور شمالی پیدا ہوئی اب اس
درمیانی جگہ کی روشنی مثل جرم قمر کے تو ہو نہیں سکتی بلکہ یا تو جسطرح تمام فضای آسمانی شب
کو تاریک نظر آتی ہے یہ مسافت ۶۴ میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کی بھی سیاہ نظر آتی ہوگی
اسکا ثبوت اسلامی تاریخ سے کچھ نہیں دیا گیا ہے حالانکہ ضروری الثبوت امر ہے عوام مسلمین
درکنار علمای محمدی جنکو بڑے بڑے دعوے اپنے علم اور تحقیق کے ہیں ایسی موٹی بات کو
چھوڑ گئے اور یہ بات اس فرض پر ہے کہ سطح اندرونی دونو ٹکڑوں نے مثل سطح ظاہری کرہ
قمر کے کسب ضیا آفتاب سے نکرے اور اگر سطح اندرونی نے بھی کسب ضیا کیا تھا اب تو اس
فاصلہ ۶۴ میل خواہ آٹھ میل کی روشنی دو چند روشنی ماہ سے ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر
شق القمر بھی نہیں ہوا اور اگر چاند کے دو ٹکڑے اسطرح پر ہوتے کہ ایک ٹکڑا پورب اور ایک

اور حکیم لوگوں کے اور کون سمجھ سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ اور کیا دانشمندی ہوگی اور ارتفاع نقیضین کو تسلیم کر لیا ہے اور خدا کی قدرت اسی پنجڑے میں بند ہے جو بطلیموس نے فلک الافلاک تک خیال کیا ہے۔ ہمارا خدا ایسا ہے کہ اس عالم کے علاوہ ہزاروں آسمان اور لاکھوں زمین پیدا کر سکتا ہے اور یہ فضا یعنے خالی جگہ اتنی نہیں ہے جتنی بطلیموس کی وہمی پیمایش میں آتی تھی آج بھی دوربینوں کے ذریعہ سے اسقدر فضا تے غیر محدود نظر آرہی ہے جسکے سوچنے سے عقل کو حیرت ہوتی ہے۔ ایسی جہالت اور نادانی جس امر میں ہو اور ایسی خرافات اور مہملات باتوں سے شق القمر اتنی بڑی قدرت سبحانی خدا کو روکنا یہ کام ایسے ہی بے عقلوں کا ہے جنکو فلاسفہ کہتے ہیں معمولی عقل کا آدمی بھی تو اسکو خلل دماغ کے سوا اور کچھ نہ کہیگا یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ قدیم فلاسفہ چاند اور سورج بلکہ جمیع سیارات اور اجرام فلکی کے مادہ کو ان اجسام کے مادہ سے جدا خیال کرتے تھے جنکو عنصریات کہتے ہیں یعنی جو اجسام فلک قمر سے نیچے زمین تک ہیں اور جنکی ترکیب آب آتش خاک اور باد سے ہے اور عناصر کو منحصر انہیں چار میں خیال کرتے تھے جو حال کی تحقیق سے (۶۳) تک دریافت ہو چکی اور شاید اور بھی دریافت ہوں اور جسمانی خواص عامہ انہیں عنصریات میں ضروری جانتے تھے اور اب جدید فلاسفہ آسمانی چیزوں کو انہیں عناصر اور بسائط سے مرکب ثابت کر چکے اور قدیم فلاسفہ کے اس خیال کو بالکل غلط اور لغو ثابت کر چکے۔ اگرچہ مجھے اس مسئلہ کی تحقیق سے شق القمر کے اثبات میں بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ دونو مذہب قدیم اور جدید فلاسفہ کے انکی صحت اور غلطی یقینی کا کوئی شخص مدعی نہیں ہو سکتا ہے اور مشکوک امر پر بنا کر کے کسی معجزہ کا انکار کر دینا یہ طریقہ ہرگز ہرگز عقل پسندیدہ نہیں ہے لہذا جسقدر معجزات انبیا علیہم السلام کے ایسے ہیں جنکے انکار پر اصول موہومہ فلسفہ قدیمہ یا فلسفہ جدیدہ پر بنا کر کے منکرین نبوت قیل و قال کرتے ہیں عام طور پر جواب انکا یہی دینا لازم ہے کہ پہلے اس مسئلہ کو تو یقینی ثابت کرو جسپر بنا کر کے انکار اس معجزہ کا کرتے ہو اس کتاب میں اگرچہ تفصیلی جواب ہر ایک شبہہ کا بھی درج ہوتا جاتا ہے مگر اجمالی جواب یہ بھی قابل یاد کے ہر ایک شبہہ دہریہ اور منکرین معجزات کا ہے فقط دوسرا شبہہ علم مناظر وغیرہ سے

... شبہہ کا اور اسکے ... کا طلبن ... علم سے متعلق ...

چاند پر اب بخوبی دیکھے گئے ہیں اُنکے پانی بروقت شق ہونے کے ضرور کسیقدر ریزش کرکے
زمین تک آتے اور اگر نہیں آئے تو اُنکا انجماد اور لبستہ ہونا یہ بھی خلاف قانون قدرت ہے
(۷) جاندار اشیا جو کرہ قمر پر ہیں اُنپر بلا سبب بلکہ بجرم قیامت کا صدمہ پیدا کرنا جسکو عدل
خداوندی کبھی گوارا نہ کریگا۔ سزا تو نبی کی تو اہل زمین کریں اور عذاب ہو آسمان والوں
پر آخر ان بیچاروں کا کونسا گناہ تھا اور کونسی خطا ہوئی تھی جواب اجمالی ان شبہات
کا جنکی بنا علم مناظر اور علم نور اور قواعد حرکت اور ناموس جذب اور نفور پر ہے ہم پہلے تو یہی
دیتے ہیں کہ جو قانون قدرت آنکھ کے دیکھنے میں اشیا کے ہمکو تجربہ سے دریافت ہوا وہ قانون
ضروری اور عقلی نہیں ہے۔ جسکا بدلنا محال ہو چنانچہ ہم نے صفحہ ۹۵ میں لکھدیا کہ روشنی میں
آنکھ کھول کر دیکھنے کا نتیجہ خدا اسکے بدلنے پر بھی قادر ہے اور امریکہ کے ایک مریضہ کی نظیر
بھی پیش کردی کہ اندھیری رات میں آنکھ بند کرکے باریک حروف پڑھتی تھی اسیطرح نوامیس
حرکت اور جذب اور نفور یہ سب قانون عادی ہیں اُنکا بدلنا معجزہ سے ممکن ہے تفصیلی
جواب کی تمہید یہ جواب اگرچہ دقیق مسائل پر مبنی ہے مگر سلیس عبارت سے ہم اسکو بھی
لکھیں تاکہ ناظرین کو فوائد عظیمہ حاصل ہوں یہ مسئلہ علم مناظر کا کہ ہر شے اپنی پوری مقدار پر
اُسی جگہ سے نظر آتی ہے جہاں سے زاویہ رویت کا قائمہ بنی خروج شعاع پر موقوف ہے مثلاً
اگر ... ۵ گز کا کوئی مکعب جسم ہے یعنی ۵ گز اُسکا ہر قطر ہے اُسکو ایسی جگہ سے دیکھیں کہ ٹھیک
بیچ اُسکا ہمارے سامنے ہو تو ہمکو ۵ گز کے فاصلہ سے وہ پورا نظر آئیگا اور اُس سے زیادہ دوری سے
چھوٹا اور کم دوری سے بڑا۔ اب اسکا لحاظ رہے کہ ہر شے کے پورا دیکھنے میں مثلث کا مساوی
الساقین اور قائم الزاویہ ہونا ضرور ہے جس سے مخروط شعاعی پیدا ہوگا۔ پھر چونکہ مثلث
متساوی الساقین قائم الزاویہ میں جو خط منصف زاویہ قائمہ ہے وہ قاعدہ کی بھی تنصیف
ضرور کرتا ہے اور وہی خط یعنی عمود برابر نصف قاعدہ کے بھی ہوتا ہے مثلاً اگر ا ب ج
مثلث قائم الزاویہ متساوی الساقین ہے جسکا قاعدہ ب ج برابر (۴) کے ہے تو اء خط سے
اگر تنصیف زاویہ قائمہ ب ا ج کی ہوگی ضرور وہی عمود اء قاعدہ ب ج کی تنصیف بھی کریگا

پچھم اُسوقت دو میل خواہ چار میل خواہ ۴ میل ہر ایک ٹکڑا اپنی جگہ خاص سے پورب اور پچھم ہٹا ہوا تھا اس فرض پر پورب والا ٹکڑا اور نیز درمیانی فاصلہ دونو ٹکڑوں کا ہمکو نظر نہیں آسکتا اگر پورب والا ٹکڑا بروقتِ اتصال اور قبل انشقاق کے کسی قدر روشن تھا اسلئے کہ اقلیدس نے کتاب المناظر میں ثابت کر دیا ہے چھوٹے کرہ کا جسم جو کسی بڑے کرہ سے کسب ضیا کرتا ہے جیسے قمر آفتاب سے پس وہ مقام روشن نصف کرہ سے زیادہ ہوتا ہے پس ایسا شق قمر اگر ہوتا تو اُس سے کیا فائدہ تھا تیسری صورت یہ ہے کہ دونو ٹکڑے زیر و بالا ہوگئے تھے اور فاصلہ درمیانی وہی چار میل خواہ آٹھ میل دونو میں یا چونسٹھ میل کا اور اوپر والا ٹکڑا حرکت مستقیمہ فوقانی سے اور نیچے والا حرکت مستقیمہ تحتانی سے متحرک ہوکر فاصلہ معین پر گیا تھا جیسا کہ ظاہر ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ شق قمر کے ماننے سے محالات مندرجہ ذیل خلاف قانون قدرت (لاآف نیچر) جسپر نظام آسمانی خدا نے منتظم کیا ہے پیدا ہوتے ہیں اگر دونو ٹکڑے جنوبی اور شمالی ہوتے تھے خواہ تحتانی اور فوقانی تھے (۱) جذب مرکزی جو شمس کو قمر پر ہے اُسکا باطل ہونا (۲) قسری دو حرکت مستقیمہ جنوبی اور شمالی خواہ تحتانی اور فوقانی دونو ٹکڑوں میں پیدا ہوئے جو منافی حرکت ذاتی قمر کی ہے لہذا وہ حرکت ذاتی اُتنی دیر باطل ہوتی ہوگی اور سکون پیدا ہوا تھا (۳) فاصلہ درمیانی دونوں ٹکڑوں کا چونکہ بحالت اتصال اُس میں جرم قمر موجود تھا۔ بعد انشقاق یا تو خلاء محض اُس میں پیدا ہوا اور یہ محال ہے یا کوئی اور مادہ مثل مادہ جرم قمر کے خدا نے اس خالی جگہ میں پیدا کر کے بھر دیا تھا اسلئے کہ یہ شکل مستطیل (جسکا عرض برابر ۴ میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کے تھا اور طول اور سمک برابر قطر قمر کے یعنی دو ہزار ایک سو اسی میل کے) اپنے مملو ہونے کو ضرور کوئی مادہ جسمانی چاہتی ہے (۴) تمام اجرام فلکی اور جرم ارض سے نسبت اوضاع قمر کے بدل جانے سے پورا انقلاب اجرام فلکی میں پیدا ہوتا جسکے اندازہ کو ہم نہیں کہ سکتے بلکہ قرآن کہتا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (۵) نور قمر یعنی چاندنی جسقدر حالت موجودہ میں ہے دو ٹکڑے ہونے کے بعد ضرور اُس میں پھیکا پن کا ہونا جسکو تاریخ اہل اسلام بھی نہیں بتلاتی ہے اور یہ مسئلہ علم نور کا ہے (۶) جسقدر دریا وغیرہ

ملا رہے ہیں اور تاج گنج آگرہ کے اندرون حصار کا طغرا چل کر دیکھئے کہ دیوار کی جڑ سے اوپر تک جسقدر حروف کندہ کیے ہیں سب برابر نظر آتے ہیں بڑے بڑے سیاح ہند اور کامل علم مناظر کے آج تک حساب کرتے کرتے حیران ہو رہے ہیں وہ کونسا کامل ریاضی دان معمار خوشنویس تھا جس نے زاویہ رویت کے ہر حصہ کی تقسیم کر کے اسی کے حساب سے خوب قلمی کی ہے جسکے ہاتھ چوم لینے چاہیے سنہ ۱۸۷۱ع کے قریب جب بہت سر علاقہ جودھپور مارواڑ کا مہاراجہ تخت سنگھ متوفے کیطرف سے میں حاکم (ناظم) مقرر ہوا تھا مکرانہ ایک قصبہ ہے جہاں سے یہ سپید پتھر سنگ مرمر آتا ہے وہاں بغرض فیصلہ ایک تنازع کی بطور دورہ کے گیا تھا وہی لوگ جنکے آبا و اور اجداد نے تاج گنج کا روضہ بنایا ہے۔ مجھ سے ملے اور انکے پاس نقشہ جات روضہ کے موجود ہیں اُنسے پوری کیفیت اس عمارت کی معلوم ہوتی تھی اور اب بھی وہ لوگ یہ کام کر سکتے ہیں تمہید کے بعد جواب دیتا ہوں آنکھوں کے بارہ میں چار پانچ مذہب فلاسفہ طبیعین اور ریاضیین کے ہیں اور سب غیر معتمد آج تک ہرگز ثابت نہوا کہ قدرت اور فطرت نے کس طریقہ سے آنکھ کو دیکھنے پر قادر کیا ہے۔ (۱) یہ مذہب خروج شعاع کا جسکا مخروط بنتا ہے یہ تو حال کے فلسفہ سے بالکل باطل سمجھا گیا۔ اور الحزن ایک حکیم اہل اسلام نے جسکی کتاب علم المناظر والمرات کا ترجمہ رسٹر صاحب نے انگریزی میں کیا ہے اس مذہب کو بالکل باطل کر دیا ہے اور کیپلر اور برکلی اور ڈی کارٹس کے باہم اختلافات کو پہلے طے کر لیجیے تب اس مسئلہ میں گفتگو کیجیے۔ پھر جو امر ابھی فلاسفہ کے نزدیک خود ہی غیر محقق ہے اسپر تفریع کرنی کیونکر درست ہوگی (۲) قوت جاذبہ شمس کو جو قمر کیطرف ہے خواہ زمین کی قوت جاذبہ باطل ہوتی تھوڑی سی دیر کیواسطے اس میں کونسی خرابی اور کونسا محال پیدا ہوتا ہے (۳) حرکت قسری جنوباً اور شمالاً خواہ نیچے اوپر کے جو دونوں ٹکڑوں میں قمر کے پیدا ہوتی اسکے منافات حرکت ذاتی سے کچھ ضروری نہیں بلکہ دونو جمع ہو سکتے ہیں البتہ دونو کا اوسط ایک مرکب حرکت سے بنیگا جیسے حرکت ذاتی اور عرضی آفتاب کے قدمائی علم ہیئت کی رائے میں یا ناؤ کی رفتار کسی دریا میں جو پورب کو بہتا ہو اور ہم دکھن طرف کے گھاٹ سے اُتر کو بیجائیں اگر دونو زور

اور دو زاویہ قائمہ قاعدہ پر بنایگا۔ یعنی زاویہ اءب۔ اءج اور خود برابر نصف ب ج یعنے برابر
ہ ہ کے ہوگا بحکم ش (۲۷) اور (۵) اور (۲۷ ہم) م (۱) اصول اقلیدس کے۔ اء عمود کا برابر نصف
قاعدہ ب ج کے ہونا اُسکا ثبوت یہ ہے کہ مثلث ج اب قائم الزاویہ متساوی الساقین کے
قاعدہ ب ج پر کی زاویہ برابر ہیں اور ہر ایک زاویہ برابر نصف قائمہ کے ہے بحکم ش ۳۲ پھر چونکہ
اء عمود نے زاویہ قائمہ ب اج کو نصف کردیا لہذا مثلث اءب قائم الزاویہ کے قاعدہ اب
پر کے دونوں زاویہ ءب ا اور اءب بھی برابر نصف قائمہ کے ہوتے اور جس مثلث کے قاعدہ پر
کے دو زاویہ برابر ہوں وہ مثلث متساوی الساقین بھی ہے لہذا ضلع اء برابر ہے ضلع ءب
کے جو برابر ہے نصف قاعدہ ب ج یعنے برابر ہے ہ ہ کے اور یہی ثابت کرنا تھا اب ہم ش م ۳
سے یہ بھی ثابت کردینگے کہ جو مربع بیرون کرہ قمر بنایا جائے اُسکا ہر ایک ضلع برابر قطر قمر یعنی
۲ ہزار ایکسو ۸۰ میل کے ہوگا اور یہی قطر قاعدہ ہر ایک مثلث کا ہوگا جو نصف مربع مذکور ہے
اور یہی قطر قاعدہ مخروط شعاعی کا ہوگا جو ہماری آنکھ سے نکلتا ہے اور ذریعہ ہماری رویت
کا جرم قمر کو ہے لہذا نصف اسکا یعنے ایک ہزار ۹۰ میل کی دوری سے ہم کرۂ قمر کو پوری مقدار
پر دیکھ سکتے ہیں اور اسی حساب سے ہم دو لاکھ چالیس ہزار میل کی دوری سے قمر کو کسقدر چھوٹا
دیکھینگے جسکو حساب کر لیجئے اب دیکھو کہ زاویہ کی تقسیم عموماً اقلیدس سے فقط تنصیف اور
تخمیس میں ہوسکی ہے اور قائمہ کی تثلیث بھی ثابت ہوگئی کہ مثلث متساوی الاضلاع کا ہر
ایک زاویہ برابر دو ثلث قائمہ کے ثابت ہوا ہے اب سوائے اُس مقدار کے جو ۲ اور پانچ اور
۳ پر تقسیم ہوسکے بلکہ ۲×۳×۵ = ۳۰ پر جو تقسیم ہوسکے اُسی پر تقسیم زاویہ رویت کی ہوگی اور
کسی حصہ پر ہمکو اشیا کا دیکھنا اگرچہ ممکن ہے مگر ہم برہان ہندسے سے اُسکا ثبوت نہیں دے
سکتے جیسے عام تثلیث زاویہ کی ہم برہان ہندسے سے نہیں کرسکتے مثلاً اگر کسی شئے کو اُسکے
گیارھویں اور تیرھویں انیسویں سیتیسویں وغیرہ کی مقدار پر اگر ہم دیکھیں علم مناظر سے
اُسکا ثبوت ہم سے نہوگا الجبر اخواہ اور قواعد حسابی تخمینی سے اگر ثابت کریں تو وہ برہانی ہمارا
نہوگی لیجئے حضور آپکے وہمی علم مناظر کا تو حال یہ ہے جسپر آپ زمین اور آسمان کے قلابے

سے یہ معجزہ واقع ہوا وہ محض عوام لوگ تھے ایسے نازک خیالی اور تمیز فلسفی انکو نہ تھی اور بالفرض اگر اُن میں کوئی بڑا فلسفی بھی ہوتا تو یہ واقعہ ہوش ربا ایسا نہ تھا کہ اُسوقت کسی کو اسکا ہوش رہتا کہ چاندنی پھیکی ہے یا پوری ہے یہ باتیں پیٹ بھرے اور مطمئن لوگوں کی ہیں دیکھے سورج گرہن ایک معمولی بات ہے جس سے ڈرنا اور خوف کرنا بقول فلاسفہ براہ عادت بھی بیجا ہے مگر ۱۸۴۲ء کا کسوف جو شہر وینا میں پورا نظر آیا جسکا تماشا دیکھنے علمی آنکھ سے مشہور عالم ہیئت شمہج بھی گیا تھا اُسکی تاریخ پڑھے جسکا اثر جانوروں پر قابل لحاظ تھا چھوٹے چھوٹے طیور تو اکثر مر گئے یا بیہوش ہو کر خاک پر گر پڑے بیل حلقہ حلقہ ہو کر سر کو آفتاب کیطرف اوٹھائے ہوتے تھے اور سینگ کو اسطرح آسمان کیطرف اوٹھائے ہوئے تھے جیسے حملہ کرنے پر آمادہ ہیں بھیڑ بکری گردن ڈال کر سوتی ہوئی صورت بنائے ہوتے تھیں گھوڑے خوف سے تھرآتے پھرتے تھے بوم اور شپرک رات سمجھکر ہرطرف اوڑتے پھرتے تھے شہر پرلگیٹن میں صرف دس کوکب اور شہر میلان میں بکثرت ظہور کواکب ہوا تھا سردی ایسی بڑھ گئی تھی کہ تھرمامیٹر فوراً ۱۱ درجے گھٹ گیا تھا آفتاب سیاہ دائرہ ہو گیا تھا افق پر جسقدر ابر سیاہ تھے سرخ رنگ ہوگئے تھے اور آسمان پر آتش زدگی کی سی کیفیت معلوم ہوتی تھی بہرحال شق قمر جو محض خرق عادت سے تھا اُسکا خوف کیا ایک معمولی کسوف سے بھی برابر نہو گا۔

(۳) چاند کے دریاؤں کے پانی کا زمین پر گرنا یہ بھی محض خیالی پلاؤ ہے۔ پہلے تو ہم چاند پر دریاؤں کا ہونا تسلیم نہیں کرتے اور بالفرض اگر تسلیم کریں تو اسکا ثبوت کہ جس جگہ شق قمر ہوا وہاں بھی دریا ضرور تھا کون دیسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں (۴) چاند پر جاندار حیوانات کو ایذا اور گزند پہونچنا فقط اسوجہ سے کہ تھوڑی دیر دو ٹکڑے قمر کے الگ ہوئے تھے یہ کیونکر مانا جاوے اسلئے کہ پہلے تو جاندار اشیا کی موجودگی ثابت کیجئے اُسکے بعد پھر وہ ٹکڑے ایسے ہوئے جس سے انکو ایذا پہونچی تھی۔ اور رہا فقط حرکت جنوبی اور شمالی یا تحتانی اور فوقانی اس سے کسی قسم کی ایذا سمجھ میں نہیں آتی ہے یہ سراشبہہ جاہلانہ اور نیز عالمانہ جو ہر ایک معجزہ کی نسبت کفار اور منکرین نبوت ہمیشہ کیا کرتے ہیں جسکو قرآن مجید میں خدا نے اسی شق قمر کے قصہ میں یوں

برابر ہونگے دونو حرکتیں ضایع ہو کر سکون پیدا ہوگا اور بحالت کمی بیشی ہر دو قوت محرکہ حرکت ضرور ہوگی اور اسکو ملاح روزانہ تجربہ کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابطال حرکت طبعی کا ہونا ضرور نہیں ہے کمی حرکت یعنی بطور بیدا ہوگا دیکھو ٹیٹ صاحب کے اصول جر ثقیل کو (۴) فاصلہ درمیانی دونو ٹکڑوں کے جسقدر ہوا تھا وہ مثل فضای آسمانی کے تاریک نظر آنا کچھ اس میں خرابی نہیں ہے اور دونو ٹکڑے مثل جرم ظاہری قمر کے روشن دکھاتے تھے یہ بھی کچھ دشوار نہیں ہے۔ ہاں قدیم فلاسفہ ریاضیین چونکہ جرم قمر کو فلک قمر میں جڑا ہوا کہتے تھے انکی رای میں جب تک فلک قمر میں شق نہو قمر کا پھٹنا محال تھا اور چونکہ فلک کا اتصال فلک الافلاک تک خیال کرتے تھے لہذا قمر کے شق ہونے سے کل افلاک کا پھٹ جانا انکی رای میں ضرور تھا لہذا اسکو محال سمجھتے تھے مگر حال کے علمائے ہیئت قمر کو مثل زمین ایک جسم جداگانہ خیال کرتے ہیں اس فرض پر وہ دشواری بھی نرہی جو قدیم علمای ہیئت خیال کرتے تھے اسلیئے کہ آسمان خود ہی موجود نہیں ہے فقط ایتھر بھرا ہوا ہے اب خالی جگہ درمیان دونو ٹکڑوں کے اسی مادہ سے بھرے ہوئے تھے جس سے تمام فضای آسمانی بھی ہے اور کوئی جدید مادہ پیدا کرنے کی حاجت نہیں سدیم خواہ ایتھر سے یہ جگہ بھری ہوئی تھی جیسے حرکت قمر سے جو جگہ خالی ہوتی ہے اس میں وہی مادہ بھر جاتا ہے جو تمام فضای عالم بالا میں بھرا ہوا ہے (۵) تمام اجرام فلکی اور زمین سے نسبت قرب اور بعد اور محاذات اور مسافت وغیرہ کا بدلنا اس سے کوئی انقلاب صغیر بھی آپ ثابت نہیں کرسکتے اور قرآن مجید کی آیت کا یہ مطلب ہے کہ آفتاب کو بالذات یہ قوت نہیں ہے کہ چاند کو اپنی طرف کشش کرکے خواہ آفتاب خود چاند کیطرف حرکت کرکے چاند سے ملجاتے بلکہ یہ بات اگر ہوگی تو بحکم خدا ہوسے اور شق بحکم خدا ہوا تھا پھر اس میں تبدیل اوضاع مشیئت الٰہی سے اگر ہوے تو جو فساد اس تبدیل وضع سے موہوم ہے اسکو خدا نے خود روک دیا (۶) چاندنی کا پھیکا ہوجانا اگر تاریخ اہل اسلام نہیں بتلاتی ہے تو یہ بھی نہیں بتلاتی ہے کہ پوری چاندنی رہی تھی پس یہ امر ایسا ہے کہ جسکی نسبت ہماری تاریخ کو سکوت ہے اور ایسا ہی ہونا ضرور ہے اسلیئے کہ اولاً تو جن لوگوں کی درخواست

اچھی طرح دیدیا ہے۔ مگر یہاں پر اتنا اور ہم کہتے ہیں کہ آدمی کو لازم ہے جس علم پر بنا کر کے کسی
واقعہ میں شبہہ کرے اُس علم کے دائرہ سے خارج نہو۔ علم نفس کے جاننے والے سبکا اتفاق
اسپر ہے کہ ہِمَمُ النفوس اعلے یعنی جسقدر قواعد اور ترکیبات خارق عادت ظاہر کرنے
کے ہیں سب میں نفسانی ارادہ اور نفس ناطقہ انسانی کا تصرف بڑھا ہوا ہے اور باوجود
اس دعوے کے کوئی عامل نفسانی کسی مذہب کا فرض کرو اسکا مدعی نہیں ہے کہ آسمانی
چیزوں پر نفس انسانی کا اثر بدون امداد الٰہی کے محض بذریعہ قواعد نفسانی ہوتا ہے جسکو
ہم معجزہ کہتے ہیں۔ علم حروف کے عالم اور علم تسخیر کواکب کے جو مدعی ہیں اگرچہ اس علم کو وہ
لوگ انسانی ایجاد سے نہیں کہتے بلکہ بذریعہ وحی کے انبیا کو معلوم ہوا اور انبیا نے خواص
اُمت کو تعلیم فرمایا پھر بھی وہ تسخیر زہرہ اور شمس اور مریخ وغیرہ ایسی تسخیر نہیں ہے کہ چاند کے
دو ٹکڑے کر دیں یا آفتاب کو غروب کے بعد پھر سے طالع کر دیں یہ بات سوائے خدا کے اور
کسی سے ہو نہیں سکتی ہے پس نفسانی اثر سے شق القمر کا بدون اعجاز کے واقع ہونا اسکو علمائے
نفس کبھی نہ مانینگے۔ عوام جہال کے سامنے ایسی ایسی لغو باتیں کر کے انکو بہکانا یہ کام اہل
علم اور راست بازوں کا نہیں ہے چوتھا شبہہ علم تاریخ سے یوں کیا جاتا ہے کہ اتنا بڑا
سانحہ دنیا میں ہوا اور تاریخ عالم یا تاریخ علمی کے مورخ اسکو درج نہ کریں خصوصاً علم ہیئت کے
جاننے والے جنہوں نے اصول اس علم کے انہیں تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ سے یکجا
کر کے ایک علم بنایا ہے اور جنکو شبانہ روز اسی کی تلاش رہتی ہے کوئی امر جدید آسمانی موجودات
میں پیدا ہوا اور اُسکے ذریعہ سے کوئی نیا مسئلہ مسائل علم ہیئت کا معلوم کریں اگر کسی کو یہ شبہہ
ہو کہ علمائے ہیئت امور کلیہ پر اپنے احکام نافذ کرتے ہیں۔ واقعہ جزئیہ اور خاص خاص
واقعات کیطرف انکو التفات نہیں ہے تو یہ شبہہ غلط ہے اسلیے کہ جسقدر احکام کلیہ علوم
استقرائی میں ضبط ہوئے ہیں انہیں جزئیات کو تلاش کرتے کرتے پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا
علمی تاریخ میں اس واقعہ کا درج ہونا ضرور خبر دیتا ہے کہ ایسا امر نہیں واقع ہوا جواب اسکا
یہ ہے کہ اس معترض کو تین قسم کی غلطیاں اس اعتراض میں واقع ہوئی ہیں پہلی غلطی یہ ہے

بیان فرمایا ہے وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا عَنْہَا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ اگر دیکھتے ہیں کسی
آیت اور معجزہ کو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں وہی جادو ہے جو ہمیشہ ایسے لوگ مدعی نبوت
کرتے چلے آئے ہیں سید احمد خاں صاحب کو بھی جب کسی طرح سے چارہ انکار نہیں رہتا
ہے دیتے ہیں کہ عمل مزمرزم سے یہ ڈھونڈ بندی ہوئی تھی۔ اس شبہہ کے کرنیوالے تین گروہ
کے لوگ ہیں۔ پہلا گروہ محض جاہل اور متعصب لوگوں کا کہ ہرگز کسی قسم کی دلیل اپنے انکار
پر نہیں لاسکتے بلکہ انکا تعصب اتنا زیادہ ہوتا ہے اور برملا پکار کہتے ہیں کہ اگر تمام دنیا کو
معجزات سے یہ نبی بھردے ہم تو جب بھی نظربندی سمجھینگے اور ہرگز ایمان نہ لائینگے۔ دوسرا گروہ
اسکا یہ قول ہوتا ہے کہ نظربندی نہیں بلکہ غائب بینی کی قوت جو آدمی میں ہے اسکے ذریعہ سے
اس معجزنما کو معلوم ہوا تھا کہ یہ سانحہ فلاں وقت ہوگا اسی وقت اس نے یہ عادت خرق کرنیکا
دعوے کیا یعنی شق القمر واقعی مثلاً کسی سبب واقعی سے جسکو ابھی علم انسانی کسی قاعدہ
سے نہیں جان سکتا ہے اسوقت ہونیوالا تھا انحضرت نے انگلی سے اشارہ کرکے کہا کہ دیکھو
ہم نے چاند کے دو ٹکڑے کردے۔ تیسرا گروہ اس سے زیادہ علم نفس کا جانیوالا اسکا یہ
قول ہے کہ نہیں نفس انسانی میں یہ طاقت خدا نے دی ہے کہ خرق عادت کرسکتا ہے مگر
اسکے کرنے سے نبوت کا ثبوت نہیں ہے جو شخص ریاضت کرے اور قوت نفسانی بڑھائے
وہ کرسکتا ہے۔ پہلا گروہ جو محض تعصب اور جہالت سے انکار کرتا ہے اسکے لائق تو وہی
بات ہے جو ہم نے ص میں اپنے نبی صلعم سے نقل کی ہے کہ ایسے لوگوں پر آسمان سے آگ
برسے یا دوستان خدا کی تلواروں سے ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ دوسرا گروہ جو کہتا
ہے کہ علم انسانی میں وہ سبب نہیں آیا ہے اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں کہ طاقت انسانی سے
اسوقت باہر ہو۔ پھر ایسے لوگوں سے ہم یہ بھی کہ سکتے ہیں کہ جب تمہارے علم سے اس
سبب کا ادراک باہر ہے اگر معجزنما دعوے کرے کہ میری تصدیق نبوت کی غرض سے خدا
نے وہ سبب پیدا کردیا پھر تمکو کیا منصب ہے جو اسکا انکار کرتے ہو اپنے عاجز ہونے کا تو اقرار
تم خود ہی کرتے ہو رہا تیسرا گروہ اسکا جواب اگرچہ ہم نے باب نہم میں ص سے لغایت ص

دوسرے خالی الذہن نہ منکر اور نہ مقر ایسے لوگوں کو دنیا بھی اگر الٹ پلٹ جاتے اپنی آزاد خیالی اور بے پروائی سے کب فرصت اسکی ہے جو درپے اقرار خواہ انکار ایسے امور کے ہوں بہر حال یہ دو گروہ تو ایسے ہیں جنکا درج تاریخ نہ کرنا اس معجزہ کا ہرگز بعید از قیاس نہیں ہے بلکہ درج کرنا ہی خلاف عقل ہے اب رہا تیسرا گروہ جو مصنف مزاج لوگوں کا ہے عام اس سے کہ قبل از صدور معجزہ ہذا مشرف باسلام ہو چکے تھے یا بعد ملاحظہ معجزہ ہذا داخل اسلام ہوتے جیسے وہ راجہ جسکے مسلمان ہونے کی تاریخ فرشتہ شہادت دیتی ہے انہوں نے اس معجزہ کو ضرور درج تاریخ بھی کیا ہے اور اسکے واقع ہونے پر شہادت بھی دی ہے۔ اب اگر مراد معترض کی یہ ہے کہ کسی نے اسکو درج تاریخ نہیں کیا ہے یہ تو غلط محض ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ فرقہ اول اور دوم نے درج تاریخ نہیں کیا ہے اس سے کوئی اعتراض لازم نہیں آتا ہے

باب چودھواں شق القمر کے معجزہ پر دوسری طرح کا ثبوت ہم نے باب تیرھویں میں جو کچھ شق القمر کے معجزہ پر لکھا ہے وہ متعلق اس معجزہ شق القمر کے تھا جو شب چہاردہم میں پورا چاند ہمارے نبی صلعم نے حسب درخواست ابو جہل اور ایک یہودی کے دکھلایا تھا اور یہی روایت زیادہ مشہور بلکہ متواتر ہے۔ مگر ہم نے شق القمر کے اس معجزہ پر (جو دنکو بموجب درخواست حبیب بن مالک حضرت نے دکھلایا ہے) ابھی بحث نہیں کی ہے اور جو جو شبہات اس روایت پر عقلی وارد ہوتے ہیں انکے جوابات اب ہم اس باب میں لکھکر پھر ایک باب میں صحیح روایات اور نقلی بحث اسی معجزہ پر ہم باب آئندہ میں کرینگے انشاء اللہ جس سے پورا ثبوت ہوگا کہ شق القمر کا معجزہ دو مرتبہ ہوا ہے ایک مرتبہ دنکو اور ایک مرتبہ رات کو دن کے شق القمر کی روایت میں امور مندرجہ ذیل بطور معجزہ کے حضور نے دکھلائے (۱) دن دوپہر کو مثل شب تار کے سیاہ کر دینا (۲) چاند کا خانہ کعبہ کی چھت پر اوتر کر ٹھہرنا (۳) باوجودیکہ آفتاب کا سامنا چاند سے نہ رہا پھر چاند کا روشن رہنا (۴) چاند کا خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا (۵) پھر حضور کی آستین دست راست میں داخل ہو کر بائیں آستین سے نکلجانا (۶) پھر ہوا میں بلند ہو کر دو ٹکڑے ہو کر ایک پورب اور

باب چودھواں

که امر نادر الوقوع کو کثیر الوقوع یا دائمی پر قیاس کرنا دوسری غلطی یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت علوم
کو زمانۂ شیوع اور فروغ تحقیقات علمیہ پر قیاس کرنا اسلئے کہ شق القمر جس زمانہ میں ہوا ہے
اور جن لوگوں کے سامنے ہوا ہے اوس زمانہ کی تاریخ عرب کو پڑھئے اور کسی کو متوجہ تحقیقات
علمیہ بتا تو دیجئے خونریزی اور اونٹ چرانا اور جنگ و جدل خواہ شعر شاعری کے سوا اور بھی
کچھ وہاں چرچہ تھا کہ معظمہ سے جن جن شہروں کے افق مساوی ہیں تمام ربع مسکون میں کسی
ایک جگہ بھی آپ مجمع فلاسفہ ریاضی دان اور درپے تحقیق مسائل ہیئت ازروے تاریخ کے
بتلا سکتے ہیں۔ ہاں اُسکے دو سو برس کے بعد جب اہل اسلام نے ترقی علوم کی تھی خواہ آج کل کا
زمانہ اہل یورپ اور امریکہ میں علمی ترقی کا اگر ایسا ہوتا ضرور یہ سانحہ درج تاریخ علمی ہوتا۔ اسکے علاوہ
چونکہ وہ زمانہ فلسفہ قدیم کے خیالات کا تھا اور خرق و التیام کا محال ہونا تمام فلاسفہ کو یقینی تھا
جیسے نظام بطلیموسی کا مسئلہ۔ اگر کوئی مقام ایسے فلاسفہ ارباب تحقیق کی موجودگی کا ثابت
بھی ہو انکا خیال اسطرف کیوں ہوا ہوگا کہ چاند بھی شق ہو سکتا ہے تیسری غلطی حادثۂ فوری
اور سریع الزوال کو حوادث دیرپا پر قیاس کرنا اسلئے کہ شق القمر ایک حادثۂ فوری تھا گھنٹہ دو گھنٹہ
پہر دو پہر تک باقی نہیں رہا کہ وہی لوگ جو حاضر خدمت اقدس تھے انکو دکھایا گیا۔ خواہ اتفاقاً
کچھ لوگ دور دست کے انہوں نے بلاقصد کسی دور مقام پر اُسی وقت اُن کی نظر آسمان کی
طرف اٹھ گئی اور دیکھ لیا اور یہ مشیت الٰہی اُنکے حق میں اس غرض سے جاری ہوئی تھی کہ نظر
بندی کا شبہہ جو کفار حاضرین کرینگے چونکہ دور دست اثر نظر بندی کا نہیں ہوتا لہذا اُنکے دکھانے پر
قدرت الٰہی نے انکو گویا مجبور کردیا آپ کہ چاند گرہن جسکا صحیح وقت علم ہیئت سے برسوں کا بتلایا
جاتا ہے جب تھوڑا گرہن لگتا ہے باوجود تعین وقت کے اکثر لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ اور اگر ہم یہ بھی
فرض کریں کہ جس زمانہ میں شق القمر کا معجزہ ہوا وہ زمانہ فلاسفہ اور محققین علم ہیئت سے بھرا
ہوا تھا اور باوجود اسکے اس حادثہ کو درج تاریخ علمی نہیں کیا اسکی وجہ قوی یہی ہے کہ ہمیشہ
ہر امر عجیب اور واقعہ غریب کی نسبت اشخاص انسانی تین قسم کے ہوتے ہیں پہلے تو منکرین
اور متعصب لوگ خصوصاً انبیا کے معجزات کے یہ گروہ تو ہمیشہ اخفاء معجزات ہی کرتا رہا ہے

آپکو تعبنہ کرینگے۔ ہرشل صاحب کی دوربین میں چالیس میل کالانبا تار ساڑھے تین ماشہ
چاندی کا لگایا گیا تھا (دیکھو تاریخ علمی) اور آگرہ کالج کا لیکچر طبیعیات اب ہم فرض کرتے ہیں
کہ چاند کا مادہ بھی چاندی کا ہے تو وہی تارگر جس نے ۴۰ میل کالانبا تار ۳ ماشہ کا بنایا
ہے اگر قطر قمر یعنے (۲۱۸۰) میل کالانبا بناتا تو پندرہ تولہ پونے گیارہ ماشہ چاندی کا تار (۲۱۸۰)
میل کالانبا بناتا اور ۴۹ تولہ ساڑھے گیارہ ماشہ چاندی کا تار یعنے قریب اڑھائی پاؤ چاندی
کا تار برابر محیط قمر کے بناتا پھر اسی عبارت کا اگر کرۂ قمر بنایا جائے اسکی سطح کی پیمائش چونکہ مساوی
قطر کرہ مضروب محیط کرہ کے ہوتی اور قطر کا وزن مضروب وزن محیط اسوقت برابر ۶ سیر اور اڑھائی
پاؤ کے ہوتا ہے جیسا کہ محاسب پر مخفی نہوگا اور جسکا جی چاہے جانچ لیجے حضور چاند کے
برابر مجوف کرہ آدمی بنا سکتا ہے۔ اتنا ہلکا جسکا بوجھ پونے سات سیر بھی نہوگا اگر خدا برحق نے
اسی کارگر کے برابر چاند کو مجوف بنایا ہو تو اسیقدر بوجھ اور وزن چاند کا ہوگا اب کعبہ کی چھت کا
پونے سات سیر کے بوجھ سے ٹوٹنا یا زمین کا اپنی جگہ سے دب کر ہٹ جانا کیونکر لازم آئیگا بلکہ چاند
اوپر بھی آیا اور نہ کعبہ کی چھت ٹوٹی اور نہ زمین سرکی نہ قیامت آئی اور سب کچھ ہوگیا۔ یہ تو پونے
سات سیر ہے۔ اگر پونے سات من بلکہ سو من کا وزنی کرہ قمر مجوف ہوتا جب بھی کعبہ کی چھت نہ ٹوٹتی
زمین کا سرک جانا کیسا لیجے حضور اب فرمائیے ہنسنے کی بات نہیں ہے جیسا سوال ویسا ہی جواب
ہے۔ پھر ذرا بتفصیل کے اصول پر بھی ہم نظر کریں اور جسکی پوری دھمکی آپ ہمکو دے رہے ہیں اسکو
بھی ہم دکھلاتے ہیں وزن کی کمی بیشی نقطہ تماس اور کرہ کے چھوٹے بڑے ہونے سے ہوتی ہے یعنی
دو جسم کے ملنے کی جگہ جسقدر کم ہوتی ہے اسیقدر جذب ایک جسم کا دوسرے جسم کو کم ہوتا ہے۔ پھر
حکیم تاودوسیوس نے کتاب الاکر میں ثابت کردیا ہے کہ دو کرہ آپسمیں ایک نقطہ پر ملاقات
کرتے ہیں وہی نقطہ تماس کہلاتا ہے۔ اسی قاعدہ برہانی اور ہندسے پر بنا کرکے ہم نے تجربہ
کیا تو پکی سڑک پر جو گاڑی خواہ ٹمٹم چلائے اور ۲۰ من اسکا وزن تھا ایک من کی طاقت
سے گھوڑا یا بیل یا دخانی انجن نے اسکو کھینچ لیا اور ریلوی سڑک آہنی پر چونکہ پہیے اور سڑک
آہنی کے سخت برابر ہے۔ (۳۸۰) من کا بوجھ ایک من کا رہ جاتا ہے۔ یہ تو لیور یعنے گول اجسام

ایک پچھیم کو چلے جانا (٨) پھر بحکم حضور دو ٹکڑوں کا ملکر اپنی جگہ آسمانی پر پہونچ جانا اس روایت
پر آٹھ شبہہ وارد ہوتے ہیں جنکو ہم جدا جدا لکھکر رد کرتے ہیں۔ پہلے تو ہم کو یہ بات لکھنی ضرور ہے
کہ شق القمر کا واقع ہونا سیر محمدی وا سٹنگٹن صاحب کی ص ٩١ اور کتاب مسمی اریل ورلڈ عالم
ہوا سے بھی ثابت ہوتا ہے اگرچہ کتاب عالم ہوا میں اسکو ایک ہون یعنے ماہ کاذب لکھا ہے
مگر اصل واقعہ سے انکار نہیں کیا ہے پھر جب تاریخ علمی اور تاریخ مذہبی دونوں سے اثبات واقعہ
کا ہو چکا اب شبہات کا دفع کرنا باقی رہا پہلا شبہہ دن دوپہر کو شب تار کر دینا یہ تو کوئی ایسی
بات نہیں ہے جو قابل اعتراض ہو اسلئے کہ سیاہ آندھی اور سیاہ ابر وغیرہ ایسے ہمیشہ ہوا
کرتے ہیں جس سے تاریکی دنکو ہو جاتی ہے دوسرا شبہہ چاند کا کعبہ کی چھت پر اوترکر ٹھہرنا چونکہ
قطر چاند کا (٢١٨٠) میل کا ہے لہذا اُسکی مقدار اتنی بڑی ہے کہ مکہ معظمہ کی چھت کا تو کیا ذکر
ہے اگر زمین پر اوتر آئے تہائی زمین سے زیادہ چھپ جائے اور (١٠٩) میل آبادی ہر طرف مکہ
معظمہ کے ادب کر مسمار ہو جائے اسلئے کہ مادہ قمر بھی وہی مادہ زمین کا ہے پھر قمر کا بوجھ زمین
کے ثلث وزن سے کم ہوگا جسکو خانہ کعبہ کی چھت کسی قاعدہ جر ثقیل سے سنبھال نہیں سکتی
ہے بلکہ زمین بھی قمر کے بوجھ سے اپنی جگہ سے ہٹ جاتی جسکے ہٹنے سے عرگز عالم ہٹکر تمام اجرام
علوی اور سفلی سب درہم برہم ہو جاتے بموجب راے فلاسفہ قدیم کے اور فلاسفہ جدید سے بھی
تزلزل عظیم تمام کرہ زمین پر ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر چاند بھی زمین پر نہیں اوترا جواب اس
شبہہ کی بناء دو اصول فلسفی پر ہے اولاً چاند کا مادہ بھاری مثل مادہ زمین کے ہونا دوسرے چاند
کا جسم مجوف یعنی اندر سے خالی نہونا بلکہ ٹھوس ہونا اور یہ دونوں باتیں کوئی فلسفی کسی دلیل
سے آجتک ثابت نکر سکا اور نہ کر سکیگا۔ عام خیال میں چونکہ یہ بات جمی ہوئی ہے کہ چاند بھاری
جسم ہے اسکا بوجھ خانہ کعبہ کی چھت کیونکر سنبھال سکتی ہے اب ہم پہلے تو یہی کہتے ہیں کہ
چاند میں وزن مثل زمین کے نہیں ہے اور اگر ہے تو اُسکا جسم اندر سے خالی فرض کرینگے پھر
علم تقسیم کے ذریعہ سے طاقت بشری جسقدر کامیابی باریک اجسام کے بنانے میں حاصل کر
چکی ہے اور جیسے صناعی آدمی کر چکا اسکو دکھا کر ہم صانع حقیقی تعالی شانہ کی صنع بیچون پر

پاتے ہیں گو فلاسفہ کو ابھی کوئی ترازو نور کے وزن کرنیکی نہیں ملی مگر جسطرح پچھلے فلاسفہ ہوامیں وزن کو نہیں مانتے تھے اور اب ہوا کا وزن بخوبی معلوم ہوگیا اور بتدبیر انکا بھی ہر ایک اسکوئر انچھ امربع انچھ اپر ۱۵ پونڈ ہوا کا وزن جانتا ہے بس کیا عجب ہے کہ آیندہ ہمکو نور اور سیال کہربائی اور برق اور مقناطیسی کا بھی وزن معلوم ہو جاوے یہ بھی معلوم رہے کہ مادہ کے خواص عامہ سے اور نہ جسم کے خواص عامہ سے وزن کو شمار کیا ہے فلسفہ جدیدہ میں اور قدیم فلاسفہ افلاک اور موجودات آسمانی کو اجرام کہتے تھے پھر جب بعض مواد مثل نور اور سیال کہربائی وغیرہ کے ایسے ہیں کہ بعض فلاسفہ انکو ناقابل الوزن مانتے ہیں اور محققین کہتے ہیں کہ ابھی ہمکو انکے وزن کرنیکا کوئی ذریعہ نہیں بہم پہونچا ہے پھر جرم قمر کا وزنی اور بھاری ہونا سوائے توہم فاسد کے اور کیا ہے۔ لہذا یہ شبہہ محض جہالت کی راہ سے ہے۔ ہلبسر آشبہہ باوجودیکہ آفتاب کا سامنا نہ تھا اور پھر چاند ویسا ہی روشن رہا حالانکہ چاند کی روشنی آفتاب کے نور سے بقدر محاذات کے ہوتی ہے۔ جواب اگر میں اسوقت انکار کروں کہ نہیں چاند کی روشنی آفتاب سے ماخوذ نہیں ہے۔ اسلیئے کہ کوئی دلیل عقلی اسپر قایم نہیں ہے کہ چاند کی روشنی آفتاب سے ماخوذ ہے بلکہ جسطرح اور مسایل علم ہیئت موہومہ اور متخیلہ ہیں یہ مسئلہ بھی ویسا ہی ہے ہاں خالق عالم نے چاند کی روشنی اسی حساب سے رکھی ہے کہ جسقدر چاند کو آفتاب سے محاذات رہتی ہے۔ اسیقدر چاند روشن ہوتا ہے مگر یہ روشنی خداداد ہے مثل اور ستاروں کی روشنی کے تو ضرور کل ناظرین کتاب ہذا مجھپر ہنس پڑینگے اور مجھے منکر بدیہی اور سوفسطائی کہینگے مگر میں امید کرتا ہوں کہ جسطرح جدید تحقیقات سے اب ثابت ہوگیا کہ آفتاب کے گرد نور کا تتق پھیلا ہوا ہے۔ اور خود آفتاب بھی جسم نورانی نہیں ہے اسیطرح شاید میرے اس خیال کے بھی آیندہ زمانہ میں کچھ اصلیت ظاہر ہوگی آج میں اسیقدر کہتا ہوں کہ نور اور حرارت دو دو چیزیں ہوں یا ایک ہی چیز ہے اس مسئلہ میں ابھی کوئی امر محقق نہیں ہوا۔ ہاں آفتاب کا نور ضرور گرمی اور حرارت رکھتا ہے تا اینکہ آتشی شیشہ سے آگ لگائی جاتی ہے اور وہی نور جب ماہتاب کو روشن کرتا ہے اسکی حرارت جاتی رہتی ہے اور چاند نی سرد پیدا ہوتی ہے

کے فواید اصول جر ثقیل سے ثابت ہیں اور ڈونڈا خواہ ٹیکین کا فائدہ یہ ہے ارشمیدس نے
دعوی کیا ہے کہ وہ اپنی طاقت سے تنہا زمین کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھدیتا اور اس دعوی
کو برہانی دلایل سے اُسنے بھی ثابت کردیا ہے۔ دیکھو تاریخ علمی کے کتب کو پھر چونکہ جرم قمر
بھی کروی شکل کا ہے اُسکی ملاقات اور مماست یعنی ملنا خانہ کعبہ کی چھت سے اتنا زیادہ نہ
تھا جیسا کوئی جسم مکعب کسی سطح مستوی سے ملتا ہے لہذا اگر سو من کا بوجھ بھی کرہ مجوفہ قمر
کا فرض کریں تو بقاعدہ اربعہ متناسبہ یہ وزن ہوتا ہے ۸ : ۷ :: ۱ : ۱۰۰ = ۱۱ ۶/۱۱ یعنی ایک من گیارہ
سیر اور ۲ چھٹانک اور اگر وہی چھ سیر اڈھائی پاؤ جو ہم نے ثابت کیا ہے فرض رہے پھر تو ۱۴
تولہ آٹھ ماشہ کسر سے زاید کا بوجھ خانہ کعبہ کی چھت پر پڑا تھا اب آپکا جاہلانہ شور اور غل جر ثقیل
کے اصول پر وہ بھی سب باطل ہو گیا نہ کعبہ کی چھت ٹوٹی نہ زمین اپنی جگہ سے ہٹی نہ قیامت
آئی اور چاند اوتر آیا الا اللھم لک الحمد حمد الشاکرین اب رہی یہ بات کہ مکہ معظمہ سے ہر
طرف ایک ہزار (۹۰۰) میل آبادی مسمار ہو جاتی یہ دشواری اسوقت ہوتی کہ چاند اپنی پوری جسامت
سے اوترتا ایسا نہیں ہوا بلکہ ہمارے خدا نے چاند کے کرہ مجوفہ کو سمیٹ کر چھوٹا کر دیا تھا اور کسقدر
چھوٹا کر دیا تھا جسکو ہم چھٹے شبہ کے جواب میں لکھینگے انشاء اللہ اب فرض کرو کہ چاند کا جسم
اندر سے خالی نہیں ہے بلکہ ٹھوس اور بھرتو ہے جیسے زمین اور اسی خیال خام سے بڑا غل
اور شور مچایا جاتا ہے اور قیامت برپا کرنیکا عقیدہ کیا جاتا ہے۔ یہ خیال بھی محض عامیانہ اور
جاہلانہ ہے اسلئے کہ طبیعیات جدیدہ اور قدیمہ دونوں کے اصول سے ہر جسم کے خواص میں سے
انضغاط یعنی سمٹنا بھی ہے سیال اجسام میں کم اور غیر سیال متخلخل اور پلپلے اجسام میں زیادہ اور
سخت اجسام میں کمتر مگر آجتک کوئی حد اسکی مقرر نہیں ہے کہ انتہائے انضغاط ہر جسم کی کسقدر
ہے بلکہ جسقدر زوردار پریس (دبانے کی کل) ہو اسقدر وہ جسم زیادہ سمٹ کر چھوٹا ہو سکتا ہے چنانچہ
روئی کا گٹھہ ساڑھے تین من کا اسکو ہم ایک فیٹ مکعب بنا سکتے ہیں بلکہ اُس سے بھی چھوٹا
ایک انچ مکعب کا چاند کا جسم اگر ٹھوس بھی فرض کیا جائے تو ہمکو اسکا ثبوت ملنا چاہیئے۔
کہ آیا نرم اور پلپلا مثل روئی کے ہے یا مثل ہوا کے یا مثل نور کے جس میں ہم چند خواص جسمانی

اور دنیوی کی مفید بات چاند سے ہلال بننے میں تھی یعنے اوقات ماہوار اور روزانہ معلوم کرنے کیواسطے چاند سے ہلال خدا بناتا ہے اسی کو بیان فرمایا اس پر تو ان نیچریوں کی قہقہہ زنی کسقدر ہوئی تھی اور اب دیکھیے کہ آفتاب سے چاند کا نورانی ہونا اسی کا ابھی پورا ثبوت نہیں ہوا ہے پھر ہلال اور بدر ہو جانیکی اصلیت کو کون جان سکتا ہے۔ تمہید کے بعد اب جواب اصل شبہہ کا یہ ہوا کہ پہلے تو یہی ثابت کرنا تمکو لازم ہے کہ نور قمر آفتاب سے پیدا ہوتا ہے اسلیئے کہ آفتاب کا نور گرم ہے۔ اور چاند کا نور ٹھنڈا ہے اور اسکے بعد اسکا ثبوت آپکو دینا لازم ہے کہ خدا کو یہ قدرت نہیں ہے۔ کہ چاند کو علاوہ نور آفتاب کے اپنے قدرتی نور سے تھوڑی دیر کیواسطے روشن کر دے جس نور سے تمام ستارے جگمگا رہے ہیں اور بدون اثبات ان دونوں امور کے آپکا شبہہ محض لغو ہے۔ دوسرا جواب اگر یہ بھی ہم مان لیں اور بدون دلیل عقلی کے تسلیم کر لیں کہ نور قمر آفتاب کے نور سے حاصل ہوتا ہے اور برخلاف اور کواکب سیارہ اور ثوابت کے چاند ہی کو جسم کثیف اور مظلم خیال کریں اور جو آیات کتب آسمانی میں چاند کے جسم بزرگ نورانی کے وارد ہیں ان سبکو نعوذ باللہ غلط ہی تصور کریں تو یہ بات اسوقت تک ضرور مسلم ہو سکتی ہے کہ جبتک چاند کا جسم اتنا بڑا رہے جسکا قطر (۲۱۸۰) میل کا ہے اور جب وہی چاند اتنا چھوٹا کر دیا جائے کہ خانہ کعبہ کی چھت پر اوتر آئے بلکہ آستین میں حضرت کی سما جائے اسوقت چاند کے جہان اور سب خواص بدے تھے اسکا سب ضیا آفتاب سے ہوتا کیوں باقی رہیگا یاد رہے ضروری معزز ناظرین کو پھر یاد دلاتا ہوں کہ ہم لوگ خدا پرست اور دہریہ نیچری ہیں یہی بڑا فرق ہے کہ جو چیز کسی چیز کے بعد حادث ہوتی ہے مثلاً حرارت سے جسم کا بڑھنا اور برودت سے گھٹنا خواہ آفتاب کے سامنے جسقدر جرم قمر ہو اسکا روشن ہونا اسکو دہریہ اور نیچریہ سبب اصلی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حرارت نہو تو جسم ہرگز نہ بڑھیگا خواہ آفتاب کا سامنا ہو چاند کبھی روشن نہ ہوگا اور ہم لوگ خدا پرست یوں کہتے ہیں کہ سبب اصلی حرارت جسم کے بڑھنے کی نہیں ہے بلکہ سبب عادی ہے چنانچہ پانی کا جوش برودت سے ہم نے صہ۲۵ کتاب ہذا میں ثابت کر دیا ہیں جسقدر شبہات ان لوگوں کو ہوتے ہیں اسکا سبب یہی غلط فہمی ہے

حتی اکہ وہ گھرا شیشہ جو دھوپ کے سامنے کرنیسے دھات پگھلانے میں کار آمد ہے اور
وہی زاویہ جادوہ شیشہ کا جسکی وال میں نور آفتاب سمٹ کر تیز آنچ پیدا ہوتی ہے چاند کے
سامنے بارہا رکھا گیا اور ایک درجہ حرارت کا منجملہ درجات تھرمامیٹر کے پیدا نہوا اس تجربہ یقینی
کا تو کھلا ہوا نتیجہ یہی ہے۔ کہ آفتاب کا نور چاند کا روشنی دینیوالا نہیں ہے اسلیئے کہ آفتاب
کا نور جس چیز پر پڑتا ہے اور اسکا عکس پھر دوسری چیز پر پڑتا ہے۔ اُس میں بھی حرارت
ضرور ہوتی ہے اور یہی اُسکا تجربہ ہے۔ اب فلاسفہ کی عقل چکر میں آئی اور تجربہ بگڑ گیا کہ سارے
حسابات کسوف اور خسوف اور محاق اور ہلال اور بدر بنتی قمر کی جو مبنی اسی مسئلہ پر تھے۔ کہ
نور قمر مستفاد نور آفتاب سے ہے برہم ہونے لگے اور باوجودیکہ انکو اپنے علوم یقینی ہونیکا دعوے
اور غرور ہے مگر ایسے ہی مقامات پر پوری عاجزی انکو بھی کرنی پڑتی ہے چنانچہ کہتے ہیں
ولعل نور القمر الذی مصدرہ الاصلی الشمس قد انفصل عن الحرارۃ بدایعی وقوع الشمس
علے مادۃ اثرمیۃ تحیط بالقمر وعدم نفوذ حرارتھا فیہ ترجمہ شاید چاند کا نور جسکا
مصدر اصلی آفتاب ہے اُس سے گرمی جدا ہونیکا سبب یہ ہو واللہ اعلم کہ چاند کے گرد ایک
مادہ اثرمیہ بھرا ہوا ہے اُس مادہ میں ہوکر آفتاب کا نور چاند میں پہونچتا ہے اور مادہ اثرمیہ کا
خاصہ ہے کہ حرارت کو نفوذ کرنیسے منع کرتا ہے۔ لہذا چاندنی میں حرارت نہیں رہتی ہے میں
کہتا ہوں جتنے اجسام شفاف ایسے ہیں کہ جن میں ہر قسم کی حرارت نفوذ کرکے وارپار ہو جاتی
ہے۔ انکو دیاثرمیہ کہتے ہیں اور جو اجسام شفاف ایسے ہیں کہ اُن میں نفوذ حرارت نہیں ہوتا ہے
انکو اثرمیہ کہتے ہیں۔ پانی اور زجاج یعنے کانچ یہ چونکہ مانع نفوذ حرارت ہیں۔ لہذا انکو اثرمیہ کہتے
ہیں۔ اب مطلب اس تاویل کا یہ ہوا کہ شاید چاند کے گرد کوئی دریا بھرا ہوا ہے۔ یا کانچ کا بہار ڈھلا
ہوا چاند کو اپنے بیچ میں لیے ہوئے آفتاب کی گرمی سے بچاتا ہے۔ واہ واہ برین عقل و دانش
بباید گریست۔ یا تو یہ دعوی تھا کہ چاند پر ندی نالہ پہاڑ اور جنگل سب ہم نے دیکھ لیئے اور یا ابھی
تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ چاند کے گرد کونسا مادہ ہے جو دھوپ کی گرمی کو روکے ہوئے ہے ہمارے
نبی صلعم نے جب چاند سے ہلال بنجانے کا سبب اصلی نہ بیان فرمایا بلکہ جو ہمارے اغراض دینی

ہرگز نہیں سما سکتا ہے پس قدرت خدا محال عقلی سے متعلق نہیں ہوتی ہاں یہ قدرت خدا
کو ضرور ہے کہ سوئی کے ناکہ کو اتنا بڑا کردے کہ اونٹ اُس میں سما جائے جیسا ساڑھے
تین ماشہ کا تار چاندی کا آدمی نے چالیس میل کا لانبا بنا لیا خواہ اونٹ کو خدا چھوٹا کرکے بذریعہ
انضغاط کہ سوئی کے ناکہ میں آجائے پس چاند کا جسم چھوٹا کردینا بھی محال عقلی نہیں ہے
اور چھوٹا ہوکر آستین میں در آتا یہ بھی ہوسکتا ہے اسی سوال کو ایک مومن کم علم نے جناب صادق
سے پوچھا کہ یا حضرت خدا کو قدرت ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کردے چونکہ یہ سایل خدا
کا منکر نہ تھا اور صاف دلی سے پوچھ رہا تھا اور دقائق فلسفہ کو نہ جانتا تھا لہذا امام بحق اور حجۃ
خدا نے جواب اُسی کے فہم اور لیاقت کے مطابق ارشاد فرمایا جواب ہاں خدا کو قدرت ہے
کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کردے سائل نے پوچھا کیونکر۔ امام نے فرمایا دیکھ تو آنکھ اٹھا
کر کیا نظر آتا ہے۔ سایل نے کہا آسمان اور زمین اور درخت جو کچھ سامنے ہے سب دیکھ
رہا ہوں۔ امام نے فرمایا جس خدا نے اتنے بڑے آسمان کو تیرے آنکھ کی پتلی میں جو سوئی
کے ناکہ سے چھوٹی ہے کردیا کیا اُسکو اتنی قدرت نہیں ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں
کردے اب یہ جواب جسقدر دقائق علمیہ پر شامل ہے اسکو تو میں اس مقام پر بیان نکرونگا
میرا مطلب فقط یہی ہے کہ جسم کا چھوٹا کردینا اور بڑا کردینا اسپر خدا کی قدرت پوری ہے۔ اور
کوئی حد اسکی نہیں ہے ساتواں اور آٹھواں شبہہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور پھر بحکم
حضور ملکر اپنی جگہ پر چلے جانا یہ کوئی شبہہ نہیں ہے اور اسکا جواب معجزہ شقیہ کے باب میں گذر
چکا ہے الحمد اللہ باقی رہا نقلی ثبوت اس معجزہ کا اور تصحیح روایات اور تحقیق اس قصہ کی
یہ بحث عقلیات سے جدا ہے اور نقلیات سے اسکو تعلق ہے دہریہ اور نیچرل خیالات کے
لوگ اُنکو اس بحث سے کیا واسطہ لہذا ہم اس بحث کو اس کتاب میں درج کرنا موضوع
بحث سے خارج سمجھتے ہیں پس ایک رسالہ جداگانہ اُس میں لکھینگے۔ انشاء اللہ المستعان

باب پندرھواں

باب پندرھواں ماں اور باپ کا احسان اولاد پر کچھ نہیں ہے بلکہ اولاد کا احسان
اُن پر ہے اور شریعت محمدی صلعم نے الٹا حکم پابندی اطاعت والدین

کہ سبب عادی کو سبب اصلی قرار دیتے ہیں جسکے خلاف ہونا محال ہے چوتھا شبہہ چاند کا خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا۔ چاند کوئی جاندار چیز نہیں ہے جو بخود حرکت کرے اور جو حرکت چاند میں ہے وہ جذب شمسی یا ارضی کیوجہ سے ہے جواب اسکا صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۲۲ کتاب ہذا میں دیکھو کہ بیجان گیاہ میں خود بخود حرکت خدا نے پیدا کی ہے پانچواں شبہہ حضور کی رسالت پر گواہی دینی یہ تو شجر اور حجر اور سنگریزہ اور حجر اسود وغیرہ کا گواہی دینا یہ سب ہمارے متواترات سے ہے اور ہمکو یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیواسطے خدا نے درخت کو گویا کر دیا ہے اور متکلم یعنے کلام کا پیدا کرنیوالا اسکی خاص قدرت نمائی ہی جس چیز کو چاہے اُس سے آواز پیدا کرے ناقوس اور جھانجھ اور قانون اور بین طنبورہ یہ سب آلات غنا میں تولد صوت بیجان مردہ اجسام سے ہوتا ہے رہا اہتزاز جسم مصوت یعنی ہلنا تار کا طنبورہ اور ستار میں خواہ ماشہ اور ڈھول کے کھال میں یہ سب عادی آواز پیدا ہونے کا ہے جسطرح روشنی میں آنکھ کھول کر دیکھنا سبب عادی نظر آنے کا ہے اور ہم نے صفحہ ۹۰ کتاب ہذا میں دکھلا دیا کہ امریکہ کی نوجوان عورت اندھیری رات میں آنکھ بند کر کے باریک حروف پڑھتی ہے بس کلام کرنے کی اور آواز پیدا ہونے کی جو شرطیں علم طبعی میں بیان ہوتی ہیں وہ سب اسباب عادی ہیں خدا مرتے کو گویا کر سکتا ہے چھٹا شبہہ آستین میں سما اُنکے چھوٹے ہونے پر موقوف ہے اور سمٹنا اور پھیلنا اجسام کا اسکی کوئی حد نہیں ہے چنانچہ شبہہ دوم کے جواب میں اسکا بیان ہو چکا اُسی جواب کو دیکھکر یہ شبہہ ساقط ہو سکتا ہے ایک مجرل دہریہ کا سوال علی بن ابیطالب سے حضور وعظ میں خدا کی قدرت اور صنعت بیچون کا ذکر فرما رہے تھے ایک دہریہ نے پوچھا یا علی تمہارا خدا اس پر بھی قادر ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے جواب فلسفی چونکہ یہ دہریہ فلسفی تھا اور محال عادی کا فرق سمجھتا تھا لہذا حضور نے جواب دیا یہ کیا بکتا ہے سوئی کے ناکہ میں بھی اتنی گنجایش ہے کہ اونٹ اُس میں سما جائے مطلب حضور کا یہ ہے کہ مکان کا مساوی متمکن کے ہونا عقلاً ضروری ہے اور بدیہی یہ امر ہے کہ بڑا جسم چھوٹی جگہ میں

والد کے مقابلہ میں ہیں جب اِن دونوں پر نظر کریں ہر شخص کہ سکتا ہے کہ پرورش بچہ کی
ایام رضاع یعنے زمانہ شیر خواری میں معاوضہ اسی احسان کا ہے علاوہ بریں دودھ
پلانا بھی سینکڑوں ضرر کو ماں سے دفع کرتا ہے اور اگر بیشیہ دودھ پلانے کا کرے ماں اور
باپ کا رزق دودھ سے پیدا ہوتا ہے یہ بھی احسان دونوں طرف برابر رہا پھر جب دودھ
چھٹ گیا۔ اب پرورش اولاد کی اگر ماں باپ نکریں اور کوئی غیر شخص پلے جو غرض اُس
غیر کی ہوتی ہے وہی ماں باپ کی بھی ہوگی یعنے بچہ سے بعد بلوغ کے کار خدمت لیکر
آرام اور راحت اوٹھانا اور یہ پرورش مخصوص ماں باپ سے نہیں ہے جسکا خاص معاوضہ
حق پدری اور مادری کا لزوم ہو اور نہ اسکی وجہ سے کوئی حق میراث طرفین میں شریعت
محمدی تجویز کرتی ہے ورنہ عام متبنی اور پرورش یافتہ کو بھی وارث قرار دینا پڑیگا۔
اس پرورش کے حقوق پر یقین ہے کہ محمدی لوگ بھی حقوق والدین کو محمول کرینگے
خلاصہ یہ ہوا کہ جو فرزند ماں باپ کے اختیار سے پیدا نہو اور جس نطفہ کو انہوں نے
اپنے حفظ صحت اور حصول لذت کیواسطے خارج کیا ہو اور جو پرورش پرداخت معاوضہ
میں احسانات اولاد مذکورہ بالا کے واقع ہوئے ہو اُس میں اولاد پر احسان والدین
کیسا۔ امت محمدی کا عقیدہ ہے کہ بچہ کا آفریدگار خدا ہے اور ہماری رای میں قانون
فطرت اور قانون بقای نسل اسکو کرتا ہے دونوں کے عقیدہ سے ماں باپ کا احسان
اولاد پر کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر انکو خدای مجازی بنانا اور انکے مرنے کے بعد بھی ہمکو انکے
غلامی کا طوق پہنانا صریح عقل اور انصاف کے خلاف ہے یہ کیسی شریعت ہے۔ یہی تقریر
ایک بڑے جنٹل مین نے اپنے باپ سے کر کے انکو اپنے اجلاس سے نکلوا دیا اور یہی
خیالات اکثر تعلیم یافتہ لوگوں کے دیکھیے لیجئے جیساکہ شاعر کہ گیا ہے۔ ؎ دختران را ہمہ
جنگ است و جدل با مادر۔ پسران را ہمہ بدخواہ پدرے بینیم (جواب اِس شبہہ کا) جو نتیجہ
آزادی کا ہے چند علوم کے اصول پر موقوف ہے۔ اور چونکہ ہمارے ہادیان برحق محمد
مصطفے صلعم اور اُنکے جانشین جملہ علوم کے عالم تھے اور وہ اسرار جنکو فلاسفہ ظاہرین

کا خلاف عقل ہونا ہے اور جواب اس شبہہ کا کہ ہماری آزادی کو روکا ہے۔
قانون قانون فطرت نے جسپر ہم نے ہمکو یہ بھی بتلایا ہے کہ مرد عورت سے اگر ہم بستر نہو و بعض
کی صحت بدنی میں خلل پڑتا ہے اور بہت سے امراض جسمانی اور خراب اخلاق پیدا ہوتے ہیں
پھر چونکہ ہم بستری کا ذریعہ ہماری صحت کا ہے جسطرح سنڈاس یا ہم پلیس میں رفع حاجت ہمارے
صحت کا ذریعہ ہے مگر فطرت نے جماع میں ایک لذت بھی رکھدی ہے تاکہ جو لوگ حکمت
حفظ صحت کو نہیں سمجھ سکتے وہ بھی اس لذت کی آرزو میں ہم بستری کو اختیار کریں جیسے
ڈاکٹر طوولے خوش ذائقہ مریض کو دینے سے اُسکو علاج کرانے پر آمادہ کرتا ہے اور رغبت دلاتا
ہے جب ہم نے اپنے حفظ صحت اور حصول لذت کے خیال سے ہم بستری کی اور جسقدر شروط
نطفہ ٹہرنے کے ہیں اور ہزاروں میں سے دس بھی معلوم نہیں مگر اتفاقاً سب جمع ہوگئیں
اور محض براہ صدفہ یعنی بلا ارادہ اور بلا قصد و اختیار ہماری لاعلمی میں نطفہ ٹہر گیا ہمارا فعل
اختیاری نہ اسکے ٹہرانے میں تھا اور نہ اسکا پیدا ہونا ہمارے بس کی بات تھی اور نہ ہمکو یہ معلوم
ہوتا ہے کب ٹہرا اور وہ نر ہی نطفہ ہے یا بیٹی۔ ایسے فعل نامعلوم اور محض بے اختیاری میں
بھلا بچہ پر ہمارا کونسا احسان ہے جسکی وجہ سے ہماری اطاعت شریعت محمدی اولاد پر واجب
کرتی ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ وہ بچہ ہمارا محسن ہے کہ ہمارے یعنے باپ کی صحت اور بقائے
حیات اور حصول لذت کا سبب اخراج منی ہے جو مادہ بچہ کی خلقت کا ہے۔ اب رہی ماں
اُسکے حالات پر اگر براہ قواعد علم طب غور کریں اولی استفادہ یہ ہے کہ زمانہ حمل میں فضول طمثی
(بدبو خون حیض) کا استحالہ دودھ کیطرف ہونے سے کسقدر فوائد حفظ صحت ماں کو حاصل
ہوتی ہیں پھر اُسکے بعد بچہ ہوتے وقت خون نفاس کے خارج ہونے سے کیسی صفائی ماں کے
احشا یعنے اندرونی اعضا کے علاوہ خروج متعفن اور بدبو رطوبات کی ہوتی ہے یہ رطوبات
کوئی ڈاکٹر اور طبیب کسی دوای خوردنی یا حمول اور پچکاری سے خارج نہیں کرسکتا ہے اور
ایسی پاک اور صاف عورت بعد وضع حمل کے ہو جاتی ہے جیسے آج شکم مادر سے پیدا ہوئی
ہے یہ احسانات بچہ کی ماں پر بھی اگرچہ غیر اختیاری ہیں مگر انہیں غیر اختیاری احسانات

پیدا ہوتی اب انصاف کی راہ سے ریلوی عمال کا کونسا قصور ہے اور کونسی سزا کے
یہ لوگ چیف انجینئر ریلوے کی اجلاس سے سزاوار ہونگے ہرگز نہیں ہرگز نہیں
اسی طرح ہمکو خدا نے امین اور خزانچی اس نطفہ کا قرار دیا اور قانون فطرت نے ہمکو نطفہ کی
خرابی سے بچانیکی قواعد بھی سکھائے مثلاً جن چیزوں کے کھانے پینے سے حدت منی
میں آتی ہے اور قوام اسکا خراب ہوتا ہے انسے پرہیز کرنا جن حرکات بدنی سے تعب پیدا
ہوتا ہے انسے آپکو بچانا جن اوقات میں ہم بستری کرنے سے ضرر اور نقصان انعقاد
نطفہ میں ہوتا ہے جیسے شدت گرسنگی خواہ پیاس خواہ کسی مرض کی حالت میں عام اس سے
کہ مرد کو ہو یا عورت کو انسے بچنا جن اسباب سے آدمی خشک نطفہ ہوجاتا ہے جیسے جوکی
اور قطع البعض ادویہ بنانے خواہ معدنی اسی غرض سے کہا لیتے ہیں کہ منی میں قوت نطفہ
دینی کی نہیں ہے انسے پرہیز کرنا جن ادویہ سے عورت بانجھ اور مرد نامرد ہوجاتا ہے انسے
دور رہنا۔ جذامی عورت اور حائض اور مستحاضہ اور نفاس والی عورت سے ہمبستری
نکرنا۔ انتخاب جفت کے جو قواعد اور نوامیس ہیں مزاج اور طبیعت قوم اور قبیلہ شہر اور گاؤں
آب اور ہوا کی رو سے اپنے جفت کو ویسا ہی پسند کرنا سوائے حقیقی بہن اور بیٹی وغیرہ
کے جنسے نکاح ہماری شریعت نے حرام کردیا ہے۔ اور پھر اس اصول کی راہ سے انسے بہتر
کوئی جفت نہیں ہے چنانچہ ایک عہد اسکا انتخاب ہمنے [illegible]
اولاد کی آرزو میں ہزاروں طرح کی پابندی کی سیکڑوں روپیہ خرچ کیا محنت اور مشقت
اور دوا اور علاج پرہیز سب کچھ کرکے ہم بستری کی اور جب ہم بستر ہوئی اسی خدمت کی بجا
آوری اور اسی امانت سے سبکدوشی مد نظر تھی جو خالق تعالیٰ نے ہمکو سپرد فرمائی تھی اب
رہی کامیابی اور ناکامی وہ دوسری بات ہے ہمارا اختیار جسقدر ہے اسکو ہم کر گذرے پھر
باوجود اس بے اختیاری اور لاعلمی کی جب اولاد ہوئی ہمارے ہی کروائے یعنی ہم بستری سے
سے ہوئی۔ اور یہ آپکو کیونکر معلوم ہے کہ نطفہ قرار پانے سے بالکل بے خبر ہیں فطرت نے ہمکو
ایسے اصول بھی تعلیم فرمائے ہیں کہ جس روز نطفہ قرار پاتی اسی روز سے ہمکو استقرار النطفہ

اپنی کم علمی سے ابھی نہ پایا بلکہ کبھی نہیں سمجھتے ہیں وہ بھی اُن حضرات پر روشن تھی
انسان اِن سب باتوں پر ... ہر آدمی کو نہیں آتا ہمکو علم نہیں ہے اور تعداد نطفہ اور پرورش اولاد وغیرہ
وغیرہ کے سچے اصول بیہ ہمکو بتلا دیا ہے تاکہ فلسفہ ظاہری اور حکمت الٰہی دونوں کی
راہ سے نظام عالم کا سلسلہ باقی رہے پہلے میں اُن نوامیس اور اصول ظاہری کو لکھوں
جن پر بنا نیچرل صاحبوں کی ہے اُسکے بعد اسرار اور دقائق فلسفہ الٰہیہ کو بیان کرونگا
اس بات کو تو میں اکثر ابواب میں کتاب ہذا کے ثابت کر رہا ہوں کہ انسان اپنے
مصنوعات میں فقط اسی قدر اختیار رکھتا ہے کہ چند نوامیس (قوانین فطرت) جنکو کسی
چیز کے بنانے خواہ بگاڑنے میں تجربہ سے معلوم کر چکا ہے انکو صحت سے پورا کر دیا کرے ہونا
نہ ہونا اسکے قبضہ قدرت سے باہر ہے اور حجت بعد ازدواج کے باب میں یہ بھی ثابت کرونگا
کہ تولید نطفہ دینے کی قوت انسان میں زیادہ سے زیادہ پچاسی برس تک ہے (دیکھو
ڈاکٹر ٹیلر کے میڈیکل جیورسپروڈنس جلد دوم صفحہ ۲۹۲ طبع چہارم کو) اب نیچرل صاحبوں کا
یہ خیال کہ نطفہ قرار پانا ہمارے اختیار سے باہر ہے درست اور سچا ہے مگر جو اصول ہمارے
اختیاری نطفہ دینے کی براہ فطرت ہیں اُنکو پورا کر دینا ہمکو اُسیطرح ضرور ہے جسطرح دیگر
اصول کو ہم اپنے اور مصنوعات میں پورا کرتے ہیں۔ اب اگر باوجود پورا کرنے اصول معلومہ
کے وہ مصنوعی شے حسب خواہش ہماری تیار نہو ہمارا کونسا قصور ثابت ہوگا۔ فرض کرو
ایک انجن ڈرایور نے ریل گاڑی کے انجن میں پورے اسٹیم بھر دے اور ہوائے بیرونی
کی مصادمت یعنے ٹکر کا حساب بھی خوب جانچ لیا۔ وزن گاڑیونکا مع محمولات
یعنے مسافر اور اسباب کا بھی تخمینہ کر لیا کہ ۴ گھنٹہ خواہ تین گھنٹہ ہی اسٹیم برابر کام دیا
کریگی (گارڈ) نے بھی اپنے خدمات ضروری کا پورا انجام دیا الغرض جسقدر کار پرداز ایک
اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک ریلوی پر مقرر ہیں سبھوں نے اپنا اپنا کام پورا انجام
دیا مگر پھر کوئی غیر مترقب حرج ایسا واقع ہو جو ان سبکے وہم اور گمان میں نہ تھا اور گاڑی لیٹ
ہو گئی یعنے رفتار اُسکی سست ہو گئی خواہ پٹری سے اتر گیا خواہ اور کوئی آفت ناگہانی

اور ۱۳ امنٹ (دقیقہ) میں ایک انچہ مسافت کو دُم کے ذریعہ سے طے کرتے ہیں۔ سات یا
آٹھ روز عورت کے جسم میں حرکت کرتے ہیں اور خارج جسد ۲۴ گھنٹہ میں۔ انہیں کیڑوں کی
ملامست یعنی چھو جانا بیضۂ مادہ خواہ عورت سے استقرار نطفہ میں ضروری ہے جو ہم بستری
سے ہوتا ہے۔ نیچرل صاحب کی رائے میں یہی کیڑے سبب خلقت اولاد ہیں اور باپ یا ماں
کو دخل اس میں نہیں ہے ۳۰ برس گذرے مجھے ایک انگریزی اخبار کے پڑھنے والے
نے خبر دی تھی کسی یورپین سیاح نے ایک جزیرہ میں کیڑے اڑتے ہوئے دیکھے وہی کیڑے
مادہ اسپ کی پیشاب گاہ میں ادھر داخل ہوئے اور گھوڑے کا نطفہ قرار پا جاتا ہے وہی
سیاح چند کیڑے لایا تھا اور ایک بانجھ عورت پیرزن کے رحم میں داخل کرنے سے نو مہینہ
کے بعد فرزند نرینہ پیدا ہوا تھا۔ مجھے اس خبر کی صحت پر چنداں وثوق نہیں تاہم اگر سچی
بات ہے۔ تو خدائے قادر کی پوری قدرت اور اختیار کا ثبوت ہے اس سے بھی ہوگا اور
انسان کی پیدائش کا نتیجہ جسکے فلاسفہ معتقد ہیں بگڑ جائیگا۔ بہرحال باپ کے احسانات اولاد
پر قبل از قرار پانے نطفہ کے ہمنے کسیقدر بیان کئے۔ اگر نیچرل صاحب اسکو نہ مانیں اور
ان مصارف کو بیجا اور محض حماقت پر حمل کریں اور حرام گھروں کے بچہ جو فربلہ پڑے رہتے
ہیں نہ اُن کی ماں کا پتہ اور نہ باپ کا اُن کی پرورش اور پرداخت کی نظیر پیش کریں جنکو خود
کر لیتا ہے یا کوئی گورنمنٹ انکا بار پرورش اٹھا کر اور تعلیم دلوا کر ملیٹری خواہ سیول کے
معزز عہدے انکو دیتی ہے بہرحال اگر اور کچھ احسان باپ کا نہ مانو اور کوئی فعل اختیاری
اُسکا نہ سمجھو تو اُس نطفہ کے حفاظت خراب کرنے سے مثلاً بعض ادویہ سے وہ کیڑے منی
کے سڑ جانیسے مر جاتے ہیں باوجود معلوم ہونیکے باپ نے انکو استعمال نکیا اس غرض سے
کہ نطفہ ضایع نہو۔ خواہ ایسے رحم میں جو مرض کیوجہ سے مفسد منی تھا باوجودیکہ حسن صورت
انسی عورت مریضہ کا لذت بخش تھا اپنی مادہ منی کو داخل نکیا ایضاً عزل یعنی بیرون فرج
انزال کر کے اس نطفہ کو برباد ہونے نہ دیا اُسقدر احسان باپ کا اگر مانا جائے تو اسکے
صلہ میں ابوکم ام ڈامیر برایر چلا جاؤ) کی خطاب سے سرفرازی کے لائق نہوگا احاعت اور

کے نر اور مادہ حمل کی ظنی شناخت بھی ہو جاتی ہے دیکھو ہمارے ترجمہ قانون جلد سیوم حصہ
دوم صفحہ ۲۰۰ سے لغایۃ صفحہ ۲۱۰ اور اسیوقت سے ہم حفظ کی غرض سے وہ خدمات بجالاتے
ہیں اور حاملہ عورت کی غذا اور دوا سے وہ تدبیر کرتے ہیں جو براہ فطرت ہمکو میسر ہوتی ہے از
آنجملہ ترک جماع حوامل سے خصوصاً چار ماہ کے بعد بغرض حفظ جنین یہ بھی ضرور ہے گو کیسی ہی
ایذا ہمکو تجرد سے پہونچی بچہ کی بالیدگی کی تدبیر جسقدر فطرت نے ہمکو بتلائی ہے وہ بھی ضرور
کرتے ہیں حاملہ کا کھانا اکثر نامناسب ایام حمل کے ہم خود بھی کھاتے رہیں مگر اسکا بندوبست ضرور
کرتے تھے ہمکو کوئی اثر ایسا پیدا ہوا کہ بچہ کے گرجانیکا خوف ہو فوراً دوڑ دھوپ کرکے طبیب
ڈاکٹر دایہ اور سول سرجن بلاکر اسکا سدباب کردیتے ہیں۔ حاملہ کی مرضی کا ہر دم خیال رہتا ہے
اور اگرچہ ہم نیچرل نہیں ہیں اور عالم غیر مادی کا بھی کچھ عقیدہ یا اندیشہ ہے دعا اور تعویذ بھی
کرلیتے ہیں اور یہ سب کام کیسی کشادہ روئی سے ہم کررہے ہیں پھر جب اگلا مہینہ یعنے
آٹھواں مہینہ شروع ہوا اور زچہ کو زرد کپڑے پہنائے گئے اب ذرا دھوم دھڑک پر لحاظ کیجئے
ہمنے مانا کہ یہ فضول رسمیات آپکی رائے میں کفایت شعاری کے برخلاف ہیں مگر ہمکو بعض اصول
پر نظر کرکے عین حکمت اور مصلحت بھی ہے چنانچہ رسوم ولادت کے باب میں ہم اسکو مطابق
اصول فطرت کے ثابت کردینگے۔ اب ذرا مصارف ولادت اور زچہ خانہ کی بھی یاد کیجئے
یہ سب کچھ ہم فقط بچہ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کونسی لذت ہمکو ان سب خرچ اخراجات
اور ایذا اور تعب اٹھانے میں ملتی ہے جسکو نیچرل صاحب بار بار کہہ رہے ہیں۔ باپ کے اختیار
میں استقرار نطفہ ہونا اسکی دلیل براہ غلط نیچرل صاحب نے یہ سمجھی کہ علمائے فیسولوجی
کہتے ہیں کہ نطفہ کا معدن عورت کی منی ہے مرد کی منی فقط محرک ہوتی ہے اور اس
مسئلہ میں پچھلے فلاسفروں کی عقل بھی چکرا گئی ہے اور ارسطاطالیس اور جالینوس کی نزاع
[illegible] جدید تحقیقات فسیولوجی سے یہ امر ثابت ہوا ہے انہیں ثابت ہو چکا ہے
کہ وہ کیڑے جو حیوانات کی منی میں اور انسان کی منی میں پائے اور بدون مائکروسکوپ کی نظر نہیں
آتے اور جسامت میں سے لیکر [illegible] انچ تک ہے اور انکا سر پیچھے سے لیکر [illegible] انچ کا ہوتا ہے

## ماں کے احسانات

اب ذرا ماں وکھیاری جسکی نسبت بیہودہ کلمات نیچرل صاحب فرماتے ہیں اُسکے
ریاض اور محنت بھی سن لیجئے اور محسن کشی نیچرل صاحب کی بغور ملاحظہ کیجئے یہ ماں بقول
بعض فلاسفہ قدیم اور جدید وہی ہے جسکی منی سے خلقت بچہ کی ہوتی ہے اور بھی بحکم
علم فیسولیوجی کی جدید تحقیقات کو اور یہ ماں وہی سراپا حسرت اور ارمان ہے جسنے
بچہ کے ہونیکی امید میں اپنا جوبن خاک میں ملا دیا اور اپنے تمام اعضا نے بدنی کو حرکات
وضعیہ اور لذات مذکورۂ بالا سے محروم کیا ہے تب جاکر آج ایسی فرزند ارجمند نیچرل کی پیدا
ہونے اور تعلیم جدید پانے سے بیوقوف خودغرض اور پاگل بنی ہے ہمنے مانا کہ خلقت
جنین اور استقرار نطفہ اسکے اختیار میں نہ تھا مگر اتنا اختیار اسکو ضرور تھا کہ اپنے رحم کو
جو نیچرل صاحب کے نزدیک بمنزلہ ہمیں کا فقط نچوڑ اور سنڈاس کے برابر ہے ایسا زلق یعنی
پھسلنے والا بنا لیتے کہ نطفہ ہمیشہ پھسلکر گر جاتا خواہ اور قسم کے تدبیر پانچ ہونیکی ایسی کرلی
جنسے لذت بڑھتی اور حمل قرار نپاتا یہ فعل تو اسکا اختیاری ضرور تھا اور اس احسان
کی کسیطرح نفی نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ تدبیریں کبھی کارگر نہیں بھی ہوتے
ہیں اور نطفہ قرار پا جاتا ہے۔ میں کہونگا درست ہے مگر نطفہ ٹہرنے کے بعد بھی اسکا گرا
دینا ماں کا اختیاری فعل ہے اور جو بدکار لذت پرست عورات ہیں وہ ایسا ہی کرتے ہیں
گورنمنٹ سے اسکی روک محال ہے اور وہی لذت ان بازاری عورات کو اس فعل شنیع پر
گرویدہ کرتی ہے جسکو آپ یاد کر رہے ہیں اسلئے کہ حمل کی مدت میں قابل ہم بستری نہیں
رہتے ہیں برعکس انکے اُس بیچاری نے وہ تدبیریں کی ہیں جنسے نطفہ ٹھرا رہے تا اُنکے
قے روکنے کی غرض سے ٹھیکریاں سوندھی خوشبو چباتی رہی باین نظر کہ نطفہ ٹھرا رہے
کم سن اٹھ مہینے میں بھی جس روز سے حمل کی امید ہوئی اونچے نیچے پاؤں رکھنا کود پھاند
پیٹ پر بوجھ رکھنا بھاری چیز اٹھانی (اگرچہ پیشہ باربرداری کا بھی ہو اور اُسی پر اوقات گذاری
ہو) سب چھوڑ دیتی ہے۔ فقط اسی امید میں کہ نیچرل صاحب زندہ صحیح اور سلامت پیدا

سلوک نہ بھی ہو سے مرابہ خیر تو امید نفیست بدرسان نیچرل صاحب نے کسی نیم طبیب خواہ
کچے ڈاکٹر سے سن لیا ہے کہ مرد کی حفظ صحت جماع سے ہوتی ہے ہاں جناب ہوتی ہے
مگر منحصر اسی پہ نہیں ہے اور بھی صدہا طریقہ ایسے ہیں کہ آدمی عمر بھر عورت سے ہم بستر
نہ ہو اور صحت بدنی روز افزوں ہوتی رہے۔ علاوہ بریں ہزاروں میں دس ایسے مرد ہونگے
جو حفظ صحت کی نظر سے ہم بستر ہوتے ہونگے عموماً آپ کو تو اسکا خیال بھی نہیں ہوتا ہے
اب رہی لذت یہ تو بازاری عورتیں جن کا پیشہ ہے لوٹتے البتہ ہم بستری فقط بنظر لذت
کی جاتی ہے اور گھر کی بیبیاں عورات بیچارے اب میں کیا کہوں شرم آتی ہے کہ انکا نام ایسے
بازاری عورات کے ساتھ لیا جائے خواہ حیا پرست شرفاء ہوں انکا ذکر ایسے موقع پر کیا جائے
خدا انکے شرم اور حیا کا حافظ ہے ورنہ زمانہ کی رفتار از حد خراب ہے بہرحال جنٹلمین جب
ہم بستری کرتے ہونگے فقط لذت پرستی ہی پر انکی نظر ہوتی ہوگی اور یہ بھی طوائف الزمان
جنکے رحم ہمیشہ انہیں دواؤں سے چپکے رہتے ہیں کہ نطفہ ٹھہرنے نپائے اور جنکی تعلیم انہیں
اصول سے ہوتی ہے کہ حاملہ ہونگیا [illegible] انڈے گی سدا [illegible] اور اگر احیاناً
کسی وقت شبہ استقرار نطفہ کا ہو فوراً دوائی مسقط حمل جیسے سبز کا تیل خواہ کونین وغیرہ
انکو کھلا دیجائے بلکہ وہ بالارادہ خود ایسی ہی چیزیں عمداً کھاتی ہیں انہیں پر قیاس کر لیجئے نیچرل
صاحب سبکو ایک ہی لاٹھی سے ہنکاتے ہیں [illegible] تفاوت رہ از کجا است تا بکجا
ہماری شریعت نے ایسی فواحش سے نکاح دائمی خواہ میعادی دونوں بدون استبراء یعنی امتحان
عدہ وغیرہ کے حرام فرمایا ہے اور عمدہ شروط منکوحہ میں سے یہ بھی شرط فرمائی ہے کہ عورت ولود
ہو یعنی بچہ کی استعداد اس میں بنظر خلقت شخصیہ اتنا تو کہ زیادہ ہو اور عقر یعنی بانجھ
ہونیکا عیب مبطل نکاح قرار دیا ہے لہذا پیروان محمد صلعم پر یہ لوٹ جھوٹ کسیطرح چل
نہیں سکتی ہے یا اسی [illegible] کے لحاظ سے ہمارے نبی صلعم نے پیش بندی فرمائی اور
صاف کہدیا کہ جو شخص حسن و جمال پر عورت کے فریفتہ ہو کر خواہ دولت اور مال پر نظر کرکے
نکاح کریگا دونوں سے محروم رہیگا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ہوئی جھاڑ فانوس توبہ توبہ تو پرانے فیشن کی روشنی ہے (چھی چھی) ارے صاحب برقی
روشنی سے لیمپ روشن ہیں رات کا دن ہو رہا ہے ارگن باجا بج رہا ہے ہوا نہ ہو تو قلی پنکھے
پر حاضر ہے فرش فروش آراستہ اور ماں نے جن جن دکھوں سے پالا ہے وہ بیچاری غریب
مفلس تھی ایک چراغ بھی میسر نہ تھا کچا گھر خواہ چھپر مثل چشم عاشق کے ٹپک رہا تھا گھٹنوں
گھٹنوں گھاس کا جنگل لگا ہوا سانپ بچھو اور چور چکار کا خوف الگ ایسی ہی اندھیری راتوں
میں آپکو کسی مرض کیوجہ سے (یا شرارت خلقی سے) نیند نہ آتی تھی اور مچلے ہوتے (رکی ہیں کی
ہیں) کر رہی تھی یہ ماں کا کلیجہ ہے بیچاری گود میں لئے اسی اندھیرے میں تمام رات کھڑے
کھڑے پھرتی تھی پیار بھی کرتی تھی دودھ بھی پلاتی تھی بلائیں بھی لے رہی تھی قربان بھی ہو
رہی تھی خدا سے رو رو کہ رہی تھی یا اللہ میں مر جاؤں مگر میرا بچہ آرام پائے وہ کالی رات ہو کا
عالم نہ کوئی آس نہ کوئی پاس سہ نہ دلاسا کوئی دیتا ہے نہ پوچھی کوئی بات + وہ ہے اور رونا
ہے اور پچھلا پہر کالی رات۔ باپ بھی گھر میں نہیں ہے مزدور ہے یا نوکری پیشہ۔ ہمسایہ کے
عورتیں ہمدردی سے پوچھ رہی ہیں ارے آج یہ لڑکا کیوں بے کل ہے یہ ماں کیسی قسائن بے
رحم ہے جو بچہ کو رلا رہی ہے۔ یہ بیچاری کیا جواب دے ٹپ ٹپ آنسو گرا دیتی ہے اور کیا کر سکتی
ہے جوانی کی نیند اسکی بھی ہے مگر اب نیند کجا۔ نیند تو بقول شخصی سولی پر بھی آتی ہے مگر یہ بیچاری
بچہ کو گود میں لئے ہوئے ادھر سے ادھر پڑی پھرتی ہے نیند کا جھونکا آیا اور ٹھوکر کھا کر گرنے کے
قریب بھی پہونچتی ہے تب بھی چت اور خیال بچہ ہی کیطرف لگا ہوا ہے۔ آپ زخمی ہو جائے
گر جلے تے مر جائے مگر بچہ کو صدمہ نہ پہونچے۔ ایسے ایسے راتیں اس زمانہ شیر خواری میں سیکڑوں
گذری ہیں۔ اگر ایک ہی رات کی ایذا پر خیال کیا جائے تو اسکا معاوضہ اولاد سے کیا ہو سکتا ہے
ہمارے نبی صلعم سے ایک شخص نے اپنی ماں کو سات حج کرا کے پوچھا کہ یا حضرت میں اپنی ماں
کے حق سے ادا ہوا یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک رات کی اسکی مصیبت جو تجھے لئے ہوئے
کھڑی کھڑی پھری ہے اگر خیال کیجای تو اسکا معاوضہ کسی خدمتگذاری سے نہیں ہو سکتا ہے
چہ جاکہ اسکا سارا جوگ جو تیری پالنے میں اس نے لیا ہے اسلئے کہ تیری پرورش اس نے

ہوں۔ اب خدا خدا کرکے اور ہزاروں منتیں مرادیں مان کر نو مہینہ گذری اور وہ دن آیا کہ
دردِ زہ شروع ہوا اللہ اکبر یہ ایذا اور درد زہ کی جسکی برداشت عورتوں کو اگر محبت اولاد فطرتی
نہو کوئی عورت کر سکتی ہے نیچرل صاحب لذت لذت پکار رہے اور ماں بیچاری کی ناخون
اور دانت دردزہ میں سیاہ ہوجاتے ہیں چار پہر اور بارہ پہر بھی رہتا ہے سیکڑوں کی جانیں
اسی میں تلف ہوتی ہیں اسی دردزہ کے بعد پھر وضع حمل کی ایذا کو خیال کیجئے بقول شخصے
موئے پہ سو دُرّے۔ ابھی درد سے نجات نہوئی تھی کہ نیچرل صاحب کے آمد آمد شروع ہوئی۔
اگر سیدھے برآمد ہوتے تو خیر اور اگر الٹے نکلے (اور ضرور ایسے الٹے خیالات والے کو الٹا ہی
پیدا ہونا نیچر کے مناسب ہے) پھر تو اور بھی قیامت برپا ہوئی اب طبیب ڈاکٹر دائی جناتی کی
دوا اور دستکاری سے اگر زچہ کی جان بچ گئی اور بچہ بھی زندہ اور سلامت رہا بہتر ورنہ ماں
کے مرنیکا یہ بھی ایک ذریعہ کھلا ہوا ہے انہیں مصائب کو یاد کرکے تمام عمر جب ماں اپنے
فرزند سے لپٹی ہے کہتی ہے ؎ کیونکر نہ لپٹ کے تجھسے روؤں بیٹا ٭ میں نے بھی تو
جان دیکے پایا ہے تجھے۔ خداوند عادل نے اسی سبب سے فرمایا ہے حملته امه کرها و
وضعته کرها اگر عام اطفال مراد ہوں اور خاص ہمارے چھوٹے فرزند نبی صلعم امام حسینؑ
مراد نہوں کما فی الروایات پھر تو معنی اسکے یہ ہونگے چونکہ بوقت استقرار حمل کے ماں کو
اُن مصائب کے یاد ہونیسے جو ابتدائے حمل سے تا روز ولادت بلکہ تا زمانہ حضانت یعنی پرورش
اٹھانی پڑتی ہے لہذا حمل بھی ناگوار اور وضع حمل بھی جان گداز ہوتا ہے۔ نیچرل صاحب
لذت لذت پکار رہے ہیں ؎ کشتی کے غرق ہونیکی ساحل کو کیا خبر ٭ کس پر چھری یہ چل
گئی قاتل کو کیا خبر۔ یہی احسان اتنا بڑا ہے کہ اگر اسکے عوض میں اولاد اپنی جان ماں پر
نثار کردے تب بھی پورا معاوضہ نہو سکیگا۔ اب لیجئے وضع حمل کے بعد دودھ پلانے اور
پرورش کا زمانہ آیا اگر نو ماہ کا بچہ ہے اکیس ماہ اور اگر چھ مہینہ کے حمل سے ولادت ہوئی
پورے دو برس جسکی سات سو بیس روز اور اسیقدر راتیں ہوئیں اور (۱۷۲۸۰) گھنٹہ ہوتے
ہیں۔ اب ذرا ماں کے ترک آرام اور لذات کو خیال کیجئے۔ آپ تو عقل میں میں کو بھی سجی

پالا تھا اِس آیت مقدس کو پڑھ کر دو باتیں مجھے معلوم ہوئیں اَور دونوں کے سبب بھی مجھپر
کھل گئے پہلی بات تو یہی ہے کہ نیچرل صاحب کو ماں باپ کے احسان سے انکار کرنیکا کیا
سبب ہے دوسری بات یہ کہ خدائے پاک اپنی عبادت میں ماں باپ کے احسان کا ذکر کرانے
کا کیا سبب ہے اَور اُن کے حق میں ایسے پورے دعا کرنیکا حکم کیوں دیا ہے۔ اِن دونوں امر
کا سبب ایک ہی ہے نیچرل صاحب کو انکار حقوق والدین کا سبب یہی ہے کہ ماں باپ
ربّ مجازی ہیں اگر اُن کی حقوق اَور احسانات کا اقرار کیا پھر تو پروردگار حقیقی کے احسانات
کا اقرار کرنا ضرور ہوگا اَور جب خدا کو محسن مان لیا پھر تو اُس کی موجودگی کا بھی اقرار کرنا پڑیگا
گا اَور جب خدا مانا گیا اب تو سارا نیچر کا ٹھیٹھر بگڑ گیا اَور پابندی شریعت الٰہی کی بھی کرنی
پڑی گی لہذا اسی جگہ اِس وار کو روک لینا ضرور ہے اَور ملاؤں کے ڈھکوسلے ان سب
باتوں کو قرار دیکر چوٹ بچا دینی چاہیئے نہ اُنچی کا بانس نہ بجیگی بانسری اَور خدائے پاک
کی یہ غرض ہے کہ میرا بندہ جسوقت میرے احسانات کو یاد کرکے نماز میں رجوع قلب سے
گریہ وزاری کر رہا ہے اَور مجھکو ربّ حقیقی کہ رہا ہے اُسکو لازم ہے کہ ربّ مجازی یعنی والدین
کے احسانات کو بھی یاد کرے اَور اُن کی شکر گذاری بھی کرے اِسلیئے کہ جو شخص ربّ مجازی
کے احسانات کا اقرار نکریگا وہ ربّ حقیقی کو کیا سمجھیگا۔ زینہ ٹوٹی چھت پر کیونکر چڑھیگا۔ فلاسفہ
اخلاقی نے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ دوست بنانے میں اعلیٰ درجہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی
جس سے دوستی کرنی چاہے پہلے اُسکے پیش آمد ماں باپ سے دیکھے کہ کیسی ہے اگر وفا
ہے تو اُسکی دوستی پر بھروسہ کرے ورنہ نام اُسکا نہ لے نام لیکر نہیں کہتا مگر ایک باپ جنرل
نیچرل انڈیا کی وفات کو یاد کرکے سعدی شیرازی کا شعر پڑھتا ہوں ؎ تو بجای پدر چہ
کردی خیر۔ تا ہمان چشم داری از پسرت۔ اِن آزاد خیالوں کا محسن کشی میں درجہ یہاں تک بڑھ
گیا ہے ماں باپ تو ذریعہ حیات چند روزہ ہیں اَور معلم اَور ماسٹر جو حیات ابدی روحانی کے ذریعہ
ہیں اُن کی نسبت برملا کہدیتے ہیں ماسٹر صاحب بندگی آپکا حق ہمپر کیا ہے دس بجے سے چار
بجے تک آپ اپنی نوکری بجالاتے تھے اگر ہمکو نہ پڑھاتے انتیسویں روز دو سو اَور تین سو

تیری مجبوری اور بے کسی کی زمانہ میں کی ہے اور تو نے معاوضہ اُسکا اُسوقت کیا ہے جب
ماں کے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں صدق رسول اللہ صلعم نیچرل صاحب کے ایک مسئلہ طب کا ارشاد ہوتے
پڑتے گوش زد ہوا ہے کہ خون ولادت خارج ہونے سے اور خون حیض کے دودھ بننے سے
صحت ماں کی ہوتی ہے۔ ہاں جناب ہوتی ہے مگر اسی میں منحصر نہیں ہے خراب خون کا اخراج
اور دفع مضرت فصد صافن اور مالبض ہفت اندام اور باسلیق سے بھی ہوسکتا ہے اور مصفی
ادویہ پلانے سے بھی اور حاملہ بننا محبت اولاد سے اسکا فعل اختیاری ہے نہ حاملہ بنتی اور
نہ اس خرابی میں پڑتی ہمنے یہ بھی مانا کہ دودھ پلانے سے اسکی صحت بدنی ہوتی ہے مگر
آپ ہی کو پلانا کیا ضرور ہے بلکہ آپکو تو کسی کپڑے میں لپیٹ کر گھورے پر پھینکدیتی اور کسی اور
بچہ کو دودھ پلا کر سیکڑوں روپیہ بھی کماتی اور صحت بدنی کمانے میں حاصل کرتی تب جا کر آپکو
معلوم ہوتا مگر کیا کرے فطرت نے آپکی محبت بیجا پر اسکو مجبور کیا ہے اور آپکے وہ بیکسی بے
بسی ہاتھ پاؤں کا بے قابو ہونا زبان کی گویائی ندارد بھوک کی شکایت کرنے پر اختیار اور نہ
پیاس کی اظہار پر قدرت سوائے رونے اور ہاتھ پاؤں مارنے کے اور کچھ نہ تھا اگر محبت
فطری اسکو نہوتی آپ پر کیا ہے کوئی بچہ پالا نہ جاتا اور نسل نبی آدم منقطع ہوجاتی۔ وہی احسان
زمانہ مجبوری اطفال کا اتنا بڑا احسان ہے کہ خدائے پاک نے ہمکو ہر وقت اپنی عبادت کرنے
یعنی نماز پڑھنے کے حکم دیا ہے کہ جب ہماری عبادت کرو اور نماز پڑھو قنوت نماز میں خواہ
تعقیبات میں اپنی رب مجازی یعنی ماں باپ کے حق میں یوں دعا کرو رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ
وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا خدا مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخشدے اور اُن
پر رحم کر اور ایسی رحم دلی سے اُنکو مخصوص کرنا جیسے انہوں نے میرے چھٹپنے میں پرورش
کی ہے اور پالا ہے دیکھو تعلیم ربانی اسکو کہتے ہیں کس پرورش اور پرداخت کی درخواست
پر یہ دعا شامل ہے بیٹا کہتا ہے الٰہی میں جیسا زمانہ شیرخوارگی میں بے کس اور بے بس تھا
اسیطرح میرے ماں باپ زندہ ہوں خواہ مردہ تیری قدرت کے سامنے بے بس ہیں اُن پر بھی
نظر پرورش کی فرمادے اور اُسیطرح اُن پر رحم کرنا جیسا میری بیکسی پر انہوں نے رحم کرکے مجھ

جو مطابق قانون فطرت کے ہے اس جگہ اسیقدر کہتا ہوں کہ اگر اصول سلطنت ملکی کی نظر سے
اولاد پسری اور دختری کسی گورنمنٹ ہی کے خانہ زاد ہونی ضرور ہے اور وہ اولاد بھی ایک رقم
تجارت کی سرکار کیواسطے مانی جاتے اور سوائے گورنمنٹ کے وہ اپنا رب اور پروردگار کسی کو نہ
سمجھیں اور وفاداری اور دلسوزی اُن سے بڑھ کر کوئی فرد رعایا نکر سکتی۔ بردہ فروشی میں جو خانہ زاد
اولاد نکاح لونڈی اور غلام سے کرا کے آقا کیواسطے پیدا ہوتی تھی اور پاک نسب ہونیسے ہزارہا
بداخلاقیوں سے اُسکا مبرا ہونا اصول فطرت کی رو سے مترقب تھا اُس سے زیادہ حرام گھر کے
اولاد گورنمنٹ کی فرمانبردار ہو (لا واللہ کبھی نہو گی) اسلئے کہ قانون فطرت اور ناموس الٰہی کے
مخالف یہ اولاد پیدا ہوئی ہے۔ المختصر یہ سب فواید حرام گھر کے مسلم بھی مان لینے کے بعد بھی ہم
پوچھتے ہیں کیا تمام دنیا کو حرام گھر بنانا اور سلسلہ نسب کو بالکل قطع کر دینا اور جو آدمی پیدا ہو حرامی
ہی پیدا ہو۔ نکاح کی رسم کو مثل بردہ فروشی کے جرم قرار دینا اور حسب ارشاد نیچرل صاحب تمام
عورات کے رحم کو ہم پلس کا قدمچہ قرار دینا بھی اچھی بات ہے سنہ ۱۸۹۰ء سے پہلے یا پیچھے چند روز
میرے پاس بارہ سوالات آئے تھے اور مشہور یہ تھا کہ یوروپ کے فلاسفہ نے اخبارات کے ذریعہ
سے مشتہر کرائے ہیں۔ اُن میں یہ بھی ایک سوال تھا کہ نسب کیا چیز ہے اور حسب کسکو کہتے ہیں
اور ترجیح نسب کو ہے کہ حسب کو۔ ہمنے ایک رسالہ اسکے جواب میں لکھا تھا کہ جستہ جستہ اودھ
اخبار اور اخیار الاخبار لکھنؤ میں چھپا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسی آزادی تمام دنیا کی زن اور
مرد کو دیجاتے اور کوئی عورت کسی مرد کی ماتحتی میں بصیغہ زوجیت نرہتے اور خانہ داری
کے امور جو خاص شوہر اور زوجہ کے ہیں وہ آیا اور ماما اصیل ہی سے متعلق رہیں اور کنبہ اور قبیلہ
میں جو معاونت باہمی پیدا ہوتی ہے وہ بھی گورنمنٹ پر نثار کر دیجاتے قرابت اور رشتہ دار سب
مٹادیے جائیں۔ مراد یہ ہے کہ مجہول النسب ہونیسے یہ سب مجہول ہو جائیں مٹنا تو محال ہے
حقیقی بہن اور بیٹی اور ماں اور خالہ اور پھوپھی نانی اور دادی سے جماع کرنا سب مباح اور جایز
ٹھہر جاتے قرابت نسبی یعنی نکاح کے ذریعہ سے جو سسرالی رشتہ دار پیدا ہوتے ہیں اور ہمارے آبرو
اور جان کی شریک ہوتے ہیں اور ایک آدمی کے دو ہزار ہاتھ دو ہزار پاؤں دو ہزار آنکھیں اور

روپیہ کی تنخواہ آپکو کون دیتا ہمارا احسان آپ پر ہے کہ آپکی روٹی ہمارے پڑھانے سے چلتی ہے
اور یہ کرنسی نوٹ جو آپنے خریدا ہے اُسکی آمدنی میں بھی ہمارا حصہ ہے لایئے کچھ دیجئے تب
آپکو ہضم ہوگا بسزا ہتی اُنکی تعلیم خراب کی جو ماسٹروں نے اُنکو دی ہے ع اے بادصبا این ہمہ
آوردۂ تست۔ انہیں ماسٹروں نے اصول نیچر انکو پڑھائے کہ کردو کہ نیافت کبھی زمانۂ تعلیم
میں بھیسے سے بھی انکو یہی اصول نہ تبلائے دیکھو ہمارے ہادی برحق صلعم نے تعلیم دین
پر اجرت لینی حرام فرمائی ہے ہمارے دین کا تعلیم یافتہ کسی اُستاد خواہ مفتی یا واعظ پر ایسی
طعنہ زنی نہیں کرسکتا ہے یہی حکیم ربانی ہیں صلعم پر حرام ٹھہراب ذرا نیچرل صاحب کے اُس
خیال پر نظر کیجیے جو ماں کے رحم کو ہم پلیس کا قدمچہ اور سنڈاس بنا رہے ہیں اور اسکی وجہ بھی معلوم
کرنی ضرور ہے۔ چونکہ جدید سلطنت ہائے یوروپ کی شائستگی میں ایک نیا قاعدہ حرام گھر بنانیکا
بھی جاری ہوا ہے اور کچھ تھوڑے سے بنا اُس کی ہندوستان میں بھی پڑتی ہوئی نظر آتی ہے یعنی
کسبیاں بالزادیاں رام جنی جو سبزار پیشہ حرام کاری کا کرتی ہیں اُن کی نگرانی کا اہتمام ڈاکٹروں
سے متعلق ہے دوا علاج ہسپتال سے ملتی ہے خاص جہاں فوجی کمپ ہے وہاں بڑی صفائی سے
یہ کام ہوتا ہے اگرچہ ابھی کوئی احاطہ اور خاص حرام گھر تیار نہیں ہے جیسے یوروپ کے بعض شہروں
میں تاہم یہ تو وہی ہے۔ حرام گھر کی عورات کے رحم ضرور ہم پلیس کے قدمچہ سے مشابہ ہیں اور جو
اولاد پسری اور دختری وہاں پیدا ہوتی ہے اُسکی نسب کا سلسلہ منقطع ہونے سے وہ درجہ شرف
جو انسان کو حفظ نسب سے فطرتی اصول نے دیا ہے اُس سے محروم ہوتی ہے اور وہ احسانات والدین
کے جو اولاد پر ہمنے ثابت کیئے ہیں اور وہ محبت باہمی جو والدین اور اقربا پدری اور مادری میں ہوتی
ہے وہ بھی حرام گھر کے اولاد سے مفقود ہے اور جسطرح ابیقورس حکیم کا قول ہے کہ آدمی اور بندر کی
ایک ہی اصل ہے اُسکا ثبوت پورا دکھلایا جاتا ہے اور یہی آزادی اور محض بے تعلقی سوچکر نیچرل
صاحب کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اور افسوس ہوتا ہے کاش ایسے آزاد یہ بھی ہوتے اور کسی ماں اور
باپ کے بیٹے نہ کہلاتے اور بہشت کا مزہ انکو نہیں ملجاتا۔ بہشت آنجا کہ آزاری نباشد ؎ کسی را
با کسی کارے نباشد۔ حرام گھر کی خوبی یا خرابی پر مجھے بحث کرنی باب فوائد نکاح میں مناسب ہے

جیسے آپ ہیں پھر کیوں نہ آزادی کا ڈنکہ دنیا میں بجایا جائے سہ پشت دوتائی فلک راست شد از خورمی ؀ تا چو تو فرزند زاد مادر ایام را۔ اب میرا ارادہ ہے کہ اپنی نبی کریم صلعم کے ہدایات در بارۂ تجویز جفت یعنی زن منکوحہ اور آداب زفاف یعنی ہمبستری اور حقوق والدین کو مفصل بیان کروں اور اصول فلسفہ جدیدہ سے اُن احکام کی صحت ثابت کرکے اپنے اسلامی بھائیوں کو دکھلاؤں کہ ہمارے ہادی برحق کا سچا پیغامبر اور پورا حکیم ہونا یقینی ہے اور بعض شبہات ان مسایل پر جو وارد کرتے ہیں اُنکو رد کروں انشاء اللہ تعالیٰ الغفار بعد ختم ہونے اس باب کے میری معزز کرم فرما بانئ مدرسہ احمدیہ آرہ عالیجناب مولوی ابو محمد ابراہیم صاحب مستند علمای اہل حدیث نے براہ اسلامی ہمدردی کی اس باب کا مسودہ پڑھ کر مجھ سے یہ ارشاد تحریری فرمایا کہ چند شبہات ابھی اور بھی رہ گئے اُنکا جواب بھی ضرور درج ہونا چاہیئے جنکو میں مسودۂ ذیل میں درج کرکے پہلے شکریہ جناب ممدوح کا ادا کرتا ہوں اُسکے بعد وہ شبہات مع جوابات کے لکھتا ہوں ؀

## حقوق والدین پر نیچرل صاحب کی باقیماندہ خیالات

ہمنے جو حقوق والدین مذکورہ بالا کو بیان کیا نیچرل صاحب اگر یوں کہیں کہ آپنے جو حقوق ثابت فرمائے یہ تو اُسی ماں باپ کے ہیں جس نے اولاد کی آرزو میں ایذائے بدنی اٹھائی ہو اور تاوان مالی کا صدمہ اُسے پہونچا ہو مگر آپکی شریعت میں تو عام طور پر اطاعت والدین کا حکم ہوا ہے ہم فرض کرتے ہیں کہ دنیا میں ایسی ماں باپ بھی موجود ہیں جنکو اولاد کے ہرگز خواہش ہی نہیں ہے بلکہ اُنکو اولاد کے نام سے نفرت ہے (۲) یا ایسے ماں باپ ہیں کہ اُن کو اولاد کی آرزو ہے نہ اولاد سے نفرت ہے (۳) یا ایسے لوگ ہیں کہ اگرچہ اولاد کی اُنکو آرزو ہے مگر غرض اُن کی اولاد سے یہ ہوتی ہے کہ ہمارے اولاد کوئی دوسرا لیکر متبنی بنائے اور پرورش کرے ہماری روٹی بھی اُسے اولاد کے ذریعہ سے چلی اور جسطرح اولاد کی پرورش وہی شخص غیر کرے ہماری بھی ہر قسم خبرگیری اولاد کی بدولت وہی کرتا رہے (۴) کچھ ایسے ماں باپ ہیں کہ اولاد سے نفرت کیوجہ سے عمداً ایسی تدبیرات کرتے ہیں کہ نطفہ

اور کان اسی قرابت کی وجہ سے ہو جاتے ہیں اور لاکھوں فواید تمدنی اور منزلی یعنی خانگی ہمکو پہونچتے ہیں سب برباد پھر جائے انسان کا مدنی الطبع ہونا جو قدرتی فطرتی خاصہ ہے وہ توڑ کر گور نمنٹی طبع کا آدمی بنایا جائے اسیطرح اور لاکھوں اصول نظام انسانی جنکی بیان میں کتب اخلاقی بھرے پڑے ہیں اور ہماری شریعت نے کس خوبی سے انکو جاری فرمایا ہے وہ سب خاک میں ملادی جائیں اور طوفان بے تمیزی بلکہ غدر عام جو غدر ۵۷ء سے ہزاروں درجہ زیادہ ہو تمام دنیا میں پھیلایا جاتے تب جاکر ماں کا رحم بم پلیس کا قدمچہ بنیگا۔ ذرا انتصار الاسلام کے صفحات کو دیکھئے اور پڑھا کیجئے یہ نظام انسانی اشرف نظامات عالم ہے بطلیموسی اور فیثاغورثی نہیں ہے جسکو مٹاکر کوئی سکھ نیند سو سکے مادی خیالات اور نیچری عقاید کے لوگوں نے بندروں کی تعلیم کا اسکول کھولا ہے اور اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بندر اور انسان کی ایک ہے اصل ہے تعلیم اور تربیت کے بعد بندر بھی مثل آدمی کے سب کام کر سکتا ہے عقل انسانی اور عقل حیوانی بھی ایک ہی چیز ہے کمی بیشی کا فرق ہے جس کو تعلیم مٹادیگی۔ آپ گھبرائیں نہ تھوڑے دنوں اگر یہی خیالات فلاسفہ کے قایم رہے اسی بم پولس میں حرام گھر کے بندر اور سور اور کتے بھی عورات سے جماع کرنے پر چھوڑے جاینگے اور وہ مجنس اولاد انسان اور بندر خواہ کتہ اور سور سے ملکر جو پیدا ہوگی اور اعلیٰ درجہ کی خلقت انسانی سے ادنی درجہ کی صورت اور اخلاق پر پہونچ جائیگی ع تب دیکھئے بہار کہ کیسی بہار ہو۔ اور تب آپکا فلسفہ اپنا پورا رنگ دکھلائیگا اور انکار خدای برحق کا نتیجہ اچھی طرح آپکو ملجائیگا اور اگر اونٹ اور ہاتھی ریچھ اور سور سب کا نطفہ ملاکر مجنس آدمی زاد پیدا کیجئگا پھر تو شاعر کا وہ خیالی ممدوح بھی پیدا ہو جائیگا ؎ شتر لب فیل دنداں خرس صورت خوک پیشانی بہ تصدق میشود ہر دم براو غول بیابانی۔ مجھے برسوں کے بعد اب آپکی بم پلیس کا قدمچہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ سوالات جو حسب اور نسب کے پوچھے گئی تھی انکا منشا یہی تھا کہ نسب کا سلسلہ توڑ دیا جائے ؎ پس از سی سال اینمعنی محقق شد بخاقانی کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی کہ بو رانیست بادنجان و بادنجان بورانی۔ کیوں نہو نیچرل صاحب جب ایسی ہی فرزند ارجمند پیدا ہوں

ضرور خراب ہو جائے لہذا اُسی اوقات میں ہم بستری کرتے ہیں جن میں براہ قانون فطرت نطفہ ضرور برباد ہو جانا چاہیے اور فقط ہم بستری اوقات معلومہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو تدبیر دوائی در غذائی خراب کرنیوالی نطفہ کی ہے وہ بھی کرتے ہیں اور پھر بھی اگر نطفہ خراب نہو دوائی مسقط جنین کا استعمال کرتے ہیں مگر نطفہ نہ گرتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے (۵) کچھ ایسی عورتیں کہ ڈھونڈ کر وہی عورت منکوحہ اختیار کرتے ہیں جس میں بانجھ ہونیکی علامت ہو مگر قدرت سے اُنکی بھی اولاد ہو جاتی ہے یا عورات بھی کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ وہی مرد اپنا شوہر تجویز کرتی ہیں جنکی خاطر منی کسی مرض کیوجہ سے فاسد اور قابل نطفہ دینے کے نہو اور باوجود اسکے پھر بھی اپنے رحم کو مزلق اور نیز ناقابل انعقاد نطفہ استعمال ادویہ وغیرہ سے رکھتی ہیں مگر اولاد پیدا ہو جاتی ہے پس ایسے ماں باپ جنھوں نے کبھی خواہش اولاد کی ہو اور نہ کبھی ایک پیسہ اولاد کے بارہ میں انتخاب جفت سے لیکر تا زمانہ حمل اور نیز بعد ولادت پرورش میں خرچ کیا ہو بلکہ براہ نفرت و عداوت اولاد سے وہی پیش آمد کی ہو جو اوپر گذری اُنکی اطاعت اولاد سے کیوں کرائی جاتی ہے جو سراسر انصاف کے خلاف ہے بلکہ ایسے ماں باپ کو تو اولاد جیسی سزا دے وہ بجا ہے ایضاً جنکی اولاد کو غیر نے پالا اور ماں باپ کو روزی بذریعہ متبنیٰ اولاد کی پیدا ہوئے اب تو محسن اولاد ہوئی اور ماں باپ بندہ احسان پھر مخدوم کو خادم بنانا یہ کیسی شریعت ہے اور اگر انہیں ماں باپ کی اطاعت شریعت میں مخصوص ہے اب حکم شریعت کا عام نرہا اسکا جواب یہ ہے کہ شریعت الٰہی کے احکام حفظ نظام عالم پر نافذ ہوتے ہیں اور نظام عالم جن اصول پر چلتا ہے اُسی کو آپ لوگ قانون قدرت (لاآف نیچر) کہتے ہیں کہ جزئیات سے حکم کلی پیدا کرنا پس چونکہ بقاے نوع انسانی براہ عادت الٰہی اسی میں ہے۔ کہ آدمی کا نطفہ آدمی سے پیدا ہوتا ہے لہذا نطفہ کی خرابی کن تدبیرات کا عمل میں لانا قانون فطرت کے خلاف ہے اور فناء نوع کا مستلزم ہے پھر عاقل جسکو عقل معمولی بھی عطا ہوئی ہے وہ ایسے کردار جو فناء نوع کو مستلزم ہوں ہرگز نہ کریگا اور اگر کریگا تو قانون انتظامی سے اُسکو جرم سنگین کی سزاے موت ملنی لازم ہے اور جب وہ زندہ نہ رہیگا پائیگا اُسکی تعظیم و تکریم کیسی۔ دیکھو تعزیرات ہند کی دفعات کو جو

منویہ میں سے جسکو جسوقت چاہے قابل نطفہ بنانیکے کردے انسان کی منی میں خواہ کسی
اور حیوان کی منی میں اور ایک معنی ویعلم ما فی الارحام کی یہ بھی ہیں یعنی عورات کے رحم
میں جو چیز قابل نطفہ بننے کے ہے سوائے خدا کے اور کوئی اسکو نہیں جانتا ہے پس اگرچہ
فلاسفہ فیسیولوجین نے تجربات سے دریافت کیا کہ حیوانات منویہ سے نطفہ بنتا ہے مگر یہ
علم ابھی تک ان کو نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ وہ کیڑے کونسے ہیں جنسے ضرور نطفہ بنجائیگا گھوڑے کے
نطفہ میں سالوتری گابھ چرا لینے کے طریقہ پر تو قادر ہوگئے مگر انسان کے نطفہ پر ابھی فلاسفہ کو
یہ قدرت نہیں ہوتی ہے بعض علمائے فیسیولوجی بقاعدہ اصول تصفح اپنے انکشافات
تشریحی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مقدار معین حیوانات منویہ کی جب صفات معلومہ پر ہوتی ہے
ضرور نطفہ قرار پاتا ہے یہ حکم انکا محض تخمینی اور قیاسی ہے کوئی عقلی دلیل اس پر قائم نہیں کر
سکتے ممکن ہے کہ وہ کیڑا جو ہمارے ادیان برحق فرماتے ہیں اسی مقدار یا اس سے کم مقدار
میں باعث قرار دہی نطفہ کا ہوتا ہو۔ المختصر یہ نطفہ کا قرار پانا اور نیز اسکا خراب کرنا دونوں اختیار
میں ہمارے نہیں رکھے گئے اختیار میں ہمارے اسی قدر ہے کہ ہم بستری کریں اور وہ امانت
جو ہمارے سپرد کی ہیں ازل سے دی گئی ہے اسکو رحم مادر تک پہونچا دیں اگر بلا خیانت پہونچا دیں
یعنی شروط استقرار نطفہ کی صحت بدنی وغیرہ کا لحاظ کرکے یا بلا لحاظ شروط بلکہ مخالفت شروط
کرکے بھی وہ استقرار جو مطلوب الٰہی جسوقت ہے ضرور ہوجائیگا اسیطرح استقرار کے بعد حفظ
جنین کی تدبیر کریں یا نکریں بلکہ اسقاط کے درپے ہوں اور نیز بعد ولادت پرورش میں خرابی کریں
بہرحال جسکا زندہ رکھنا قدرت نے چاہا ہے وہ ضرور پیدا بھی ہوگا اور زندہ بھی رہیگا ماحصل خلاصہ
میرے بیان کا یہ ہوا کہ عام حق والدین کا کسی قسم سے ماں باپ فرض کرو منجملہ اقسام شش گانہ
جو اوپر مذکور ہوئے ہیں یہی ہے کہ قدرت نے انکو ایک چیز سپرد کی ہے اور اس امانت سے
سبکدوشی ہم بستری زن و مرد سے ہوجاتی ہے چاہے خوش اسلوبی سے ہم بستر ہوں یا بد اطوار
سے ہاں اگر ہم بستری نکریں اسوقت نہ اولاد ہوگی نہ یہ ماں باپ ہونگے پھر چونکہ مجرد ہم بستری
ذریعہ توالد اور بقاء نوع کو عادت الٰہی اسی طریقہ سے چاہتی ہے لہذا ماں باپ کو تھوڑے سے

عام اس سے کہ اس آرزو میں کچھ تعب جسمانی اور تاوان مالی اٹھایا یا نہیں اور نیز پرورش
اولاد میں کچھ بار اُنپر پڑا یا نہیں پانچویں قسم وہ ماں باپ جنہوں نے اولاد کو متبنی دوسرے کا
بناکر اپنی پرورش اور پرداخت اولاد کی بدولت کرائے ظاہر ہے کہ یہ لوگ چوتھے قسم میں داخل
ہیں مگر چونکہ اولاد کا احسان ان پر ہوا ہے لہذا ہم ایک قسم جداگانہ ان کی قرار دیتے ہیں اب ہمکو
یہ دکھانا منظور ہے کہ حق والدین کے جو عموماً ہماری شریعت نے ٹھہرایا ہے وہ عام احسان
والدین کا کونسا ہے جو کہ جملہ اقسام پنجگانہ میں ہر فرض پر لازم ہے اگرچہ ماں باپ نے اولاد
دشمنی بھی کی ہو اور درپے اسی کے رہے ہوں کہ ہرگز یہ لڑکا پیدا نہو اور نطفہ قرار نپائے یا قرار
نطفہ کے بعد اسقاط کی تدبیر کی ہے اور بعد تولد پرورش میں خرابی کی ہو کوئی صورت فرض کرو
مگر وہ احسان پدری اور مادری کبھی معدوم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور وہ احسان ایسا ہونا چاہیے
جسکو خود فطرت نے اپنے ید قدرت میں رکھا ہو اور ماں باپ کو کچھ اُسکی فنا کرنے میں دخل
ندیا ہو یعنی کیسی ہی تدبیر خرابی نطفہ کی وہ کریں مگر جسقدر قدرت نے حفظ نسل اور بقاء نوع
میں حصہ انکو دیا ہے وہ حصہ کبھی ضایع نہو اسیطرح اُس نطفہ کا قرار دینا رحم میں مادر کے یہ
بھی قدرت نے اختیار میں انکی ندیا ہو الا کہ تدبیر دواے غذائی اور ریاضت بدنی یہ لوگ کریں
مگر استقرار حمل ہرگز ان کی اختیار میں نہو اب خیال کیجیے حال کے فیلسوفوں جنہیں آدمی کی منی
میں کیڑے مایکرسکوپ سے دیکھکر برابر حکم کرتے ہیں کہ یہی کیڑے آدمی کا نطفہ بناتے ہیں اگر ہم
اس قول کو صحیح مانیں تو پھر ہم سوال کرینگے کہ ہزاروں مرتبہ کے جماع سے یہ کیڑے کیوں نطفہ
نہیں بنجاتے لازم تو یہ ہے کہ جب مرد کی منی جس میں کوئی خرابی نہو عورت کی منی سے ملجائے ضرور
نطفہ قرار پاجائے اب کوئی فیلسوفی یہ کہ سکتا ہے کہ آج کی ہم بستری میں جو منی باہم مخلوط ہوگی
ضرور نطفہ بستہ ہوجائیگا اسی وجہ سے ہمکو تصدیق ہوتی ہے کہ اگر حیوانات منویہ سے نطفہ قرار پایا
ہے تو وہ کیڑا جو عالم ذر میں ہمارے جد اعلی حضرت آدم ابو البشر کی پشت سے نکالا گیا تھا اور
پھر داخل کردیا گیا اور ہر ایک بشر کے پشت میں جسقدر اُسکی اولاد مقدر ہے موجود ہے اُسی سے استقرار
نطفہ ہوتا ہے اگرچہ وہ کیڑا بھی ہم صورت انہیں حیوانات منویہ کے ہو یا کہ خالق تعالی انہیں حیوانات

پھر بھی اُسنے نیکی کا رکہنا ہیں کہتا ہوں ایسے دشمناں خدا کی نسبت یہ حکم اچھی پیش آمد
کا ہی حکمت سے فرمایا ہے کہ جو ماں باپ اولاد سے بدسلوکی اور خراب برتاؤ کریں تا انیکہ اُنکو
مشرک بیدین بھی بنانا چاہیں جو موت ابدی کا باعث ہے اور اُنسے بھی ہمکو حسن سلوک کا
حکم ہے مصلحت یہی ہے کہ بقاء نوع اور امر تناسل ایسی ضروری بات ہے کہ جسقدر قانون
تمدنی ہیں سب کی غرض یہی ہے کہ نظام عالم میں خلل نہ پڑے اور بقاء نوع کا شیرازہ نہ بکھر جائے
اگر ایسے ماں باپ جنہوں نے اپنی بدبختی سے اولاد سے بدسلوکی اور بدنیتی کی ہو انعقاد نطفہ سے
لیکر تا زمانہ پرورش بلکہ بعد زمانہ بلوغ تا آخر عمر اولاد اُنکی نسبت بھی اگر حکم الٰہی انتقام لینے کا
اولاد سے ہوتا اور اُنکی اطاعت ضروری اور بزرگ داشت عام کو خدا اُٹھا دیتا ضرور ایسی ہی بے
عقل اور نافہم آدمی اپنی بدکرداری خواہ والدین کی بداطواری پر لحاظ کرتے اور یہی پکارتے
پھرتے خاک بسر اولاد کے خواہش کریں جو مثل اغیار کے ہیں جسے ہم بر سر خاش ہونیکو تیار ہوتے
ہیں اسسے درگذر کرتے ہیں خدا نے اولاد کو مثل اپنی صفات تحمل کے متصف ہونا چاہا کہ دیکھو
میں ماں باپ کا خالق حقیقی ہوں میرے ساتھ کیسا خراب برتاؤ کفر اور شرک اور نافرمانی کا یہ
لوگ کرتے ہیں اور میں ہمیشہ درگذر کرتا ہوں اور تم تو بظاہر اُنکی نطفہ سے پیدا ہوئی ہو گویا
تم اُنکی مخلوق ہو تمکو بالاولی اُنسے درگذر کرنی لازم ہے پھر جو خدا اپنے اُن مخلوقات سے کہ
دشمنی پر ہمیشہ تلے ہوتے ہوں اور کسی قسم کی محبت اُنکو خدا سے نہو ایسا حسن سلوک کرے
شعر: ای کریمی کہ از خزانہ غیب ـ گبر و ترسا وظیفہ خور داری ـ وہ کریم بے نیاز ان بدکردار ماں باپ
سے جن میں احسان تولد ظاہری بہ نسبت اولاد کے ہے کیونکر بدسلوکی کو روا رکھ سکتا ہے۔ سے
دوستاں را کجا کنی محروم ـ تو کہ با دشمناں نظر داری ـ اب رہے وہ ماں باپ جنہوں نے اپنی اولاد
کسی دوسرے کی فرزندی میں دیے اور پرورش کا بار اغیار پر ڈالا اور خود بھی اپنی اولاد کی بدولت
چین اور آرام سے بسر کرنے لگے اُنکا ایک حق تو عام جو ہم اوپر لکھ چکے وہ تو اولاد پر ہر گونہ ثابت رہا
یعنی حق تولید جو بقاء نوع کا سبب ہے۔ اب دوسرا حق پرورش وہ غیر کا ہوا جسکی متبنی میں یہ پالی گئی
اب دیکھو کہ متبنیٰ ہیں جسکے دیا ہے وہی شخص ہوگا جو بے اولاد بے نام اور نشان ہوگا اسکی غرض

حق وراثت پاوینگے پھر جب اصلی قرابت تبنی سے پیدا ہوئے اب اسکو گود لینے والے کا بیٹا
کہنا ضرور اسکی ماں کو گالیاں دینی ہیں اور یہی مراد خدا کی ہے جو آیت میں فرماتا ہے اب چونکہ نیچرل
صاحب ہماری شریعت پر معترض ہیں لہذا ہم کہ سکتے ہیں کہ ماں باپ نے اپنے پسر کو جب کسی کی فرزندی
میں دیا اُسپر دوہرا احسان انکا ہوا کہ اپنی متروکہ کی وراثت قایم رکھکر دوسرے کے گھر بار کا مالک بنایا
اب تین احسان اُن کے اُس فرزند پر ہوتے (۱) حیات ظاہری (۲) اپنے وراثت باقی رکھنے کا
(۳) محض غیر کے مال کے مالک بنانیکا اگر ان احسانات سہ گانہ کی وجہ سے چند ڈان کی بھی بسر
بردا ولاد کے ذریعہ سے ہوتی تو اُنکے احسانات کیونکر مٹ جاتینگے بلکہ شاید زیادہ ہی ثابت ہونگے پھر
نصیب اُس اولاد کے جو پیدا ہونیکے ساتھ ہی اپنے والدین کے آرام اور راحت کا سامان کرے
اب اسی جگہ مجھے چھٹی قسم کے والدین کی اور یاد آئی وہ یہ ہے کہ بعض عورت اور مرد کو ایک مرض
ایسا لاحق ہوتا ہے کہ بدون ہم بستری کرنیکے اُنکی جان کا بچنا قواعد ظاہری طب کی رو سے محال
معلوم ہوتا ہے ایسے مریضوں کو طبیب حکم قطعی ہم بستری کرنیکا دیتا ہے تاکہ حفظ جان اور صحت
جسمانی حاصل ہو نیچرل صاحب سوال کرتے ہیں کہ جب اپنی حفظ جان کی غرض سے ہم بستری کی
اور اتفاقاً نطفہ ٹھیر گیا اب ماں باپ کو اُس بچہ کا ممنون احسان ہونا چاہیئے نہ انکیلئے الٹی تعظیم
والدین کی بچہ پر فرض ہو۔ یہ غلط خیال نیچرل صاحب کو اسی وجہ سے ہوا ہے کہ اصول طب پر
اطلاع نہیں ورنہ طبیب امراض جسمانی یا طبیب امراض اخلاقی اور سیاست منزلی جس مرد کو یا
جس عورت کو ہم بستری مجبور کرتا ہے ایسے بیماروں کی دو قسمیں ہیں اول تو وہ زن اور مرد
جنھوں نے تجرد اختیار کیا ہے اور سن انکا عنفوان شباب کا ہے قوت بدنی زیادہ ہے اور
نطفہ دینے کی قابلیت پوری ہے یعنی ان کی کثرت سے نسل انسانی بڑھانیکا مادہ زیادہ ہے
کہ خدا نے انکو اس لایق کیا ہے مگر کسی بیہودہ خیال سے مجرد بنے ہوئے ہیں اب قانون فطرت
نے اُنپر لازم کیا ہے کہ وہ قاطع النسل نہ بنیں اور ایسا مرض پیدا ہو جاتا ہے کہ صرف بحکم ہم بستری پر مجبور
رکئے جائیں اور وہ امانت اور ودیعت الہی جو بقاء نسل کی اُنکی سپردگی میں ہے اور جسکو ضایع
کرنے کے درپے ہیں اسکو اپنی خاص جگہ میں پہونچائیں چنانچہ ہم بستری سے وہ اپنی جگہ پہونچ

متفاوت ہوتی ہے کسی کو تو اسقدر غرض ہوتی ہے کہ لڑکا گود میں لیکر اُسکے والدین سے کچھ
مسلوک ہونا گوارہ نہیں کرتا ہے کوئی شخص ایک مقدار معین دیکر والدین کو راضی کرتا ہے کوئی
آدمی ایک زمانہ معین تک والدین کا بار اٹھاتا ہے اُسکا کوئی عام قاعدہ نہیں ہے مگر بہر حال
اس لڑکے سے جو اغراض اُسکی ہیں وہی ہیں کہ جسطرح ماں باپ کا یہ وارث ہوتا اور اُنکی کار خدمت امور
خانگی وغیرہ میں بجالاتا اُسیطرح پدر خواندہ سے پیش آئیگا پس جو کچھ پرورش پرداخت میں اس
متبنیٰ کے خواہ متبنیٰ کے والدین کے اُس نے خرچ کیا ہے اپنی غرض سے کیا ہے اور والدین کی
رضامندی سے کیا ہے اب فرق یہ ہوا کہ والدین نے اگر خود پرورش نہیں دوسرے سے کرایا مگر سبب
تو وہی والدین ہی ٹھہرے اُنکو اختیار تھا کہ پرورش نکراتے اور نہ خود کرتے اب پرورش کرانیکا احسان
پھر بھی باقی رہا پھر چونکہ والدین سبب مجازی وجود اولاد کے ہیں اب جتنے امور نفع اور راحت کے
قبل زمانہ بلوغ اور رشد اولاد کے فرض کرو سب کا انتساب والدین ہی کیطرف ہوگا چاہیں خود
پرورش کریں یا کسی اور سے کرائیں متبنیٰ بناکر خواہ دایہ مقرر کرکے مگر دایہ کی غرض روزانہ مزدوری
لینے کی ہے اور گود لینے والے کی غرض بعد اسکے بلوغ اور رشد کے حاصل ہوتی ہے اور یہ غرض
بہت بڑی ہے جسکے معاوضہ میں متبنیٰ کے والدین محتاج کی خبرگیری بھی لازم ہے اور یہ سب امور
عقلی تھے اب ذرا ہماری شریعت کا حکم بھی متبنیٰ کے حق میں دیکھو قرآن مجید میں فرماتا ہے وَمَا
جَعَلَ اللّٰهُ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ خدا نے تمہارے پسر خواندہ (متبنیٰ) کو تمہارا حقیقی بیٹا نہیں بنا
دیا ہے بلکہ بیٹا اُسی کا رہے جس سے پیدا ہوا ہے اور اسی لحاظ سے فرمایا اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ
هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ اگر ان متبنیٰ لڑکوں کو اُن کی اصلی باپ کے نام سے پکارو یہی انصاف زیادہ
اُنکے حق میں خدا کے نزدیک ہے یعنی اُن کو خارج النسب کرکے اُنکی ماں کو گالی نہ دو اور اسی سبب
سے متبنیٰ لڑکا اپنے والدین کے ترکہ سے میراث پاتا ہے محروم الارث نہیں ہوتا ہے اور جسکی فرزندی
میں آیا ہے اُسکا وارث شرعی نہیں ہوتا ہے بلکہ ہبہ وغیرہ سے اُسکے متروکہ کا مالک ہوتا ہے نہ
اس باپ کی دختر سے اسکا نکاح ناجائز ہے اور نہ کوئی حکم جو قرابت کا ہے اسپر جاری ہوتا ہے۔
بلکہ اگر گود لینے والا اپنی حین حیات میں اسکو ہبہ وغیرہ نکر جائے اُسکے ورثہ شرعی ہر ایک اپنا

باب ۱۵۱ سوال شق القمر کا معجزہ کوئی اور معجزہ اسلام کے نبی کا جب قرآن سے کبھی ثابت نہ ہوا پھر اہل اسلام اُن کی نبوت کا کیونکر دعوے کرتے ہیں (سوال) جتنی آسمانی کتابیں اہل مذہب نے بنائی ہیں سب میں اُس نبی کا جسکے وہ پیرو ہیں ایک نہ ایک معجزہ بھی گڑھ لیا ہے برخلاف اسکے جو قرآن آخری کتاب ہے اُس میں آخری پیغمبر کا کوئی معجزہ نہیں درج ہوا۔ پھر اُنکی نبوت کا ثبوت اور قرآن کا آخری کتاب ہونا کیونکر مانا جائے۔ شق القمر کا معجزہ جسکو اہل اسلام ہمیشہ سے متواتر کہ رہے ہیں اور قرآن سے اسکا ثبوت دے رہے ہیں اُسکی یہ صورت ہے کہ خود مسلمان ہی اُسکے واقع ہونے اور نہ ہونے میں پورا اختلاف کرتے چلے آئے ہیں جیسے عثمان بن عطا اور حسن بصری اور بلخی اور حلیمی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ۔ پھر اور فرقے کے لوگ جو اہل مذہب آسمانی ہیں خواہ وہ لوگ جو پابند مذہب نہیں اُنپر اسکا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے جب قرآن ہی سے اس معجزہ کے واقع ہونیکا ثبوت خود مسلمانوں میں اتفاقی نہ رہا اب اسکا متواتر اور درجہ یقین پر پہونچنا اہل اسلام کے عقیدہ سے درست نہ رہا۔ بلکہ ماوردی نے صاف کہدیا کہ جمہور مسلمین کا اتفاق ہے کہ شق قمر نہیں ہوا اب رہی احادیث اور تاریخ مذہبی ظاہر ہے کہ مذہبی تاریخ اُسی اہل مذہب پر حجت ہو سکتی ہے جس مذہب کی وہ تاریخ ہو بشرطیکہ متواتر جملہ مورخین بلا اختلاف اسکو نقل کریں۔ معجزہ شق القمر کی تاریخی بیانات کے دیکھنے سے جسکو ذرا سی بھی عقل ہے فوراً وہ یہی کہیگا کہ یہ معجزہ بنایا تو مگر بن نہ سکا اسلیئے کہ جن لوگوں نے اپنی چشم دید اس واقعہ کے دیکھنے کا غلط محض دعوی کیا ہے اُنکی تو اسوقت پیدائش بھی نہوئی تھی بلکہ حمل بھی اُنکا قرار نہ پایا تھا کہ شکم مادر سے دیکھتے اسی سبب سے (۱) کوئی آدمی چشم دید اس معجزہ کے وقوع کو وقت شب بتلاتا ہے (۲) کوئی کہتا ہے کہ نہیں دن کو یہ سانحہ ہوا (۳) کوئی کہتا ہے آسمان پر ہوا کوئی زمین پر کوئی درمیان آسمان و زمین کے ہونا اپنی چشم دید بتلا رہا ہے (۴) کوئی کہتا ہے ایک ٹکڑا چاند کا اپنی جگہ پر رہا دوسرا اور چلا گیا (۵) کوئی کہتا ہے حرا پہاڑ کے نیچے ایک ٹکڑا اور اوپر دوسرا نظر آیا (۶) کوئی کہتا ہے ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ

گئے اور وہ حق عام جو والدین کا فطرت نے رکھا ہے یعنے افزونی نسل اور حفظ نوع کا اس
سے انکو سبکدوشی ہوئی اور اولاد کے ماں باپ التعلیم ہو چکے۔ دوسری قسم کی وہ زن و مرد خانہ
بدوش ہیں یا بدنگاہ ہیں جنکو خانہ آبادی نصیب نہیں ہوئی ہے خواہ محض لاوارث عورت قوام یعنی
شوہر نہ ہونے سے جیسے بیوہ ہو گئی ہو یا جسکا اور کوئی نہ ہو تنہا ہی اور پریشانی میں بسر ہوتی
ہو اور ہزاروں قسم کی ایذا انکو دن رات سامنا ہو ایسے زن اور مرد کو بحکم اصول حکمت خانہ
داری طبیب روحانی خانہ آبادی اور تزویج پر مجبور کرتا ہے کہ بعد تزویج کے مرد نے زن خواہ
عورت نے شوہر اچھا پایا اور ہر قسم کے خانہ داری سے آسائش پائیں اور جو حکمت آفریدگار برحق کے
جوڑا پیدا کرنے میں ہے وہ بھی پوری ہو اور ناجائز افعال سے خواہ ناجائز ارادوں سے جو تجرد
کے زمانہ میں دونوں کو ہوتے تھے اس سے محفوظ رہیں اور توالد و تناسل کا فائدہ جو علاوہ فوائد آرام
اور راحت مذکورہ کے ہے وہ بھی پیدا ہو پھر اس میں کونسا گناہ ماں باپ کا ہوا اگر انہوں نے
اپنی حفظ صحت اور خانہ آبادی کی غرض سے نکاح کیا اور اسی ضمن میں خدا نے اُن کو اولاد
بھی عطا کی اور امانت الٰہی سے انکو سبکدوشی بھی ہوئی اور وہ احسان جو فطرت نے انکو اولاد
کی افزائش میں ضروری وابستہ رکھی تھی ثابت رہا۔ پس چونکہ ہماری شریعت جامع قواعد علاج
امراض جسمانی اور امراض روحانی کی ہے لہذا دونوں قسم کی زن و مرد کو حکم ازدواج فرمایا ہے
اور کوئی فائدہ جسمانی اور روحانی فرض کرو سب کی ہدایت ہمکو ہمارے ہادی برحق جناب محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے اور اسی جامعیت احکام کی نظر سے ہم اپنی شریعت
کو شریعت الٰہی جانتے ہیں جس نے ہمکو ہر ایک سے اور ہر ایک چیز کو جو کرنے سے بے پرواہ کر دیا ہے
وہی ہمارے نبی ہیں جنہوں نے فرمایا اوتیت جوامع الکلم یعنے تمام کلمات حکمت خدا نے
دیئے ہیں۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علی نبینا و آلہ واصحابہ الاخیار ۔

اسکے بیان میں تو کل فرقہ اہل اسلام کے نبی کو خطا سے بری مانتے ہیں رہے صحابہ اور تابعین
اور علمای اسلام اُنکا کسی امر خاص میں شاذ و نادر خطا کرنا مذہب اسلام پر کچھ ضرر نہیں پہونچا
سکتا خصوصاً دو چار عالم جنکو کسی غرض خاص سے دھوکہ ہو جائے اور اپنی اصول مذہبی
کی خلاف براہ شریعت غلطی کریں علی الخصوص وہ غلطی جس میں اُنکی فقط رای کی غلطی ہو اور
قرآن و حدیث سے کوئی سند اسکی نہو اور نہ وہ غلطی عقلی دلیل سے درست ہو سکے پھر چونکہ
سایل ہمارے منقولات سے یہ شبہہ وارد کرتا ہے لہذا اسکو پہلے یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ ہم اہل
اسلام کا اجماعی مسئلہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید سے جو بات صاف صاف بدون تاویل کی پیدا ہو
اُسپر کبھی ہم روایت کو نہ کسی عالم محمدی کی قول اجتہادی کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ جو بات قرآن
کی مخالف ہو اُسکو غلط محض سمجھتے ہیں اسلیئے کہ قرآن سے زیادہ صحیح اور متواتر ہمارے مذہب
میں کوئی چیز نہیں ہے اب ہمکو لازم ہے کہ اس شبہہ کی جواب کے دو حصہ کریں پہلا حصہ قرآن
اسکے معجزہ کے ثبوت میں دوسرا حصہ احادیث اور روایات اور اقوال علمای محمدی جو اس معجزہ
میں منقول ہیں اور بظاہر اُن میں براہ غلط فہمی سایل کچھ اختلاف اور تناقض ہے پہلا حصہ
قرآن مجید میں سورہ قمر کی پہلی آیت یہی ہے اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ بہت نزدیک
آ گئی قیامت اور چاند شق ہو گیا یہی معنی اس آیت کی ظاہر ہیں جو شخص زبان عرب کو سمجھتا
ہے کسی مذہب اور ملت کا ہو یہی معنی اس آیت کے سمجھیگا اب ہمکو لازم ہے کہ اگرچہ قمر کا شق
ہو جانا صریح الفاظ آیت سے ہر شخص سمجھ لیتا ہے مگر اور قرائن لفظی اور معنوی اور سیاق اور
سباق سے بھی ایسے امور بیان کریں جنسے متعین ہونا انہیں معنوں کا اور واقع ہو جانا اس واقعہ
کا بخوبی ثابت ہو جاتے اور وہ قرائن اور قواعد ایسے ہوں جنکو مذہبی امور سے کچھ علاقہ نہو
بلکہ بلا لحاظ مذہب اور ملت کی ہر شخص اُنکو تسلیم کرے ورنہ مخالف مذہب اسلام اُنکو ہرگز نہ
مانیگا اگر مذہبی اصول سے اُنکا لگاؤ ہوگا مثلاً زبان دانی کے علوم جیسے علم نحو اور صرف اور
معانی بیان جنکے اصول کسی مذہب کے تسلیم کرنے پر نہیں بنائے گئے ہیں اور نہ کسی مذہب
سے خاص ہیں اسیطرح علم تفسیر کے قواعد کہ جو قصد مطلب کلام ہوا اسکو تاریخی اتفاق سے

(۷) کوئی کہتا ہے کہ ابوجہل اور ایک یہودی کی درخواست سے یہ معجزہ ہوا (۸) کوئی حبیب ابن
مالک کی درخواست سے بتلاتا ہے (۹) کوئی کہتا ہے چودہ اصحاب عقبہ کی درخواست سے (۱۰)
کوئی کہتا ہے فقط ایک شخص کو نظر آیا اور کوئی کہتا ہے سب لوگوں نے دیکھا۔ اب اگر سب روایتیں
سچی ہیں تو شق القمر کا معجزہ آٹھ نو مرتبہ ہوا مگر اسکو اہل اسلام بھی کبھی نہیں مانتے ہیں لہذا اتنا اختلاف
اقوال سے یہی نتیجہ پیدا ہوا کہ سب کا بیان غلط ہے اور محض گڑھنت کی بات ہے نہ کسی
نے دیکھا ہے اور نہ شق القمر ہوا ہے۔ پھر جب ایسا معجزہ جسکو بچہ اور بوڑھا ہر ایک مسلمان اپنا
دین اور ایمان ہمیشہ سے اعتقاد کرتا رہا ہے تاریخ اسلام سے بھی غلط ہو گیا اب اور معجزات
جنکو ایک ہی راوی نے گڑھا ہے انکا ثبوت کیا باقی رہا جس پر مسلمانوں کو گھمنڈ ہے۔ تمہید
جواب عقلی شبہات جسقدر معجزہ شق القمر پر ہیں انکے جوابات ہم نے باب (۱۲) اور (۱۳) میں اسی
کتاب کے لکھ دئے ہیں اب سائل نے ہماری منقولات سے بحث شروع کی ہے۔ پھر چونکہ
یہ بات مسلم ہے کہ ہر مذہب کے منقولات کی صحت اور غلطی اسی مذہب کے مسلمات اصطلاحی
سے ظاہر کرنی چاہیں لہذا سائل کو لازم ہے کہ اہل اسلام کے منقولی امور میں ضرور انکی اصطلاحی
طریقہ کی پابندی کرے تب اپنا شبہہ قائم کرے۔ اسبات کا انکار جو سائل کرتا ہے کہ ہمارے نبی صلعم کا
کوئی معجزہ قرآن سے ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے۔ پہلے تو ہم یہی جواب دیتے ہیں کہ شق القمر کا
معجزہ قرآن سے اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے اور بعض اہل اسلام کو جو اس میں انکار ہوا انکی غلطی
کو ہم عقلی اور نقلی دلایل سے آیندہ لکھینگے۔ اسکے بعد ہم ایک باب جداگانہ میں قرآن مجید سے
اور معجزات بھی اپنے نبی صلعم کی انشاء اللہ ثابت کرینگے مثل معجزہ شق القمر کے اور اسکا کون
دعوی کرتا ہے کہ آجتک جسقدر اہل اسلام گذرے یا موجود ہیں یا آیندہ ہونگے سبکے سب جملہ امور میں
خطا اور سہو سے بری ہیں۔ ہاں جن حضرات کو اہل اسلام خطا سے بری اور معصوم مان چکے ہیں
انکا اقرار خواہ انکار البتہ موجب اعتراض اور ایراد ہوسکتا ہے۔ عام طور سے تو مذہب شیعہ پر جو نبی
اور امام کو جملہ امور دینی اور دنیوی میں خطا سے معصوم جانتے ہیں اور خاص طور سے اہلسنت
کے عقیدہ پر جو دینی امور میں ضرور نبی کو معصوم مانتے ہیں اور یہ قصہ چونکہ محض دینی امر ہے

یہ بھی دلیل لفظی ہے کہ یہ سانحہ واقع ہو چکا اور واو حالیہ ہے کیونکہ ماضی کا جملہ حالیہ قد کو
ضرور چاہتا ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ خدا نے پہلے آخر سورۂ نجم میں قرب قیامت کا دعویٰ
فرمایا پھر اول سورۂ قمر میں اس دعوی کو زیادہ قرب پر دلالت کرنیوالی لفظ سے ارشاد کیا پھر
اس دعوی کی دلیل وقوع واقعہ شق القمر کا بھی ارشاد کر دیا تاکہ دعوی بادلیل ہو جائے محض دعوی
نرہے فائدہ قیامت کا قریب تر ہونا یا تو مراد اُسے یہ ہے کہ زمانہ کی راہ سے قریب ہے یا مراد
یہ ہے کہ تجویز عقلی میں قریب بہ عقل ہے۔ مشرکین اور فلسفی جو منکر حشر و نشر میں مجرد انکار
پر انکو قناعت نہ تھی اور شریعت انبیا میں جو جو پیشین گوییاں حشر اور نشر کی نسبت ہوتی تھیں انکو
بھی بعید از عقل سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں بلکہ اسپر بھی ترقی کر کے کہتے تھے اور کہتے
ہیں کہ یہ امر ہرگز ممکن نہیں ہے محال ہے اسلئے کہ معدوم کو دوبارہ موجود کرنا اور مُردوں کو زندہ کرنا
ہرگز نہیں ہو سکتا اور آسمانی چیزوں کا پھٹ جانا اور پھر جڑ جانا کسی طرح ممکن نہیں اور عقل سے
بعید ہے یہی کیفیت کفار اور مشرکین اور دہریوں کی ہمیشہ سے چلی آئی اور ہر نبیؑ کی ایسی پیشین گوئی
پر اسی قسم کے قہقہے اور استبعاد عقلی کرتے رہے پھر چونکہ ہمارے نبیؐ آخر الانبیاء ہیں اور قرآن
مجید آخری کتاب آسمانی ہے لہذا آخری پیغمبر کو واجب ہے کہ خدا ایسا معجزہ کرامت فرمائے جس
سے کل انبیاء سابقین کی پیشین گوئی بہ نسبت وقوع قیامت کی براہ عقل بھی قریب الوقوع ہو
جاوے اور ساری استبعادات عقلیہ منکرین حشر و نشر اور فساد اجرام سماویہ کے دور ہو جائیں اور یہ بھی
ثابت ہو جائے کہ یہ پیغمبرؐ آخر الزمان ہے جسکا زمانہ نبوت تا قیام قیامت رہیگا اُسی حکمت بالغہ
الٰہیہ کا یہ مقتضی ہوا کہ اب ان منکرین کو ایسی کوئی بات معجزہ کی ہمارا آخری نبیؐ دکھلاوے چنانچہ
شق القمر کا معجزہ درخواست سے منکرین حشر و نشر کے فواید مندرجۂ ذیل کی غرض سے خدا نے
دکھلا دیا (۱) آسمانی اجرام کا بروز قیامت پھٹ جانا خواہ اور تغیرات ان میں ہونے جسکی خبر ہمارے
پیغمبر ہمیشہ دیتے رہے ہیں اور یہ آخری پیغمبرؐ بھی دیتا ہے نہ محال ہے اور نہ بعید از عقل ہے
بلکہ ممکن اور قریب بہ عقل ہے۔ (۲) ہمارا نبیؐ آخر الزماں جسکے زمانہ نبوت کو ہمنے تا قیام قیامت
باقی رکھا ہے اسکا پیدا ہونا زمانہ قیامت سے قریب براہ عقل ہے اسلئے کہ اب کوئی نبیؐ اسکے بعد

تعلق ہے چاہے وہ قصہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی۔ علم تفسیر میں شان نزول اسی کو کہتے ہیں کہ یہ آیت کسکی شان میں اتری ہے اور اسکا قصہ مفصل کیا ہے جیسے کہ علم امثال اور محاورات میں کوئی مثل جو مشہور اور زبان زد خاص اور عام ہوتی ہے اُسکے اصل اور پورا قصہ تاریخ ہی سے معلوم ہوتا ہے پھر چونکہ قرآن مجید کی ہزاروں خوبیوں میں سے ایک بڑی کرامت یہ بھی ہے کہ عیب و صواب خواہ امر او نہی سے اگرچہ مراد شخص واحد یا گروہ خاص تھا مگر نام لیکر اور تعین کرکے اُسکو ارشاد نہیں فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی اخلاقی بات ہے لہذا ایسا کلام تفصیل طلب ضرور ہوتا ہے اور ایسے طرز کلام کی فوائد علم بلاغت سے بخوبی دریافت ہوتے ہیں پس ہمارے آیات قرآن کا شان نزول جاننا ضرور ہے جو تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے یہ بھی کوئی امر مذہبی نہیں ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ جو دلائل ہم اس مقام پر لکھتے ہیں اُنکا تسلیم کرنا کسی مذہبی عقیدہ کے تسلیم پر موقوف نہیں ہے اب اُن دلایل کو بیان کرتا ہوں

**پہلی دلیل** سورۂ قمر سے پہلی ملی ہوئی سورۂ نجم کی آخری آیت یہ ہے اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ یعنی قریب آگئی قیامت اور سورۂ قمر کی پہلی آیت اُسکے بھی یہی معنی ہیں مگر فرق یہ ہے کہ سورہ قمر کی آیت میں قربت بلفظ ثلاثی مجرد نہیں ارشاد فرمایا بلکہ اقتربت بصیغہ ثلاثی مزید ارشاد فرمایا اور یہ مسئلہ علم معانی میں مقرر ہو چکا ہے کہ زیادتی لفظ کی زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے اور باب افتعال کا تو خاصہ یہی ہے کہ مبالغہ کے معنی اُسی مادہ میں پیدا کرتا ہے جیسے اقتدار اور استوٰی وغیرہ۔ پھر چونکہ زیادہ قریب ہونا قیامت کا اول سورۂ قمر میں بطور دعوے کے فرمایا تھا لہذا اُسی جگہ اُسکی دلیل بھی ذکر کردی یعنی دلیل زیادہ قرب قیامت کے یہ ہے کہ چاند شق ہوگیا پس یہ لفظ واو جو وانشق القمر میں ہے گویا واو حالیہ ہے جس سے معنی سببیہ کے بھی نکلتے ہیں جیسے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ اب منکرین قیامت کیونکر انکار کرسکتے ہیں اسلیئے کہ نمونہ قیامت اُنکو دکھلا دیا گیا اور بعض قاریوں نے اس آیت کو یوں ہی پڑھا ہے وقد انشق القمر یعنی تحقیق کہ چاند شق ہوگیا جیساکہ علامہ ابو مسعود عمادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور لفظ قد ماضی پر تحقیق وقوع کیواسطے آتا ہے

کے انکار میں نفع دیگی اب تو جس جس چیز کا یعنی حشر و نشر اور فساد اجرام علویہ کو بروز قیامت
انبیاؑ بیان فرماتے تھے ہمنے شق القمر کرکے انکا ایک نمونہ بھی دکھلا دیا اسکے بعد ارشاد فرمایا
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ای محمدؐ تم ان کی بدکرداری سے روگردانی کرو اور ان کی حماقت اور سفاہت
کو اب خیال کرکے زیادہ اصرار نکرو پانچویں دلیل سورۂ قمر میں جسطرح معجزۂ شق القمر کا انکار
مشرکین کا مذکور ہے اسیطرح اور انبیاؑ کے معجزات اور پیشین گوئی کا انکار کرتے چلے آئے ہیں
وہ بھی خدا نے بغرض فہمائش اپنے رسول کے بیان فرمایا اور یہ سب امور گذشتہ ہیں جنکا انکار ہو
چکا ہے اسیطرح شق القمر بھی امر گذشتہ اور گذرا ہوا چشم دید واقعہ ہے جسکا انکار یہ کرتے ہیں
چھٹی دلیل جادو کہنا کفار کا اس معجزہ کو دیکھکر صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ شق القمر کسی نبی کی تصدیق
نبوت کیواسطے خدا نے کیا ہے اور جو شق القمر یا کسوف و خسوف وغیرہ قریب روز قیامت ہوگا وہ
کسی نبی کا معجزہ نہوگا بلکہ وہ تو اس دنیا کی اولٹ پلٹ کا دن ہے اسکو کوئی کافر یا دہریہ جادو نکہیگا
اسلئے کہ یہ چکنی چپڑی باتیں انکار معجزات کی اور تکذیب انبیاء کی اسی زمانہ تکلیف اور زمانہ
مہلت میں یہ لوگ کر سکتے ہیں جس میں بڑی مہلت ان کفار کو دی گئی ہے اور اتمام حجت اسی
میں ہے اور یہ بھی بڑی بندہ پروری رب العالمین کی ہے اور وہ زمانہ جس میں ہر شخص بالجاو
اضطرار خدا کے وعدہ کا سچے سچے کا اقرار کریگا اس میں تو پھر کسی کی مجال نہوگی کہ آیات الٰہی اور
علامات وقوع قیامت کو جھٹلا سکے یا کسی معجزہ کو جادو بتلا سکے پس اگر بالفرض شق القمر کوئی
اور بھی ہونیوالا قریب قیامت ہے اسکو کوئی سحر اور جادو سے تعبیر نکریگا پس تو وہی شق القمر ہے
جو ہمارے نبی کے معجزہ سے واقع ہو چکا نہ اسکے اب آیندہ ہوگا ساتویں دلیل نحوی قاعدہ
سے لفظ ماضی کے معنی مضارع یا مستقبل کے جن مقامات میں ہوتے ہیں ان میں سے ایک
مقام یہ بھی ہے کہ لفظ ماضی کا عطف مضارع پر ہو یہاں تو انشق صیغہ ماضی کا عطف (ا
قتربت) صیغہ ماضی پر ہے یہاں (انشق) کے معنی (سینشق) کے کیونکر صحیح ہونگے یعنی
قمر شق ہوگا آیندہ زمانہ میں یہ معنی کبھی نہیں ہو سکتے اگر کوئی یہ کہے کہ (اقتربت) کے معنی بھی
یہاں مستقبل کے ہیں یعنی جب قیامت قریب ہوگی تب شق قمر ہوگا اور گویا یہ جملہ شرطیہ ہے کہ

نہ آئیگا۔ اب معلوم ہوگیا کہ سورۂ قمر میں قرب قیامت کا لفظ جو قرب مطلق پر دلالت کرتا ہے اُس سے قرب زمانہ بھی مراد ہے اور اقتراب عقلی بھی جس سے استبعاد عقلی دفع ہوگیا یعنی جسطرح استبعاد عقلی دونوں امر میں تھا اُسکی ضد یا نقیض یعنی اقتراب عقلی بھی دونوں کو شامل ہے ایسا خیال نکرو کہ فقط اقتراب عقلی مراد ہے جیسا کہ علامہ فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی پر زور دیا ہے بلکہ اس تعمیم سے ہر قسم کا قرب اس لفظ سے مراد ہے اور سب کی دلیل یہی معجزۂ شق القمر ہو گیا دوسری دلیل اس آیت کے بعد فرمایا ہے فَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا عَنْھَا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ترجمہ یعنی جب کوئی آیت و معجزہ یہ لوگ دیکھتے ہیں اُس سے اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو اور سحر مستمر ہے یعنی سحر قوی ہے یا کہ ہر ایک جادو سے زیادہ ہے یا مراد یہ ہے کہ بہت جلد جاتا رہیگا یا یہ مراد ہے کہ ایسا جادو ہمیشہ مدعیان نبوت کرتے چلے آئے ہیں اب یہ کہنا کفار کا جو قرآن صادق المقال میں مذکور ہے بدون اسکے کہ شق القمر ہوچکا ہو کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اس سے تو صاف ظاہر ہوگیا کہ شق القمر مثل اور معجزات کے واقع ہوگیا اور جسطرح ہمارے نبی کے اور معجزات کو منکرین جادو قرار دیتے تھے اسکو بھی قرار دیا تیسری دلیل تیسری آیت میں فرمایا۔ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ یعنی جھٹلایا اُس معجزہ کو جسکو دیکھ چکے ہیں مثل اور معجزات کے اور اپنی خواہشہائے نفسانی کی پیروی کی یہ بھی پوری دلیل ہے کہ شق القمر واقع ہوچکا اور کفار نے اُسکی تکذیب بھی کی اسکے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ جب شق القمر آئندہ کبھی ہوگا تو کفار اور دہریہ اُسکی تکذیب کرینگے اور اپنی خواہشہائے نفسانی کی پیروی کرینگے چوتھی دلیل یہ ہے اسی جگہ ارشاد فرمایا۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ۔ قرآن میں جو جو خبر دی وہی ہوئی ہے کہ اُس میں خبر دہی شق القمر اور قرب قیامت بھی داخل ہے یہی خبر دہی کفار کو انبیاء کی تکذیب معجزات کی روکنے کو کافی ہے اور حکمت بالغہ خدا کی اس سے ظاہر ہوتی ہے اگر میں حکمت بالغہ الٰہی سے یہ مراد لوں کہ چاند کا دو ٹکڑے کردینا بھی خدا کی پوری حکمت پر دلیل ہے تو یہ میرا کہنا کسی طرح نامناسب نہوگا اسکے بعد فرمایا کہ پھر بعد اظہار ایسی حکمت بالغہ کی اب کون سی چیز باقی رہی جو انبیاء کو ان منکرین

نہیں ہوتی توضیح اسکی یہ ہے کہ جو قصہ اور واقعہ دنیا میں واقع ہوتا ہے اُسکا سبب ضرور
کچھ نہ کچھ ہوتا ہے اور سبب وقوع واقعہ کبھی تو محسوس ہوتا ہے کہ محض مشاہدہ سے آدمی
اُسکو معلوم کرتا ہے خواہ سماعت سے خواہ کسی اور حسکے ذریعہ سے محسوس کرتا ہے اور کبھی
یہ سبب تجویز عقلی سے متعلق ہوتا ہے اور اُس میں اختلاف ارا اور تباین عقول کی وجہ سے
اختلاف ہوجاتا ہے۔ پھر محسوسات میں اور خاص کر سماعت سے متعلق جو اسباب ہوں اور
سماعت بھی مخبر صادق معصوم نبی اللہ اور بری خطا سے جس سبب کی ہو اُسکا یقینی ہونا
جیسا ہوگا ویسا کسی اور چیز کا نہوگا۔ قرآن مجید کے آیات کا شان نزول جسکی خبر وہی خاص
ہمارے عالم علم لدنی سے متعلق ہے مثلاً خود وہ جناب ارشاد فرمائیں کہ یہ آیت فلاں
سبب سے نازل ہوئی یا کوئی صحابی حضور کے سامنے بیان کرے کہ سبب نزول اس آیت
کا یہ ہے اور آپ اُسکو رد نکریں یہ بھی اصطلاح محدثین میں تقریر کہلاتی ہے۔ پھر جب سبب
نزول اسکا امر محسوس ہے اور تعلق مشاہدہ بصر اور سماعت سے رکھتا ہے قیاسی اور
عقلی نہیں ہے اور باینہمہ اتفاق بھی کل مفسرین کا اُسپر ہے اور یہ اتفاق مبدا یعنی طبقہ
اولین کا ہے جو لوگ کہ سابقین اولین سے تھے چنانچہ آیندہ لکھونگا اور علی الخصوص
قرآن کے آیات میں بعد واقعہ شق قمر کے انہیں کفار کا اسکو جادو کہنا بھی مذکور ہے خواہ
بعض یہود کا ایمان لانا اسی معجزہ کو دیکھکر جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔
اب تو اسکے اجماعی ہونے میں کوئی شک باقی نرہا اور اسیوجہ سے ابن السبکی اور سیوطی
نے اتمام الدرایہ میں شق القمر کو متواتر کہدیا پھر بعد مدت دراز دو ایک آدمی کا اختلاف ہرگز
قابل لحاظ نرہا جیسے اجماع اہل اسلام طبقہ اول برہم ہوتا۔ عثمان بن عطا نے براہ غلط
کاری جو یہ کہدیا معناہ (سینشق) یعنی انشق کے معنی یہ ہیں کہ آیندہ زمانہ میں شق ہوگا
اسکو محض عقلی تجویز سے کہا ہے چنانچہ ہم علامہ فخر رازی وغیرہ کی تفسیر سے لکھینگے اور
سبب نزول میں انہوں نے بھی کچھ اختلاف نکیا جو منقول ہوتا اور جو معنی انہوں نے بنائے
ہیں۔ قطع نظر اُن خرابیوں کے جو لفظی عیر مذہبی ہیں نے اوپر لکھے ہیں اُن معنوں کی سند بھی

اذا اقتربت الساعتہ وانشق القمر ہیں واو عطف جو انشق پر ہے اس تاویل کو منع کرتا ہے اسلئے کہ یہ بھی قاعدہ نحوی ہے کہ جواب الشرط لا یعطف علیہ۔ جواب شرط کا عطف اپنی شرط پر نہیں ہوتا ہے اگر کوئی کہے کہ اقتراب ساعتہ وانشقاق قمر کے دونوں جملہ ملکر شرط ہیں اور جواب اسکا محذوف ہے یعنی جب قیامت نزدیک آئیگی اور چاند شق ہوگا تب اور علامات قیامت ظاہر ہونگے اسکا جواب یہ ہے کہ حرف شرط اور جزا دونوں کا حذف بلا قرینہ ہے اسلئے کہ چاند کا شق ہونا قریب زمانہ قیامت کے کسی اور دلیل نقلی کا قرآن اور حدیث سے محتاج ہے جس سے ہم ظاہری معنی آیت کے تاویل کر کے ماضی کو بمعنی مضارع قرار دیں اور حالانکہ اور کوئی آیت اور حدیث ایسی نہیں ہے جس سے یہ بات ثابت ہو علاوہ براں قرب قیامت پر جسقدر آیات قرآنی دلالت کرتے ہیں اُن سب کے مخالف یہ تاویل ہے یعنی ابھی قیامت قریب نہیں جب قریب ہوگی اور چاند شق ہوگا تب اور علامات ظاہر ہونگے آٹھویں دلیل وقوع شق قمر کے انکار کرنیکا سبب یا تو عقلی اصول سے ہے یعنی چاند کا پھٹ جانا محال عقلی سمجھ کر کیا جاتا ہے اس نظر سے تو زمانہ گذشتہ اور حال اور آیندہ سب میں انکار برابر ہوگا اور جب اصول فلسفہ جدیدہ سے ہمنے اور متکلمین سابقین نے فلسفہ قدیمہ سے چاند کا پھٹ جانا ممکن الوقوع ثابت کر دیا اب یہ کہنا کہ ابھی یہ واقعہ نہیں ہوا آیندہ ہوگا ہرگز درست نہوگا پس عقلی دلیل کوئی اس پر نہیں ہے کہ ہم آیت قرآنی کو جو وقوع ہو جانے اس معجزہ پر دلالت کرتی ہے اسکی تاویل کر کے یوں کہیں کہ ابھی نہیں ہوا آیندہ ہوگا اسلئے کہ جو چیز ممکن ہے ہمیشہ ممکن ہے اور جو محال ہے ہمیشہ محال ہے اور اگر نقلی دلیل کوئی ایسی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیندہ ہوگا ابھی نہیں ہوا اسکا پتہ نہیں ہے پھر کیوں ایسی تاویل خلاف ظاہر کیجائے اور اگر کسی روایت سے بالفرض ثابت ہو کہ آیندہ پھر بھی شق قمر ہوگا اُسکو کچھ منافات وقوع معجزہ ہذا سے نہیں ہے

نویں دلیل اجماع مفسرین کا سبب نزول پر اس سورہ کے ہے سبب نزول یہی لکھتے ہیں کہ جب درخواست کفار مکہ کی شق قمر دکھلانیکی ہوئی اور آنحضرت صلعم نے دعا کی تب خدا نے کر دیا اور شان نزول میں اختلاف نہونا اس سے بڑھکر کوئی دلیل ثبوت وقوع واقعات کی

منتظم مارٹین اور تحریرات اشٹار میں دیکھو اور یہی سبب ہے کہ مقدمات فوجداری وغیرہ میں
قاضی (جج) رویت کے گواہوں کو صفائی کے گواہوں پر ترجیح دیتا ہے اور جرح کرنیوالے گواہ
کو بھی تعدیل اور توثیق کرنیوالے گواہ پر ترجیح اسی نظر سے ہوتی ہے کہ جرح کرنیوالا رویت کا گواہ
ہے اور ثبوت پر گواہی دیتا ہے اور توثیق (تعدیل) کرنیوالا نفی پر گواہ ہے اور یہ بات اُس فرض
پر ہے کہ دونوں فریق کے گواہ موقع واقعہ پر حاضر ہوں اور صاحب تمیز بھی ہوں اور جب گواہاں
نفی رویت موقع واردات پر موجود نہوں بلکہ ابھی دنیا میں بھی نہ آئے ہوں اور صداقت اور
وجاہت میں بھی پاسنگ فرقہ گواہاں رویت کے نہوں ایسے گواہان نفی پر کوئی عاقل بھی
لحاظ کرسکتا ہے۔ یہی حال حسن بصری اور بلخی وغیرہ کا اس واقعہ میں ہے کہ ان میں سے کوئی
شخص بروز واقعہ شق قمر پیدا بھی نہوا تھا تا بحضوری موقع چہ رسد اگر آپکو یہ شبہہ دامنگیر ہو کہ
انہوں نے صحابہ حاضرین مکہ سے سنا ہوگا تو اسکا نام بتانا معترض کے ذمہ ہے صحابہ حاضرین
سے تو ایک روایت بھی انکار شق قمر کی نہیں پائی گئی ہے جو حسن بصری وغیرہ نے لکھی ہو
اور ہم کہتے ہیں کہ فقط عقلی استبعاد سے انہوں نے انکار کیا ہے جیسے نیچریہ اور دہریہ
کرتے ہیں جسکی سند علامہ فخر الدین رازی کے کلام میں موجود ہے اور قسطلانی اور طبرسی وغیرہ
سے بھی منقول ہے جو آیندہ آئیگی انشاءاللہ شق القمر کے منکرین اس معجزہ کے انکار
کرنیوالے چند قسم کے لوگ ہیں دہریہ نیچری فرقہ فلسفہ قدیمہ کے اصول باطلہ کی وجہ سے کہ
اُن کی رائے میں خرق اور التیام اجرام سماویہ میں محال تھا فلسفہ جدیدہ سے چونکہ چاند کو ایک
سیارہ مثل زمین کے سمجھ رہے ہیں ان دونوں کے خیالات کا بطلان تو ہمنے باب تیرھویں
اور باب چودھویں میں بخوبی کردیا تیسرے پابند مذہب آسمانی جیسے یہود اور نصاریٰ انکو
تو ہمارے نبی کی نبوت ہی سے انکار ہے پھر ہمارے نبی کے معجزات کو کیوں تسلیم کرنے لگے
خصوصاً ایسا معجزہ جس سے ہمارے نبیؐ کی فضیلت اور انبیاءؑ پر ثابت ہو مگر انکو تعصب کیوجہ
سے اسکا خیال نرہا کہ جس معجزہ کے واقع ہونے سے اور انبیاؑ کی پیشین گوئیاں بہ نسبت
حشر اور نشر اور فساد اجرام سماویہ صحیح ہوجائیں اور کفار اور فلاسفہ دہریہ کا انکار جو برابر وقوع

کسی آیہ قرآنی یا حدیث نبوی یا قول صحابی سے نہیں لکھی اسلئے کہ قرآن کے ظاہری معنی اور
کھلی ہوئی مرادیں اُنکو تو سب اہل زبان جانتے ہیں مگر غیر ظاہر معنی اور مخفی جو تاویل بعید سے
پیدا ہوں اُنکو سوائے نبی کے یا جسکو نبی تعلیم کرے اور کون جانتا ہے اور یہی صورت حسن
بصری اور حلیمی اور بلخی کی تاویل اور انکار کی ہے کہ سبب نزول خواہ شان نزول میں انکا
خلاف کبھی منقول نہیں ہے اور نکوئی سبب انکار وقوع واقعہ شق قمر سمعی انہوں نے بیان
کیا ایسے لوگوں کا انکار جسکی کوئی سند اُنسے منقول نہیں ہے کسی طرح قابل التفات نہیں ہو
سکتا ہے خصوصاً جب شان نزول میں انکا اختلاف منقول نہیں ہے اب تو بقاعدہ اصول
فقہ اس اجماع میں یہ بھی داخل رہے دفع توہم کسی کو یہ توہم نہو کہ جب عثمان بن عطا اور
حسن بصری اور بلخی مُسبَّب یعنی وقوع واقعہ کا انکار کرتے ہیں پھر سبب یعنی شان نزول پر انکا
اتفاق کیونکر مانا جائے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ایسی ہی غفلت اور سہو اور نسیان سے آدمی کی ناپختگی
اور غیر سنجیدگی دریافت ہوتی ہے اور یہی امور ایسے ہیں کہ آدمی اپنے سخت اور شدید تعصبات
سے باز آتا ہے اور سچی بات کو قبول کرتا ہے اور معصوم اور بری از خطا اور عالم کامل جو کسی مسئلہ
میں کبھی خطا کرے اور جملہ اطراف و جوانب پر ہر مسئلہ کے اسکو ہر وقت نظر ہے ایسے عالم میں
اور ہم خطاکاروں میں یہی فرق ہے اور اسیوجہ سے عقل اور شرع حکم کرتی ہے کہ ہم معصوم اور بیخطا
کی پیروی کریں اور خطاکاروں کو اپنا پیشوا نہ بنائیں۔ المختصر کچھ بعید نہیں ہے کہ غیر معصوم براہ
سہو اور غلط کاری سبب کا اقرار کریں اور مسبب سے انکار کریں دسویں دلیل قانون شہادت کے
اصول پر دیکھو۔ کسی محسوس واقعہ کا اقرار کرنا اور اُسکے واقع ہونے پر گواہی دینی یا اُسی واقعہ سے
انکار اور اُسکے واقع نہونے پر گواہی دینی اس میں زیادہ تر اعتماد کرنا براہ عقل کس فریق پر چاہئے
نقلی اصول تو اسی پر حکم کرتے ہیں کہ اگر دونوں قسم کے گواہ یعنی گواہان ثبوت رویت اور
گواہان نفی رویت شمار میں اور سچائی اور وجاہت میں برابر ہوں اور موقع واردات پر دونوں فریق
حاضر بھی ہوں اور واقعہ مفروضہ سے انکو تعلق یا بے تعلقی بھی برابر ہو جب بھی گواہان ثبوت
کو گواہان نفی پر ترجیح ہوگی اور اُسکے دلائل کتب فقہیہ کی باب الشہادۃ میں اور قانون شہادت

ہیں جنکے افق مساوی افق مکہ معظمہ سے ہیں اور جنکے طول بلد قریب قریب طول مکہ معظمہ
سے ہیں ایسی جگہ بشرطیکہ ابر و باد اور دیگر موانع رویت موجود نہوں اس فوری واقعہ کا انکو نظر
آنا کیا ضرور ہے کیا تمام دنیا کے لوگ رصد خانہ میں دوربین لگاتے ہوئے ہر وقت بیٹھے رہتے
ہیں کہ جو واقعہ آسمانی ہو اور خصوصاً جسکی پیشین گوئی بھی نہوئی ہو اور نکوئی علامت اسکی
پہلے سے ظاہر ہو چکی ہو اسکو دیکھا کریں خسوف کو دیکھئے جو پہلے سے اسکی پیشین گوئی بھی
ہو جاتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی شہر میں ہزاروں کو نظر آتا ہے اور ہزاروں کو خبر بھی نہیں
ہوتی ہے کب ہوا اور کتنا ہوا پس کوئی واقعہ سماوی جو اچانک واقع ہو میں کہتا ہوں کہ خاص
مکہ معظمہ کے بھی سب لوگوں کا اسکو دیکھنا کب ضروری ہے چہ جائکہ دوردست کے لوگ اسکو
دیکھیں نقلی غلطی انکو یہ ہے کہ اخبار صحیحہ میں یہ بھی وارد ہے کہ بعد ملاحظہ شق قمر کے کفار
نے کہا کہ ہمارے قوم اور قبیلہ کے لوگ سفر شام اور یمن کو گئے ہیں وہ آلین اور ہم انسے
پوچھیں اگر وہ بھی تصدیق کریں کہ چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے تو ہم یقین کرینگے ورنہ
تمہارا جادو ہے جو ہمپر چلا ہے چنانچہ جب وہ قافلہ آیا اور تصدیق اسکی انہوں نے کی تب
کفار کو یقین ہوا اس خبر کو بھی صحیح طریقہ متعدد وسے نقل کیا ہے۔ کاش اگر بلخی اور حسن
بصری وغیرہ اسی خیال کرتے کہ نقلی سند بھی اسکی موجود ہے پھر تو ہرگز انکو ایسا غلط خیال
نہوتا اسلیے کہ ان کفار نے بھی قریب قریب مقامات پر نظر آنیکا خیال کیا تھا تمام روی زمین
پر نظر آنیکا انکو بھی خیال نہ تھا دوسری غلطی انکو یہ ہوئی کہ شق قمر شروط قیامت سے
ہے اور دلیل قرب قیامت ہے چونکہ اور شروط اور دلائل وقوع قیامت نہیں پاتے گئے اور
قیامت کے آنے میں دیر ہے لہذا شق قمر بھی اسی زمانہ میں ہوگا جب اور شروط کا ظہور ہوگا
یہ غلطی انکو قیاس کرنے سے بمقابلہ نص نبوی کے ہوئی اور کونسی دوسری آیت قرآنی یا
توریت یا انجیل اور زبور کی انکو ملی ہے جس سے یہ سمجھے کہ شق قمر شروط قریبہ قیامت سے ہے
ایسے قریب زمانہ میں ہوگا کہ اور علامات بھی سب ظاہر ہونگے بلکہ حدیث صحیح جو ہمارے نبی صلعم
سے مروی ہے بعثت انا والساعۃ کھاتین یعنی میرا زمانہ نبوت اور زمانہ قیامت مل ایسا

واقعات قیامت پہ چلا آتا ہے سب باطل ہو جاوے اور پوری تصدیق ان حضرات انبیاؑ
کی نبوت کے ہو جاتے اسکو نہ ماننا اور مثل کفار اور دہریوں کے وہی دلائل اس معجزہ کے
رد کرنے میں پیش کرنے اسکا نتیجہ جسطرح اسلام کے بانی مذہب کی نبوت میں شک پیدا کرتا
ہے اسیطرح ان حضرات کی پیشین گوئی کو (جو محض دعوای زبانی ہمیشہ رہا اور کبھی کوئی واقعہ
ایسا جیسے کسی آسمانی اجسام کا فساد یا اعجاز کسی نبی نے دکھلایا ہو واقع نہونے سے کفار
ان پیشین گوئیوں کو محض لغو اور مہمل کہتے رہے) یہی باطل کر کے انکی نبوت میں شک
ڈالتا ہے بہر حال یہ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ اس معجزہ کے انکار کرنیسے مصداق اسی کے
ہیں ؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی ٭ گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد
چوتھا فرقہ تاریخ علمی والونکا انہوں نے ساتویں صدی عیسوی میں اس واقعہ کا وقوع
تو لکھا مگر اسکو ماک مون کہدیا یعنی ماہ کاذب تھا جیسا کہ ہمنے صفحہ ۲۳ میں اسی کتاب کے
اربل ورلڈ عالم ہوا سے نقل کیا ہے اور علامہ فخر الدین رازی بھی کہتے ہیں کہ جب یہ واقعہ
پیش آیا ایسے ہی ملحدین اور منجمین یوں کہنے لگے کہ یہ بھی ایک قسم کا چاند گہن تھا اور ایک چیز
مشابہ بصورت قمر کے عالم ہوا میں ظاہر ہو گئی تھی جو چاند کی اصلی جگہ سے الگ واقع ہوئی تھی
پانچواں فرقہ وہ بعض اشخاص مسلمانوں کے جنکے نام سایل نے رلئے ہیں جیسے عثمان بن
عطا اور حسن بصری اور یہی انکو بھی چند قسم کے اغلاط اس واقعہ کے انکار میں بہ تقاضائے بشریت
پیش آئیں پہلی غلطی بقول علامہ فخر الدین رازی اور قسطلانی انکو یہی ہوئی یہ سمجھے کہ شق القمر
ایک واقعہ ہائلہ اور سانحہ عظیم ہے اگر واقع ہوتا لازم تھا کہ تمام روئے زمین کے لوگ اسکو دیکھتے
اور ہر ملک میں اسکی خبر متواتر ہو جاتی اس تجویز میں انکو عقل اور نقل دونوں کے راہ سی غلطی
پیش آئی عقلی غلطی تو یہ ہے کہ تمام روی زمین سے اگر مراد تمام کرہ زمین ہے یہ تو سراسر غلط
ہے اسلئے کہ مکہ معظمہ سے پچھم چھ ہزار میل پر ابھی دن ہو گا رات بھی نہو گی اسیطرح مکہ معظمہ سے
پورب چھ ہزار میل پر چاند کے غروب کا وقت ہو گا پھر انکو کیونکر نظر آتا اور کسی جگہ پہر رات اور
دو چار گھڑی رات باقی ہو گی اور سب لوگ سو رہے ہونگے اور اگر مراد انکی وہ مقامات

کتابہائے مقدسہ کی کسی دلیل عقلی بدیہی کے مخالف ہو ضرور اُسکی تاویل کرنی چاہئے۔ شق القمر کے وقوع کے محال ہونے پر کوئی دلیل عقلی بھی نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر آیندہ زمانہ میں واقع ہونیکو بھی وہی دلیل رد کی گئی۔ یہ پانچ اغلاط علاوہ اُن اغلاط کے ہیں جنکو ہم اوپر کے اوراق میں لکھ چکے ہیں علامہ فخر الدین رازی نے بھی اگرچہ وہ ہم اہل اسلام کے شریک اس عقیدہ میں ہیں کہ شق قمر کا معجزہ ضرور واقع ہوا مگر اس میں ان کو دھوکا ہو گیا کہ یہ معجزہ متواتر منقول نہیں ہوا انہوں نے عثمان بن عطا اور حسن بصری اور بلخی کے اس خیال کا کہ اگر یہ معجزہ واقع ہوتا تو متواتر علما اسکو نقل کرتے یہ جواب دیا کہ چونکہ فصاحت قرآن معجزہ متواتر ہمارے نبی کا تا قیامت باقی ہے اور برابر ہمارے نبیؐ تحدی کر کے اسکا معجزہ ہونا ثابت کرتے رہے لہذا اس معجزہ دائمی کے بعد پھر دوسرے معجزہ کا نقل کرنا اہل اسلام کو کچھ ضرور نہ رہا اسی وجہ سے معجزہ شق قمر کو متواتر نقل نکیا میں کہتا ہوں اگر اسی تقریر کو علامہ رازی اس عنوان سے لکھتے کہ چونکہ قرآن مجید سے اس معجزہ کا ثبوت ہو چکا ہے اب اسے بڑھکر اور کون سا طریقہ روایت کا ہے جس سے تواتر اس معجزہ کا ثابت کیا جاتے پھر تو اہل اسلام کو علامہ رازی کی نسبت یہ موقع نہ ملتا کہ انکو تواتر معجزہ ہذا سے انکار ہے مگر افسوس ہے کہ انہوں نے جملہ معجزات کے تواتر سے اسی لپیٹ میں انکار کر دیا اور فقط فصاحت معجزہ قرآن کو جو ایک امر وجدانی ہے معجزہ متواتر کہکر اپنا پیچھا چھوڑا یا اور اگر فخر رازی کا مطلب یہی ہے جو ہمنے لکھا ہے پھر تو انپر دیگر معجزات کے تواتر کا انکار کرنا کسیطرح منسوب نہیں ہو سکتا ہے۔ دوسرا حصہ جب قرآن مجید سے متواتر ہونا اس معجزہ کو ہم ثابت کر چکے تو بڑا بھاری اعتراض جو سایل کا تھا اسکا جواب ہو چکا اب رہے احادیث مروی اہل اسلام انکی صورت یہ ہے کہ یہ معجزہ اول بعثت میں واقع ہوا ہے اُسوقت صحابہ کی کثرت نہ تھی اور باینہمہ اکثر وہی صحابہ سابقین جنگ بدر اور احد وغیرہ میں شہید بھی ہو گئے تھے جنہوں نے یہ معجزہ بچشم خود دیکھا تھا باوصف اسکے ہم کو سات صحابہ کے روایات وقوع شق قمر کی ملی ہیں چار اُن میں سے تو چشم دید اور تین صحابہ نے بطور مراسیل کے اسکو روایت کیا ہے اور مراسیل صحابہ یعنی (روایت میں راوی اول کا نام مذکور نہوا اہل اسلام کی اصطلاح میں اکثر معمول اور

قریب قریب ہے جیسے دونوں انگلیاں ملاتی جائیں پھر جب ہمارے نبی کی تشریف آوری
بھی علامت قرب قیامت ہے تو آپکا معجزہ شق القمر کیوں علامت قرب قیامت سے ہوگا
تیسری غلطی انکو یہ بھی ہوئی کہ اس معجزہ کے اظہار سے جو اغراض خداوند عالم کے متعلق
ہیں کہ تصدیق جملہ انبیاء کی زبانہ تکلیف اور مہلت میں قبل زمانہ الجائی ہو جائے اور ابطال تشکیک
اور شبہات کفار اور دہریوں کا عدم فساد سماوات میں بھی ہو جائے اور اقتراب عقلی ان پیشین
گوئیوں کا بھی ہو جائے جنکو وہ لوگ ہمیشہ بعید از قیاس سمجھ رہے ہیں اور ختم نبوت کو جو امر ضروری
ہے یعنی پھر ایسی معجزہ نما کے آنیکی بغرض تصدیق اخبار کتب آسمانی حاجت باقی نہ رہے وہ بھی
ثابت ہو جاتے ان سب فوائد پر انکو لحاظ نہ رہا اور عامیانہ طور سے کہدیا کہ شق قمر نہیں ہوا آیندہ
ہوگا جب قیامت قریب ہوگی چوتھی غلطی بڑی بھاری انسے یہ بھی ہوئی کہ آنکے نبی کا معجزہ
باہرہ شق قمر ایسا جو صاف طور بلفظ ماضی قرآن میں مذکور ہے اور اسکی تائید میں اور آیات بھی اسی
جگہ وارد ہیں اسکا انکار کرکے آیت کی تاویل یوں کرلی کہ آیندہ شق قمر ہوگا اس میں صریح غلطی یہ
ہے کہ اگر آیندہ شق قمر ہوگا تو پھر ہمارے نبی کا معجزہ وہ کیونکر قرار پائیگا بلکہ مثل اور آیات اور
علامات قیامت کے ہوگا اور ہمارے نبی کی پیشین گوئی فقط بلا دلیل مثل دیگر انبیاء کے بہ نسبت
علامات قیامت کے ہوگی۔ اور جب ایسا کھلا ہوا اتفاقی اور اجماعی اہل اسلام کا معجزہ جو قرآن
سے بخوبی ثابت ہے اسکا انکار کرینگے پھر کفار اور دیگر منکرین نبوت ہمارے نبی کے جب یہ سوال
کرینگے جیسا کہ یہ سائل ہمسے کر رہا ہے کہ جب قرآن سے تمہارے نبی کا کوئی معجزہ ثابت نہیں
ہے پھر نبوت تمہارے نبی کی کیونکر ثابت رہے تو اسکا جواب کیا دینگے پانچویں غلطی قرآن
کے متواتر خبر کو اسکے منطوق یعنی ظاہری اور صریحی معنے سے غیر ظاہر کیطرف بدون دلیل عقلی
اور نقلی کے تاویل کرکے پھیر ناپہلے تو اسی میں بحث ہے کہ اگر کوئی خبر متواتر یعنی حدیث متواتر سے
قرآن کی نص کی تاویل غیر ظاہر معنی کیطرف کیجائے یہ بھی جائز ہے یا نہیں چہ جائکہ خبر واحد اور ضعیف
روایت بھی کوئی ایسی نہو اور پھر قرآن کے ظاہری معنی کو غیر ظاہر بلکہ محض بے اصل کیطرف پھیرنا یہ
کیونکر صحیح ہوگا رہی دلیل عقلی ہم مسلمانوں کا بلکہ جملہ اہل مذاہب آسمانی کا مقولہ ہے کہ اگر کوئی آیت

قسطلانی نے زیادہ کیا ہے۔ قال ابن مسعود فلقد رایت احد شقتیہ علی الجبل الذی بمنی ونحن بمکۃ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک ٹکڑا چاند کا میں نے پہاڑ پر دیکھا جو منیٰ میں ہے اور ہم لوگ مکہ میں تھے فقال النبی اشہدوا پس نبی صلعم نے فرمایا گواہ رہو اس معجزہ پر قسطلانی کہتے ہیں اس روایت کو بخاری نے تفسیر میں بھی وارد کیا ہے اور مسلم نے توبہ میں اور ترمذی نے تفسیر میں اور اسیطرح نسائی نے بھی وارد کیا ہے میں کہتا ہوں یہ پہاڑ وہی حرا ہی جسکو روایت آیندہ میں صاف کہدیا ہے دوسری روایت بخاری کی طریق اعمش سے بھی ابن مسعود سے ہے مگر اس میں وارد ہے قال انشق القمر ونحن مع النبی بمنی ابن مسعود کہتے ہیں چاند شق ہوا اور ہم لوگ نبی صلعم کے ہمراہ منیٰ میں تھے اور گو پہلی روایت میں اپنا مکہ میں ہونا بیان کیا ہے مگر ان دونوں میں کچھ تعارض اور منافات نہیں ہے۔ قسطلانی کہتے ہیں کہ مراد ابن مسعود کی یہ ہے کہ یہ معجزہ قبل از ہجرت واقع ہوا ہے۔ اور منیٰ بھی ایک مقام لواحق مکہ سے ہے میں کہتا ہوں کہ منیٰ ایک موضع مکہ میں ہے جو تین میل پر واقع ہے جیساکہ اہل لغت کہتے ہیں اور یہ تاویل قسطلانی کی مجھے پسند نہیں ہے اور شاید اور لوگ بھی اسکو پسند نکریں اسلیئے کہ تین میل کا فاصلہ منیٰ اور مکہ میں ہے اور جناب رسول صلعم اسوقت (حجر) میں تشریف رکھتے تھے جو خاص کعبہ میں اندرون حطیم یعنے دیوار بیرونی کی ہے جیساکہ ہم نے روایت خرائج سے نقل کیا ہے پس تشریف رکھنا حضور کا کعبہ میں بمقام خاص جب ثابت ہے پھر ابن مسعود کا قول کہ ہم حضور کے ہمراہ منیٰ میں تھے ہرگز درست نرہا لہذا اگر (بمنی) کی لفظ متعلق (انشق) کے مانی جاتے اور بیچ میں جملہ معترضہ و نحن مع النبی قرار دیں کہ اصل عبارت میں شاید راوی سے تقدیم اور تاخیر ہوگئی ہے دراصل عبارت یوں تھی انشق القمر بمنی و نحن مع النبی یعنی چاند کا شق ہونا منیٰ میں تھا اور ہم ہمراہ نبی کی تھے تو یہ تاویل بھی پہلی روایت ابن مسعود سے مطابق ہو جاتے اسلئے کہ پہلی روایت میں ابن مسعود کی وارد ہے کہ میں نے ایک ٹکڑا چاند کا اس پہاڑ پر دیکھا جو منیٰ میں ہے اب رہا یہ امر کہ خود ابن مسعود اور حضرت کہاں تھے اسکا بیان پہلی اور تیسری روایت ابن مسعود میں موجود ہے کہ ہمراہ نبی کی مکہ میں تھے

واقعات میں معتمد اور معتبر ہیں بس اسیقدر روایات کافی ہیں اسلیئے کہ قرآن متواتر سے تو ثبوت پورا پورا ہو چکا ہے اور مراسیل کی اصطلاح ہم آگے لکھیں گے + ناقلین معجزہ شق قمر اہلسنت اور شیعہ دونوں کے محدثین اس معجزہ عظیمہ کے ناقل اور راوی بیشمار ہیں اور جسقدر روایات درج کتب ہیں اور بلا خطہ سے بھی تحقیق ہوئی ہیں جسکو ہم لکھتے ہیں پھر چونکہ اہلسنت کی روایات پر بھی ہمکو بحث کرنی منظور ہے اسلیئے کہ جسقدر شبہات سایل نے لکھے ہیں یا جو آیندہ ہم اور لوگوں کے شبہات لکھینگے وہ سب یا اکثر روایات اہلسنت پر ہی وارد ہو سکتے ہیں۔ لہذا پہلے ہم اہلسنت ہی کی روایات کو لکھکر دفع شبہات کریں اسلیئے کہ معجزہ نبوی میں سنی اور شیعہ دونوں کو اتحاد عقیدہ ہے۔ واضح ہو کہ ہمکو ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور معالم التنزیل بغوی اور شفاء قاضی عیاض اور دیگر کتب سے یہی ثابت ہوا ہے کہ یہ معجزہ سات اصحاب سے منقول ہوا ہے اور علامہ طبرسی نے اسکو بتصریح لکھ بھی دیا ہے (۱) پہلے تو عبد اللہ ابن مسعود اور وہ سابقین اولین سے ہیں اور بقول قسطلانی سنہ ۳۲ ہجری میں ساٹھ برس کے ہو کر مرے بس سال ہجرت میں انکی عمر اٹھائیس برس کی تھی لہذا بروز شق قمر ۲۳ برس خواہ ۲۰ برس کے تھے انکا مکہ میں ہمراہ جناب رسول صلعم رہنا قطعی اور یقینی ہے طفل نابالغ بھی نہیں تھے اور اسیوجہ سے چند روایات معجزہ ہذا کے چشم دید انہیں سے منقول ہیں۔ عبد اللہ ابن مسعود سے پانچ اشخاص تابعین نے اس معجزہ کو نقل کیا ہے (۱) ابو معمر (۲) مجاہد (۳) اسود (۴) مسروق (۵) علقمہ اور پانچوں اشخاص تابعین میں سے ہیں۔ ابن مسعود کی روایت میں پوری کیفیت شق قمر کے وارد ہے اور انکی روایت مراسیل صحابہ سے نہیں ہے یعنی ایسی روایت نہیں ہے کہ انہوں نے کسی اور سے سنکر یہ روایت بیان کی ہو۔ ابن مسعود کی چار روایتیں بخاری میں وارد ہیں پہلی روایت

اعن ابن معمر عن عبد اللہ ابن مسعود رض قال انشق القمر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ شقتین یعنی ابن مسعود نے کہا کہ چاند زمانہ نبی صلعم میں دو ٹکڑے ہو گیا جو برابر تھے اور ابو نعیم نے دلایل میں طریق عتبہ بن عبد اللہ سے بقول

یعنی ایک ٹکڑا طرف حرا پہاڑ کے گیا اور دوسرا اپنی جگہ پر رہا اب حرا کا درمیان دونوں ٹکڑوں
کے ہونا بخوبی ظاہر ہو گیا فائدہ ابن مسعود کا یہ کہنا کہ منیٰ کے پہاڑ پر شق قمر ہمنے دیکھا اس
سے تصدیق اس روایت کی ہوتی ہے جو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ چودہ آدمی اصحاب
عقبہ سے یہ معجزہ طلب کرنے آئے تھے اسلیئے کہ میری رائے میں یہ عقبہ وہی ہے جو بقول
قسطلانی منیٰ میں واقع ہے لہذا اسی مقام پر شق قمر کا نظر آنا زیادہ ضروری تھا جہاں
کے لوگ زیادہ خواہاں اس معجزہ کے تھے جن لوگوں سے بنائے ترقی اسلام قائم ہوئی پھر
اسکو یاد رکھو دوسرے راوی اور گواہان چشم دید اس معجزہ کی جناب امیر المومنین علی
ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں آپکا سن شریف اگر واقعہ انشقاق سال پنجم بعثت میں ہوا
ہے کم سے کم پندرہ برس کا تھا اور اگر سال ہشتم بعثت میں ہوا ہے اٹھارہ برس کی عمر آپکی
تھی پھر چونکہ ساتھ رہنا آپ کا جناب رسول صلعم کے مکہ معظمہ میں یقینی ہے لہذا آپکا دیکھنا
اس معجزہ کو کچھ بعید از عقل نہیں ہے کہ نہیں سکتا اگر صحابی ہی سمجھکر کوئی روایت آپ سے
صحاح میں درج ہوتی جیسے حذیفہ اور ابن مسعود کی بلکہ شیر خوار یا غیر مولود مثل انس اور ابن
عباس اور عبد اللہ بن عمر کے تو وہ بھی تصدیق معجزہ ہذا میں ایک عمدہ سند ہوتی مگر افسوس ہے
سوای شفاء قاضی عیاض کے اور کسی کتاب حدیث میں آپ سے اسکی روایت مجھی نہ ملی شفا کی
عبارت یہ ہے فقال علی من روایتہ الی حذیفۃ الارحبی انشق القمر ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی حضرت علی کہتے ہیں بروایت ابو حذیفہ ارحبی کہ چاند شق ہو گیا اور ہم ہمراہ رسول صلعم کے تھے تیسرے راوی صحابہ میں سے
حذیفہ بن یمان ہیں یہ جلیل صحابی اور عمر رسیدہ واقعہ انشقاق ضرور دیکھا واقعہ انکے روبرو بالغ اور عاقل بھی تھے اسلیئے
کہ سابقین اولین میں انکا شمار ہے حذیفہ سے بقول قاضی عیاض دو شخصوں نے یہ
روایت کی ابو عبد الرحمٰن اور مسلم بن ابی عمران ازدی اور یہ دونوں تابعی ہیں ایک روایت
کشاف میں زمخشری نے بھی لکھی ہے اور وہ روایت یہ ہے عن حذیفۃ انہ خطب
بالمدائن ثم قال الا ان الساعۃ قد اقتربت وان القمر قد انشق علی عھد
نبیکم حذیفہ سے روایت ہے انہوں نے مدائن میں خطبہ پڑھا اور پھر کہا آگاہ ہو کہ

تقدیم و تاخیر یا جملہ معترضہ کا آنا کلام میں کوئی امر نادر الوقوع اور ناجائز خلاف قواعد عربیت بھی نہیں ہے اور قرینہ تاویل کا پہلی اور تیسری روایت خود موجود ہے خصوصاً جبکہ زیادہ اہتمام ابن مسعود کا بیان اپنی حضوری کا ہمراہ حضور کے ہے ایسے وقت میں تقدیم امر مہتم بالشان کے کسی جملہ پر خواہ خبر جملہ پر جو فضلہ کلام ہو جیسے متعلقات فعل وغیرہ ہرگز خلاف قواعد بلاغت نہیں بلکہ عین بلاغت یہی ہے اور متعلق ظرف یعنی مجرور کا لفظ انشق ہے جو عامل قوی ہے فصل بالا بھی اسکو عمل سے روک نہیں سکتا اسلئے کہ صیغہ فعل کا ہے اور تعقید لفظی کا شبہہ بھی نرہا اسلئے کہ بعض حدیث بعض کی تفسیر کرتی ہے دو روایتیں اس تاویل پر دلیل ہیں خود ابن مسعود کی اب غلطی ضبط راوی کا بھی شبہہ جاتا رہا۔ ہاں تیسری روایت جو طریق مسروق سے ہے اس میں بھی انشق القمر بمکۃ ہے یعنی مکہ میں شق قمر ہوا اس میں بیان فقط اسی کا ہے کہ یہ معجزہ منجملہ معجزات مکہ سے ہے قبل از ہجرت اور اس میں اپنے دیکھنے کا ذکر نہیں کیا کہ ہمکو کس جگہ نظر آیا اور چوتھی روایت بخاری کی جو طریق اعمش سے ہے اس میں فقط اسی قدر ہے انشق القمر چاند شق ہو گیا نہ اپنی موجودگی ہمراہی اور نہ منظر انشقاق کا ذکر کیا ہے جسکو قسطلانی کہتے ہیں کہ اسیطرح مختصر طور سے وارد کیا ہے اور بیہقی اور کشمیہنی میں یہ روایت ثابت ہے مختصر نہیں ہے اور تفسیر مجمع البیان میں طبرسی کو یہ روایت ابن مسعود کی یوں پہونچی ہے عن ابن مسعود قال و الذی نفسی بیدہ لقد رأیت الجرا ء بین فلقتی القمر یعنی ابن مسعود کہتے ہیں قسم ہے اس خدا کی جسکے قبضہ قدرت میں جان میری ہے بیشک میں نے حرا پہاڑ کو درمیان دونوں پارہائے قمر کے دیکھا دفع توہم ابن مسعود کی روایات میں ایک اور امر اہم قابل سمجھنے کے یہ ہے کہ ابو نعیم کی روایت میں فقط یہی ہے کہ ایک ٹکڑا قمر کا حرا پہاڑ پر میں نے دیکھا اور دیگر روایات میں ابن مسعود کی ہے کہ حرا پہاڑ کو بیچ میں دونوں پارہ قمر کے دیکھا اس تفصیل میں بھی کچھ تعارض نہیں ہے چنانچہ طریق اعمش سے جو بخاری ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔ فذھبت فرقۃ نحو الجبل و بقیت الاخری مکانہ

اور نہ اُنسے کسی روایت میں یہ وارد ہے کہ ہمنے اپنی آنکھ سے دیکھا یہ ہم بھی گواہ شق القمر کے
ہیں اور اصطلاح محدثین اہل اسلام کی یہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ کی روایت
کرے کہ خود وہ حاضر واقعہ مذکورہ نہو یا ابھی پیدا ہی نہوا ہو اور اسکو مسلسل ذکر نہ کرے یعنی جس سے
اسکو وہ خبر پہونچی اسکا نام نہ لے ایسی روایت کو مرسل صحابی کہتے ہیں اور اسکی حدیث مرسل
کو صحیح بھی کہتے ہیں بشروط مندرجہ علم اصول حدیث اور جسقدر شروط صحت حدیث کی جس
جامع کتاب کے نزدیک ہیں وہ مصنف اپنی شروط کی پابندی سے اُسے مرسل حدیث کو درج
کتاب صحیح کرتا ہے اور بوجہ ارسال یعنی متروک ہونے نام اصل راوی کے جس سے
اس صحابی نے روایت پائی ہے اس مرسل کو اقسام صحیح سے خارج نہیں کرتے اور اسی
پایہ اعتبار پر اس مرسل کو رکھتے ہیں جیسے کہ اس صحابی کی چشم دید واقعہ ہے اور اس قسم
کی مراسیل صحابہ فقط شق القمر کے واقعہ میں اصحاب سے منقول نہیں بلکہ اور بہت سے واقعات
میں بھی منقول ہیں اب کہ یہ ایک امر اصطلاح علمائے حدیث مسلمین کا ٹھیرا ہوا ہے اسپر اعتراض
کرنا کسیکو زیبا نہیں ہے ہاں اگر فقط شق القمر کے واقعہ میں ان مراسیل کا اعتماد مخصوص ہوتا
اُس وقت ضرور اعتراض کا موقع تھا اور یہی سبب ہے کہ ایسی روایات کو لکھ کر علمائے
فن حدیث کہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے تاکہ اشتباہ اور اعتراض کا
موقع نہ رہے ایضاً چونکہ واقعہ شق القمر صاف طور سے آیات قرآنیہ سے ثابت ہے اسکی
خبر اگر ان صحابہ نے کسی شخص معتبر سے بھی سنی ہوتی چونکہ چار معتمد صحابیوں کی روایتیں اوپر ہم
لکھ چکے اُن سے اور بہت سے صحابی جو بعد اور جنہوں نے بچشم خود یہ واقعہ دیکھا تھا اُن
سے اور بلکہ خود جناب مقدس نبوی سے بھی اس کی تصدیق کرلی اُنکو کیا دشوار تھا اور
ثبوت قرآن شریف بھی موجود تھا لہذا ان اصحاب کا روایت کرنا محل الزام نہ رہا بہر حال
یہ شبہ اول معترض کا کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے انہوں نے شق القمر کی روایت
کی ہے اُسوقت البتہ قابل جواب ہوتا کہ ان صحابیوں نے اپنی چشم دید کا دعوے کیا ہوتا اور
کسی محدث نے اپنی کتاب میں اُس کو درج بھی کیا ہوتا اور جب انہوں نے یعنی صحابہ

قیامت اب قریب ہے اور چاند تو ہمارے نبی صلعم کے زمانہ حیات میں شق ہو چکا ہے میں کہتا
ہوں حذیفہ کو جس روز سے حضرت خلیفہ ثانی نے عامل مدائن مقرر کیا تھا بقول عجلی ہمیشہ
وہیں رہے اور بعد قتل خلیفہ سیوم اور بعد بیعت علیؑ یہ چالیس روز کے مرے دیکھو فتح الباری
کو دوسری روایت حذیفہ کی وہ ہے جسکا قاضی عیاض شفا میں ذکر کرتے ہیں بہرحال اُنکی
روایت میں کوئی امر مناقض کا نہیں ہے اور یہ گواہان چشم دید سے ہیں جو تھے راوی
صحابہ میں سے جبیر بن مطعم یا مطعم ابن جبیر کے باپ ہیں یہ خاص مکہ کے رہنے والے
ہیں اگرچہ انکا داخل اسلام ہونا ابن حجر نے اصابہ میں درمیان زمانہ حدیبیہ اور فتح کے لکھا ہے
اور انکے باپ یعنی مطعم بقول قسطلانی قبل جنگ بدر کے مر گئے ہیں مگر رویت چشم دید معجزہ ہذا
کی مطعم نے اگر بحالت عدم اسلام کے ہو تو کچھ اس میں دشواری نہیں جبیر بن مطعم سے انکے
بیٹے محمد بن جبیر اور اُنکے پوتے جبیر بن محمد نے روایت کی ہے اور یہ دونوں تابعین سے تھے
صحیح ترمذی میں ہے عن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال انشق القمر علی عہد رسول اللہ
صلعم حتی صار فرقتین علی ھذا الجبل فقال اسحرنا محمد فقال بعضہم لئن
کان سحرنا محمد فما یستطیع ان یسحر الناس کلھم یعنی جبیر بن مطعم اپنے
باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا چاند شق ہوا زمانہ حیات رسولخدا میں تا اینکہ
دو ٹکڑے ہو گئے تھے اس پہاڑ پر (شاید حرا پہاڑ مراد ہے) لوگوں نے کہا کہ ہم پر محمد صلعم نے
جادو کیا ہے پھر بعض لوگوں نے کہا اگر ہم پر جادو کیا ہے تو کل آدمیوں پر جادو کر سکی اُن کو
استطاعت نہیں ہے میں کہتا ہوں یہی روایت تفسیر مجمع البیان طبرسی میں مذکور ہے
اور تفسیر صافی میں بھی ہے اور مطعم ضرور چشم دید گواہ اس واقعہ کے ہیں یہ چار صحابی چشم
دید گواہان رویت معجزہ ہذا سے ہیں اور باقی جسقدر روایات بطور مراسیل کے مذکور ہیں وہ
سب معتمد اور صحیح ہیں اور زیادہ تطویل سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس میں کسی قسم کا خدشہ اور
شبہ ہو سکتا ہے بلکہ صاف صاف ہیں باقی رہے تین صحابہ عبد اللہ ابن عباس اور
انس ابن مالک اور عبد اللہ بن عمر یہ تینوں صاحب البتہ بروز واقعہ شق القمر موجود نہ تھے

کہتے ہیں اور چودھویں شب کو بدر کہتے ہیں پندرھویں شب سے تا ایام محاق پھر قمر کہتے ہیں
پس جب پورے چاند یعنی بدر کے دو ٹکڑے برابر ہو گئے اور ہر ایک ٹکڑا برابر اُس حصہ کے
تھا جو ساتویں شب کو آدھا چاند ہوتا ہے اب ہر ایک ٹکڑے کو نہ ہلال کہہ سکتے ہیں اور نہ ہر
ایک کو بدر کہنا درست ہے بلکہ ہر ایک کو قمر کہنا ہی عرب کی زبان ہے جو ابن عباس نے فرمایا
کہ بدر کے دو قمر ہو گئے اور کسی طرح کا اعتراض اُس پر وارد نہ ہوگا۔ وباللہ استمد۔ والتوفیق
انہیں ابن عباس سے جو روایت رسالہ دافع الشقاق میں نقل کی ہے اُس میں دس نام حاضرین
اور موجودین واقعہ انشقاق کے بھی درج ہیں اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ حضرت رسول خدا
صلعم نے ابو سلمہ بن اسد اور ارقم ابن ارقم سے پکار کر فرمایا کہ تم لوگ اس معجزہ پر گواہ رہنا اور
در منثور میں جو روایت ابن عباس سے منقول ہے اُس میں یوں روایت ہے کہ جب اہل مکہ
درخواست معجزہ مذاکرے آئے حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کی یا نبی اللہ ان کفار سے
کہہ دیجئے آج کی رات کو آئیں اور معجزہ دیکھیں حضرت جبرئیل کے مقابلہ میں حضور نے اُسی
چودھویں شب اُنکو بلایا اور وہ سب آئے اور چاند کو شق فرمایا بعد چلے جانے حضرت جبرئیل
کے جیسا کہ ظاہر روا[illegible] واتیں ابن عباس کی مطابق روایات مرویہ طریق
اہلبیت علیہم السلام سے ہیں شمار دس آدمیوں کا نام بنام انہوں نے کیا ہے۔ اور جناب امام
جعفر صادق نے جو وہ تشخص اصحاب عقبہ سے ارشاد فرمایا بروایت قمی رح اور نزول جبرئیل
کی بھی مطابقت اُسی روایت جناب جعفر صادق سے ہوتی ہے اب اہلسنت اور شیعہ دونو
کے طریق سے یہ مضمون متحد ہو گیا جس پر اطلاع بجز مہبط وحی الٰہی اور اُسکے خاص حاملان علوم
کی اور کسیکو نہیں ہو سکتی ہے اور اب مجھے ایسا گمان ہے کہ یہ تفصیل اور تحقیق واقعہ
ابن عباس نے اپنے اُستاد علی ابن ابی طالب سے پائی ہوگی اسلئے کہ ابن مسعود کی اور دیگر
روایات مندرجہ کتب اہلسنت کسی میں یہ توضیح نہیں ہے پس قسطلانی کو جو روایت ملی ہے
کہ ابن عباس نے حمل روایت ابن مسعود سے کیا ہے وہ بھی درست ہے اور ہماری تجویز کہ
جناب امیرؑ سے ابن عباس نے حمل روایت کیا ہے۔ وہ بھی درست ہے والحمد للہ علی حسن

نے اُسکا دعویٰ کیا اور نہ کسی محدث نے اسکی یعنی اُن کی چشم دید ہونے کی روایت اُن سے کی بلکہ ایسی روایت کو مرسل صحابی لکھ بھی دیا اب یہ شبہ بالکل ساقط ہوگیا - ہاں اب اُن روایات کو میں لکھوں ابن عباس سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے یہ روایت کی چنانچہ بخاری شریف میں ہے - عن ابن عباس انشق القمر علےٰ زمان رسول اللہ صلعم بمکۃ قبل الھجرۃ ابن عباس سے روایت ہے کہ چاند شق ہوا بزمانہ رسول اللہ صلعم قبل ہجرت کے قسطلانی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اسلیئے کہ ابن عباس اُس وقت موقع پر موجود نہ تھے کہ دو یا تین برس کی اُن کی عمر بروز واقعہ ہذا تھی اور دوسری جگہ قسطلانی نے تصریح کردی کہ ابن عباس قبل از ہجرت پانچ سال کے تھے اور بروز شق قمر تو پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور یہ اختلاف قول قسطلانی میں کہ دو تین سال کے تھے یا پیدا نہیں ہوئے تھے بنظر اُسی اختلاف کے ہے کہ یہ واقعہ سال پنجم مبعث کا ہے یا سال ہشتم کا اور اسی جگہ قسطلانی کہتے ہیں بعض روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس روایت کو ابن عباس نے ابن مسعود سے لیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس محقق نے اب یہ بھی دکھلا دیا کہ یہ مرسل حدیث ابن عباس کی اسکا سلسلہ ابن مسعود تک پہونچتا ہے جو ضرور حاضر واقعہ تھے اب جسقدر روایتیں ابن عباس سے بغوی اور ابو نعیم اور قاضی عیاض اور ابن جوزی اور ابو مسعود سماوی اور سیوطی الغرض آٹھ نو محدثین کے ہمنے پاسے ہیں کسی میں یہ مضمون نہیں ہے کہ ابن عباس نے خود یہ واقعہ دیکھا ہے فقط بیان واقعہ البتہ مذکور ہے اور سب بطور مراسیل کے ہیں کہ حاضرین واقعہ سے سنکر نقل روایت ابن عباس نے کیا ہے اور یہ طریقہ جائز ہے دفعہ شبہہ انہیں ابن عباس سے ایک روایت ابو نعیم نے دلایل اور فضایل میں وارد کی ہے - ان القمر انشق فصار قمرین - یعنی چاند شق ہوکر ایک چاند کے دو چاند ہوگئے اگر کسیکو یہ شبہہ ہو کہ چاند کے برابر دو ٹکڑے ہوئے تمام روایات میں وارد ہے پھر جب دو چاند ہوگئے گیا دوسرا چاند پیدا ہوا اور شق قمر نہیں ہوا یہ اختلاف بیانی کیسی اسکا جواب یہ ہے کہ لغت عرب کو دیکھو اہل عرب تیسری شب تک تو چاند کو ہلال کہتے ہیں اور چوتھی شب سے تیرھویں شب تک قمر

ف
قابل دید جواب ہے

جسکے معنی شق ہوجانے کے اہل لغت لکھ رہے ہیں ایک صاحب کو یہ سوجھی سورۂ قمر کے
لفظ انشق القمر کے معنی یوں تراشے کہ شق قمر نہیں ہوا بلکہ صفائی چاندنی کے چاند سے
جاتی رہی جیسے صبح کا سپیدہ پھیلتا ہے اس تاویل کو قسطلانی شارح بخاری نقل کرکے
اسکو رد کرتے ہیں اسلئے محض لغو اور بے سند یہ تاویل ہے اور غرض اس شخص کی فقط شبہ
ڈالنا وقوع معجزہ پر ہے **دفع مغالطہ** یہ جو سایل نے اعتراض کیا ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا نہوئے
تھے وہ شق القمر کے روز اپنی موجودگی غلط بیان کرتے ہیں مجھے بڑا تعجب یہی تھا کہ ہم اہل اسلام
تو نقل معجزات میں پوری احتیاط کرتے ہیں آخر اس اعتراض کا ماخذ کیا ہے اب ایک روایت
شفاء قاضی عیاض کی ملی۔ وفی رواتہ مجاھد ونحن مع النبی صلعم۔ یعنی مجاہد کی
روایت میں ہے کہ ہم ہمراہ نبیؐ کے تھے مجاہد چونکہ تابعین میں سے ہیں انہوں نے خود رسول
صلعم کو نہیں پایا پھر ان کا ہمراہ نبی صلعم کے ہونا بروز شق قمر کیونکر صحیح ہوگا مگر چونکہ مجاہد نے
عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عمر دونوں سے روایت کی ہے لہذا شاید ہمارے معترز سایل
کو عبد اللہ بن عمر کی روایت پر شبہہ ہوا اسلئے کہ عبد اللہ بن عمر دوسرے خواہ تیسرے برس
مبعث کے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ بروز واقعہ جنگ بدر بقول ابن حجر تقریب تیرہ چودہ برس
کے تھے پس اگر واقعہ انشقاق سال پنجم میں ہوا دو برس کے ہونگے اور اگر سال ہشتم مبعث
میں ہو پانچ برس کے ہونگے پس یہ شبہہ ہمارے معزز سایل کو عبد اللہ کے اشتراک اسم سے
ہوا ہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ عبد اللہ ابن عمر کی روایت میں یہ لفظ کہ ہم ہمراہ نبیؐ کے تھے
نہیں وارد ہے بلکہ عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں مجاہد کے طریق سے وارد ہے جیسا کہ
ہمنے نقل کیا ہے اور قاضی عیاض نے خود کہدیا ہے کہ روایت مجاہد میں جو وارد ہے کہ ہم
ہمراہ نبیؐ کے تھے اور بعض طرق اعمش سے وارد ہے کہ منیٰ میں تھے پس یہ دونوں روایتیں
ابن مسعود کی ہیں اور ملا علی قاری نے بھی شرح شفا میں تصریح کردی۔ ہے کہ روایت مجاہد
کی جو ابن مسعود سے ہے اُسی میں اُنکی موجودگی ہمراہ نبیؐ کے وارد ہے اور یہی مراد مجاہد کی
ہے پس یہ شبہہ کہ جو لوگ ابھی پیدا نہوئے تھے خواہ دو برس کے تھے اسکا جواب تفصیلی تو

بالاتفاق دوسرے صحابی انس ابن مالک بھی معجزہ شق قمر کے راوی ہیں ان سے فقط قتادہ
بن دعامہ نے جو تابعین میں سے ہیں روایت کی اور انس نے بھی یہ دعوے نہیں کیا ہے
کہ میں نے شق قمر کو خود دیکھا ہے بخاری میں دو روایتیں انس سے منقول ہیں پہلی روایت
عن سعید ابن عروبہ عن قتادۃ عن انس ابن مالک ان اھل مکۃ سالو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ ان یریھم ایۃ فاراھم القمر شقتین حتی
راوا حرا بینھما۔ یعنی سعید بن عروبہ قتادہ سے اور قتادہ انس بن مالک سے روایت
کرتے ہیں انس نے کہا اہل مکہ نے درخواست کی جناب رسول خدا صلعم سے کہ ان کو کوئی
معجزہ دکھلانا چاہئے حضرت نے چاند دو ٹکڑے کرکے انکو دکھلایا اسطرح کہ حرا پہاڑ کو بیچ
میں دونو ٹکڑوں کے انہوں نے دیکھا اور دوسری روایت بخاری میں انس سے بطریق
یونس وارد ہے اور بقول قسطلانی صحیح مسلم اور مصنف عبد الرزاق اور مسند احمد اور مسند
اسحق میں بھی ہے مگر اس میں دو مرتبہ شق قمر دکھلانا درج ہے خیر اب قسطلانی حدیث اول
کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے اسلئے کہ انس نے یہ معجزہ بچشم
خود ہرگز نہیں دیکھا اور دوسری روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انس حاضر اس واقعہ میں
نہ تھے اسلئے کہ ان کا سن اسوقت چار یا پانچ سال کا ہوگا اور مدینہ میں تھے اور ملا علی
قادری بھی شرح شفا میں انس کی غیر موجودگی واقعہ شق القمر میں لکھتے ہیں پھر جب محدثین
اہل اسلام خود لکھ رہے ہیں اب کونسی جگہ شبہ کی اور کونسا اعتراض انس کی روایت پر باقی
رہا تیسرے صحابہ عبد اللہ ابن عمر ان سے مجاہد نے روایت کی ہے اور یہ مجاہد
مشہور تابعین سے ہیں اور چونکہ انہوں نے عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عمر دونوں سے
شق القمر کی روایت کی ہے عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہم نے بخاری سے اوپر لکھدی اور
عبد اللہ بن عمر سے مجاہد کی روایت صحیح ترمذی میں یہ ہے وعن ابن عمر قال انفلق القمر
علی عھد رسول اللہ صلعم فقال اشھدوا چاند شق ہوگیا بزمانہ رسول خدا
صلعم تب آپنے فرمایا کہ دیکھو گواہ رہو یا شاہد رہو یہ لفظ انفلق کی جو حدیث ترمذی میں ہے

اجمع المفسرون والمحدثون سوی عطا والحسن والبلخی فی قوله تعالی اقتربت الساعة وانشق القمر انه اجتمع المشرکون بمکة لیلة بدر الی النبی صلعم فقالوا ان کنت صادقا فشق لنا القمر فرقتین قال صلعم ان فعلت تؤمنون قالوا نعم فاشار الیه باصبعه فانشق شقتین رای حراء بین فلقتیه وفی روایة نصفا علی ابی قبیس ونصفا علی قعیقعان وفی روایة نصفا علی الصفا ونصفا علی المروة فقال صلعم اشهدوا اشهدوا فقال ناس سحر نا محمد صلعم فقال رجل ان کان سحرکم فلم یسحر الناس کلهم وکان ذلک قبل الهجرة وبقی قدر ما بین العصر الی اللیل وهم ینظرون الیه ویقولون سحر مستمر فنزل وان یروا آیة یعرضوا الآیات وفی روایة انه قدم السفار من کل وجه فما قدم من احد الا اخبرهم انهم راوا مثل ما راوا ترجمہ مفسرین اور محدثین کا اجماع ہے سوائے عطا اور حسن بصری اور بلخی کے تفسیر میں ایۃ. اقتربت الساعة وانشق القمر کے یعنی سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں ایک مرتبہ شب چہار دہم ادنہجا کو خدمت جناب رسول صلعم کے آئے اور کہنے لگے اگر تم دعوائے نبوت میں سچے ہو تو چاند کو ہمارے واسطے دو ٹکڑے کرو حضرت نے فرمایا اگر میں ایسا کروں ایمان لاؤگے مشرکین نے کہا کہ ہاں حضرت نے انگشت مبارک سے اشارہ کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اسطرح سے کہ حرا پہاڑ دونو ٹکڑوں کے بیچ میں نظر آیا اور ایک روایت یہ ہے کہ آدھا چاند کوہ ابو قبیس پر اور آدھا قعیقعان پہاڑ پر نظر آیا (جسکا منہ ابو قبیس کی طرف ہے بقول صاحب قاموس) اور تیسری روایت میں ہے آدھا چاند صفا پر اور آدھا مروہ پر نظر آیا۔ حضرت رسالتمآب نے فرمایا کہ تم گواہ رہو لوگوں نے انہیں مشرکین میں سے یہ کہا کہ ہمیں محمد صلعم نے جادو کیا ہے ایک آدمی یوں کہنے لگا اگر ہمیں جادو کیا تمام آدمی حاضر اور غیر حاضر سب پر تو جادو نہ کیا ہوگا اور یہ واقعہ ہجرت

بحمد اللہ ایسی عمدگی سے ہوگیا جیساکہ اہل اسلام کا سچا دین ہے اور چونکہ یہ شبہ روایات اہلسنت پر تھا لہٰذا ہمکو زیادہ اہتمام کتب کے دیکھنے میں کرنا پڑا اور الحمد للہ کہ ہمکو پوری کامیابی ہوئی فقط اور ہم شکریہ ادا کرتے ہیں اُن علماء اسلام کا جنہوں نے نقل روایات کی کرکے ہماری بلکہ اسلام کی تائید فرمائی جسکی وجہ سے ہم رد شبہات پر قادر ہوئے اور آٹھ ماہ کی محنت ہماری پوری ہوئی

شکریہ علمای اہلسنت

## شیعوں کے طرق سے روایات معجزہ شق قمر کے واقع ہونے پر

جب اہلسنت کے طرق سے روایات وقوع معجزہ ہذا کو ہم لکھ چکے ہیں یعنی یہ معجزہ ہوچکا ہے اب مذہب شیعہ کی روایات کو لکھکر جو ضروری ہیں اُن کو سمجھائیں واضح ہو کہ شیعہ مذہب کے کسی عالم نے اور نہ کسی محدث نے شق القمر کے معجزہ کا انکار خواہ تفسیر سورۂ قمر کے آیات میں کوئی تاویل کی ہے اور جسقدر ایسی احادیث حضرات ائمہ طاہرین سے منقول ہیں کہ بتوضیح اور تفصیل یہ معجزہ اُن میں وارد ہے اب اُنکو ہم لکھتے ہیں تاکہ دونو مذہب کی روایات باہم متعاضد اور قوی ہوجائیں یہ بات ضرور سمجھنے کی ہے چونکہ یہ معجزہ از قسم مشاہدات واقع ہوا ہے اُسکے بیان میں روایات سے اثبات امور مندرجہ ذیل کی ضرورت ہے (۱) کسوجہ سے واقع ہوا (۲) کس وقت واقع ہوا اور کس تاریخ میں اور کس سال میں (۳) صورت کیسی نظر آئی (۴) کہاں کہاں سے نظر آئی (۵) کتنی دیر تک باقی رہا (۶) درخواست کنندہ اس معجزہ کے کون کون لوگ تھے اور کتنے تھے (۷) خود حضرت معجزنما اُسوقت کس جگہ پر تھے (۸) بعد ظہور اس معجزہ کے اثر اسکا ناظرین پر کیا ہوا (۹) ایک مرتبہ معجزنمائی کی بعد پھر دوبارہ کسی قسم کی درخواست منکرین نے اُسی وقت کی یا نہیں (۱۰) خدا کا حکم اس معجزنمائی پر ہمارے نبیؐ کو آیا تھا یا نہیں اور کون لایا تھا یہ دس باتیں ضروری اس معجزہ کی بیان کرتے ہیں اُن میں دو تین باتیں اہلسنت کی روایات سے معلوم ہوئیں خاص کر ابن عباس کی روایت مندرجہ درمنثور سے اور کل دس کی دس یہ روایات ائمہ طاہرین سے دریافت ہوئیں اب جو فروگذاشت اہلسنت کی روایات میں تھے اُسکی تلافی بھی احادیث اہل بیت سے ہوگئی۔ پہلی روایت بحار میں مناقب سے وارد ہے

اسلام ہوئی اور سبب ہجرت ہوئی اگر بیعت عقبہ نہوتی تو واقعہ بدر بھی نہوتا یہ خلاصہ
روایت اور شرح قسطلانی کا ہے بہر حال یہ چودہ اشخاص بظاہر اس معجزہ کی درخواست
کرنے میں محض مخالفانہ طور سے نہیں آئے تھے اور جن لوگوں کے نام درمنثور میں بروایت
ابن عباس وارد ہیں اگر وہ لوگ بھی اصحاب عقبہ سے تھے فبہا ورنہ وہ محض معاندت
سے آتے ہونگے اسلیے کہ آیندہ جو حدیث مذکور ہوگی اس سے بخوبی ظاہر ہوگا کہ اُس
شب تمام کفار مکہ کی چڑھائی تھی کہ حضرت سے کوئی بڑا معجزہ طلب کریں یا آپکا معاذ اللہ
ساحر ہونا ثابت ہوجائے تفسیر صافی میں اس روایت میں اصحاب عقبہ کے لفظ ہونے
سے کچھ تردد اسکی صحت میں درج ہوا شاید مصنف رح کو اصحاب عقبہ کا قصہ اسوقت یاد
نرہا دوسرا فائدہ تصریح ماہ ذیحجہ کی ہے یعنی یہ معجزہ چودھویں شب ذیحجہ واقع ہوا
اور یہ تصریح جہانتک مجھے روایات ملے ہیں کسی میں نہیں تھے بجز اس حدیث کے تیسرا
فائدہ نزول جبرئیلؑ اگرچہ درمنثور کی روایت ابن عباس میں ہم اوپر لکھ چکے مگر وہ
داب اور آداب جو اس حدیث میں درج ہے وہ اُس میں نہیں ہے جس سے یہ بھی ثابت
ہوا کہ معجزنمائی بدون حکم خدا کے انبیا نہیں کرسکتے تھے چوتھا فائدہ دو مرتبہ چاند
کا شق ہونا جو مجملا روایات اہلسنت میں بھی وارد ہے چنانچہ ابن عباس اور ابن مسعود
کی روایت جو تفسیر تبیان اور درمنثور اور معالم التنزیل لبغوی اور شفا ہی قاضی عیاض
اور مواہب اور بقول قسطلانی صحیح مسلم اور مصنف عبد الرزاق اور مسند احمد اور مسند
اسحق ان سب میں لفظ مرتین کی موجود ہے جسکے ظاہری معنی یہی ہیں کہ دو مرتبہ
یہ معجزہ ہوا اگرچہ ابن حجر نے مرتین کی تاویل ناورست دو ٹکڑوں سے کی ہے بہر حال
اس حدیث سے دو مرتبہ شق ہونے کی پوری کیفیت معلوم ہوگئی اور جو اجمال اُن
روایات میں تھا اُسکی پوری تفصیل گویا جناب صادق نے فرما دی پانچواں فائدہ
سجدۂ شکر بجالانا حضرت کا دونوں مرتبہ جب شق قمر خدا نے کردیا یہ مضمون بھی خاص
اسی حدیث سے ہے اور کیسا سچا اور صحیح ہے اسلیے کہ یہ معجزہ جسکو ام المعجزات

کہنے لگے خدا ے پاک آپکو تحفہ سلام بھیجکر یہ فرماتا ہے ہمنے ہر شئے کو تمہاری اطاعت کا حکم دیا ہے یہ ارشاد الٰہی سُنکر حضرت نے سر اوپر اٹھایا اور چاند کو حکم دیا دو ٹکڑے ہوجاتے ہیں فوراً ہوگیا حضرت نے سجدۂ شکر ادا فرمایا اور ہمارے پیرو با ایمان جتنے اسوقت حاضر تھے اُن سبھوں نے بھی سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر حضرت نے سر اٹھایا اب اصحاب عقبہ نے کہا حکم دیجئے کہ چاند پھر جیسا تھا ویسا ہی ہوجاتے جب ہوگیا اب انہوں نے کہا کہ چاند کا سر انشق ہوجائے حضرت کے حکم سے یہ بھی ہوا پھر دوبارہ حضرت نے مع گروہ مومنین کے سجدہ کیا اب وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے قوم اور قبیلہ کے لوگ شام اور یمن کو گئے ہیں وہ آلین اُنسے ہم پوچھینگے اگر انہوں نے بھی اسیطرح شق قمر دیکھا ہے ہمکو یقین ہوگا کہ قدرت نمائی تمہارے خدا کی ہے اور اگر انہوں نے انکار کیا تو یہ آپکا جادو ہے جو ہمپر چلا ہے تب خدا نے سورۂ قمر نازل کیا اور فرمایا اقتربت الساعۃ الخ میں کہتا ہوں اس حدیث مقدس میں چند فواید عظیمہ ایسے ارشاد فرمائے جن سے پوری اصلیت اس قصہ کی معلوم ہوگئی پہلا فائدہ اصحاب عقبہ کی درخواست اور یہی لوگ وہ ہیں جنکے قبول اسلام سے اسلام کو قوت شروع ہوئی اور اپنی رغبت سے بدون لڑائی جھگڑے کے مسلمان ہوتے پہلے سال چھ آدمی اور پھر بارہ اور پھر ستر آدمی مشرف باسلام ہوتے اور عقبہ بقول قسطلانی منیٰ میں واقع ہے بخاری نے ایک روایت معاذ بن رفاعہ بن رافع سے جو لکھی ہے اسمیں کہتے ہیں کان رفاعۃ من اھل بدر۔ رفاعہ اصحاب بدر سے تھے وکان رافع من اھل العقبۃ اور رافع اصحاب عقبہ سے تھے جو منیٰ میں ہے اور یہ رافع منجملہ چھ یا بارہ یا ستر آدمیوں کے ہیں جنہوں نے قبل ہجرت آپکے بیعت کی تھی رافع اپنے فرزند رفاعہ سے براہ فخر کہتے تھے ماسرنی انی شھدت بدرا بالعقبۃ مجھے اسی کے خوشی ہے کہ میں حضوری عقبہ کی وجہ سے گویا بدر میں حاضر ہوں۔ مراد اسکی تعظیم شان عقبہ ہے کہ وہ بیعت مشاقوت

اور کہانی کرنے میں مشغول تھے۔ اتنے میں بعض لوگوں نے بعض سے کہا کہ محمد صلعم کے
دعوی نبوت اور اظہار خوارق عادات نے ہمکو تنگ کر دیا اب ہمکو کچھ نہیں سوجھتا کہ آخر کیا اُن
سے کہیں (اور کب تک انکار کرتے رہیں) تب بعض لوگوں نے آپس میں یہ کہا کہ چلو آج سب کے
سب اُنسے درخواست کریں کہ ہمکو کوئی معجزہ آسمانی دکھلائیں اسلیئے جادو زمین کی چیزوں پر تو
کبھی چل بھی جاتا ہے اور آسمانی چیزوں پر نہیں چلتا ہے یہ کہکر سب کے سب اٹھکر حضرت کے پاس آئے
اور کہنے لگے اے محمد صلعم اگر یہ خوارق عادات جو تمسے صادر ہوتے ہوتے ہم دیکھ رہے ہیں از
قسم سحر نہیں ہیں تو ہمکو کوئی معجزہ آسمانی دکھلاو اسلیئے کہ جادو آسمان پر نہیں چلتا ہے جیسا کہ
زمین پر چلتا ہے حضرت نے فرمایا کیا تم یہ پورا چاند چودھویں شب کا نہیں دیکھ رہے ہو سبھوں
نے کہا کہ ہاں دیکھ تو رہے ہیں حضرت نے فرمایا تمکو پسند ہے کہ وہ معجزہ اسی چاند پر واقع ہو
وہ کہنے لگے ہمنے اسی کو پسند کیا حضرت نے اُنگلی سے اشارہ کیا اور چاند آدھا آدھا ہو گیا ایک
نصف تو پشت خانہ کعبہ پر (پورب اور جنوب کیطرف) اور دوسرا نصف کوہ ابو قبیس پر جو پورب
اور دکھن طرف خانہ کعبہ سے واقع ہے) اور وہ سب چاند کو اسی حالت پر دیکھ رہے تھے۔ پھر
بعض لوگوں نے کہا کہ اب چاند کو اپنی جگہ پر پھیر دیجئے حضرت نے اشارہ دست مبارک سے
فرمایا اُسی ٹکڑے کی طرف جو ابو قبیس پر نظر آرہا تھا اب دونو ٹکڑے اوڑے اور ہوا میں ملکر ایک
جسم ہو گئے اور چاند اپنی جگہ اصلی پر جو مناسب اُسوقت اور اُسی مکان کے تھے جہاں سے
یہ لوگ دیکھ رہے تھے) جیسا تھا ویسا ہی ٹھہر گیا اب سب کہنے لگے چلو اٹھ کھڑے ہو محمد
صلعم کا جادو آسمان اور زمین دونو پر چل گیا پس نازل کیا خدا نے سورہ قمر کی وہ آیتیں جو
اس قصہ پر مجملاً دلالت کرتی ہیں میں کہتا ہوں اس روایت سے بھی چند فوائد عظیمہ حاصل
ہوتے پہلا فائدہ حضرت کا مقام حجر میں ہونا جو شمال اور مغرب خانہ کعبہ کے ہے اور چاند کا
مطلع جنوبی شرقی اس روز تھا چنانچہ ہم جواب شبہہ (۱۶) اور (۱۷) میں پورا ثبوت اسکا دینگے
اسی تصریح مقام حجر سے جملہ روایات اہلسنت اور شیعہ کی تصدیق ہو گئی جو اختلاف منظر
دیکھنے والوں کے بارہ میں وارد ہیں دوسرا فائدہ یہ بھی اسی روایت سے معلوم ہوا کہ اس

کہنا ضرور ہے تیسرے پوری دلیل ہمارے نبی صلعم کی فضیلت پر جملہ انبیاء کے ہے پس ضرور ہے کہ آنحضرت صلعم مع حضار مؤمنین کے سجدۂ شکر ادا فرمایا ہو یہ بھی یاد رہے کہ چونکہ اس معجزہ کے واقع ہونے سے تصدیق جملہ انبیاء کی دربارہ خبر دہی آثار قیامت ہو گئی اور حشر ونشر اور عذاب وثواب کا ہونا جو خاص نتیجہ بعثت انبیاء کا ہے اسکی بھی تصدیق ہو گئی لہذا سجدۂ شکر بجالانا حضرت کا اپنے اور جملہ انبیا کی سچائی ثابت ہونے کی وجہ سے ضروری فعل تھا جسکو آپ بجالائے تیسری روایت خرائج میں وارد من معجزات النبی صلعم انہ کان لیلۃ جالساً فی الحجر وکانت قریش فی مجالسہا یتسامرون فقال بعضھم لبعض قد اعیانا امر محمد صلعم فما ندری ما نقول فیہ فقال بعضھم قوموا بنا جمیعا الیہ نسالہ ان یرینا اٰیۃ من السماء فان السحر قد یکون فی الارض ولا یکون فی السماء فصاروا الیہ فقالوا یا محمد ان لم یکن ھذا الذی نری منک سحرا فارنا اٰیۃ فی السماء فانا نعلم ان السحر لا یستمر فی السماء کما یستمر فی الارض فقال صلعم الستم ترون ھذا القمر فی تمامہ لاربع عشرۃ فقالوا بلی فقال افتحبون ان یکون الاٰیۃ من قبلہ ومن جہتہ قالوا قد احببنا ذالک فاشار الیہ باصبعہ فانشق بنصفین فوقع نصفہ علی ظہر الکعبۃ ونصفہ الاٰخر علی جبل ابو قبیس وھم ینظرون الیہ فقال بعضھم فردہ الی مکانہ فاومی بیدہ الی النصف الذی کان علی جبل ابی قبیس فطارا جمیعا فالتقیا فی الھواء فصارا واحدا واستقر القمر علی مکانہ علی ما کان فقالوا قوموا فقد استمر سحر محمد صلعم فی السماء والارض فانزل اللہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ترجمہ بعض معجزات سے نبی صلعم کے یہ بھی معجزہ ہے کہ ایک شب کو حضور حجر (یعنی وہ مقام جو خانہ کعبہ کے پیچھے اور اترا اندرون حطیم یعنی دیوار بیرونی کے واقع ہے) میں بیٹھے تھے اور قریش اپنی بیٹھک اور نشستگاہوں میں قصہ

اُس راوی کے منقول ہو جو حاضر موقع نہ تھا یا پیدا نہوا تھا چنانچہ اسکی تفصیل تمہید میں
گذر چکی تیسرا شبہہ کوئی راوی چشم دید اس معجزہ کا وقوع شب کو بتلاتا ہے اور کوئی دن کو
کہتا ہے جواب سورۂ قمر میں جس معجزہ کا بیان ہے اُسکی نسبت کوئی روایت اہل اسلام
کی ایسی نہیں ہے کہ دن کو واقع ہوا بلکہ بالاتفاق سب کا یہی مفاد ہے کہ شب کو ہوا
اور چودھویں شب ذیحجہ تھی ہاں واشنگٹن صاحب نے سیر محمدی میں جو قصہ نقل کیا ہے
چنانچہ ہمنے باب چودہ میں لکھا ہے وہ واقعہ دن کا ہے مگر ہمکو اسلامی تاریخ سے آج تک اسکا
پتہ نہیں ملا ہے اگر صاحب موصوف نے براہ نیک نیتی لکھا ہے تو ہم مسلمانوں کو ایک دوسرا
معجزہ اپنے نبیؐ کا عیسائی مورخ کے بیان سے دستیاب ہوگا ورنہ اسکی جوابدہی انہیں کے
ذمہ ہے اہل اسلام کے ذمہ نہیں ہے مگر اتنا پھر ضرور ہی کہونگا کہ قرآن مجید سے جو شق قمر ثابت ہے
وہ تو ضرور شب کو ہوا ہے چوتھا شبہہ کوئی کہتا ہے کہ آسمان پر ہوا کوئی زمین پر کوئی درمیان
زمین اور آسمان کے بتلاتا ہے جواب یہ بھی غلط ہے سب روایتیں اہل اسلام کی متفق
یہی ظاہر کر رہی ہیں کہ چاند اپنی خاص جگہ پر شق ہوا ہاں سیر محمدی واشنگٹن صاحب میں
جو شق قمر مندرج ہے اگر وہ صحیح ہے تو وہ زمین پر ہوا ہے اور وہ دوسرا معجزہ ہے پانچواں
شبہہ کوئی کہتا ہے ایک مرتبہ اور کوئی کہتا ہے شق قمر دو مرتبہ ہوا جواب اگر مراد سایل کی یہ ہے
کہ دو تاریخ میں جدا جدا ہمارے نبیؐ صلعم نے یہ معجزہ دکھلایا تو بشرط صحت روایت سیر محمدی
واشنگٹن صاحب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں دو مرتبہ اور ایک مرتبہ اسطرح کے ہونے اور نہونے
پر اہل اسلام میں یہ امر اختلافی ہوگا مگر وہ معجزہ جو قرآن میں مذکور ہے اس سے اس
اختلاف کو کچھ تعلق نہیں اور اگر مراد سایل کی یہ ہے کہ اسی معجزہ شبہہ مندرجہ قرآن
کے دو مرتبہ اور ایک مرتبہ ہونے میں اختلاف ہے غلط ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ روایات جسقدر
وارد ہیں اکثر تو مجمل ہیں نہ اُن میں ایک مرتبہ کا ذکر ہے نہ دو مرتبہ کا اور بعض میں مفصلاً دو
مرتبہ دکھلانا وارد ہے اب اُس اجمال کی تفصیل ہوگئی اختلاف اسکو نہ کہینگے ہاں ایک روایت
ابن عباس کی جو اکثر کتب احادیث میں مذکور ہے اُس میں وارد ہے کہ کفار نے بھی درخواست

شب کو تمام شہر کے کفار جا بجا سے معجزہ طلب کرنے آتے تھے اور آگے پیچھے آنا مختلف لوگوں کا
اسی وجہ سے مختلف واقعات بھی درج روایات ہوتے ہیں اسکو بھی جواب شبہہ (۱) میں اچھی
طرح سے لکھینگے۔ تیسرا فائدہ یہ بھی اسی روایت سے ظاہر ہوا کہ قبل اظہار معجزہ شق قمر
کے اسقدر معجزات حضرت نے ظاہر فرماتے تھے کہ اب کفار کو چارۂ انکار نہ تھا اور ضرور کچھ
لوگ مشرف باسلام ہو چکے ہونگے جنکی نسبت روایت دوم میں جناب صادق نے فرمایا ہے
کہ ہمارے شیعہ یعنی پیرو تبھی سجدہ شکر بجالائے پس یہ روایت مصدق حدیث مذکور بھی ہے
چوتھا فائدہ اشارہ انگشت سے چاند کا شق ہوجانا جیساکہ مشہور ہے اُسکی بھی تصریح
اسی روایت میں ہوگئی جیسے روایت مناقب سے گذر چکی ہے پانچواں فائدہ سحر مستمر
کی لفظ جو قرآن مجید میں ہے گویا نقل قول کفار ہے جیساکہ اس روایت سے معلوم ہوا اب
وہی معنی سحر مستمر کے آیات قرآنی میں لینے مناسب ہیں جن معنوں سے کفار نے کہا تھا کہ سحر
آسمان پر نہیں چلتا ہے پس اختلاف مفسرین اس لفظ کے معنوں میں ضروری نہ رہا اور ر
وقوع معجزہ پر یہی دلیل بھی ہوگئی یہی تین روایات معدن عصمت و طہارت کے
اس معجزہ کی نسبت کافی ہیں اگرچہ روایات وقوع شق قمر بہت سے ہیں مگر ہمنے اہلسنت
کی وہ روایات جن میں غلط فہمی سے کچھ شبہات عوام کو ہوتے تھے اُنہیں کو لکھا۔ اور ر
اہلبیت کی بھی تین روایتیں نقل کیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ حاملان اسرار نبوت اور معادن
علم الٰہی کے بیان میں اور دیگر اشخاص کے بیان میں کیا فرق ہے جواب شبہات۔ اب
تمہید کی تقریر کے بعد ہر ایک شبہہ کا جواب بطور اختصار کے مکرر لکھتا ہوں اگرچہ ضمن میں تمہید
ہی کے کل شبہات کا مفصل جواب ہوچکا ہے مگر شاید بوجہ طوالت کے ہر ایک ناظر کتاب ہذا
کو اطمینان نہو پہلا شبہہ کہ قرآن مجید سے اس معجزہ کا ثبوت نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے
کہ پورا ثبوت قرآن سے اسکا ہم لکھ چکے اور تین علماے اسلام کا اختلاف کرنا اُسکی غلطی بھی
ثابت کرچکے دوسرا شبہہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہوئے تھے وہ اپنی چشم دید اس معجزہ کو
کہتے ہیں اسکا جواب یہ ہے ہرگز کوئی روایت اہل اسلام کی ایسی نہیں ہے جس میں چشم دید

عرض بلد یعنی خط استوا سے کتنی دور ہے (۲) مکہ معظمہ خط استوا سے شمالی ہے یا جنوبی (۳) تاریخ وقوع معجزہ ہذا بحساب شمسی و قمری (۴) حضرت اور آپکے اصحاب اور درخواست کنندہ کفار اسوقت کہاں تھے (۵) کتنی دیر تک شق قمر باقی رہا (۶) ان لوگوں کو جو حاضر حضور تھے کس کس مقام پر شق قمر نظر آیا (۷) اور لوگ مکہ معظمہ سے جو دیکھا وہ کہاں تھے پہلا امر اور دوسرا مکہ معظمہ کا عرض بلد ۲۱ درجہ اور چالیس دقیقہ ہے یعنے بحساب میل انگریزی (جو ۱۷۶۰ گز کا ہے) مکہ معظمہ خط استوا سے ۱۴۹۴ میل کسری زاید بطرف شمال کے واقع ہے تیسرا امر تاریخ ظہور معجزہ چونکہ شروع سنہ ہجری یعنی یکم محرم سنہ ۱ ہجری مطابق ۱۶ جولائی سنہ ۶۲۲ء کے تھی بموجب تحقیق مندرجہ لبشارت احمدی مصنفہ مولوی عبد العزیز صاحب سنی المذہب لکھنوی اور ہجرت سے پہلے پانچ خواہ آٹھ سال یہ معجزہ واقع ہوا ہے اب اگر پانچ سال ہجرت سے پہلے اس واقعہ کو مانیں تو سنہ ۶۱۷ء میں یہ واقعہ ہوا اور اس سال ۱۴ ذیحجہ مطابق ۲۶ مئی کے ہوتی ہے جو مطابق ۵۔ جوزا کے ہے اور اگر آٹھ سال ہجرت سے پہلے ہوا تھا تو سنہ ۶۱۴ء میں تھا اور اس سال ۱۴ ذیحجہ مطابق ۱۰۔ اپریل کے ہوتی ہے جو مطابق ۲۱ ثور کے ہے اور دونو تاریخ یعنی ۲۶ مئی خواہ ۱۰ اپریل میں ماہتاب مکہ معظمہ سے جنوب میں نکلتا ہے اسلیئے کہ ۲۰۔ جون خواہ ۱۹۔ کو جو مطابق ۳۰ ماہ جوزا کے ہے آفتاب سمت الراس مکہ معظمہ پر ہوتا ہے اس روز سایہ شاخص وہاں بھی معدوم ہوتا ہے پس اگر ۲۶ مئی کی روایت صحیح ہے اس روز ماہتاب ۳۷۰ میل تخمیناً مکہ سے جنوبی تھا اور اور اگر ۱۰۔ اپریل کو صحیح مانیں اس روز ۱۰۳۸ میل ماہتاب جنوبی تھا خلاصہ یہ کہ بروز شق قمر ماہتاب مکہ سے جنوبی ضرور تھا اور یہ بات اسوقت ہے کہ قوس مدار یومی قمر مطابق ہتحد قوس مدار شمسی کے ہو لہذا اپریل اور مئی میں ماہتاب کے قوس لیلیئے قوس نہاری سے شمال خط استوا میں ضرور چھوٹے ہونگی اب جنوبی ہونا قمر کا بخوبی ثابت ہو چکا جیساکہ ماہران فن پر ظاہر ہے چوتھا امر کہ خود حضرت اور آپکے اصحاب اور درخواست کنندہ معجزہ اسوقت مقام حجر (بکسر حاے حطی و سکون جیم اور آخر راء مہملہ) میں تھے جو خانہ کعبہ کے حطیم یعنے

کی تھی کہ ہمکو دو مرتبہ شق قمر دکھلا دیجئے لہذا آپنے دو مرتبہ انکو دکھلا دیا اس روایت میں اگرچہ
اس تعداد کی توضیح نہیں ہے یعنی کیفیت خاص کہ دو مرتبہ کیونکر دکھلا دیجئے اس میں اجمال ہے
مگر جو روایت ہمنے تفسیر قمی سے لکھی ہے اُس میں اسکی تصریح وارد ہے مگر پہلے کفار کی درخواست پر
دو برابر حصہ قمر دکھلائے پھر انہوں نے درخواست کی کہ ایکی مرتبہ دو ٹکڑے برابر انہوں بلکہ چاند
کا سر اشق ہو جائے یعنے جو حصہ اوپر کیطرف ہے چنانچہ حضور نے اوپر والا حصہ بھی شق کر کے
دکھلا دیا اب اس روایت سے تعدد کی پوری کیفیت بھی معلوم ہو گئی اور جتنی روایتیں اہلسنت
کی طرق سے وارد ہیں کہ شق القمر مرتین یعنی دو مرتبہ اُن کو شق قمر دکھلایا ان سبکے
اجمال کی تفصیل بھی ہو گئی - اور ابن حجر نے جو لفظ مرتین کے معنی دو حصہ کے خلاف قیاس
بیان کئے ہیں کچھ اسکی ضرورت نہ ہے کیونکہ جب شیعہ اور سنی دونوں کی روایات میں یہ تفصیل
بھی وارد ہے کہ دو مرتبہ دکھلایا اور کسی روایت میں تصریح ایک مرتبہ شق کرنیکے نہیں ہے پھر جو اختلاف
سایل کہتا ہے وہ تو ثابت نہ ہا چھٹا اور ساتواں اور آٹھواں اور نواں شبہہ اختلاف
منظر کا ہے یعنے لوگوں کو مختلف مقام پر نظر آیا کسی کو حرا پہاڑ کے نیچے اوپر اور کسی کو ابو قبیس
اور قعیقعان یا صفا اور مروہ وغیرہ پر یہ شبہات بالکل مہمل ہیں اسلئے کہ چاند اور سورج اور دیگر
کواکب کو جس مقام سے آدمی دیکھتا ہے اُسی کے حساب سے مختلف جگہ پر نظر آتے ہیں پس یہ اختلاف
منظر پوری دلیل اس واقعہ کی سچائی پر ہے اور متعدد اشخاص کے گواہاں رویت ہونیکا ثبوت
کامل بھی ہے ہاں اگر ایک ہی آدمی خواہ ایک جماعت ہوتی کہ انہوں نے آن واحد میں چند مقامات
پر چاند کے ٹکڑے دیکھے اُسوقت ضرور یہ امر ناممکن تھا مجملی جواب شبہہ کا تو ہو چکا مگر ہمکو ضرورت
اسکی ہے کہ جو لوگ ہمارے نبیؐ کے ہمراہ تھے جیسے ابن مسعود اور حذیفہ وغیرہ اُنکو جن مقامات پر
پر نظر آیا وہ بیان اُنکا صحیح ہے یا نہیں اس مطلب کے بیان کرتے ہیں ہمکو تاریخ اور جغرافیہ اور
علم ہیئت کیطرف رجوع کرنا پڑیگا دیکھو نگا ابن مسعود اور حذیفہ اور ابن عباس وغیرہ کی
روایات میں جو مقامات چاند کے نظر آنیکے وارد ہیں وہ بقاعدہ علم ہیئت کیسے درست ہیں
اب اس مطلب کے ثابت کرنے میں ہمکو سات باتوں کے دریافت کرنیکی حاجت ہے (۱) مکہ معظمہ کا

اعتراض کیا کیجیے اور عامیانہ شبہات سے کوئی فائدہ نہوگا دسواں شبہہ درخواست کنندگان کے مختلف اشخاص اسکا جواب یہ ہر کہ خرائج کی روایت سے معلوم ہوا کہ اُس شب تمام قریش جا بجا سے طلب معجزہ آسمانی کے درپے ہوئے تھے اسیوجہ سے جس راوی کو جس شخص کا آمادہ ہوکر آنا معلوم ہوا یا جسکا زیادہ کا معاند درپے ایذا دینے سے اُس جناب کے ہونا دریافت ہوا اُسی کا نام اُس نے لیا ہے ابوجہل تو ایسا دشمن تھا بعض روایات سے ظاہر ہے اُسنے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم یہ معجزہ نہ دکھلاؤ گے آج ہیں تمکو تلوار سے قتل کرونگا۔ دیکھو علامہ زاہدی تفسیر کی روایت کو تفسیر حسینی میں اصحاب عقبہ کی تخصیص جو روایت امام جعفر صادق میں ہے اُسکے فوائد کو ہم اوپر لکھ چکے الغرض جب کفار کا ہجوم تھا اور غول کے غول یکے بعد دیگرے چلے آتے تھے ایسے واقعہ کے بیان میں کسی نہ کسی کا نام لیا کسی نے فقط شمار ایک غول کا بتا دیا کسی نے مجملاً کہا کہ کفار قریش جمع ہوکر آتے تھے یہ کوئی امر تناقص کا نہیں ہر گیارھواں شبہہ کوئی کہتا ہر فقط ایک آدمی کو نظر آیا یہ تو بالکل غلط ہے چار اصحاب کی چشم دید کی روایات تو ہم لکھ چکے اور مراسیل صحابہ یعنے جن میں راوی اول کا نام نہیں ہر اُنسے اور خود قرآن مجید کی آیت سے کہ اس معجزہ کو دیکھکر کفار نے جادو کرنیکی تہمت لگائی الغرض ان سب لوگوں کا بچشم دید دیکھنا جب ثابت ہے پھر فقط ایک آدمی کا دیکھنا اسکو سوا ے اُسی شخص کے جو آدمیت کے جامہ سے باہر ہو اور کون کہیگا بارھواں شبہہ اگرچہ سایل نے اسکا ذکر نہیں کیا ہے مگر ہم مثل اور چند شبہات کے جو بیان تمہیدی میں لکھکر دفع کرچکے ہیں اسکو بھی واجب الدفع سمجھکر لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ روایت خرائج میں وارد ہے کہ حضرت نے خود کفار سے کہا کہ تم شق قمر کا معجزہ دیکھنا پسند کرتے ہو اور روایت مناقب اور قمی میں اور تمام روایات فریقین میں یہی وارد ہر کہ قریش نے درخواست کی تھی یہ تناقص کیسا اسکا جواب بھی وہی ہر کہ مختلف گروہ جو اُسوقت آتے تھے اور مقدم موخر آمد رفت اُنکی تھی اُن میں سے کچھ لوگوں نے جو درخواست کی تھی اور وہ درخواست اُنکی مجمل تھی حضرت نے اُنسے از خود فرمایا کیا تم شق قمر دیکھنا چاہتے ہو اور بعض لوگ اپنے جلسہ سے اسکو قرار دیکر آئے تھے انہوں نے خود درخواست

چار دیواری کے اندر بطرف شمال اور مغرب واقع ہے جدھر مغربی سراجنۃ المعلی کا اور مزدلفہ واقع ہے۔ اب چوتھا امر یعنی جن مقامات پر شق قمر ان لوگوں کو نظر آیا وہ کوہ ابو قبیس اور قعیقعان اور منیٰ اور کوہ حرا یہ سب مقامات خانہ کعبہ سے بلکہ مقام حجر سے پورب اور دکھن طرف واقع ہیں کوہ ابو قبیس جسپر مقام شق قمر کی زیارت کو حجاج اب بھی جاتے ہیں اور وہ مقام بنا ہوا ہے وہ تو ٹھیک گوشہ جنوب اور مشرق پر مقام حجر سے ہے دیکھو نقشہ مکہ معظمہ مطبوعہ مطبع ہاشمی میرٹھ سنہ ۱۳۰۱ھ کو اور قعیقعان بقول صاحب قاموس وہ پہاڑ ہے جسکا منہ کوہ ابو قبیس کیطرف ہے اور آج اسکا پتہ اگرچہ نہ ملے مگر اسکا مشرقی جنوبی ہونا تو بتصریح اہل لغت ثابت ہے پھر چونکہ بروایت ابن عباس مندرجہ در منثور کفار کی درخواست بھی ابو قبیس اور قعیقعان پر دو ٹکڑے دکھلانے کی تھی اور چاند کا جنوبی ہونا اس تاریخ ہم ثابت کر چکے لہذا نصف ماہ قعیقعان پر اور نصف کوہ ابو قبیس پر نظر آنا روایتاً اور درایتاً دونو طرح سے درست ہے الحمد للہ اسی طرح نصف پشت خانہ کعبہ پر اور نصف کوہ ابو قبیس پر نظر آنا بھی صحیح ہے اب رہا حرا پہاڑ جو منیٰ میں ہے اور ابن مسعود نے زیر و بالا دونو ٹکڑے اسی کی طرف دیکھے وہ مقام بھی حجر سے پورب اور کسیقدر جنوب میں ہے اور چونکہ اصحاب عقبہ کی درخواست بھی حدیث امام جعفر صادق سے ثابت ہو چکی لہذا ابن مسعود نے منیٰ پہاڑ اور گھاٹی کا ذکر اسی راہ سے کیا ہے جو ضروری ہے اور شاید جبل نور جو درمیان منیٰ اور کوہ ابو قبیس کے ہے اسی کو حرا خیال کیا ہو پانچویں امر سے لغایتہ ساتویں کے چونکہ حضار جلسہ کا ٹھیک موقع ہمنے اوپر لکھ دیا اور باقی رہنا اس معجزہ کا کم سے کم ۳۵ منٹ ہم روایت مناقب سے لکھ چکے ہیں اتنی دیر میں چاند کے مقام رویت کا بدل جانا خاص حضار جلسہ کی نسبت بھی کچھ بعید نہیں ہے اب اگر کسی روایت میں تہ علاوہ روایات منقولہ خاکسار حضار جلسہ کے مقام رویت میں اختلاف بھی ہو تو یہ اختلاف اسی بنا پر ہوگا کسی نے ابتدا میں دیکھا کوئی تھوڑی دیر بعد آیا کوئی آخر وقت آیا اب رہے وہ روایات جس میں صفا اور مروہ پر نظر آنیکا ذکر ہے وہ اور لوگوں کی چشم دید ہے جو مقام حجر میں نہ تھے اور مکہ معظمہ کے اور مقامات میں تھے جہاں سے انکو صفا اور مروہ پر نظر آیا تھا اس میں کوئی مضائقہ ہے نیچرل صاحب ذرا سمجھ بوجھ کر

وثوق نہیں ہے کہ فضلنا بعضکم علیٰ بعض وارد ہے لہذا دونوں گروہ اہلسنت اور شیعہ کے علما سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ بعد ملاحظہ ہماری تحریر کے اگر کچھ فروگذاشت ہوتی ہو اُسکو خود پورا کریں یا ہم کو اطلاع دیں کہ تائید اسلام یہی ہے فقط

## باب ستھرواں خرابی تعدد ازواج پر ایک نیچرل صاحب کی جدید تحقیقات اور نیا شبہہ اور اسکا جواب اور عقلی دلائل سے اثبات وجوب تعدد ازواج

پادری صاحبان اور دیگر مدعیان خرابی تعدد ازواج کے اوہام اور شبہات کے جواب تو اہل اسلام اپنی مذہبی کتب میں بخوبی دیچکے اب ایک فرضی نیچرل صاحب کی طرف سے نیا شگوفہ (دیکھو رسالہ حمیدیہ) کسی نے چھوڑا ہے بقول شاعر خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں۔ گفتہ آید در حدیث دیگراں۔ اور چونکہ ہماری کتاب انتصار الاسلام خاص شبہات نیچریہ میں لکھی جاتی ہے لہذا ہمکو اسی مذاق پر شبہہ نیچریہ کا لکھنا اور اسکی درستی اور نادرستی کا ظاہر کرنا ضرور ہے تاکہ براہ نیچر (قانون قدرت) تعدد ازواج کی خوبی یا خرابی اہل انصاف پر ظاہر ہو جاتے

**سوال فرقہ نیچریہ** مردم شماری سے تمام دنیا کی جو نہایت اہتمام سے کیجاتی ہے جہاں اور صد ہا فوائد ہمکو اسکے پہونچ رہے ہیں اب تو یہ بھی بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ مردوں کا شمار دنیا میں عورتوں سے ہمیشہ کسیقدر زیادہ چلا آتا ہے جو سر اسر مطابقت حکمت سے رکھتا ہی حکمت یہ ہے کہ مردوں میں بوجہ تعب سفر خشکی اور تری اور جنگ وجدل کے اموات زیادہ واقع ہوتے ہیں اسی زیادتی کے مقابلہ میں شمار بھی فطرت نے ان کا زیادہ رکھا ہے تاکہ ہمیشہ اوسط برابر رہے اور مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ رہے کسیوجہ سے کم نہو پھر جب شمار مردوں کا عورتوں سے زیادہ ٹھیرا اب تو صاف ظاہر ہے کہ ایک مرد ایک ہی عورت سے نکاح کر سکتا ہے چار چار زوجہ جیسا کہ شریعت محمدی نے تجویز کی ہے سراسر نظام عالم کے مخالف ہے یہ کیسی شریعت ہے جسکی پابندی سے تین چہارم حصہ مردوں کا بے منکوحہ رہنا لازم آتا ہے اگر ہر شخص چار زوجہ کرے خواہ آدھا حصہ اگر وہ دو دو زوجہ کرے خواہ دو ثلث حصہ مردوں کا بے منکوحہ رہجاتے اگر تین تین زوجہ کرے اور یہ ظلم شریعت محمدی اُسوقت ہے کہ تعداد زن اور مرد کی برابر

کی لہذا اس میں کوئی تناقص نرہا الحمد للہ علی اتمام الباب شکر خدا کہ اس معجزہ کا ثبوت اور رد شبہات
جیساکہ میں نے کیا ہے شاید آجتک کسی کتاب میں درج نہوا ہو سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا وصلی وسلم
علی محمد وآلہ وخیار اصحابہ بعد اختتام اسباب کے مجھے ایک امر ضروری کا لکھدینا مناسب معلوم ہوا اور وہ امر
یہ ہے کہ انکار کرنا کسی معجزہ کا خواہ کسی امر عجیب کا اُسکے اسباب اگرچہ مختلف ہوتے ہیں مگر بعد انکار کرنیکے
پھر ہر ایک منکر ایک ہی وصف پر ہو جاتا ہے شق القمر کے منکرین کے جو ہمنے پانچ فرقہ لکھے اور اُن میں ایک
فرقہ اہل اسلام کا بھی ہے جیسے حسن بصری اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اگرچہ انکو ہمارے پیمبر کے
معجزنما ہونے میں شک نہو مگر چونکہ اس معجزہ خاص کا انکار براہ غلط کاری کر چکے اب اپنی بات کی پچ
کرنے پر تل جاتے ہیں چاہے کچھ ہو پیمبر کا معجزہ مشکوک ہو جائے دین میں شبہہ پڑیں قرآن مجید کی تاویل
ناجائز کیوں نہو مگر اپنی بات بالا رہے اسی معجزہ شق القمر کو لیجیے جو منصوص قرآنی ہے اور رسالہ دافع
الشقاق وغیرہ کو دیکھیے کیسی کیسی تاویلات اور احتمالات کے درپے وہ لوگ ہوئے ہیں مجھے اسکے لکھنے کی
ضرورت نہیں ہے اور میں جب اسکا معتقد ہوں کہ سوا معصوم اور محفوظ من اللہ کی خطا سے کوئی ہرگز
بری نہیں ہے پھر ہمکو اپنی خطا کا انکار کرنا اور اُسپر اڑے رہنا بجز خرابی زیادہ پیدا کرنیکے اور کوئی نتیجہ نہ دیگا
ہم جس زمانہ شیوع دہریت میں پیدا ہوے اللہم احفظنا ہمکو یعنی جملہ اہل اسلام کو اسوقت ایسی کوشش
مجموعی اور اتفاقی کرنی چاہیے کہ اسلام پر جو جدید شبہات بسبب تعلیم زندقہ اور الحاد کے جو حملات پیاپی
اہل زمانہ کے ہو رہے ہیں انکو روکنے کے درپے ہوں اور آپس کی نزاع خانگی مثلاً سنی شیعہ مقلد غیر مقلد اسکو
بالای طاق رکھدیں اگر ایسا نہ کرینگے تھوڑے دنوں میں اہل اسلام کا نام لینیوالا نظر نہ آئیگا اسی غرض سے
ہمنے اپنے برادران اسلام اہل سنت کے روایات اور اقوال کی درستی پر زیادہ اسباب میں زور دیا ہے
گو ہماری کوشش نقار خانہ میں طوطی کی آواز کے برابر ہے مگر امید ہے کہ اور علماء اہلسنت وشیعہ جو ہمسے پایہ تحقیق
میں درجہ اعلی پر ہیں وہ ہمسے زیادہ ان شبہات کی رد میں کوشش فرمائینگے اور جسقدر کمی تحقیق میں ہمسے
کسی مقام پر ہوئی ہے اُسکو پورا کرکے اپنی قرآن اور اپنے نبی ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
معجزات کو شبہات ملاحدہ سے پاک کر دینگے اگرچہ ہم نے شق القمر کے معجزہ کا ثبوت عقلی اور
نقلی دلایل سے اپنی لیاقت سے پورا دیا ہے مگر پھر بھی چونکہ ہم کو اپنی لیاقت پر چندان

بیانی کا اقرار نہ کرونگا۔ الغرض ایسی لغو اور نامعتبر مردم شماری پر بنا کر کے مردوں کی تعداد عورتوں
سے زیادہ خیال کرنی آپ ہی جیسے فلاسفر کا کام ہے اور پھر اُسپر انتظام عالم کو جاری کر دینا
دوسرا جواب مردم شماری اگر سچی اور صحیح طور سے تسلیم بھی کر لیجاتے تو ایک امر محال عادی
ہے اسوقت مردوں کا شمار عورتوں سے زیادہ ہونا جسکو نیچرل صاحب فطرت کے مطابق کہ رہے
ہیں اگر یہ دلیل شمار مردوں کا زیادہ چاہتی ہے تو آیندہ ہم دلایل عقلیہ جو لکھتے ہیں انکا مقتضا
یہ ہے کہ عورتوں کا شمار مردوں سے دہ چند بلکہ اور زیادہ ہو تب جا کر قانون توالد اور تناسل ٹھیک
جاری رہے اور حالانکہ عورات کا دہ چند ہونا کسی طرح سے مسلم نہیں ہے اور پھر بھی سلسلہ توالد
اور تناسل اپنے انتظام سے برابر جاری ہے لہذا مردم شماری پر بنا کر کے نہ ایک زوجہ اور نہ
چار اور نہ دس کرنیکو ہم درست اور نادرست کہ سکتے ہیں بلکہ ہمکو یوں سمجھنا چاہیئے کہ فطرتی
اصول نے زن اور مرد کی تعداد میں کمی اور بیشی ہمیشہ ایسی مقدار سے رکھی ہے جسکو ہم
تحقیق نہیں کر سکتے کہ سلسلہ بقاء نوع میں بوجہ توالد اور تناسل کے خرابی نہ پیدا ہو ہم اسوقت
اپنے تئیں ایک پابند مذہب اسلام سمجھ کر تعدد ازواج کے مسئلہ میں بحث کرنی پسند نہیں
کرتے بلکہ ایک آزاد خیال اور فلسفی مزاج بنکر اس مسئلہ میں تحقیق کے درپے ہونا پسند کرتے
ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت کا حکم تعدد ازواج کا بر راہ عقل سلیم کسقدر درست
یا نادرست ہے [illegible]
اب ذرا آپ مذہب اسلام سے تعصب کو اٹھا کر ہمارے دلایل کو ملاحظہ کیجیئے اور مردم شماری
جو ایک مظنون اور فرضی امر ہے اسکو عوام فریبی کے صیغہ میں رکھکر اصلی مصالح اور
حکمت الہی فطرت پر نظر کیجیئے ٭ دلایل وجوب تعدد ازواج چونکہ بقاء نسل
کا سلسلہ نر و مادہ حیوان کے باہم جفت ہونے سے فطرت نے بطور عادت جاری فرمایا
ہے لہذا اصول طبعی اور معنی اخلاقی کی رو سے ہمکو لازم ہے پوری تحقیق کریں کہ یہ سلسلہ
تعدد ازواج سے قایم رہ سکتا ہے یا ایک ہی زوجہ کے اختیار کرنے سے پہلی دلیل فطرت
یعنی قانون الہی یا اشاعت نیچر ہے سلسلہ توالد اور تناسل حیوانات کا عموماً نر اور مادہ کے

ہوتی چہ جائیکہ مردوں کی تعداد زیادہ ہے فرض کرو کہ تعداد مردوں کی بارہ ہے اور عورتوں
کی بھی بارہ ہے اگر ایک بارہ کو چار چار [illegible] تو حاصل [illegible] تین سے تین تین آدمی منجملہ
بارہ کے صاحب زوجہ ہونگے اور نو آدمی عُزّاب یعنی مرد بے زن ٹھہرے جن کی نسبت اہل
اسلام اپنے نبی کا قول بیان کرتے ہیں شرارکم عُزّابکم اسی طرح دو دو زوجہ کرنیسے
چھ آدمی بے زوجہ رہتے ہیں اور تین تین زوجہ کرنیسے آٹھ آدمی داخل عُزّاب میں ہونگے۔
پس ایسی شریعت جسکا ظلم بحق مخلوقات الٰہی ایسا کھلا ہوا ہے کیونکر شریعت عادلہ الٰہیہ
ہوسکتی ہے اور ایسا نبی جو مرد بے زن کو بدترین امت بھی قرار دے اور خود ہی تعداد ازواج
کو جائز بلکہ مسنون قرار دے کر اُن کو بدترین امت بنائے کیونکر نبی اور فرستادہ خدا ہوسکتا ہے
دفع دخل اگر کسی کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ جب تعداد مردوں کی زیادہ ہے اب تو ایک زوجہ کرنے
سے بھی جسقدر زاید مقدار مردوں کی ہے اُنکا جفت باقی نہ رہا اس سے لازم آیا کہ ایک زوجہ بھی
کرنی نہ چاہئے اسکا جواب یہ ہے کہ بعض موانع قدرتی مردوں میں ایسے پیدا ہوتے ہیں
کہ اُن کو نکاح کرنیسے وہی موانع روکتے ہیں اور اُنکا بے منکوحہ رہنا ضروری ہے ایسے
لوگ اُسی زیادتی کا جبر و نقصان کردیتے اور کوئی حرج لازم نہیں آتا **جواب اول** پہلے
تو ہم اسی مردم شماری کی صحت اور غلطی پر بنا کرکے کہتے ہیں کہ یہ مردم شماری جو تمام دنیا میں
کیجاتی ہے اسکے صحیح ہونے پر کونسی دلیل نیچرل صاحب قایم کرسکتے ہیں یوروپ کے
مہذب تعلیم یافتہ اگر ہم فرض کریں کہ ہر گانوں اور ہر قریہ میں ایسے ہی سچے اور راستباز آدمی
مردم شماری کرتے ہیں کہ ہرگز اُن کی رپورٹ میں ایک نمبر کی کمی و بیشی ہو نہیں سکتی پھر
ایشیا اور افریقہ اور خاصکر ہمارے ہندوستان کی مردم شماری جسنے دیکھی ہے کہ وہی چوکیدار
مست اور متوالے جنکو تین اور پانچ میں بھی تمیز بوجہ مستی شراب کے نہیں ہوتی اور وہی
بیگار یعنی بلا اجرت کام کرنیوالے جاٹ اور گوجر اور چمار اور بھنگی جنکو مردم شماری کے فواید
تو درکنار ہزاروں طرح کے اشتباہات اپنے ضرر کے لاحق ہوتے ہیں وہ بھلا کب سچ شمار
ظاہر کرسکتے ہیں بلکہ میرا تجربہ جہانتک ہے وہاں تک تو میں سوائے غلط بیانی کے ہرگز راست

کی عمر تک ہے اور لیاں کی کتاب ڈیکل جوریسپروڈنس صفحہ ۲۳۲ پر کیسپیر نے ۹۰ سال کی
عمر تک مرد کی منی میں قوت نطفہ دینے کی تجویز کی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ اختلاف مدت فضلائے
ڈاکٹران یوروپ کا عجب نہیں کہ اختلاف بلاد اور اقالیم کیوجہ سے ہو رہا ہے چنانچہ وسط ایشیا
میں آج بھی دو ایک آدمی ۲۵۰ سال کی عمر کے زندہ موجود ہیں جیسا کہ بعض سیاحان یورپ
کا بیان ہے سو برس کی عمر کی نسبت یورپ کے عقلا کا یہ قول ضرب المثل ہے کہ آدمی سو
سال زندہ رہنے کے واسطے پیدا ہوا ہے اور کچھ شک اس میں ان کو نہیں ہے جسطرح قدیم
اطبا ۱۲۰ کہتے تھے اب رہی عورت چونکہ اسکو حاملہ ہونا اور درد زہ کی ایذا اٹھانی اور دودھ
پلانے کا تعب اور حیض اور استحاضہ کا درد یہ سب اسکی قوت کو گھٹاتی ہیں لہذا حکمت
الٰہی نے براہ ترحم تجویز فرمائی کہ پچاس سال خواہ پچپن برس اور ہمارے نبی کے قول سے
قریشی عورات میں ساٹھ سال کی عمر سے زیادہ اس پر بچہ کشی کا بار نہ ڈالا جاتے لہذا اسی
عمر میں اسکا خون حیض بند کر دیا جسکی وجہ سے ہم بستری مرد کی بخیال ضائع ہونے نطفہ کے
بیکار ہے اور پندرہ سال ابتدائی عمر زن و مرد کے بھی قابل ہم بستری کی بنظر مصالح طرفین
کے نہیں جسکو علم طب ثابت کرتا ہے اب ثابت ہو گیا کہ عورت منجملہ سو سال ایام عمر کے فقط
(۳۵) برس قابل ہم بستری کے ہے اور مرد منجملہ سو برس کے ۸۵ سال قابل نطفہ دینے کے اب
اگر قانون فطرت مرد کو پابند ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا کرتا تو کسقدر حصہ مرد کی عمر کا باوجود
قابلیت نطفہ دینے کے ضائع اور برباد ہوتا چنانچہ اس فرض میں پورے پچاس سال مرد کی عمر
کی رو سے نطفہ دینے کی قوت بیکار ہوئی جاتی ہے مرد اور عورت کی ہم سنی اور اختلاف عمر
کی جتنی صورتیں عقلی ہو سکتی ہیں ان میں کم سے کم یہ ہے کہ مرد کی عمر پچاس سال اور عورت کی
عمر پندرہ برس کی ہو جب باہم نکاح کریں پھر اگر مرد سو برس زندہ رہے تو پندرہ سال اس فرض
میں بھی ایک عورت کی پابندی سے اسکو بیکار رہنا پڑیگا اسلئے کہ یہ عورت ۳۵ سال قابل
ہم بستری کے ہے اور مرد پچاس سال کی عمر کا ابھی پچاس سال قابل نطفہ دینے کے ہے
پس پچاس منفی پینتیس برابر پندرہ سال یہ بھی بیکار رہیگا اور اگر مرد پندرہ سال کی عمر میں کسی

ذریعہ سے براہ عادت رکھا ہے اور یہ عادت انسان میں توالد اور تناسل کی حضرت آدمؑ
سے تو بذریعہ تاریخ اچھی طرح سے بتواتر معلوم ہو چکی ہے اگرچہ خود اس جناب کی خلقت اور
اُن کی زوجہ حضرت حوا کی اور نیز جناب روح اللہ حضرت عیسیٰؑ کی خلاف قانون عادی کی
ہوئی ہے اور کچھ اس میں شبہ نہ کرو جب علم جے اک ناسی کے مدعی جیسے حکیم ابیقور
وغیرہ انسان کے خود رو ہونے کے قایل ہیں۔ (دیکھو انتصار الاسلام کے صفحہ الثنی کو)
جس سے سارے استعجاب ہمارے سر سید احمد خان صاحب اور مریدان خاص کے دربارہ
ولادت حضرت عیسیٰؑ دور ہو گئے اور قدرت قادر بیچون کا پابند اس نیچر کے ہونا ثابت ہوتا ہے
اور ہم بھی لکھینگے بہر حال زن اور مرد کا پیدا کرنا یا خود رو ہونا کسی طریقہ سے فرض کرو غرض
اُسکے توالد اور بقاء نوع ہے جو اہم امور ہے اور توالد اور تناسل کی زیادہ مقدار کی ضرورت اس
وجہ سے ہے کہ فناء نوع کے اسباب قتل و باء طاعون گزیدن حشرات قصاص اور خود کشی وغیرہ
ایسے حوادث ہیں کہ اگر بکثرت سلسلہ توالد جاری نہ رہے چند سال میں نوع انسان کا پتہ بھی نہ لگے
اسی وجہ سے جو فعل منجر بہ قطع نسل ہے براہ فطرت جرم سنگین قرار دیا گیا ہے اور شریعت ہای
انبیا علیہم السلام نے بھی پوری سزا ایسے فعل کی تجویز فرمائی ہے مثلاً مرد کو نامرد بنانا خواہ
عورت کو بانجھ کر دینا خواہ حمل کا اسقاط کر دینا وغیرہ وغیرہ بلکہ عزل یعنی رحم سے باہر مرد کو
اپنی منی کا گرانا خواہ جلق اور نغیرہ جو ایک فعل قبیح طریقہ انزال کا ہے یہ بھی بانیان شریعت
نے حرام اور گناہ کبیرہ فرمایا ہے اللّٰھم صلّ علیھم اجمعین پھر جب زن اور مرد کی
ہمبستری بذریعہ توالد اور تناسل ٹھیرے اب ہمکو ضرور ہے کہ زن اور مرد کی قابلیت نطفہ دینے
کی انہی کے اعتبار سے ازدواج اور مناکحت کی حد مقرر کریں اور ایک زوجہ خواہ ایک سے زیادہ
اسکی تعداد بموجب قانون الٰہی اہم اور ضروری سمجھیں تاکہ غرض توالد پوری ہوتی رہے اب
دیکھو مرد کو قابلیت نطفہ دینے کی سو برس کی عمر تک ہے جیسا کہ ڈاکٹر ٹیلر کے مڈیکل جورسپروڈنس
جلد دوم صفحہ (۲۹۲) طبع چہارم میں لکھا ہے اور ڈاکٹر کرلنگ نے (۸۶) سال کی عمر تک اور
ونگیسٹر نے (۱۰۰) برس کی عمر سے (۱۰۶) تک اور رینر نے (۲۴۰) اور خود ٹیلر کی رائے وہی سو سال

سال میں سے پچیس برس منہا کرو تو دس سال منجملہ سو سال کے مرد سے کام نطفہ دینے کا لیا گیا اور ۹۰ برس اسکو بیکاری میں گذرتے اگر ایک ہی عورت کا پابند ہوتا اور اگر ساڑھے سات برس ایام حمل میں ہم بستر نہوا تو ساڑھے ستائیس برس منجملہ سو سال کے اُسنے بجا آوری خدمت نطفہ دینے کی اور ساڑھے بہتر برس پھر بھی بیکار رہا یہ کیسا ظلم شدید اُسپر تھا اگر پابند ایک ہی منکوحہ کا کیا جاتا لیجے نیچرل صاحب بہادر تیسری دلیل پھر ساڑھے ستائیس برس میں ایام حیض کم سے کم فی ماہ ۳ یوم اور زیادہ سے زیادہ فی ماہ دس یوم اور بھی عورت قابل ہم بستری کے نہیں اسلئے کہ ایام حیض کا نطفہ اگر ٹھیر جاتے بچہ کو جذام کا مرض ہوتا ہے اسی حکمت سے شریعت محمدی نے ایام حیض کی ہم بستری حرام فرمائی ہے اور اخلاقی علما کا تجربہ ولد الحیض کی نسبت اور کچھ ہے (عاقلان خوب میدانند) بہر حال اگر فی ماہ دس روز ایام حیض کی فرض کرو تو ساڑھے ستائیس سال میں فی سال ایکسو بیس روز حساب سے ۲۷ × ۱۲ = ۳۳۰۰ دن یعنی نو سال اور دو ماہ ایام حیض کے بھی مجرا ہونگے الہذا اٹھارہ سال اور چار ماہ منجملہ ساڑھے ستائیس سال کے قابل ہم بستری کے ہوگی اور اگر فی ماہ تین یوم حیض کے رکھو پھر بھی دو سال اور نو ماہ ساڑھے ستائیس سے نکلکر چوبیس سال اور ۹ ماہ قابل ہم بستری کے ہوگی اب اگر ایام دودھ پلانیکے بھی مجرا کریں تو سو سال کی عمر میں پندرہ سال ابتدائی عمر کے چھوڑکر پچاسی برس میں کل چھ برس اور آٹھ مہینے عورت قابل ہم بستری کے ٹھیرتی ہے پس اگر ایک ہی عورت کی پابندی مردوں سے قدرت کراتی تو سو سال کی عمر میں اٹھتر سال چار ماہ ہمکو اپنی عمر ضائع کرنی پڑتی یہ کتنا بڑا ظلم ہمپر ہوتا اگر شریعت ہمکو پابند ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا کرتی یہ بھی معلوم رہے کہ یہ صورت اٹھتر سال چار ماہ کی اگرچہ فرض واحد پر ہے اور دوسرے فرض پر اور اس میں بھی تداخل ایام کی شمار سے کمی بیشی ضرور ہے مگر محاسب کو بعد پوری منہا اور مجرا کرنے کے ساٹھ پینسٹھ سال کی بیکاری ضرور تسلیم کرنی پڑیگی وہ کیا کم ہے ہمنے بہ نظر اختصار کے کل حسابات کو درج نہیں کیا ہے یہ نتیجہ نیچرل خیالات کا ہے جنکو اپنی عقل پر بڑا ناز ہے اور احکام الٰہی پر معترض ہوتے ہیں یہ خرابی

عورت پینتالیس سال کی عمر والے سے بہ ضرورت خاندانی وغیرہ نکاح کرے اب کہ یہ عورت پچپن سال کی عمر تک قابل ہم بستری کے ہے پس گویا دس سال تک ایسے مرد کو اس سے ہم بستری کرنی مناسب ہوگی اور ۱۵+۱۰=۲۵ برس کی عمر سے لغایۃ آخیر عمر ۵۰ برس اسکے بیکار جانے سے کتنا بڑا ظلم اسکے حق میں قدرت کا لازم آتا اگر ایک ہی عورت سے نکاح کا پابند کیا جاتا اسی حکمت اور عدل و انصاف اور بندہ پروری کی نظر سے شریعت محمدی نے چار نکاح دوامی اور غیر محدود نکاح منقطع (بنابر مذہب شیعہ اور کنیزان شرعی سے ہم بستری کی آزادی عطا فرماتے اور جسقدر اسکو طاقت ہو جو خدمت نطفہ دینے کی آدمی کو سپرد فرمائی ہے اسیقدر تعدد ازواج سے اسکو بجا لاتے اور بقاء نوع جو غایت اس قوت عطا کرنے سے ہے اسکا پورا سرانجام کرتا ہے واضح ہو کہ یہ پندرہ سال خواہ پچہتر برس بیکاری مرد کے فقط عمر کے لحاظ سے ہم نے لکھے ہیں اب ذرا اور موانع ہم بستری کے جو عورتوں میں علاوہ امراض کے پیدا ہوتے ہیں اُن کو بھی خیال کیجیے دوسری دلیل پینتیس برس عورت کے جو قابل ہم بستری کے ٹھیرے اُن میں زمانہ حمل اور زمانہ دودھ پلانے بچہ کا بھی لحاظ کیجیے نو ماہ زمانہ حمل اور اکیس مہینے دودھ پلانے کے جملہ تیس مہینے بھی قابل ہم بستری کے نہیں ہوتے وحمله وفصاله ثلثون شهرا اسلیئے کہ زمانہ حمل میں ہم بستری سے نطفہ ضائع ہوگا اور ٹھیر گیا تو بڑی ایذا عورت کو اور خرابی مولود کو ہوگی اور زمانہ ارضاع یعنی دودھ پلانے میں اگر ہم بستری سے نطفہ ٹھیر گیا اس شیرخوار بچہ کو ضرر پہونچیگا جو دودھ پی رہا ہے اور اگر نطفہ نہ ٹھیرا ضائع ہوگا اگر یہ خیال ہو کہ دوسری عورت سے دودھ پلاتے اسلیئے کہ ہر شخص کو مقدرت نہیں ہے کہ دایہ رکھے بہر حال اب فرض کرو کہ کسی عورت کے دس بچہ پیدا ہوتے اور زندہ بھی رہے پھر چونکہ ہر مرتبہ کی ولادت اور دودھ پلانے میں تیس ماہ اس سے ہم بستری متروک رہے لہذا ۳۰×۱۰=۳۰۰ مہینے یعنی پچیس سال منجملہ ۳۵ سال کے مرد کی بیکاری اور شر ہے اور اگر فقط زمانہ حمل میں ہم بستری نہ کیجاتے پس ۹×۱۰=۹۰ ماہ یعنی ساڑھے سات برس منجملہ ۳۵ سال کے مرد کی بیکاری لازم آتے اب اگر پینتیس

طبیب اشخاص ہیں شاید انکو بھی کسی کے انتخاب جفت میں ان امور کے لحاظ کا آج
تک موقع نہ ملا ہوگا اور مجھے خوف ہے کہ میرے اس بیان کو مصنف کا ایک فرضی بیان تجویز
کرینگے مگر حکیم علام تعالیٰ شانہ جسکو ہر طرح سے اپنے بندوں کی بہبودی اور راحت رسانی
اور آرام دہی پر نظر ہے اُس نے جملہ آفات اور صدمات سے بچنے کی راہ بھی ہمکو بتلا دی
اور نجات کے طریقے بھی ہمکو بتلا دیے ہیں اور فرما دیا وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ اب میں خیال
کرتا ہوں اور سبکو یاد دلاتا ہوں کہ قانون الٰہی یعنی حکم شریعت در بارہ ازدواج اور در بارہ
مناکحت ایسا عام اور سراسر مفید ہونا چاہیئے کہ بہ لحاظ انہیں امور خلقی کے جو باعث توالد اور
تناسل اور اتحاد زن اور شوہر کے ہیں یا اور امور جنکو ہم سخت امراض میں لکھینگے ہمکو پابند منکحہ
واحدہ کا نہ کرے اور اگرچہ ہم اپنی جہالت اور نادانی سے انتخاب جفت کے قواعد کو نہ جانیں
یا کہ دیدہ و دانستہ تغافل کو راہ دیں یا کسی بادشاہ کے حکم سے ان اصول کو برتنے نہ پاویں
پھر بھی قطع نسل سے ہمکو کسیطرح کا صدمہ نہ پہونچے اور تعدد ازواج کے ذریعہ سے تلافی ان امور
کی ہمیشہ کرتے رہیں اللہ نے فرمایا فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ نکاح کرو جسقدر تمکو خوش آئے ہو اور تمہاری
لذت اور آرام اور افزونی نسل کے لائق ہو ایک اور دو دو اور تین تین اور چار چار اور باوجود
تعمیم اجازت کے پھر اگر کوئی عیب منجملہ عیوب مذکورہ بالا پیدا ہو یا کہ پہلے سے تھا اور اب
معلوم ہو وسیع دروازہ طلاق کا ایسا کھول دیا جس سے کسی قسم کی ایذا مرد کو اور بذریعہ خلع
کے نہ عورت کو باقی رہے طلاق کا مسئلہ اسی مبحث میں بہ تفصیل مذکور ہوا اور نہ اسکا
جداگانہ مقام آتا ہے اور اگر بر خلاف اسکے قانون الٰہی یہ ہو کہ ایک ہی عورت کا پابند کرتا اور
بوجہ سوء اتفاق یا ضرورت خاندانی مثل حفظ نسب وغیرہ یا ضرورت تمدنی مثل فقر و تونگری
یا ضرورت سلطنت جیسے بکروٹ فوج کی خانہ ویرانی خواہ فریب دہی اسی عورت کی
بوجہ حسن و جمال ظاہری یا تسخیر قلب جو علم ریمیا یا سیمیا سے متعلق ہے یا علم خواص حروف
متحابہ سے جسکو ابھی نیچرل صاحب نہ مانینگے یا اثر مسمریزم کے ذریعہ سے کہ معمول کی اعضاے
باطنی پر اثر پڑتا ہے اور ایسا اتحاد اور تعلق معمول کا عامل سے ہو جاتا ہے کہ اسکی محبت میں

تو فقط بہ نظر خاصت اور طبیعت زن اور خلقی امور کے ہے **چوتھی دلیل وجوب تعدد ازدواج کی** بہ نظر اختلاف مزاج طبعی زن اور مرد کی (۲) ایضاً نمبر ۱ اختلاف اقسام پنجگانہ زن کے جیسے ڈنکنی اور چترنی اور ہستنی اور پدمنی اور سنکھنی جن سے آج کل بحث متروک ہے بلکہ یورپ کے فلاسفروں نے قطعی ناجائز کردیا ہے اور اسکی تحقیق کو بے شرمی پر محمول کیا ہے گو اس سے وہ چند امور کا برتاؤ ہو رہا ہے اور طبیب اور ڈاکٹر کو اسکا پہچاننا ضروری ہے جسکو ہم جلد دویم میں انشاء اللہ لکھینگے (۳) مساحت میں آلہ یعنی رحم زن اور آلہ تناسل مرد کے مطابقت اسلئے کہ توافق انزال مرد و زن جو استقرار نطفہ کی شرط ضروری ہے۔ بدون مساوات اور مطابقت آلہ کی براہ تجربہ اور دلیل عقلی محال ہے اگرچہ یہ شناخت مرد کے آلہ کی بحس بصر اور عورت کی رحم کی بہ نظر حس لمس ہو سکتی ہے مگر علماء علم کوکہ اور قیافہ طبعی نے چند علامتیں بھی لکھی ہیں مثلاً ناک اگر مرد کی بڑی ہے درازی آلہ تناسل پر دلیل ہے اور اگر عورت کی ناک بڑی ہو کوتاہی رحم پر دلیل ہے یا قد چھوٹا مرد کی کوتاہی آلہ پر اور عورت کی درازی رحم پر دلیل ہے اور قد کے ساتھ ناک کی چھٹائی بڑائی پر لحاظ کرنے سے چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں جو ظاہر ہے (۴) توافق شکل مخروطی رحم اور آلہ مرد کا خواہ شکل اسطوانہ جو ارواء اشکال ہے دیکھو علم تشریح قفسینا لیوجی کہ اسکی وجہ سے التذاذ طرفین پیدا ہو کر استقرار نطفہ کا نہیں ہوتا ہے اور در صورت مخالفت ایذائے مدخولہ ایسے ہوتی ہے کہ آخر نوبت جدائی اور افتراق کی ہوتی ہے۔ (۵) رتق کا مرض خلقی جو مانع مجامعت ہوتا ہے اور تناسل کی امید نہیں ہوتی (۶) عقر یعنی بانجھ ہونا عورت کا علاوہ مرض رتق اور اسباب خلقی سے پھر اسکے بعد اور موانع حمل غیر طبعی جنکو ہم امراض کی بحث میں لکھینگے یہ سب امور ایسے ہیں کہ ان کی شناخت قبل از نکاح بروقت خطبہ (منگنی) کے ہو سکتی ہے مگر مہذب اور تعلیم یافتہ قوم میں تو شاید فیصدی چار آدمی ایسے ہونگے جو انتخاب جفت میں ان قواعد کو پورا کرتے ہوں ورنہ عام اخلاق کو تو اسکی خبر بھی نہیں ہے ہماری کتاب کے ناظرین جو اسوقت تک اکثر اہل علم اور

تین قسمیں فرمائی ہیں (۱) مرض مجازات جو کفارہ گناہاں امت ہوتا ہے کہ بعض گناہوں
سے پاک ہو کر دنیا سے جائیں (۲) مرض ابتلا ایسے امراض جو بچوں کو ماں باپ کے امتحان
صبر اور شکیبائی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اسپر جو شبہ دہریونکا ہے اسکا جواب صادق
آل محمدؐ نے بخوبی دیدیا ہے یہ دونو قسم کے امراض کسی دوا اور علاج سے اچھے نہیں
ہوتے بلکہ طب روحانی ہیں صدقہ اور دعا اور نماز و روزہ وغیرہ انکے رفع کرنے کیواسطے
مقرر فرمایا ہے۔ دیکھو احتجاج طبرسی رح میں مناظرہ ایک دہریہ (نیچرل) کا امام جعفر صادقؑ
سے اور خوب دیکھو کہ عالم علوم ربانی ایسے ہوتے ہیں (۳) امراض مزاجی جو سوء مزاج
سادج یا سوء مزاج مادی سے پیدا ہوتے ہیں اور جنکا علاج طب جسمانی کے اقسام مندرجہ بالا
سے کیا جاتا ہے جنکو میں بھی کسقدر جانتا اور پچپن برس سے کرتا ہوں اگر کسی دہریہ کو یہ شبہہ
پیدا ہو کہ جب شناخت مرض مزاجی اور مرض مجازات اور مرض ابتلا کی شریعت محمدی نے نہ
بتلائی پھر کیوں حکم دیا کہ علاج امراض میں طبیب کیطرف رجوع کرو اسکا دفع یہ ہے کہ طبیب
حاذق اپنے اصول کے ذریعہ سے ضرور شناخت کرسکتا ہے اور معہذا لک دعا اور صدقہ
کو ہر مرض میں مستحب اور مسنون اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ اگر مرض غیر مزاجی ہے مریض
کو اس بلا سے نجات ملیگی اور مرض مزاجی ہیں جو کچھ فقراء امت کو دیگا ہمدردی انسانی سے
اسکو درجہ اعلی ملیگا۔ جسکا بیان زکواۃ اور خمس اور قرض حسنہ بلا سود کے باب جلد دویم میں
کرینگے انشاء اللہ تعالے **آمدم بر سر مطلب** جب اسقدر امراض خاصہ مانع توالد اور
ہم بستری ہوتے ہیں اور اکثر ان میں سے لا علاج ہیں اگر ایسے ہی عورت منکوحہ ملتی یا بعد
ازدواج مرض پیدا ہوتا اور قانون فطرت ہمکو ایک ہی زوجہ کا پابند کرتا خیال کیجئے کیسی ناکامی
اور رنج اور کوفت کا سامنا رہتا اور کسقدر کمی نسل کی دنیا میں چند صدیوں میں ہو جانے سے
فناء نوع انسانی ہو جاتی اور جب ہمکو آزادی فطرت نے دی اور طلاق کا صیغہ بلکہ بعض
صورتوں میں فسخ نکاح جایز فرمادیا سارے زحمتوں سے نجات مل گئی تدبیر الہی اور انتظام کامل
اسکو کہتے ہیں **چھٹی دلیل** اخلاقی امور اور عادات سے (جو طبیعت ثانیہ ہے) جسکا بدلنا

بیخودی پیدا ہوتی ہے بلکہ اعضاے ظاہری پر کہ لیلیٰ کے فصد ہو اور مجنوں کے خون جاری
ہو تسلیم کر لیجئے اور انکار نہ کیجئے (انتصار الاسلام اسکو اچھی طرح سے دکھاویگی) یہ تو
ابتدائی درجہ عمل تلقینی کا ہے کہ عامل کوئی مٹھائی کھاتا ہے اور معمول کا منہ میٹھا ہو جاتا
ہے بہر حال اگر ہم پابند ایک ہی نکاح کے ہوتے اور اتفاق سے ہمکو وہی عورت ملتی جسکا
مزاج طبعی ہمارے مزاج سے مخالف ہوتا (۱) یا جسکے رحم کی ساخت آلہ مردوں سے بڑی
ہونے سے توافق انزالین جو شرط انعقاد نطفہ ہے نہ ہوتا اور اگر چھوٹا رحم ہو تو ایذاے شدید عورت
کو ہمیشہ ہونے سے التذاذ کی جگہ ایذا ہوا کرتی (۳) اختلاف شکل مخروطی اور اسطوانی
سے بھی وہ لذت مطلوبہ پیدا نہوتی (۴) خواہ وہ عورت رتقا ہوتی۔ یہ وہ عورت ہے جسکے
رحم میں ایک گرہ خواہ غدودی مانع مباشرت ہوتی ہے خواہ اور قسم کے اسباب عقر اور بانجھ
ہونے کے عورت میں بعد نکاح ظاہر ہوتے یا کہ جدید عیوب پیدا ہوتے اسیطرح مرد کے عیوب
کا حال ہے اب فرمائیے کسقدر مصیبت کا سامنا دونوں اور شوہر کو ہوتا اور ضیاع نطفہ
یا عدم استقرار نطفہ سے کسقدر کمی توالد اور تناسل میں ہو کر فناء نوع کے مستلزم ہوتے اگرچہ
بعض عیوب مذکورہ بالا کی تدبیر دفع حضرات اطبا نے تجربہ سے بتلائی ہے جسکو ہم براہ مصلحت
لکھ نہیں سکتے مگر پھر بھی بعض عیوب ان میں لا علاج ضرور ہیں یہ سب خرابیاں بنظر امور
خلقی کے تھیں جو مذکور ہوئیں پانچویں دلیل بنظر امراض کے کہ وہ بھی لوازم جسمیت
سے ہیں انسانی کوشش نے ابتدائی وجود عالم انسان سے آج تک اگرچہ ہر قسم کا معالجہ
امراض ظاہر کیا ہے اور دنیا میں ہو رہا ہے جنکی تفصیل کی ہمکو حاجت نہیں ڈاکٹری اور یونانی
اور ویدک بھی اسی میں داخل ہے اور باوجود تباین اصول اور اختلاف طریق ہر ایک علاج
سے فایدہ دفع امراض بھی برابر ہوتا ہے مثلاً کبھی تپ دق ہے یونانی گرم دوا کو بتاتے
اور وید اسکو شافی کہ رہے ہیں جس سے پورا ثبوت اسکا ہوتا ہے کہ شافی برحق تعالے
کوئی اور ذات پاک ہے اور اگرچہ نیچرل صاحب تعصب سے نہ مانیں مگر ہم اپنے اہل مذہب آسمانی
کی تشفی عقاید کی نظر سے کہتے ہیں کہ ہمارے ہادیان برحق نے وحی آسمانی کے ذریعے سے

امر اختیاری ہے اور عفت اور پاکدامنی حیا اور شرم بھی اسی میں داخل ہے اور بعض امراض
اگرچہ مانع توالد اور تناسل نہوں مگر اخلاق کی خرابی پر انکا اثر زیادہ پڑتا ہے پس اگرچہ بوقت
منگنی (خطبہ) یعنی انتخاب جفت کے خراب اخلاق نہوں مگر بعد نکاح کے ان کے حدوث کا
احتمال ضرور ہے پھر اگر بد اخلاقی پیدا ہو گئی اور پابندی [illegible] کی ہوا ب تو وہی قول سعدی
کا صادق آیا سے زن بد در سرای مرد نکو ہم درین عالم است دوزخ او نیچرل صاحب عقلی
رو ہی اس دلیل سے کر سکتے ہیں کہ دوسری زوجہ نکرو پادری صاحب نقلی دلیل گھڑی ہوئی انجیل
مقدس سے پیش کرتے ہیں کہ طلاق بدون زنا ظاہر ہونے کے نہ دو اور نہ دوسری زوجہ کرو اب
فرمایئے یہ بیچارہ کیا کرے اور اسکی مصیبت کے دن کون بھرے نیچرل صاحب یا کہ پادری صاحب
لہذا شریعت سہلہ سمحہ محمدیہ نے عام اجازت ہمکو عطا فرمائے اور (ناشزہ) نافرمان بدخو عورت
سے بحسب ضرورت جدا ہو جانا جائز کر دیا اور تعدد ازواج کا دروازہ اسی حکمت سے کھول دیا
علی نبینا التحیۃ والسلام [illegible] اور نشوز یعنی نافرمانی کے اقسام بیان
[illegible]
[illegible]
خانگی کبھی [illegible] دو یا زیادہ زوجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسی ہی فرمانبردار بے عیب زوجہ
ہو مگر انتظام خانگی بدون تعدد ازواج کے درست نہیں ہو سکتا اور اسکی نظایر لکھنے سے طول
تحریر کا خوف ہے البتہ ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوتی ہے مگر ضرور ہوتی ہے اور قانون انتظام
ایسا عام درکار ہے کہ دائمی اور اکثری اور اتفاقی سب صورتوں کو شامل ہو لہذا فرمایا کہ ما طاب
لکم یعنی جسقدر تمکو خوش آئیں اور پسندیدہ ہو دو اور تین اور چار نکاح کرو اگر تعدد ازواج ناجائز ہوتا
کیسے ہی [illegible] ان لوگوں کی امور خانگی میں پیدا ہوتے جسکو وہی جان سکتا ہے جو اس ضرورت سے
[illegible] ہوے اور جو خیال کرتے [illegible] کیا انکو نہیں معلوم ہے کہ بعد ازدواج کسی
مرد کے کبھی کوئی لڑکی خاندانی ایسی بھی ہوتی ہے کہ اسکا نکاح کسی دوسرے سے کیا جائے تو نقصان
خاندان اور نزاع امور ریاست وغیرہ میں ایسے پڑے کہ ریاست کا سرمایہ اور جائداد خاندانی پرزہ
پرزہ ہو جائے یا کبھی بوجہ نہ ملنے کفو عرفی یعنی صحیح النسب جفت کے کسی لڑکی (دختر) کو سالہا

نیچرل صاحب کی مردم شماری کی دلیل سے پھر بھی ہزار درجہ قوی ہے اور ہم کچھ اس دلیل پر اضافہ کرکے تقویت بھی کر دینگے ہاں جناب نیچرل صاحب جسطرح مردم شماری سے آپکو مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ثابت ہوتی اسیطرح آپکو یہ بھی ثابت ہوا ہوگا۔ (اسی مردم شماری کے نقشہ سے) کہ دنیا میں نکاح اور ازدواج کو ترک کرنیوالے کتنے فرقہ ہیں اور ہر فرقہ کی تعداد کسقدر ہے چنانچہ دفع دخل کے ضمن میں آپ لکھ بھی چکے (۱) پہلا فرقہ رہبان اور تارک الدنیا کا یہ فقراء یہود اور نصاریٰ اور مسلمین اور ہنود میں دیکھو ناگہ فقیروں کو راجپوتانہ میں جاکر جن سے قلعہ جات راجستان کے آباد ہیں (۲) محتاج اور تنگدست۔ بے معاش جو بوجہ عدم خبر گیری نان ونفقہ زوجہ کی تاہل نہیں کرتا ہے اور انکا اوسط براہ مردم شماری شاید تونگروں اور آسودہ حالوں سے زیادہ ہوگا (۳) مخنث خواجہ سرا جو اپنے آلہ تناسل کو کاٹ کر کسی غرض سے کیوں نہو قابل ازدواج کے نہیں رہتے (۴) اغلام کے خوگر فاعل اور مفعول دونوں کہ فاعل کو رغبت مقاربت زنان نہیں رہتی اور انکے عروق اور اعصاب مخصوصہ بنظر قواعد طب محض بیکار ہو جاتے ہیں اور مفعول کی طبیعت زنانہ ہوکر اسکی رجولیت کو فنا کر دیتی ہے (۵) اس زمانہ میں یورپ کی جدید روشنی سے ایک فوجی فرقہ (ریکروٹ) ایسا پیدا ہوا ہے کہ بیچارہ ہمیشہ دور دراز ملکوں میں پھرنے سے وقتاً تازمانہ معین جبتک وہ فوجی تعلیم سے فارغ نہوں اپنی عورتوں کو بے وارث چھوڑنا ان کی غیرت اسکو گوارا نہیں کرتی ہے لہذا نکاح سے باز رہتے ہیں اور اسکا بار ثبوت ذمہ مصنف رسالہ حمیدیہ کے ہے بہرحال یہ پانچوں فرقہ اگرچہ مرتکب امر ناجائز عقلی کے ہیں اور شریعت سے بھی انکو مخالفت ہے مگر ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور چلی جائینگی کوئی قانون سلطنت نہ کوئی شریعت انکو روک سکتی ہے اب ان کے مقابلہ میں جسقدر عورتیں شمار میں آئینگی سب بلا ازدواج رہینگی۔ لہذا قانون الہٰی اور شریعت عادلہ نے تعدد ازواج کو جائز کر دیا تاکہ وہ عورات جو ایسے مردوں کے ناقابل ازدواج ہونیسے بلا زوج رہنے کی مصیبت میں پڑتی ہیں وہ بھی بیکار نہ رہیں۔ دسویں دلیل خاص بر مذاق جدید

ضرور ناسزاوار ہوگا یہی عقیدہ پختہ اُن لوگوں کا ہے نیچرل صاحب ضرور سنکر قہقہہ زنی کرینگے
مگر ہماری کتاب کے صفحہ ۲۴۶ سے لغایت ۲۴۹ کو پڑھ کر اگر انصاف مزاج میں ہے تو ضرور انکو اپنے
اصول نیچری پر نظر کرکے ندامت ہوگی رہے ہم لوگ پابندِ شریعت انبیا ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ
تاریخ اور دن کی سعادت اور نحوست مثلاً ایام محاق یا قمر در عقرب یا اور ایسے امور متعلق
بعلم نجوم جنکو ہمارے ادیان برحق صلواۃ اللہ علیہم اجمعین نے ارشاد فرمایا ہے انکی پیروی جب
عقلاً عموماً ہمیں ہر امر میں واجب ہے لہذا ہم سعادت اور نحوست کو اصول علم نجوم کو تسلیم کرکے
انہیں مانتے بلکہ ہم براہ تعبّد (اعتماد بر قول غیر) اُسکو صحیح سمجھکر ساعات اور ایام سعیدہ یا
نحسہ کا لحاظ کرتے ہیں کسی دہریہ اور نیچریہ کو ہم پر الزام ستارہ پرستی کا لگانا درست نہیں ہے
اور یہ بحث اس جگہ پر ضروری نہیں ہے بلکہ پوری ہو چکی صفحہ ۲۴۱ کو دیکھو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسا
بیاہ اور نکاح وغیرہ جب دونو فریق کے نزدیک نامبارک ہے اور ضرور ہو جاتا ہے براہ جہالت
علم یا براہ ضرورت اتفاقیہ اور اعتقاد کو اثر کرنے میں ایسے امور کے بڑا دخل ہے چنانچہ
ہماری احادیث مقدسہ میں وارد ہے اَلطِّیَرَۃُ عَلٰی مَا تَجْعَلُھَا اِنْ ھَوَّنْتَھَا تَھَوَّنَتْ اِلٰی
اٰخرہٖ یعنی بدشگونی کا یہ حال ہے کہ جیسا تم اسکو خیال کرو ویسی ہی موثر ہوتی ہے اگر آسان
سمجھو آسان ہو جاتی ہے اور اگر شدید سمجھو تشدد کرتی ہے اور اگر کچھ بھی اسکا خیال نکرو کچھ
بھی نہوگا اور یہ مسئلہ دلایل عقلیہ سے ہم باب خاص میں لکھینگے اسوقت ہماری غرض یہی
ہے کہ تعدد ازواج سے یہ الجھن اور مصیبت بہت ضرور رفع ہوتی ہے عام اس سے کہ
بناہ بجدا نجوم کو موثر حقیقی مانیں یا مفوضہ ہوکر مثل نیچریوں کے اسکے قایل ہوں کہ جو اثر
خدا نے خواہ فطرت نے جس شے میں دیا ہے وہ ضرور ہوتا ہے تبدیل نیچر محال ہے اگر
مجھے پابندی شریعت کی مانع نہوتی ضروریں علوم خمسہ مذکورہ بالا سے ایسے ایسے نظایر
دکھلاتا جس سے بدون تعدد ازواج کے ضروری ہیں اور کوئی چارہ ہی نظر نہ آتا مگر استہزا
بالجہل یعنی جاہلوں کے اضلال کے خوف سے انکو ترک کرتا ہوں ؎ بدگہر را علم وفن آموختن
تیغ را دادن بدست راہزن۔ **نویں دلیل** مصنف رسالہ حمیدیہ کی اگرچہ قناعی ہے مگر

کسی ضرورت خاندانی سے آپکو ویسی ہی زوجہ پوہڑ اور اسپڑہ گاؤ گجراتی ملجائے جیسے ہماری
اولاد دیعقول آپکے) ہوتی ہیں اور آپکی صحبت اُس سے بیزار ہو اور نہ آپکا کام جو او پر مذکور
ہو چکا انجام دے سکے تو آپ دوسری زوجہ یورپین خواہ یورشین کرلیں مگر اتنی سفارش
اُس غریب زوجہ کی میں بھی کرتا ہوں اگر اسکو طلاق نہ دیجئے تو اسکی ضروری نان نفقہ کی
توخبر گیری کیجئے اسلیئے کہ فطرت نے جس غرض سے قانون ازدواج نافذ فرمایا ہے یعنی
توالد اور تناسل اُسکی قابلیت اس بیچاری میں ضرور ہے بلکہ شاید اُس یورشین سے زیادہ
ہے جسکی دلیل میں لکھہ نہیں سکتا اور عیاں راچہ بیاں آنکھوں سے دیکھ لیجئے نقشہ مردم
شماری موجود ہے **دفع مغالطہ** اگرچہ بلاحظہ دلایل مذکورہ بالا کے کوئی شخص یہ شبہہ برکہ
مغالطہ وہی پیدا کرسے کہ یہ دسوں دلیلیں تو ضرورت تعدد ازواج کو خاص خاص اسباب
سے ثابت کرتی ہیں اور شریعت محمدی نے عموماً تعدد ازواج کو جایز کیا ہے پس ان دلایل
سے عام جایز ہونا تعدد ازواج کا ثابت ہوا یعنی دعوی تو عام تھا اور دلیل خاص ہے
جو کسیطرح کافی اثبات مدعی میں نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری شریعت نے
بلا ضرورت تو ایک نکاح بھی جایز نہیں فرمایا ہے چہ جائیکہ تعدد ازواج اور اسی ضرورت
کے لحاظ سے ایک اور دو اور تین اور چار تک کی تحدید فرمائی ہے اب ضرورت نکاح
کی ایک تو عام ہے یعنی بقاء نسل انسانی اس سے تو کوئی فرد بشر فقیر اور غنی خالی نہیں
ہے بشرطیکہ اُس میں کوئی قابلیت اور رجولیت بھی ہو ورنہ ایک نکاح بھی اسکو شرعاً کرنا
حرام ہے دوسرے ضرورت علاوہ بقاء نسل کے اور جسقدر آدمی کو لاحق ہوتی ہیں اس
کے مدارج مختلف ہیں اور ایسے مختلف ہیں کہ اُن کی وجہ سے چار سے زیادہ دس اور
پچاس عورات کی بھی کسیکو ضرورت ہوتی ہے مگر چونکہ اکثر افراد کو چار زوجہ کافی ہیں جنکو
نکاح دائمی سے جایز فرمایا اور باقی زاید چار پر انکو دوسرے طریقوں سے مباح کردیا ہے
اور یہی سراسر عدل و انصاف ہے **واضح** ہو کہ یہ دلایل وجوب تعدد ازواج کے محض
عقلی ہیں اُن سے مخاطب فقط وہی لوگ ہیں جو تصدیق نقل یا عقل کے خواستگار ہیں

تعلیم یافتہ اور نیز بمذاق نیچرل صاحب جسکی غرض سے تعلیم نسوان پر بڑا زور دیا جاتا ہے
اور سیکڑوں آرٹیکل اور خاص خاص رسایل اسی غرض سے جاری ہوے - چاہیں کہ ہماری
عورات خدانخواستہ ویسی ہی مہذب ہو جاتیں جیسے یورپ کی ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے اچھو
لیڈیوں کو ملا لاکر اپنی اصلی عادتوں سے اکثر جنٹلمین صاحبان یورپ نفرت کرنے لگے - بہ طفیل جمیل
ترقی تعلیم ہوگی یہ خرابی بالخوبی بڑھتی جاتی ہے چونکہ ہم لوگ پرانے فیشن کے عقلاً اور نقلاً
کسی طرح ایسی تعلیم عورات کی پسند نہیں کرتے لہذا ہماری دختری اولاد اپنے اسی طریقہ
پر رہیگی انشاء اللہ جس طریقہ میں تفسیر سورۃ یوسف اور تعلیم خط اور کتابت کو بھی ہمارے
حکیم ربانی رسول مقبول صلعم نے ناپسند فرمایا ہے اور جسکے دلایل جداگانہ لکھونگا پھر چونکہ
یہ خیالات نسبت تعلیم اور عدم تعلیم نسوان کے باہم مخالف ہیں اور رسالہ خادم الاسلام
کلکتہ میں ایک جنٹلمین کا خط کسی اپنے دوست کے نام درج ہو چکا ہے کہ ایسے ازواج
پورے تعلیم یافتہ سے ان لوگوں کو بھی نفرت ہے میں کہتا ہوں ان کو تو ایسی زوجہ چاہیے
کہ جغرافیا طبعیات لاجک و منطق بلکہ قانون ملکی پاس کرکے بیرسٹر ایٹ لا ہو اور کچہری اور
کلکٹری کے عہدہ یا سلسلہ کو مثل مردوں کے انجام دیتی رہیں آدھی محنت بٹائے تاکہ
نصف لی و نصف لک کا مضمون پورا ہو جائے اور صبح و شام کی ہوا خوری میں بھی ٹمٹم
پر سر بازار بے حجاب ہمراہ رہے بہرحال ایسے خیالات اچھے ہوں یا برے ضرور ہمارے قدیم
خیالات سے مخالف ہیں اور جب مخالفت ہوئی تو ہم شرفاء اہل اسلام اور خصوصاً گروہ
سادات کثرہم اللہ کو قطع نظر پابندی شریعت کے اپنے آبائی اجدادی رسوم کا
باقی رکھنا بھی ضرور ہے خصوصاً وہ رسوم جو عقلاً بھی اچھی ہوں اسی نظر سے براہ پیشین
بینی ہمارے مخبر برحق نے جہاں دوامی بہت سے احکام ایسے جاری فرمائے کہ
امت محمدیہ مرحومہ کو کسی نہ کسی زمانہ میں آرام رسان ہوں تعدد ازواج مردوں کیواسطے
اور نکاح ثانی عورات کیواسطے مطلقہ یعنی طلاق شدہ ہو خواہ بیوہ جایز فرمادیا اب نیچرل
صاحب اگر انصاف کریں تو آپکو بھی ہمارے نبی صلعم کا مشکور ہونا چاہیے اسلئے کہ اگر

ہمارے اس سوال کو آپ جاہلانہ سوال نہ خیال کریں اور ہمارا یہ دعوی کہ احکام شرع ہرگز
مطابق عقل کے نہیں بلادلیل نہیں ہے اور نہ ہمارا یہ دعوی کہ ہرگز شریعت کے احکام عقل
سے مطابق نہیں ہیں اسلیئے کہ آجتک کسی عالم محمدی بلکہ خود بانی دین سے نہو سکا کہ تمام
احکام کو عقل سے مطابق اُسکی علت اور اسباب بیان کرسکے علل الشرائع میں جو کتابیں
لکھی گئی ہیں اُن کو بھی ہم لوگ پڑھ سکتے ہیں جنکے پڑھنے سے رہا سہا اور بھی ہمارا عقیدہ فاسد
ہوگیا اور خود علماء محمدی کا بھی اقرار ہے کہ یہ علتیں محض وہمی اور فرضی ہیں جنکو سنکر بچہ
بھی قہقہہ زنی کرتے ہیں اسی وجہ سے ہم اپنے سرسید احمد خانصاحب بہادر کو فخر اسلام سمجھ
رہے ہیں جنہوں نے تطبیق نقل بعقل کر کے کتنا بڑا شبہہ اور اعتراض جو دین اسلام پر ہمیشہ
سے چلا آتا تھا اُسکا پورا جواب دیدیا اور قرآن مجید اور احادیث نبوی سے بخوبی ثابت کردیا
کہ دین محمدی کے وہی احکام جو ہماری عقل سے مطابق ہیں وہی سچے ہیں اور سب غلط
اور بناوٹ ہے ایسے فخر مسلمین اور ایسے محسن کو آپ لوگ کافر اور زندیق کہتے ہیں صد آہ
بریں دانش اور ہزار افسوس اور اگر کسی عالم محمدی کو دعوی ہو تو ہم وہ احکام شرع جو سراسر
خلاف عقل ہیں جستہ جستہ لکھتے ہیں اُن کو ہماری عقل سے مطابق کر دے ورنہ لغو عذر بے
دلیل پسند خرد نہیں ہم اپنے مقام پر یہ اگر نا مناسب نہیں اسی مضمون کے خطوط میرے نام پر چلے
آرہے ہیں اور یہی چرچہ آجکل تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے جواب مجملی طور سے تو ہمنے
شریعت ہائے انبیا کو مطابق عقل کے ہونا باب (۱۵) صفحہ ۲۰۳ سے لغایتہ صفحہ ۲۴۳ میں لکھ
دیا ہے مگر اب تفصیلی جواب عام فہم یہاں پر لکھتے ہیں انشاءاللہ پہلے اسباب کو سمجھ لینا
ضرور ہے کہ ہر سوال کرنیوالے کو اپنا منصب اور اپنا درجہ فہم بھی ضرور سمجھکر سوال کرنا لازم
ہے اور علماء محمدی کے اخلاق سے نہایت بعید ہے کہ بجائے دلدہی اور تشفی دینے
کے سائل کو زندیق اور کافر کہدیں یہ فعل جہال اور کٹھ ملوان کا ہے جو درحقیقت دین اسلام
کی خوبی سے خود آگاہ نہیں ہیں ہاں اگر سائل اپنے منصب اور لیاقت سے بڑھکر سوال کریگا
کوئی عالم کسی فن کا فرض کرو ایسے سائل کو بجز ملامت اور نکوہش کے اور کیا جواب دے

جیسے ہمارے زمانہ میں اکثر تعلیم یافتہ اہل اسلام کو بھی نیچری خیالات سے یہی سوجھی ہے
اور جنرل نیچرل انڈیا نے اُن کے دماغوں میں یہی بھر دیا ہے کہ جو مسئلہ شرعی عقل کے مخالف
ہو خواہ آیات قرآنیہ و احادیث وہ سب معاذ اللہ غلط ہے اور جو لوگ پابند مذہب آسمانی ہیں
اُن کے شبہات کے دور کرنے کیواسطے ہمارے نقلی دلایل صدا کا ہیں اب مناسب ہے کہ
اس باب کے ختم کے بعد تطبیق نقل با عقل کا شبہہ جو آجکل زیادہ گمراہ کر رہا ہے اور میرے نام
پر خطوط اکثر لوگوں کے چلے آتے ہیں انکو بھی لکھکر جواب شافی اُن کا لکھوں انشاء اللہ تعالے

## باب اٹھارواں جواب اس شبہہ کا اگر شریعت انبیاء اور خاصکر شریعت محمدی کے سب احکام مطابق عقل کے ہوتے تو پھر تطبیق نقل کو عقل سے حرام نکرتے اور نہ فلسفہ کا پڑھنا پڑھانا حرام کرتے جیسا فتوے جاری ہے

باب اٹھارواں

### سوال نیچریہ

کیوں حضرات علماء محمدی آپ لوگوں کو بڑا دعوی ہے کہ ہماری شریعت کے سب احکام
مطابق عقل کے ہیں اور خلاف عقل کوئی مسئلہ ہمارے مذہب کا نہیں ہے اگر یہ بات سچی
ہے تو ہم آپ سے بمنت و سماجت سوال کرتے ہیں ہماری تشفی کر دیجیے اور کافر اور
زندیق کہکر ٹال نہ دیجیگا جیسا طریقہ آپ حضرات کا ہے سوال یہ ہے کہ اگر یہ احکام ہمارے
واسطے جاری ہوئے ہیں پس لازم ہے کہ ہماری عقل کے مطابق ہوں یا فرشتے اور جن یا
اور مخلوقات الشرف کہ موجود بھی ہوں اُن کی عقل کے مطابق ہوں تو ان احکام کا اس سے
ہمکو کیا تعلق ہے پھر جب ہماری عقل سے مطابق نہیں اُنکی کیا وجہ ہے کہ سیکڑوں حدیثیں
آپنے بنائی ہیں کہ شرعی احکام میں عقل کو دخل دینا حرام ہے جو حکم ہے اسکو بسر و چشم قبول
کرو ورنہ کافر اور ملحد زندیق ہو جاؤگے اور فلسفہ نہ پڑھو ورنہ کافر ہو جاؤگے انصاف کیجیے
اور غیظ اور غضب کو راہ نہ دیجیے جس مسئلہ کی بجا آوری ہمپر واجب یا حرام ہو اور ہماری عقل
میں اُسکی خوبی اور خرابی نہ آوے زبردستی ہماری ناک رگڑی جائے کہ مانو تو مانو ورنہ گردن
زدنی ہوگی یہی ایک حکم آپکی شریعت کا کسقدر خلاف عقل ہے اور خلاف انصاف کے ہے

عقل پر ہمکو پورا بھروسہ پہلے سے ہے اُسنے ہمکو ایک نسخہ تجویز کردیا اب ہماری عقل سلیم ضرور حکم
کرتی ہے کہ جو جو اجزا اُس میں ہمارے مرض کے مناسب ہیں وہی لکھے ہونگے پھر اگر کسی مریض
کو تھوڑا سا علم طب اور علم خواص ادویہ بھی ہو اور اپنی رائے سے بعض ادویہ کو خلاف اپنے
مرض کے براہ عقل سمجھے اور اسیوجہ سے وہ نسخہ استعمال نکرے کوئی عاقل اُسکی اس رائے
کو صحیح تجویز کریگا اسلیے کہ یا تو اسکی پہلی رائے غلط تھی کہ ناقص طبیب کو اُسنے کامل سمجھکر رجوع
کیا در اصل وہ طبیب جاہل تھا یا اب دوسری رائے اسکی غلط کہ رائے علیل کی علیل ہوتی ہے
اب جسطرح اس نسخہ کا استعمال کرنا اور تجویز طبیب حاذق پر کاربند ہونا دو طرح سے مطابق عقل کے
ہوسکتا ہے ایک تو مجملی عقیدہ کہ یہ طبیب کامل ہے ہرگز خلاف مصلحت یعنی خلاف عقل ادویہ
نہ تجویز کی ہونگی اور دوسرا تفصیلی عقیدہ کہ ہم یعنی مریض اپنی عقل سے بھی ہر ایک دوا کو مناسب
اپنے مرض کے سمجھ لے تب اسکو استعمال کرے اب فرمایئے کہ ہم اس نسخہ کو کس عقیدہ سے
اپنے مرض کے مناسب اور اپنی عقل کے مطابق سمجھنے کے محتاج ہیں ظاہر ہے کہ تفصیلی طور
سے اگر ہم سمجھ سکتے پھر ہم خود ہی طبیب کیوں نہو تے بلکہ یہ بات حق ہمارا یہ خیال کرنا ہی
سراسر خلاف عقل ہے یہی حال مخلوقات الٰہی کا ہے بلکہ طبیب کامل تو براہ بشریت کبھی خطا بھی کر
سکتا ہے اور حکیم مطلق تعالیٰ شانہ اور اسکے خاص نائب معصوم کبھی خطا نکرینگے لہذا جو کچھ
احکام الٰہی ہیں ہمکو اسی مجملی اعتقاد سے اُن کا مطابق عقل تسلیم کرنا ضروری ہے اور یہی مراد
علمائے مجتہدین کی ہے کہ احکام شریعت کل جسقدر ہیں سب مطابق عقل کے ہیں اسکا دعوے
سوائے آپکے سر سید صاحب کے کسی نے نہیں کیا ہے کہ ہم کل احکام شریعت کو مطابق عقل
کے تفصیلاً ثابت کرسکتے ہیں اور جو حکم نہ ثابت ہو وہ حکم خدا اور رسول نہیں ہے معاذ اللہ پہلے
تو میں سید صاحب کی عقل اور دانش جیسی کہ مشہور ہے اُسپر نظر کرکے اسکو نہ مانونگا کہ انہوں
نے خلاف عقل ایسا دعویٰ کیا ہے اور اگر سچ مچ کیا ہے تو اُن کی نظیر اُسی مریض کی ہے جو
اوپر گذر چکی اور پوری نظیر ہے آئیے ہم اور آپ پھر ذرا غور کریں دنیا میں جس قدر
امور ہم سب کرتے ہیں مثلاً علاج اور داد و ستد معاملہ بازی کھیتی اور پیشہ وری دستکاری وغیرہ

سکتا ہے آپ تو کالج اور اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں اگر ایف اے جماعت کا طالبعلم
ایم اے درجہ کے سوالات کسی ماسٹر سے کرے تو اسکو سوائے زجر اور ملامت کے اور
کوئی جواب دیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں اسیطرح کا یہ سوال بھی آپ کا ہے
کہ جملہ مسایل اور جملہ احکام شریعت کو مطابق عقل کے ثابت کر دیجیئے اسکا جواب پہلے تو ہم
یہی دینگے کہ شریعت انبیاء کے مسایل ضرور سب مطابق عقل کے ہیں اسلیئے کہ حکیم مطلق
وحدہ لاشریک لہ کے احکام ہیں اور اسکے بیان کرنیوالے بھی حکیم کامل یعنی انبیا ہیں
اور قول اور فعل حکیم کا ہرگز حکمت سے خالی نہیں ہوتا پس ضرور ہے کہ مطابق عقل
کے ہوں اب اگر آپ خدا کو حکیم نہیں مانتے اور انبیا کو عقل خداداد سے متصف ہونا تسلیم
نہیں کرتے پھر تو ہم کو پہلے اسی کا ثابت کرنا پڑیگا دیکھو باب (۱۲) صفحہ ۳۴۹ کو اور جب یہ
دو امر مسلم ہو چکے پھر اجمالی طور سے کل احکام شریعت کو مطابق عقل کے ہونا ضرور ماننا
پڑیگا اب رہی تفصیل کہ ہر ایک حکم شریعت اصول دین کا ہو خواہ فروع دین کا اسکا
مطابق عقل کے ہونا ہر درجہ کے آدمی پر ثابت کرنا یہ کیونکر براہ عقل ضروری ہے اسلیئے
کہ جملہ مسایل شریعت کا ثبوت عقلی جن دلایل پر موقوف ہے بیشمار علوم ایسے ہیں جو ابھی
فہم انسانی سے باہر ہیں اور روزانہ تحقیقات علمی سے اُن کا ثبوت ہوتا جاتا ہے آج
یا آج سے چارسو برس پہلے خواہ پانسو برس بعد کوئی اسکا مدعی نہیں ہو سکتا ہے کہ
احکام شریعت جن دلایل سے اُن کا ثبوت ہو سکتا ہے اُن سب کو ہمنے جان لیا ہے اب
سایل کو یہ سمجھنا لازم ہے کہ علمای محمدی خواہ اور مذاہب آسمانی کے پابند جو یہ دعوی
کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام سب مطابق عقل کے ہیں اُن کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ
یہ احکام خالق اور آفرینندہ عقل کے جاری فرمائے ہوئے ہیں لہذا ہمکو اسیقدر جاننا
کافی ہے کہ موجد عقل جو حکم دیگا کبھی خلاف عقل نہوگا یہ دعوی کسی پابند شریعت کا
نہیں ہے کہ ہر جزئی مسئلہ کو ہم عقل سے مطابق کر سکتے ہیں اسلیئے کہ ہماری عقل اور ہمارا
علم ناقص ہے فرض کرو کہ ہم مریض ہوتے اور کسی کامل طبیب یا ڈاکٹر جسکے علم اور

گیا اور سیکڑوں کھا کھا کے مرگئے اب فریاد کرنے آئے کہ یا مولٹی یہ تو زہر ہلیہ غلہ ہوگیا حکم
ہوا کہ تمکو کیا معلوم ہے کہ پانی کسوقت آب حیات کا حکم رکھتا ہے اور کسوقت وہی باران
زہر کا اثر پیدا کرتا ہے سبحانک لا علم لنا اب تو پانی برسانے کا آلہ طیار ہو چکا ہے اب دیکھئے گا
کہ پانی برساکر کیسے آبادی دنیا کی آپ لوگ کرینگے ہاں میرے عزیز سوال کرنیوالے
اب پہلے آپ اپنے سوال کا مطلب سمجھیں آپکی غرض تطبیق مسائل شریعت کے عقلی امور
سے کیا ہے اور کون سی عقل کے مطابق آپ احکام شریعت کو کرنا چاہتے عقل معمولی جو
خواندہ اور ناخواندہ سب میں فطرتی طور سے ہوتی ہے یا عقل فلسفی عقل معمولی اور عقل فلسفی
میں تو اسقدر مخالفت ہے جسکی تفصیل اگر آپکو جاننی منظور ہو دیکھئے کتاب مرآۃ الحکما جلد
اول مصنفہ جناب مولوی سید محمد امام صاحب رئیس پٹنہ جنکی لیاقت علمی کالج پٹنہ کے معزز
طلبہ اور باشندوں سے دریافت کیجیے اسی کتاب کو پڑھکر آپکو معلوم ہوگا کہ عقل معمولی سے عقل
فلسفی میں پورا اختلاف ہے پھر چونکہ آپ بھی تعلیم یافتہ اور پورے فلسفی ہیں آپکی تحریر میں عقل معمولی
سے تطبیق اگر مسائل شریعت کے ہم ثابت بھی کردینگے بھلا آپ کاہے کو منظور کیجئے گا اگرچہ عقل
معمولی والے ضرور اسکو منظور کرینگے لہذا یہی مطلب آپ کا ہے کہ شریعت کے احکام عقل
فلسفی سے مطابق ہوں جیسے آپ کے پیر و مرشد کامل سرسید احمد خاں نے آپکو دعوی محال
اور خلاف عقل کرکے دکھایا ہے کہ تمام شریعت کو عقل فلسفی سے مطابق کردیا اچھا اب ہم آپ
ہی کی عقل فلسفی (جو سراسر مخالف عقل سے پیدا ہوتی ہے) کو آپ کے سوال پانی پر غور کرکے
آپ ہی سے پوچھتے ہیں کہ عقل فلسفی سے کون سے فلسفہ کی عقل آپکا مطلب ہے فلسفہ
قدیم یا فلسفہ جدیدہ کہیے کہ فلسفہ جدیدہ اسلیے فلسفہ قدیمہ سے جو عقل اسکی تعلیم یافتہ
لوگوں کو حاصل ہوتی ہے وہ تو آپ کے نزدیک محض تاریکی جہالت سے ناعرفتہ ہے اب اگر ہم
فلسفہ جدیدہ سے مسائل شریعت کے تطبیق کریں تو عقل معمولی والے اور فلسفہ قدیمہ کے تعلیم
یافتہ اپنی اپنی جگہ پر ناراض ہونگے اور دین اسلام سے دست کش ہونگے حالانکہ ان دونوں گروہ
کی تعداد آپ کے گروہ سے جو ابھی تازہ پیدا ہوا ہے ہزار چند ہے اور عقل صحیح کا حکم یہی ہے

سب کا عام قاعدہ یہی ہے کہ یا تو ہم اُس کام کے اصول اَور قواعد عملی کو اپنی عقل سے مفید
سمجھ کر تب اُسکو کرتے ہیں اگر ہمکو اسقدر علم اَور تجربہ ہے ورنہ کسی دوسرے معتمد پر بھروسہ کرکے
اُس کام کو کرتے ہیں اَور جب دوسرے پر بھروسہ کیا پھر ہمکو ہر بات میں چہ میگوئی اَور تقریر اَور استدلا
لال کرنے کا ہرگز موقع نہیں دیا جاتا ہے اَور یہ جتنے کام کرنیوالے ہمارے اُستاد ہیں جنکی تقلید سے
ہم کام کرتے ہیں فقط اُن کا تجربہ ہمکو یقین دلاتا ہے کہ اس کام کو اسیطرح کرنا مناسب ہے کوئی
شخص اُن میں اصلی اَور واقعی سبب اَور حکم اُن کاموں کے ہرگز نہیں جان سکتا ہے پھر جب فقط
تجربہ ظنی پر ایسے جاہلوں کے ہمکو بھروسہ ہوتا ہے اَور گو کہ بظاہر وہ امور کیسے ہی خلاف عقل
ہوں مگر ہمکو بچار ناچار کرنا ضرور ہوتا ہے اب اگر وہی کام خواہ اَور کوئی کام ہمکو اپنے خدائے
پاک کا بتلایا ہوا معلوم ہو جائے ذرا انصاف کیجئے کہ اُسکے بھروسہ پر تو ہم چہ میگوئی کریں اَور کہیں
کہ ہماری عقل میں اسکا کرنا درست نہیں اَور جاہل خطاکاروں کے تجربہ میں دم نہ ماریں فرمائیے یہ
بھی کوئی عقل ہے ہاں اتنی بات ضرور سمجھ لینی چاہئے کہ یہ قول اَور فرمودہ ہمارے خدا کا اَور یہ
پیام رساں اسکا فرستادہ ہے یا نہیں اَور جب یہ ثابت ہو جائے پھر اُس میں عقل آرائی کسیطرح
مناسب نہوگی یہی حال ہماری شریعت کا ہے کہ ہمکو خدا نے حکم دیا ہے کہ اگر حکم ہمارا تمہاری
سمجھ میں آجائے بہتر ہے اور جو سمجھ میں نہ آئے اسکو اپنے سے بڑھکر صاحبان علم سے پوچھو
کہ وہ بتلا دینگے اَور جو اُن کی سمجھ سے بھی باہر ہو تمکو اَور اُنکو سبکو یہی لازم ہے کہ علم اُسکی مصلحت
کا ہمارے سپرد کرو اَور تم براہ بندگی بچارگی اسکو تسلیم ہی کرلو ورنہ وعسیٰ ان تکرھوا شیئا
وھو خیر لکم یعنی شاید ایسی کوئی چیز یا حکم ہمارا جسکو تم اپنی نادانی سے پسند نہ کرو اَور اس سے
نفرت کرو اَور دراصل علم ربانی میں اُسی سے تمہاری بھلائی ہوتی ہو وعسیٰ ان تحبوا شیئا و
ھو شر لکم اَور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم اپنی رائے ناقص سے کوئی بات اچھی تجویز کرو
کہ مفید ہے اَور اُسی میں تمہاری برائی ہو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ
پانی ہماری مراد پر اَور وقت مناسب میں برسایا جائے خدا نے منظور فرمایا تاکہ بندوں کی خرابی عقل
ظاہر ہو منہ مانگا پانی برسایا اَور زراعت بھی خوب اُگی غلہ بھی خوب پیدا ہوا مگر بالکل زہر ہو

پر اور حمایت دین پر بھی منصفانہ نظر کیجئے قرآن مجید میں عیسےٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی سوانح عمری میں صاف صاف وارد ہے کہ حضرت عیسےٰ مٹی کے کھلونے بنا کر اُس میں
پھونک مار دیتے تھے وہ مٹی کی چڑیا بحکم خدا زندہ ہو جاتی تھی اسیطرح حضرت ابراہیمؑ
کے قصہ میں ہے رب ارنی کیف تحی الموتےٰ خدایا مجھے دکھلا دے کہ تو مُردوں کو کیونکر زندہ
زندہ کر دیتا ہے حکم ہوا خدا کا کہ چار عدد چڑیاں لیکر اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور ہر ایک پہاڑ پر
ایک ایک ٹکڑا پھینک دو پھر اُن کو بلاؤ دیکھو دوڑتی ہوئی تمہارے پاس چلی آتی ہیں چنانچہ
ایسا ہی ہوا اب آپ کے پیر و مرشد سید احمد خان نے ان دونو قصوں کو جو صاف طور سے قرآن
میں مذکور ہیں اُن میں جو جو زبانی تحریری تاویلیں فرمائی ہیں تفسیر احمدی موجود ہے دیکھ لیجئے
نعوذ باللہ اور زبانی تقریر کے سننے والے زندہ موجود ہیں اُن سے پوچھ لیجئے نسبت قصہ
حضرت ابراہیمؑ کے اور خلاصہ یہ ہے چونکہ یہ قصہ نیچر کے خلاف ہے لہذا غلط ہے اب
اسکی تاویل کرنی لازم ہے وہ فرماتے ہیں حامی اسلام اور ہم کہتے ہیں کہ علاوہ اس کرامت کے کہ حضرت
عیسےٰ روح اللہ تھے اور علاوہ اسکے کہ حکم خدا سے مٹی کی چڑیا میں روح پھونکنے سے جان
آجاتی تھی جسطرح حضرت آدمؑ کا مٹی کا پتلا اُس میں خدا نے نفخ روح کر کے جاندار کر دیا ہے اور
اور علاوہ اسکے کہ حضرت ابراہیمؑ نے امت کے منکرین حشر و نشر و احیاء اموات کی ہدایت
اور اطمینان قلب کی غرض سے لہذا اپنے اطمینان قلب کی غرض سے یہ معجزہ دکھلانا خدا
سے طلب کیا تھا آج بھی اسکی نظیر پیدا چھوٹا سا جانور موجود ہے جسکے تین ٹکڑے کر ڈالو سر
الگ اور بیچ کا دھڑ الگ اور دم الگ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہر ایک ٹکڑے سے تین جانور
پیدا پیدا ہونگے جسکا جی چاہے امتحان کر کے دیکھ لے حضرت ابراہیمؑ نے چار طائروں کے
ٹکڑے کر دیے تھے اور چار ہی طائر پیدا اور زندہ ہوئے ہم تو ایک پیدا کے تین ٹکڑے کرتے
ہیں اور تین پیدا ہو جاتے ہیں اور مینڈک کی ناک بوتل میں رکھ چھوڑے ادھر اساڑھ کا ڈونگرا
پڑا اور ایک مینڈک سے سیکڑوں بنجاینگے اب زیادہ تر خلاف نیچر یہ مثال ہے یا کہ حضرت ابراہیمؑ
اور حضرت عیسےٰؑ کے کاش آپ کے پیر و اسی پیدا جانور اور مینڈک ہی نظر کر کے اس قصہ

عَلَیکُم بِالسَّوَادِ الاَعظَم یعنی بڑی جماعت کا ساتھ دینا لازم ہے (جیہ خوش اگر ہم آپکی خاطر سے گو بڑے دو گروہ سے ہمکو بھی خوف اور اندیشہ ناراضی کا ہے جیسا کہ آپ سے مگر اِس سکو گوارا کر کے ہم فلسفہ جدیدہ سے احکام شریعت کی تطبیق پر کمربستہ ہوتے ہیں اب فرمائیے (اور ذرا فلسفہ جدیدہ کی اصلیت اور ماہیت کو ہماری اسی کتاب کے صفحہ ۹ سے لغایۃ صفحہ ۱۱ ملاحظہ کر لیجے بلکہ ہماری ساری کتاب اسی بحث میں ہے کہ فلسفہ جدیدہ محض لغو اور بے بنیاد فلسفہ ہے جسکی بنا محض تخمینہ پر ہے اور تخمینہ بھی بالکل ناقص مگر آپکی خاطر سے بفرض محال اسکو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فلسفہ جدیدہ بالکل سچا ہے اور محض بے عیب ہے اور جو کچھ جدید تحقیقات سے اب ثابت ہوا ہے وہی درست ہے اب لیجے کتب فلسفہ جدیدہ مثلاً ازہار بدیعیہ فی العلوم الطبعیہ جو مصر میں چھپی ہے اور دس روپیہ کو بمبئی سے آپکو ملیگی اور فقیر نے اسکو حرفاً حرفاً پڑھ لیا ہے اور فرنچ زبان سے ترجمہ ہوا ہے اسکو جانے دیجے عروس بدیعیہ فی علم الطبعیہ تالیف اسعد شدودی جو اسی ۱۸۸۸ء میں چھپی ہے بیروت میں اور میرے پاس موجود ہے اُسکے گیارہ باب اور ۵۰۰ اصول اور نوامیس جن میں علم نور علم مناظر، اور علم حرکت اور میکانیکی اور موسیقی وغیرہ تمام اصول کلیہ کا بیان ہے آپ کو تو اسقدر التعلیم درجہ اعلیٰ کی دلائی سر سید احمد خان صاحب بہادر بنظر اکیہ پالیسی کے پسند ہے نہیں کرتے کسی بڑے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ جرمن اور امریکہ والے سے کہیے کہ ہماری شریعت کا کوئی مسئلہ اپنے اصول جدیدہ سے مخالف ثابت کر دے (کلا واللہ) کیا مجال ہے کسی بشر کی جو احکام شریعت کو سچے اصول فلسفہ سے مخالف بتلا سکے اور جہالت اور ہٹ دھرمی کی اور بات ہے میں ایک شخص کم علم آدمی ہوں مگر اپنے دین اسلام کی سچائی کے بھروسہ پر کل یورپ اور سچے علماء محمدی کیطرف سے دعوے مذکورہ بالا کو پیش کرتا ہوں جو بیچارے جو لوگ مجھ سے افضل اور اعلیٰ درجہ پر ہیں اُن کے یقین کو کیا پوچھنا اور جن بزرگان دین کی تعلیم الٰہی ہے جیسے انبیا اور اوصیاان بزرگان دین کا تو حال ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا لَو کُشِفَ الغِطَاءُ مَا ازدَدتُ یَقِیناً علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتلہ مندرجہ ذیل سے انطبیق عقل اور نقل کے خیال کیجیے فلسفہ جدیدہ کے اصول

نہیں ہے کہ سطح جہان کی ہوا کا پانی بنکر جو عمود یعنی بلندی جسقدر پیدا ہوگی اُسکا صحیح
دعویٰ کرے پہلے عمود ' سطح جہاں کی ہوا کی پوری پیمایش تو آپ ثابت کریں (۲) دوسری
غلطی یہ ہوئی کہ سوائے اس ہوا کے جسکے پانی بن جانے کا خیال کیا ہے اور ہوائیں بھی
موجود ہیں تا اینکہ آفتاب کے گرد بھی ہوا ہے جسکا ہرشل صاحب زیادہ سے زیادہ ۲۷۶۵۵
میل عمق تبلاتے ہیں دیکھو صفحہ ۵۶۴ تاریخ الحکما کو پھر چونکہ وہ ہوا گرد آفتاب کے ہے اور
آفتاب زمین سے ۱۳ لاکھ مرتبہ بڑا ہے اب اگر اُسی ہوا میں سے بحکم خدا کسیقدر حصہ پانی ہو کر
آیا ہو کسقدر بلند اور کے ہزار میل اونچا زمین سے چڑھ سکتا ہے تیسری غلطی کہ یہ ایتھر مادہ اثیریہ
جو تمام فضائے آسمانی میں بھرا ہوا ہے اور کرہ ہوا سے دور بھی نہیں ہے بلکہ شاید ملا ہوا ہو اور اسی
سے فلاسفہ سب چیزوں کو پیدا ہونا خیال کرتے ہیں اُسکا ہیدروجن اور آکسیجن اور نیٹروجن بنکر
پانی بن جانا خواہ سدیم جو اصلی مادہ کل اشیاء عالم کا ہے اُسکا پانی بن جانا نیچرل صاحب کیونکر
محال ثابت کر سکتے ہیں (۴) غلطی بنا بر عقیدہ اہل مذہب آسمانی کی یہ ہے کہ خدا لاشے سے
ہر شے کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور آپ کے وہمی نیچر کا پابند نہیں ہے ہمارے مفسرین نے
جزاہم اللہ خیرا اُسی قدرت کاملہ پر بنا کرکے اسقدر بلند چڑھنا پانی کا لکھا ہے اور اسکو ہم
خاص باب طوفان میں لکھینگے انشاء اللہ المستعان میرے سامنے اسوقت رسالہ معارف
مطبوعہ علیگڑھ ماہ مارچ ۱۸۹۹ع نمبر ۹ جلد (۱) کا صفحہ ۲۶ کالم ۲ سطر (۴) کھلا ہوا ہے جس میں سرسید
صاحب کے الفاظ میں یہ فقرہ درج ہے کہ سرسید نے تعصب اور جہالت کا مقابلہ چالیس سال
کیا ہے تمام عمر کی چھیڑ چھاڑی ہے بڑے بڑے علما اور مفسرین کو لتاڑا ہے ذرا اس لتاڑنے
کے الفاظ کو دیکھیے اور سرسید صاحب کی علمی لیاقت جو اسی کتاب انتصار الاسلام میں
ہر جگہ آپکو دکھائی جاتی ہے وہ بھی براہ انصاف ملاحظہ کیجیے کاش اگر سرسید صاحب اُسی
فلسفہ واہیہ کو جانتے جسکی تقلید میں قرآن مجید کی آیات کو غلط کہہ رہے ہیں تب بھی ہم کو
اتنا صبر تو ضرور ہوتا کہ یہاں تقلید میں تو پورے ہیں حضرت کو اس فلسفہ کے اصول سے بھی
خبر نہیں اور پھر ضد تو یہاں الی الابد جہالت سے مقابلہ کرنا یہ عالم کا کام ہے اور جسکو خود

کو براہ نیچر جایز الوقوع ثابت کرتے حالانکہ سید صاحب کو اس جانور اور مینڈک کا حال معلوم
تھا مگر انہیں تو قرآن کو خلاف عقل ثابت کرنا مد نظر تھا لہذا چشم پوشی فرمائی اور اسلام کا جھنڈا
گاڑ دیا اسے سبحان اللہ ان دونو قصوں کو جب میں باب خاص میں لکھونگا انشاء اللہ تب آپکو
اپنے ہیرو کی تائید اسلام کی پوری کیفیت معلوم ہوگی پھر اگر تطبیق شرع عقل سے آپکی یہی
مراد ہے تو صاف صاف کیوں نہ فرمائی کہ جتنے احکام شریعت کے ہیں سب کو بدل کر معاذ اللہ
ہم ایک نئی شریعت جاری کریں اگرچہ یہ فعل کسی پابند مذہب آسمانی سے ہو نہیں سکتا اور نہ
کوئی صاحب عقل سلیم عام اس سے کہ وہ پابند مذہب ہو یا نہو بلکہ محض عقل کا پابند ہو اسکو
گوارا کریگا اسلیئے کہ مخالفت شرع کی عین مخالفت عقل کی ہے مگر چونکہ آپ علمای محمدی پر
کج خلقی کا الزام لگاتے ہیں ہم اسکو بھی آپکی خاطر سے منظور کرتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ
پہلے آپ اُن مسائل کو بموجب وعدہ مندرجہ سوال جستہ جستہ لکھیئے جو آپکی عقل فلسفی کے مخالف
ہیں پھر ہم اُن کی مطابقت آپ ہی کے فلسفہ سے پوری ثابت کر دینگے یا آپ کے اس
مسئلہ کی غلطی ظاہر کر دینگے مگر یہ آپ سے کب ہو سکتا ہے آپکو تو فقط زبانی قلقلہ لگانا اور
شریعت حقہ پر بیجا قہقہہ زنی کرنے سے کام ہے جیسے آپ کے ہیرو کو ہے **دوسری مثال**
عام طوفان نوح سے انکار آپ کے ہیرو سر سید احمد خانصاحب نے علاوہ اور شبہات کے اس
بنا پر بھی کیا ہے کہ سطح جہان کی ہوا اگر سب پانی ہو جاوے تو ایک مقدار معین سے زیادہ
اونچا وہ پانی زمین سے نہوگا (چنانچہ باب طوفان میں ہم اسکو لکھیں گے) پھر اتنا پانی طوفان
نوح میں سیکڑوں میل اونچا کہاں سے آیا جسکو مفسرین اہل اسلام لکھتے ہیں اور بے پر کی
اڑاتے ہیں اس خیال میں آپکے ہیرو سر سید صاحب کو اور نیز جنکی تقلید سے یہ دلیل حضور نے
لکھی ہے چند اغلاط پیش آتی ہیں پہلی غلطی تو یہی ہے کہ ہوا کی بلندی زمین سے کے میل ہے
اسکی تحقیق بموجب تصریح جدید علماے علم ہوا کے محال ہے اور چند دلیلیں اسکے محال
ہونیکی فلاسفہ یورپین لکھ رہے ہیں دیکھو فقرہ (۲۲۹) عروس بدیعیہ کے صفحہ (۲۲۰) کو اور
جب ارتفاع واقعی ہوا کا معلوم نہوا پھر پیمایش کرہ ہوا کی بھی مجہول رہی. اب کسی کو یہ منصب

جاہ وجلال اور صفات کمال سے واقف ہوا اور یہ بھی اسکو عقیدہ ہوگیا کہ خدا نے ایک دار
آخرت جزا اور سزا کیواسطے بنایا ہے یعنی اس دنیا میں جیسا کرینگے اسکی جزا اور سزا ہمکو دوسرے
عالم میں ضرور ملیگی اب اس شخص کو ضرور سوچنا چاہیئے کہ اپنے خالق اور رازق سے مجھے
کیسا برتاؤ اسکی عبادت میں کرنا چاہیئے اور اسکے بھیجے ہوئے پیغمبر جو مجھے راہ راست دکھاتے
ہیں ان سے کیسا برتاؤ کروں (۲) اور اسکے بندہ مخلوق جو مجھ ایسے اسی دنیا میں ہیں اور
انسے دن رات کا سابقہ پڑا ہے انسے کیا برتاؤ کروں پہلی قسم کو عبادت کہتے ہیں اس میں تو
یہی مناسب ہے کہ جو کچھ خدا ے تعالیٰ جس زمانہ میں بھی عبادت کے طریقے مقرر فرمائے
ہمکو بے چون وچرا انکی بجاآوری لازم ہے مثلاً سخت گرمیوں کے روزے جب ہمارے خدا
نے ہمسے اپنی طاعت کی بجاآوری بقدر ہماری برداشت کے براہ ترحم تجویز فرمائی ہے
اب ہمکو بین خود خدا اگر تحمل گرمیوں کے روزہ کا ہے تو رکھیں ورنہ حکم ہے اسکی قضا جاڑوں
میں کرلو اسیطرح نماز کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر جس میں جسقدر طاقت ہو اسیقدر اسکی بجاآوری کھڑے
کھڑے خواہ بیٹھ کر بھی کردے اب عبادت کی اقسام میں عقل آرائی ہمکو نکرنی چاہیے اسی
واسطے عبادت کو احکام توقیفی کہتے ہیں یعنی خدا نے زبانی انبیاء کے جو عبادت جس زمانہ
میں مقرر فرمائی ہے اس میں ہمکو اپنی عقل آرائی کسی طرح کرنی نہ چاہیئے اسلیئے کہ عبادت
بندگی کو کہتے ہیں اور بندگی کو بجالانی لازم ہے آپ کو یہ خیال نہو کہ عبادت میں اندھا دھند
کارخانہ ہے نہیں بلکہ چونکہ خدا کو ہم عادل بلکہ رحیم بھی تسلیم کرتے ہیں لہذا عقل سلیم کبھی
گوارا نہ کریگی کہ عادل اور رحیم اور حکیم اپنے بندوں سے ایسی محنت اپنی عبادت میں
لے جو عقل کے خلاف ہو انہیں مسایل عبادات کی نسبت انبیاء نے فرمایا ہے کہ تم اپنی
عقل کو ان میں دخل ندوا سنیئے کہ خدا کو جب عادل اور رحیم تسلیم کرچکے پھر تکلیف مالا
یطاق وہ تم سے کبھی جایز نہ رکھیگا اور قرآن شریف میں اسی کا ہم سجا ذکر ہے لا یکلف
اللہ نفسا الا وسعہا اب رہی برداشت اور تحمل اسکا قاعدہ ہمارے ہادیان
برحق نے بھی بموجب ارشاد باری عز اسمہ یہی مقرر فرمایا الانسان علی نفسہ بصیرۃ و

علم نہو وہ جہالت سے مقابلہ کیونکر کر سکتا ہے اب پھر از سر نو ہم اس تقریر کو شروع
کرتے ہیں شریعت محمدی بلکہ جملہ شریعتہائے انبیاء عموماً دو قسم پر منقسم ہے قسم اول
اصول اعتقادات اس میں توحید اور نبوت اور معاد اسکے کل مسائل نقلی دلائل سے مطابق ہیں
اور فلسفہ عقلیہ الٰہیہ میں کسیطرح کی غلطی کا احتمال نہیں ہے انہی پر اصول مذکورہ کی بنا ہے
ہاں انہیں تینوں مسائل کے فروع صدہا مسائل ہیں وہ بھی ضرور عقل سلیم ہی کے مطابق
ہیں اور جسقدر علوم قدیمہ اور جدیدہ فرض کیجئے کسی علم سے کوئی مسئلہ ہمارے اصول دین کا
اگر مطابق نہو اسکا بار ثبوت ہمارے ذمہ ہے اور ہمارے علم کلام کی کتابیں اسی کی بحث میں
طیار ہیں اب رہا بعض مسائل میں اختلاف رائے اہل اسلام کا اگرچہ یہ اختلاف ہے مگر کوئی
فرقہ اہل اسلام کا اسکا مدعی نہیں ہے کہ یہ مسئلہ خلاف عقل ہے یا اسکا ہونا محال ہے بلکہ جن امور
کا محال ہونا صرف بنظر استبعاد عقلی کہتے ہیں ان کا جواز اور امکان ثابت کر دیا گیا ہے ہاں
علم معاد میں دوسرے عالم کی جو اخبار انبیاء نے دی ہیں جب وہ عالم دوسرا ہے اور انبیا کو ہم
راستگو اور معصوم اور حکیم تسلیم کر چکے پھر ہمکو ان خبروں کی تصدیق میں اپنی کج فہمی سے
شبہہ کرنا ہی خلاف عقل ہے اسلئے اگر تمثیل سے اس عالم کی دوسرے عالم کے امور تمدنی اور
ناشفی قیاس کرنا ہی نادانی ہے جب اسی عالم میں جسقدر خواص طبعی اور نوامیس موجودہ
اشیا کو اپنی عقل سے مدلل نہیں کر سکتے اور سوا اسکے کہ ہمکو یہی کہنا زیبا ہے کہ یہ اثر
اور یہ ربط اس شے کا دوسری شے سے فطرت نے دیا اسکی دلیل کو ہم نہیں جانتے اور نہ
ہماری سمجھ میں آسکتی ہے (دیکھو باب نیچر کے صفحات کو اسی کتاب کے) اور انہیں مسائل
کی نسبت ہمارے ہادی برحق نے فرمایا ہے کہ تم احکام الٰہی اور اخبار عالم جزا اور سزا میں
اپنی عقل کو دخل نہ دو اسلئے کہ ہماری عقل تو اسی عالم فانی کی موجودات کی مشاہدہ سے
مستفاد ہوتی ہے اسپر اگر ہم قیاس کر کے اور تمثیل دیکر دوسرے عالم کے امور میں چہ میگوئی
کرینگے ضرور غلطی واقع ہوگی سو چہ نسبت خاک را با عالم پاک دوسری قسم شریعت کے
فروع دین کی ہے فروع دین سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی نے اپنے خالق کو پہچانا اور اسکے

سوال کنندگان کا ہے سرسید صاحب نے دین اسلام میں جو جو امور شریعت سے منقول تھے
اُن کو خوب جانچ کر سچی باتیں تو الگ کر دیں اور غلط سلط کو چھانٹ کر الگ کر دیا یہ خیال بالکل
غلط ہے اسلیئے کہ سرسید صاحب میں اتنا مادہ علمی نہ تھا کہ امور شریعت کے رموز کو سمجھتے اور
فلسفہ کے نازک مسایل کو جانتے اسیوجہ سے جس مسئلہ کو انہوں نے خلاف عقل بتایا ہے
یا تو اسکی مخالفت عقل سے براہ کم علمی اُنکی رائے میں آئی یا وہ مسئلہ عقلی خود غلط اور
لغو تھا جیسا کہ ابھی طوفان نوح کی نظیر میں گذر چکا ہے چند نظایر اسکے تو اوپر کے ابواب
میں گذر چکے مثلاً قرآن مجید کی فصاحت کا معجزہ نہونا دیکھو صفحہ ۴۷ کو انتصار الاسلام
کے دوسری جگہ اقرار اُسکے معجزہ ہونیکا دیکھو صفحہ ۷۷ کو دوسرے معجزہ دلیل ثبوت نبوت
نہیں صفحہ ۵۵ اسی کتاب کو دیکھو تیسرے معجزہ اور بازی گری سب ایک ہی چیز ہے کچھ
فرق نہیں ہے چوتھے ہمارے نبی صلعم نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا پانچویں مسمریزم کی عامل
اور معجزنما میں کوئی فرق نہیں ہے چھٹے کہ معجزہ وہی ہے جو خلاف قدرت خدا کے واقع ہو
اب انصاف کیجے کہ اِن باتوں سے اسلام کی بیخ کنی ہوتی ہے یا کہ تائید اسلام اتنی باتیں
تو سرسید صاحب کی ہم اوپر کے ابواب میں لکھ چکے ہیں اور سیکڑوں اغلاط اسی قسم کی انشاء
الله آپکو دکھائینگے **فلسفہ کا پڑھنا شریعت نے حرام کیوں فرمایا** بیشک وہ فلسفہ
جسکو آدمی نے اپنی ناقص عقل سے بنایا ہے اور وحی آسمانی کے مخالف ہے اسکا پڑھنا
پڑھانا حرام اور بدترین امور ہے کہ آدمی انسانیت سے اسکو پڑھکر گذر جاتا ہے اور جس
غرض سے خدا نے آدمی کو پیدا کیا ہے اردت اَن اُعرف یعنی خدا کا ارادہ ہوا کہ مجھے
میری مخلوق پہچانے اور پہچانے تو حق معرفت بھی ادا کرے فلسفہ باطلہ کے اصول پہلے
تو آدمی کو دہریہ منکر خدا بناتے ہیں اگر یہ نہوا تو خدا کو محض بیکار یا بند بیچر خیال کر کے موثرات
عالم کو موثر حقیقی اعتقاد کراتا ہے حرام اور حلال کو محض امر لغو خیال کراتا ہے جب تک
اُسکی عقل ناقص ہو وہ سے مطابق نہو اور جب آدمی کی عقل ناقص ہے پھر حکیم کامل العقل
کا حکم بالفعل اُس عقل ناقص سے مطابق کیونکر ہوگا لہذا انکار شرایع پر فلسفہ معین ہوتا

والقی معاذیرہ ہر ایک آدمی اپنے نفس پر اچھی طرح سے بصیر ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ میں کسقدر تحمل کر سکتا ہوں گو بظاہر عذر یا سے فاسدہ پیش کرتا رہے پھر چونکہ عبادات محض حق الٰہی ہیں ان میں ہمکو اپنی عقل سے تفصیلی طریقہ سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ جب پورے طور سے ہم پر ثابت ہو جائے کہ یہ حکم خدا ضرور ہے پس خدا کو حکیم اور عادل اور رحیم مان کر تسلیم ہی کرنا ضرور ہے دوسری قسم احکام دین کی جو دنیاوی معاشرت سے متعلق ہے کہ ہم اپنے ابنای نوع اور دیگر جاندار چیزوں سے کیونکر پیش آمد کریں اور اپنا لباس اور طعام اور گھر بار وغیرہ کیسا تجویز کریں اسی میں امور اخلاقی اور تمدنی اور خانگی اور حفظ صحت سب داخل ہیں اور قانون معاشرت اسی حصہ شریعت کا نام ہے اگرچہ بعد تسلیم کرنے اس امر کے کہ خدائے عزوجل حکیم اور مدبر برحق ہے اور ہمارے ضرر رساں اور نفع دہندہ امور کو ہم سے ہزار درجہ بہتر جانتا ہے اور کبھی ایسی تجویز نفرمائی گا جس میں ہمارا ضرر ہو پھر تو بندہ مطیع کو قانون معاشرت کے احکام الٰہی اور نوامیس قدرت کو تسلیم ہی کرنا لازم ہے مگر نہیں نیچرل صاحب بہادر کو اسقدر فلسفہ جدیدہ کی ہیضہ ہوئی ہے کہ آنکو دن رات اسکی فکر رہتی ہے کہ شراب حرام کیوں ہوئی ذبیحہ اور مردار جانوروں میں کیا فرق ہے سود کیوں ناجائز ہوا جسکی بدولت غیر اقوام تو مالدار ہیں اور مسلمان بھیک مانگتے ہیں۔ نجاست اور طہارت کا کیا لغو مسئلہ ہے کتا ایسا رفیق جانور اسکے پالنے کی کیوں ممانعت ہے۔ عورتوں کو گھر میں بٹھاکر قید سخت کیوں دیجاتی ہے۔ عورتوں کی تعلیم مردوں سے کیوں کم تجویز ہوئی الغرض ایسے ہی مسایل جزئیہ پر نظر کر کے حضرت نیچرل صاحب اور آپ کے جنرل یا نیچرل نے ہمارے علما اور مفسرین (خاک بدہن گوینده) کو لتاڑا ہے اور ایسے ہی مسایل میں مخالفت شریعت کے عقل سے ظاہر کر کے ایک نیا دین بنایا ہے جسکا نام سچا دین اسلام رکھا ہے اَنصار الاسلام کو خدا بحرمتہ النبی صلعم انجام کو پہنچاوے اس میں ایسے ہی مسایل کو عقلی طور سے درست کر دینے کا التزام مالا یلزم کیا جاتا ہے اور گذشتہ ابواب میں خدا کے فضل سے مشتے از نمونہ خروارے چند مسایل پر بحث ہو بھی چکی مگر اسکا خیال رہے کہ یہ خیال خام محض

سے کوئی بھکائے مگر آدمی بہک نہ سکے بوڑھی عورت چرخہ کاتنے والی سے پوچھا
گیا تو نے اپنے خالق کو کیونکر پہچانا جواب دیا کہ یہ چھوٹا سا چرخہ جو میرے پاس ہے بدون
میرے چلائے ہوئے ہرگز چل نہیں سکتا یہ آسمان اور چاند سورج اور ستارے کیونکر
آپ ہی آپ چل پھر سکتے ہیں اسیوجہ سے ہمارے ہادی برحق نے فرمایا علیکم بدین
العجائز پس فلسفہ عقلیہ جسکو ہماری شریعت حرام فرماتی ہے وہی فلسفہ ہے جو آدمیوں کی
عقل آرائی سے بنا ہے اور جسکا کوئی مسئلہ آج تک ٹھیک نہوا اور وہ فلسفہ عقلیہ جسکو
وحی آسمانی سے پیمبران برحق تعلیم فرماتے ہیں اسکو کسی شریعت نے حرام نہیں فرمایا بلکہ
واجب فرمایا ہے ادعُ الی سبیل ربک بالحکمۃ خدا کی شناخت کی راہ پر ہمارے
بندوں کو حکمت کے ذریعہ سے بلاؤ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا۔
جسکو خدا نے حکمت عطا فرمائی ہے خیر کثیر اسکو نصیب ہوئی ہے آپ ہوں یا کوئی اور
صاحب عقل اسکو مان سکتا ہے کہ جب شریعت انبیا کے احکام عقلی ہی قوانین ہیں پھر
کوئی شریعت فلسفہ صحیحہ اور یقینیہ کے سیکھنے سکھانے کو حرام فرماینگے محض افترا
ہے اور بالکل غلط الزام براہ فریب دہی لگایا جاتا ہے کہ شریعت نے فلسفہ کا سیکھنا سکھانا
حرام فرمایا ہے بلکہ جس فلسفہ کو عقل اور شرع دونوں حرام کرتے ہیں وہ البتہ حرام اور ناجائز
ہے۔ ؎ علم دنیا سر بسر قیل است و قال ۔ نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال ۔ گر باستدلال
کار دین بودے ۔ فخر رازی رازدار دین بودے ۔ یہ تو شاعرانہ مضمون ہے آپکو ہرگز پسند
نہوگا یہ لیجیے تاریخ الحکماء (گلدستہ فرنگ) اور دیکھیے فلسفہ عقلیہ آپ کے حکماے یوروپ
جنکی تحقیقات جدیدہ کو آپ کے پیرو خدا اور رسول کے کلام پر مقدم جانتے ہیں اور سکے
باہم اختلافات اور تناقض اور تہافت اور مہملات اور خرافات کو جسکے پڑھنے سے کیا کہوں
کیسی حیرت ہوتی ہے ہرکلی اور طاس اور ٹومیس اور ڈاکٹر ریڈ اور ہیوم اور فلان فلان اور
چونکہ یہ سب اپنا اپنا رنگ علاوہ رنگ فلسفہ یونانی کے باندھ رہے ہیں اور ڈاکٹر جدون اور
ڈاکٹر کرزن سر اسحق نیوٹن وغیرہ فلاسفہ موحدین کی طرح اسکے قایل نہیں ہیں کہ علم علت

ہے جناب نیچرل صاحب ذرا انصاف کیجیگا کیا آپ اس گروہ میں داخل نہیں ہیں ضرور
داخل ہیں حالانکہ کبھی فلسفی ہونا آپکو بر سول نصیب نہوگا اور نہ آپ کے ہیرو سر سید احمد
خانصاحب کو اور اسی نظر سے کہا گیا ہے رکچا صوفی بچا ملحد) سو تری وہ مثل ہوئی اے
رضی نہ الی الذی نہ اولی الذی۔ آپکا یہ خیال کہ شریعت کو اصول فلسفہ سے مطابق کردیا
جائے اسی سے بجوبی ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ اور شریعت کوئی دو چیزیں ہیں یہ بھی خیال فلسفہ
کے حرام اور ناجائز ہونے پر کافی دلیل ہے اور اسی فلسفہ کے پڑھنے سے یہ خیال پیدا
ہوتا ہے جو دراصل محض لغو اور بے بنیاد فلسفہ ہے اب ہمکو لازم ہے کہ فلسفہ کے اقسام
جائز اور ناجائز کی تفصیل بھی آپکو بتلائیں اور یہ شبہ جاہلانہ جو آپ لوگوں کو پڑا ہے کہ شریعت
کے امور عقل سے مخالف ہیں اسکی پوری کیفیت بیان کریں فلسفہ کی دو قسمیں علمی نظری
اسکو فلسفہ عقلی بھی کہتے ہیں اس فلسفہ میں محض اعتقاد اور علم غیر مادی اشیا کی ماہیت
اور خواص کا بیان ہوتا ہے دوسرا فلسفہ عملی جسکے پڑھنے سے ہم کاروبار دنیوی میں اعمال
اور دستکاری تجارت اور طبابت وکالت وغیرہ پیشہ پر کامیابی کیساتھ بسر بروزندگی پوری
کرسکتے ہیں پہلی قسم فلسفہ عقلی کی اسی کے اصول اور قواعد اچھے اور برے دونو طرح
کے ہوتے ہیں انسانی طاقت جہاں تک ہے اور جسقدر رسائی ہماری عقل کو ہے اسی میں
سیکڑوں طرح کے اختلاف اصول فلسفہ عقلیہ میں کرنیسے سیکڑوں شبہات اور الجھاؤ پڑتے
پڑتے آدمی کی عقل تباہی میں آجاتی ہے اور سوائے گمراہی اور تباہی کے کوئی نتیجہ
پیدا نہیں ہوتا ہے بلکہ اسی فلسفہ کے اصول میں ایسے خراب خیال پیدا ہونیسے فلسفہ
عملی تک بھی اسی خرابی کا اثر پہونچتا ہے اور دنیاوی کاروبار میں بھی سیکڑوں طرح کا ہرج
پیدا ہوتا ہے اب رہا دین اور شریعت کا معاملہ ظاہر ہے کہ دین کھلی ہوئی راہ اور روشن
طریقہ کا نام ہے جس پر اندھا اور بینا دونو برابر چل سکیں اور ایسا فلسفہ جو بینا کو نابینا بنا
دیتا ہے اس پر کسی دین کا مدار ہرگز ہو نہیں سکتا۔ دین کا تو ایسا آسان اور سیدھا بے
وسواس اور بے خرخشہ طریقہ چاہیے جس سے عقل فطرتی فوراً اسکو قبول کرے اور لاکھ طرح

ہے اور ہم اسی کتاب میں اُن سب کو عقلی دلایل سے ثابت کردینگے انشاءاللہ مگر اس جگہ ہم کو نیچرل
صاحب سے ضروری بات یہی پوچھنی ہے کہ جن اصول پر بنا کر کے یہ صنائع جاری ہوتے جاتے ہیں
اور ان اصول کو آپ لوگ نیچرل قانون قدرت کہہ رہے ہیں کیا اُن سب کو اپنی عقل سے آپنے مطابق
کرلیا ہے یعنی دلیل عقلی سے آپ ثابت کر سکتے ہیں مثلاً جو شے متصل زمین کے چار سیر وزنی
ہو چار ہزار میل زمین سے اوپر سیر بھر کا وزن اسکا کیوں رہ جاتا ہے یا نصف میل کی بلندی پر اسکا بھی
وزن جسم کا کیوں گھٹ جاتا ہے آپ یہی جواب دیں کہ فطرت نے جاذبیت زمین کا یہی نیچر اور قانون
قدرت رکھا ہے یا قواعد حرارت منتشعہ (یعنی جس حرارت میں شعاع اور چمک ہوتی ہے) کے
مثل قواعد نور کے ہیں انعکاس میں اور جلنے میں اور کمی میں اور نفوذ کرنے میں وغیرہ کیا آپکی
عقل کسی دلیل سے اسکو ثابت کرسکتی ہے بجز اسکے کہ خالق نور اور حرارت نے یہی اثر اس میں
دیا ہے اسی طرح ہزاروں نوامیس طبعیہ اور خواص کیمیاوی اور کہربائی برقی جو روزانہ ثابت ہو رہی
ہیں کوئی فلسفی اسکا مدعی ہوسکتا ہے کہ دلیل عقلی سے انکا ہونا ثابت کر دے سوائے عجز
اور اعتراف کی کہ قدرت نے یہی اثر اُس میں دیا ہے اور کیوں دیا ہے اس میں کیا مجال ہے کوئی
فلسفی تبلاسکے بہت زیادہ لکھینگے تو مثل مرأۃ الحکما یہی کہیں گے کہ خدا کی یا فطرت کی یہی مرضی
ہے۔ کہ یہ اثر اس شے میں پایا جائے پھر کیا اپنے ہماری شریعت میں کوئی آیت یا حدیث ایسی
پائی ہے جس سے یہ نکلتا ہو کہ چار ہزار میل کی بلندی پر کسی شے وزنی چار سیر کا وزن سیر بھر سے زیادہ
یا کم رہیگا یا نصف میل کی بلندی پر ایسے کم ہوگا یا نور اور حرارت کے قواعد میں ہماری شریعت نے
آپ کے اصول نیچریہ سے کچھ اختلاف کیا ہے کہدیجئے کہ ہاں تو اسکی سند پیش کیجئے اور اگر
نہیں کیا ہے پھر آپ کیوں شریعت سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں یہ بھی یاد رہے کہ بعض
اصول فیسولوجی یا اصول خلقت نطفہ انسانی میں ہمارے ہادیان برحق کے ارشاد ضرور مخالف
آپ کے فیسولوجیوں سے ہیں اُن کا جواب مجملی تو ہم یہی دیتے ہیں کہ جب دلیل عقلی سے آپ کے
اصول اور نوامیس کا ثبوت نہیں ہے فقط وہمی تجربہ پر بنا ہے پھر اگر تجربہ دو گروہ کا مختلف
ہو اور اپنے اپنے تجربات پر بنا کر کے ہر گروہ ایک حکم جداگانہ کرے کسی کو ان دونو گروہ میں سے

اور معلول قیاس اور تجربہ سے کبھی درست بھی ہو سکتا ہے اسیوجہ سے یہ سب لوگ
مثل ہمارے معزز سائلین کے ہمیشہ ٹھوکریں کھاتے کھاتے مر گئے اور کوئی مسئلہ منجملہ
مسایل فلسفہ عقلیہ کے درست نہوا تہافت الفلاسفہ قدیم فلسفہ کی اظہار خرابی میں یہ
کتاب لکھی گئی تھی مگر اب جدید تحقیقات سے قدیم فلسفہ کی مٹی پوری خراب ہو رہی ہے
اور شاید اگر ہماری زندگی نے وفا کی تو اسیطرح ہم جدید فلسفہ عقلیہ کی دھجیاں اڑانے پر طیار
ہو رہی ہیں ع شیشہ مے کی طرحسے ساقی چھیڑ تو مت کہ بھرے بیٹھے ہیں المختصر یہ بحث
بہت ہی طولانی ہے سیکڑوں اجزائے کتاب لکھے جائیں تب بھی ختم نہو گی اب مجھے
مناسب ہے کہ جس شبہ کی وجہ سے ہمارے معزز سائلین کو خواہش تطبیق شرع بالعقل کی ہے
اسکو لکھکر اور اُسی کا دفع کردوں تو شاید کسی قدر یہ شوق ہمارے نوخیزوں کا مبدل بہ نفرت
ہو جائے اسکو کسی باب آیندہ میں لکھونگا دوسری قسم فلسفہ عملی کے جس سے اکتساب
معیشت اور بسر بردحیات کا سامان آدمی درست کرتا ہے اور اسکی ترقی کی چیکا چوند نے
ہمارے معزز تعلیم یافتہ کو یہاں تک گستاخ کر دیا ہے کہ اصول عقاید کے مسایل جنکا علم علت
وہبی ہے اُسکو بھی اب چاہتے ہیں کہ اسیطرح عملی اور بدیہی کر دیا جائے اس دوسری قسم
کے فلسفہ کو ہماری شریعت نے بقدر ضرورت واجب اور مستحب فرمایا ہے اور صاف کہدیا
الکاسب حبیب اللہ دیکھو ہم اہل اسلام حبیب خدا اپنے پیغمبر برحق کو کہتے ہیں اور ہمارے
حبیب خدا صلعم نے کاسب معیشت کو اپنا لقب عطا فرما کر ارشاد کر دیا کہ جو کسب معیشت
کرتا ہے وہ بھی حبیب خدا ہے اب انہیں علوم عملی میں سے بعض علوم سے وہ پیشہ پیدا
ہوتے ہیں جنکو ہماری عقل ناقص ناجایز اور خراب تجویز کرتے ہیں جیسے قلب سازی دلونے
جعلی دستاویز بنانی جعلی مُہر کھودنی چوری کا پیشہ جھوٹی گواہی دینے کا پیشہ انہی طرحسے
سیکڑوں پیشہ کہ یا تو ہم یا ہم انکو ناجایز کہتے ہیں یا کہ تخصیص ملکی یا نوعی (قومی) یا شخصی
کیوجہ سے کبھی جایز کبھی ناجایز خلاصہ یہ ہے کہ ہماری شریعت نے کسب معیشت کے جسقدر
طریقہ حلال اور حرام تجویز فرمائے ہیں ضرور وہ سب عقل فطرتی کی نظر سے درست اور بجا تجویز

حکیم کے قول سے ہمکو اس ناموس کا ہونا کسی جسم طبعی میں ثابت ہوجائے اسیطرح نوامیس شرعیہ کو ہم جب قانون الٰہی تسلیم کریں گے کہ معتمد نبی اللہ اسکا لانے والا خدا کی طرف سے ہو اور جو طریقہ ہمکو اُس کے یقین کرنیکے عقلی ہیں کہ ضرور یہ کلام خدا ہے یا کلام رسول خدا ہے اُنکو پورا کرلیں پھر جب بخوبی ہمکو ثابت ہوجائے کہ ہاں یہ حکم اور یہ قول ہمارے خدا کا ہے اور وحی متلو یعنی قرآن شریف اور وحی غیر متلو یعنی حدیث نبوی ہے اب ہمکو ضرور اسکا قانون الٰہی تسلیم کرلینا لازم ہوگا اور عقل آرائی کی گنجایش نہ رہیگی شاید یہ تقریر ہماری کسی تعصب پر آپ محمول نہ کریں اب دو چار شبہات مع رد شبہہ نیچریوں کے بھی لکھوں ؛

## باب ۱۹ انیسواں چند شبہات نیچریہ جو ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں اور اُن کے جوابات نقلی اور عقلی



اس باب میں چند شبہات ایسے بھی درج ہونگے کہ اگرچہ ابھی میرے پاس کسی تحریر میں وہ سوالات نہیں آئے مگر چونکہ دلوں میں حضرات نیچریہ کے وہ ضرور سمائے ہوتے ہیں اور کمی علم فلسفہ کی وجہ سے اُنکو بیان نہیں کرسکتے اور پچھلے دہریہ اُن کو اچھی طرحسے کہ گذرتے تھے اور ہادیان حق اُن کے فہم کے موافق جواب بھی دیتے تھے لہٰذا اسی باب تطبیق نقل بالعقل سے متصل اسکا لکھنا ضرور ہے اور چند سوالات بذریعہ تحریر ابھی چکے ہیں **پہلا سوال** کیوں جناب اگر آپکا خدا موجود ہے اور سب امور پر قادر بھی ہے اور اپنے بندوں کی ہدایت بھی اُسکو بہرگونہ منظور ہے پھر کیا خدا سے یہ ہو نہیں سکتا کہ ظاہر بظاہر ہوکر اپنے بندوں کے ساتھ چلا آئے تاکہ ہم سب اُسکو پہچان کر اُسی پر ایمان لائیں اور یہ سارے اختلافات جو منکرین خدا اور اُسکے وجود پر اقرار کرنے والوں میں ہیں بالکل دور ہوجائیں اسلئے کہ مشاہدہ سے بڑھ کر پھر اور کونسی بات ہوسکتی ہے اب اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر خدا موجود ہے تو اصلی منشا اسکا یہی ہے کہ میرے بندے آپس میں ہمیشہ انکار اور اقرار خدا میں جھگڑا کیا کریں اور کبھی اسکا فیصلہ نہو ایسا خدا رحیم اور طالب نجات بندگان کیونکر ہوسکتا ہے **جواب نقلی** جواب تو اسکا یہی ہے کہ یہ سوال طلب محال پر شامل ہے اسکا جواب کیا دیا جائے جیسا کہ صادق آل محمدؐ نے ایک زندیق کو دیا ہے اور ہمارے نبی صلعم

دوسرے گروہ پر طعن اور تشنیع کا موقع نہوگا۔ سنکھیا کا استعمال کچا ہو خواہ کشتہ کرکے اسیطرح پارہ کا استعمال زندہ اور کشتہ یونانی طبیب قطعاً ناجایز کہتے ہیں اور ڈاکٹری دواؤں میں دیکھئے کسقدر ان دونوں کا استعمال مفید ثابت ہو رہا ہے اسیطرح سمیات کا فن اور اسی طرح قدیم ڈاکٹری کا فن دیکھو کیمیاے باسلیقا نام کتاب جو بزمانہ سلطنت نصیر الدین حیدر بادشاہ فارسی میں ترجمہ ہوئی ہے کہ محض سمیات سے کل امراض کا علاج کرنا ضروری ثابت کر رہا ہے بہرحال جب تجربہ یہ بتا رہا ہے اور دلیل عقلی آپ بھی اپنے اصول جدیدہ کی صحت پر قایم نہیں کر سکتے پھر اب کیا جھگڑا رہا اور کیوں دفع توہم شاید آپ یوں کہنے لگیں کہ ہم لوگ تطبیق نقل کی عقل سے اُن امور میں چاہتے ہیں جن میں ہماری عقل کارگر ہو سکتی ہے اور اُنکو صریح مخالف عقل کے پاتے ہیں اور نوامیس طبعیہ میں اگرچہ سبب عقلی اور ربط حقیقی دریافت نہو مگر اُن کا مخالف عقل ہونا بھی تو نہیں ثابت ہے خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ جس چیز میں عقل انسانی کی رسائی نہو اسکو مطابق عقل یا مخالف نہیں کہہ سکتے لہذا یہ نظایر آپ کے ہماری درخواست کے مطابق نہ رہے **جواب** اب ذرا انصاف کے ڈھرے پر آپ آتے چلے ہیں اب امید ہے کہ یہ گفتگو اور یہ بحث دو ہی چار باتوں میں طے ہو جائے اب یہ جواب ہے کہ جس طرح آپ نوامیس طبعیہ کو اصول فطرتی اور قانون الٰہی تسلیم کرتے ہیں اُسی طرح ہم لوگ نوامیس شریعت کو قانون الٰہی تسلیم کر چکے ہیں اور جسطرح ہمکو یقین کامل ہے کہ نوامیس طبعیہ جس حکیم مدبر نے اجسام میں تجویز فرمائی ہیں اور ضرور مطابق عقل کے ہونگی گو آج ہماری عقل اُن کے سمجھنے میں کوتاہی کرے اسیطرح قوانین شریعت اسی حکیم اور مدبر کامل بادشاہ رحیم اور عادل نے اپنی حکیمانہ تجویز سے نافذ فرمائے ہیں اور دونو قانون کا نافذ کرنے والا وہی خدائے حکیم وحدہ لاشریک ہے کبھی خلاف عقل اور انصاف کوئی قانون اُسکا ہو نہیں سکتا بلکہ دوسرا قانون یعنی شریعت چونکہ زیادہ تر ذوی العقول سے ہے کیواسطے جاری فرمایا ہے اسکا مطابق عقل ہونا بہ نسبت نوامیس طبعیہ کے اور زیادہ تر ضروری ہے پس اگرچہ آج ہماری عقل اُن کے مصالح کے سمجھنے سے مثل نوامیس طبعیہ کے قاصر ہو مگر یہ احکام کبھی مخالف عقل صحیح نہیں ہو سکتی اب ہمکو اور آپکو اسی قدر سمجھ لینا ضرور ہے کہ جسطرح نوامیس طبعیہ کو ہم قانون الٰہی اسیوقت جانتے ہیں جب کسی معتمد

نے کیا ہے جو شاید خدا کو موجود مانتے ہیں مگر چونکہ اُن کی عقل میں محسوسات سے خوگر ہو کر
اَور فلسفہ طبعیہ خواہ ہندسہ اَور ہیئت کو پڑھ کر یہی بات جم گئی ہے کہ آنکھ سے دیکھ لینے سے
بڑھ کر کوئی درجہ یقین کا نہیں ہے اَور دلایل عقلیہ جن سے خدا کا غیر مادی اَور ہمیشہ غیر
قابل رویت بصر بلکہ عموماً غیر محسوس ہونا ثابت کیا جاتا ہے اُن کے بیان کرنے سے ہمارے
سایل کو اطمینان نہو گا یا ہٹ دھرمی سے باوجود اطمینان کے نہ مانینگے لہذا ہمکو لازم ہے کہ
آنکھ سے جو چیزیں نظر آتی ہیں اُنکی نسبت آپ کے فلاسفروں کی رائے کو ظاہر کریں فلاسفہ
کی رائے یہ ہے کہ آنکھ کے حس محض غلط اَور غیر واقع چیزوں کو دکھلاتی ہے نہ رنگ صحیح
آنکھ سے نظر آتا ہے نہ مقدار صحیح نہ شکل صحیح چنانچہ سپید رنگ کو ہم ایک ہی رنگ خطائے
بصری سے خیال کرتے تھے اب کہ آلہ مراۃ العکس طیار ہوا موم کی بتی کا سپید شعلہ اس
میں مختلف رنگ کی پٹریاں نظر آتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری نگاہ سراسر غلطی
کرتی ہے کہ سپید رنگ میں کوئی رنگ نہیں ہے۔ یہ تو حل و تفریق عکسی کے ذریعہ سے خطائے
نظری کا ثبوت ہے اب ہم علم مناظر سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنکھ کی فطرت (نیچر) گویا
غلطی ہی پر ہوئی ہے۔ آنکھ دو متوازی خطوں کو دو ضلع مثلث کے دیکھتی ہے یعنی دور کی
طرف وہ دونوں خط ملتے ہوئے نظر آتے ہیں دیکھو کسی سڑک کی دونو پٹریوں کو آنکھ لاکھوں
میل کے مکعب مساحت والے اجسام کو برابر ایک چھوٹے سے گرد نان کے دیکھتی ہے
جیسے جرم آفتاب۔ اَور بڑے بڑے ستاروں کو روپیہ کی برابر دیکھتی ہے۔ کُروی اشکال
جرم نیرین کو مسطح دیکھتی ہے مربع کو دایرہ دیکھتی ہے۔ متحرک کو ساکن دیکھتی ہے
اَور ساکن کو متحرک دیکھو۔ اسٹیشن ریلوے پر جب گاڑیاں کھڑی ہوں اَور تم جس پر سوار
ہو وہ کھڑی رہے اَور دوسری چلے تمکو کیسی غلطی ہوگی۔ سوائے ایک خاص جگہ کے
اَور سب جگہ سے اجسام کو چھوٹا یا بڑا دیکھتی ہے۔ صفحہ ۳۹۵ انتصار الاسلام کو دیکھو اس
قبیل بیشمار اغلاط بصری ہیں دیکھو کتاب مناظر اقلیدس کو اَور اسپوم سے فلاسفہ میں حس
بصر اَور حس سماعت کے باہم فضیلت میں اختلاف ہے اکثر اسی کے بدلایل قوی قایل ہو

نے عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی کو دیا ہے دیکھو صفحہ ۱۰۰ انتصار الاسلام کو اور یہ جواب عقلی دلایل سے بھی بالکل درست اور ٹھیک ہے **دوسرا جواب** سایل نے پوری شناخت اور سچی معرفت کو فقط آنکھ سے دیکھنے میں براہ غلط کاری منحصر کیا ہے پہلی تو غلطی یہی ہے اور دوسری غلطی یہ ہے کہ خدا کو ایسے کثیف مادہ سے تجویز کیا ہے جسکو آنکھ دیکھ سکے یعنی مادے چیزوں میں سے بھی وہ کثیف چیز جو آنکھ سے دکھلائی دے تیسری غلطی یہ کہ جسقدر چیزیں آنکھ سے دکھلائی دیتی ہیں ٹھیک ٹھیک اُسی طور سے نظر آتی ہیں جیسی دراصل وہ ہوتی ہیں لہذا اُن کے موجود ہونے میں کسیکو اختلاف نہیں ہوتا ہے۔ پہلی غلطی کو یوں ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہزاروں چیزیں اسی دنیا میں موجود ہیں اور آنکھ سے نہیں دکھائی دیتی ہیں مگر اُن کا موجود ہونا ضرور یقینی ہے۔ دور کیوں جاؤ ہمارے بدن میں جسقدر قوتیں جسمانی خدا نے پیدا کی ہیں مثلاً ہاضمہ اور دافعہ وغیرہ انکو ہم آنکھ نہ کسی اور حس سے محسوس کر سکتے ہیں مگر انکو موجود ضرور مانتے ہیں اور موجودات بدیہیہ سے انکو تسلیم کرتے ہیں اسیطرح صدہا نظایر ایسی ہی موجودات کی ہیں جنکو نہ آنکھ نہ کوئی اور ہماری حس کل محسوس کر سکتی ہے۔ مگر انکی موجودگی ضرور ماننی پڑتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو موثر غیر محسوس ہے اسکی موجودگی کا یقین ہمکو اُسکے اثر کے محسوس کرنے سے ہوتا ہے اب یہ سوال کہ خدا مجسم ہوکر ہمارے سامنے آجائے منکر وجود خدا اگر کرے جیساکہ اس زندیق نے امام جعفر صادق سے کیا ہے اُسکا جواب تو وہی ہے کہ لیس للمحال جواب محال کا جواب کچھ بھی نہیں ہے جیسے کوئی شخص سوال کرے کہ اگر تمہارا خدا ہر شے کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو اپنا شریک بھی پیدا کردے یا کوئی ایسا آدمی پیدا کردے جو اپنے باپ کا باپ ہو یا ایک شکل مثلث قایم الزاویہ ایسی بنادے جسکے وتر کا مربع دونوں ضلعوں کے مربع سے چھوٹا خواہ بڑا ہو اسی طرح ہزاروں محالات ہیں جب اُن سے سوال کیا جائیگا یہی جواب دیا جائیگا کہ محال کا کچھ جواب نہیں ہے اور اگر یہی سوال منکر خدا نہ کرے۔ بلکہ جیسے ہمارے معزز سایل نیچرل صاحب

خدا ظاہر کر رہا ہے چنانچہ باب نیچر صفحہ ۸ سے لغایت صفحہ ۹۵ میں اسی کتاب کے ہم لکھ چکے اور نیز صفحہ ۲۱۳ سے لغایت صفحہ ۲۳۷ میں ہے۔ اور آپ ہیں کہ نہیں مانتے اور یہی کہتے ہیں کہ نیچر کے بدلنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں ہے پھر آپ کیونکر خدا کو نیچر شکن امور ظاہر کرنے سے جب مجسم ہوکر آئے خدا تسلیم کرینگے یہ بھی آپ کی دھوکہ دہی کی تقریر ہے **چوتھا جواب** اگر یہ بات سچی ہے کہ خوارق عادات خدا کے سوا اور کوئی ظاہر نہیں کر سکتا ہے چونکہ خدا ہمارا اور آپ کا کوئی مجسم شے نہیں ہے۔ لہذا اُسنے چند مجسم اشخاص کو اپنا نائب اور سفیر مقرر کر کے ہمارے پاس بھیجدیا اور صاف صاف کہدیا کہ دیکھو اگر میں بھی تمہارے پاس آتا اُسوقت بھی میری شناخت جن امور سے تم کرتے بھی معجز نمائی کے سوا اور کوئی بات نہ تھی اب تم میرے اِن فرستادہ اور مقربان بارگاہ سے میری قدرت نمائی کا پورا امتحان کر کے مجھ پر ایمان لاؤ اور جو چیز بڑی دلیل قدرت نمائی پر تمہارے نزدیک ہو مثلاً مردوں کو زندہ کر دینا ماہتاب کے دو ٹکڑے کر دینا آفتاب کو بعد غروب کے پھر مغرب سے طالع کر دینا یہ سب امور میرے ہی فرستادہ پیغمبران برحق تمکو دکھلا دینگے چنانچہ ایک رسول نہیں بلکہ لاکھ سے زیادہ تشریف لائے اور جو جو امور قدرت نمائی کے خدا سے خاص ہیں سب یا اکثر اُن بزرگوں نے حسب درخواست امت دکھلائے جنکو توفیق الٰہی شامل تھی وہ تو ضرور ایمان لائے ورنہ نظر بندی اور جادوگری کا الزام آپ ہی لوگ اُنکو دیتے رہے پھر اگر خدا بھی بفرض محال مجسم بن کر آتا وہی آپ ہیں اور وہی خدا اُسکو بھی ایک جادوگر اور بھانمتی ڈھیٹ بند آپ کہدیتے اسے مطلب آپکا یہ ہے کہ معاذ اللہ خدا کو بھی ہم بھانمتی اور بازی گر کہ لیں تب جاکر دل کے پھپھولے پھوٹیں جیسے آپکے پیرو مرشد سید احمد خان صاحب بہادر نے پیمبروں کو بازیگر اور بھانمتی کہکر اسلام کی جڑ کاٹی ہے **دوسرا سوال** عالم برزخ یعنی جب آدمی مر جاتا ہے تا روز قیامت پھر دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائیگا اس مسئلہ میں کیسے کیسے اختلاف اقوال انہوں میں

گئے ہیں کہ سماعت کو بصر پر بدرجہا فضیلت ہے اور یہ محض شاعرانہ خیال ہے کہ ع شنیدہ
کے بود مانند دیدہ - اب خلاصہ ہماری تقریر کا یہ ہوا کہ جب آنکھ کی غلط کاری مقدار اور شکل اور
لون کے دیکھنے میں ایسے بدیہی اور براہین ہندسہ اور حل و تفریق عکسی سے بخوبی ثابت ہے
پھر اگر ہمارا خدا (العیاذ باللہ) مجسم ہوکر آپ کے سامنے بھی آجاتا اور آپ اور ہم اسکو اسی غلط کار
آنکھ سے دیکھتے سچ فرمائی اسکے وجود کا اقرار کرنا مقراور منکر کو کیونکر متنفق اللادعان کر دیتا
لہٰذا واجب ہے کہ ہم اور آپ خدا کو اسی باطنی آنکھ سے دیکھیں جسکے مشاہدہ میں نہ عرت العکس
سے غلطی ثابت ہوا اور نہ علم مناظر سے اور یہ وہی آنکھ ہے جسکو ہم عقل سے نامزد کرتے ہیں
**تنبیہ ضروری** چونکہ یہ بحث مسئلہ رویت خدا کی طرف منجر ہوتی ہے اور اس میں اہل
اسلام آپس میں دو گروہ بہ نسبت رویت دار آخرت کے ہو گئے ہیں لہٰذا ہمکو زیادہ بحث کرنی
اس مسئلہ میں ہرگز نہ چاہئے ورنہ ہمارا دوسرا گروہ ہم سے ناراض ہوگا **تیسرا جواب** اب ہم
آپ کی خاطر سے اس محال کو بھی جایز فرض کرکے پوچھتے ہیں کہ اگر خدا مجسم ہوکر ہمارے
سامنے آجائے تو ہمکو اسکے خدا ہونے پر کیونکر یقین ہوگا آپ کہینگے - کہ خوارق عادات
کو خدا ظاہر کرکے ہم پر ثابت کردیگا کہ دیکھو کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ نیچر قانون
قدرت کو بدل دے اور میں جس چیز کو کہو اسکو بدل کر تمکو دکھلا سکتا ہوں اب معلوم ہوا کہ
بجز اس قدرت نمائی کے اور کوئی ثبوت اسکے خدا اور قادر توانا حکیم بے ہمتا ہونے پر نہ ہوگا
اور یہ قدرت نمائی خدا کی مجسم نبجانے پر موقوف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ نیچر کے خلاف
آثار قدرت کا ظاہر کرنا یہ کوئی فعل جسمانی نہیں ہے - کہ بدون جسم بنے ہوئے آثار عجیبہ خدا
نہ کر سکے اور نہ کوئی لزوم عقلی اس میں ہے کہ نیچر شکنی پر وہی قادر ہوگا جو کہ جسمانی شکل میں ہو پھر
جب محض اظہار قدرت پر شناخت خدا کا انحصار ہو گیا اب اسکا مجسم ہوکر آنا ہمارے عقیدہ
کو پختہ کرنے میں کافی نہوا بلکہ اسکو کچھ دخل بھی دفع اختلاف مذا یعنی اقرار و انکار وجود خدا
میں نہ رہا بلکہ محض قدرت نمائی سے شناخت یقینی قادر مطلق کی ہمکو ہوگی اور یہ طریقہ خدا
نے ہمیشہ سے جاری رکھا ہے ہزاروں آثار خلاف نیچر کے اپنی قدرت نمائی کی غرض

یہ سوال کچھ تو قدیم زندیقوں کا ہے۔ اور کچھ بلکہ بہت کچھ حیدرآباد کے بعض معزز نیچرل صاحبوں کے خیالات پر شامل ہے۔ جنہوں نے بذریعہ تحریر خطوط مجھ سے جواب شافی طلب کیا ہے **جواب نقلی** فرمودہ عالم اہلبیت امام جعفر صادق یہ ہے حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مقولہ اُن لوگوں کا ہے جو منکر انبیا ہیں اور انبیا کی تکذیب کرتے ہیں اور جو کچھ خدا کی وحی انبیا پر نازل ہوتی ہے۔ اور اُس کی خبر دہی انبیا نے فرمائی ہے۔ اُس کی تصدیق اُن لوگوں کو نہیں ہے۔ اور خدا کی طرف سے جسطرح انبیا نے کیفیت عالم برزخ کی خبر دہی کی ہے۔ پھر اُسی طرح جن لوگوں کو خدا نے بعد مرنے کے زندہ کردیا ہے۔ اُس کی بھی خبر دہی ہے۔ کتب آسمانی میں انبیا نے کی ہے پس یہ منکرین اس خبر دہی پر بھی یقین نہیں کرتے **مراد حضرت** کی یہ ہے کہ جو خبریں عالم برزخ کی خدا نے دیں اور اُن امور کو اموات زندہ کر کے دکھا بھی دیا یہ فرقہ دونوں کا انکار کرتا ہے۔ پہلے تو یہ خیال کرو کہ خدا سے زیادہ سچا اور خدا کے رسولوں سے کوئی ہوسکتا ہے اور پھر یہ دیکھو کہ بہت سے آدمی مرنے کے بعد زندہ ہوچکے ہیں ان میں سے اصحاب کہف بھی ہیں جن کو تین سو نو برس خدا نے مردہ رکھا اور پھر جس زمانہ میں انکار حشر و نشر آدمیوں میں زیادہ ہونے لگا۔ اور فلسفی دلایل سے مردہ کا زندہ کردینا محال ہے لوگ اسکے زیادہ معتقد ہوئے۔ اصحاب کہف کو خدا نے زندہ کردیا کہ منکرین بعث کی دلیل باطل ہوجائے اور قدرت خدائے برتر کی احیاء اموات پر بخوبی ثابت ہوجائے اور اُن کو یقین ہوجائے کہ قبروں سے اٹھنا مردوں کا صحیح اور درست ہے۔ میں کہتا ہوں یہ قدرت نمائی خاص اُسی غرض سے تھی کہ شکوک اور اوہام خلایق کے مسئلہ حشر اور نشر میں باطل ہوجائیں اور جو تاریخی شبہات جنرل نیچرل انڈیا اس واقعہ پر کرتے ہیں یا اصحاب کہف کو خواب مقناطیسی میں پڑا ہوا خیال کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر کری کیری صاحب وغیرہ اُن شبہات کا جواب ہم باب خاص میں لکھینگے (۲) حضرت ارمیا نبی اللہ علیہ السلام کو خدا نے بعد مرنے

پڑے ہیں۔ ایک فرقہ تو اسیکا قایل ہے کہ مرنے کے بعد پھر کچھ بھی نہیں اور مردہ
کبھی زندہ ہو ہی نہیں سکتا دوسرا گروہ تناسخ کا قایل ہے کہ ارواح پلٹ پلٹ کر
اچھے یا برے اجسام میں داخل ہوا کرتی ہیں۔ اور اسیطرح دنیا چلی آتی ہے اور چلی
جائیگی تیسرا گروہ اہل مذہب آسمانی کا ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم برزخ عالم جزا اور سزا
سے بھی زیادہ خوفناک ہے کہ اُس میں بجز اپنے عمل کے کسی کی شفاعت بھی کارگر نہیں
ہے لا تنفاف علیکم الا البرزخ۔ اور بروز حشر و نشر البتہ کل مردہ زندہ کرکے اُن سے
حساب و کتاب لیا جائیگا مگر شفاعت کارگر ہوگی۔ اسی اختلاف عقاید کی وجہ سے کیا
جھگڑا اور فساد باہمی انسانوں میں ہو رہا ہے قیامت تو جب آئیگی یا نہ آئیگی دیکھا جائیگا
ہم تو اسی زمانہ برزخ میں جس روز سے آدمی مرجاتا ہے۔ اسی کی تحقیق کے خواہاں
اور طلبگار ہیں کوئی آسان طریقہ ایسا خدا تجویز کردیتا کہ یہ اختلاف باہمی دفع ہوجاتا کیا
آسان طریقہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر صدی میں ایک آدمی جو مرگیا ہے اُسکو خدا زندہ کردیا
کرتا اُسکی زبانی ہم چشم دید اُسکے دیگر اموات کی کیفیت پوچھکر یقین کرتے کہ جو لوگ
مرگئے ہیں اُنپر بعد مرنیکے کیا گذری اور خود اُس شخص پر حسب عمل اور کردار کا یہ تھا کیا
گذری یہ تجربہ ہر صدی میں آدمیوں کے ان شکوک اور اوہام کو بھی دور کردیتا اور خبر وہی
پیغمبروں کی جو عالم برزخ کی نسبت وادے السلام اور وادے برہوت کی کرکے ہمکو
ڈراتے ہیں اُسکی بھی پوری تصدیق ہوکر طریقہ واحدہ پر تمام اخلایق ایمان دار اور یقین
کامل پر ہوجاتی اور انبیا پر جو مظنہ اسکا ہے کہ اپنی کہانی پکانی اور رنگ جمانیکی غرض
سے ایسی ایسی دھمکی ہمکو دیا کرتی ہیں اس بدگمانی سے بھی نجات مل جاتی اور روز جزا
کی جو جو چیزیں وحی آسمانی سے مشہور ہیں اُن کی بھی پوری تصدیق ہوجاتی اور یہ بھی یقیناً
معلوم ہوجاتا کہ بعد مرنیکے ہم کیا ہوجاتے ہیں اور عمل خیر اور شر کا اثر جب عالم برزخ
سے شروع ہونیکا مشاہدہ ہوجاتا پھر دار جزا کی سزا اور جزا کے انکار کا موقع کسیکو نہ ملتا اور
قدرت خدا سے قادر کی احیاء اموات پر اسکا ثبوت بھی ہر صدی میں ہوتا رہتا

اسی غار میں دوسو اٹھانوے سال رہا اسکا قصہ (جو میرے خیال میں مقابلہ اصحاب کہف
دہریوں نے گھڑا ہے) یہ ہے کہ ابیمنیدس کے باپ نے ایک روز اسکو ایک بھیڑ چرانے
کو بھیجا جب وہ پلٹا تو ٹھیک دوپہر کا وقت ہوگیا گرمی زیادہ تھی لہذا ایک غار میں جو محفوظ
تھا بہ نظر راحت و آرام گھس گیا اور وہاں جا کر سوگیا اور ۲۵۰ سال سوتا رہا اب جو نہ مرگئے
انکو سجانہ بھی نہ آیا۔ جب اسکی آنکھ کھلی اور گمان اسکا یہی تھا کہ بموجب عادت گھنٹہ دو گھنٹے
سویا ہوگا۔ اب اس نے اپنی بھیڑ کو تلاش کیا اسکا پتا کہاں تھا وہ تو نیچرل صاحب کے پیٹ
میں ہضم تھا اب اس غار سے نکلا سطح زمین کو دیکھا تو بالکل اس کی شکل ہی بدل گئی ہر
اور بھی تعجب ہوا اب یہ دوڑا اور اسی جگہ کو گیا جہاں سے اسکے باپ نے بھیڑ چرانے کو
اسے بھیجا تھا دیکھتا ہے کہ مساکن یعنی گھر وغیرہ سب بدل کر نئی صورت کے ہوگئے ہیں
اور جن لوگوں سے یہ کلام کرتا تھا کوئی اسکی بات نہ سمجھتا تھا اب یہ شہر آتوش را اپنے وطن
کو حیران و پریشان ہو کر گیا وہاں بھی ایسے لوگ اسکو ملے کہ جنکو کبھی دیکھا بھی نہ تھا
اب اسکا تعجب اور بھی زیادہ ہوا۔ اب اپنے باپ کے گھر گیا گھر والوں نے پوچھا تو کہاں سے
آیا ہے۔ اور کیا چاہتا ہے۔ یہ اپنی گذشتہ روداد سب بیان کرنے لگا کسی نے اسکی بات سمجھی
ایک چھوٹا بھائی اسکا جو اسی روز پیدا ہوا تھا جسروز یہ بھیڑ چرانے گیا ہے اور آج وہ پیر فرتوت
ہو چکا ہے۔ اسنے اسکی بات بھی سمجھی مگر بڑی دقت اور تعجب شدید کے بعد ابیمنیدس کے
اس واقعہ کو لوگ معجزہ اور کرامات سمجھے یعنی جنکو اس واقعہ کا یقین ہوا۔ اور بہت سے
لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ یہ دور دراز ملکوں میں سفر کرتا رہا ہے اور جھوٹا قصہ بناتا ہے میری
غرض اس واقعہ حیرت شکن کے لکھنے سے یہ ہے کہ غیر مذہبی تاریخ سے بھی نظیر قصہ اصحاب
کہف کی ثابت کروں اور اگر زیادہ تفحص تاریخی کیا جائے شاید اور نظایر بھی پیدا ہوں اور طلسم
فرنگ میں ڈاکٹر گریگرے کی قشیبات اصحاب کہف کے قصہ پر اس سے کیا جواب پورا ہو جائیگا انشاء اللہ
پھر چونکہ میں اس کتاب میں جابجا ثابت کر رہا ہوں کہ حیرت شکن حوادث کو خدا اپنی قدرت
کی غرض سے ہمیشہ ظاہر کرتا ہے جسکا دوسرا فایدہ یہ ہے کہ انبیا علیہ السلام کے معجزات

زندہ کردیا یہ وہ بزرگ ہیں۔ جب بخت نصر فی حوالی اور خود بیت المقدس کو خراب کیا ہے
لڑائی سخت ہوئی اور بہت سے لوگ مارے گئے حضرت آرمیا کو خیال ہوا اب کون انکو
زندہ کریگا خدا نے سو برس انکو مردہ رکھا اور پھر زندہ کیا اور حضرت نے اپنے اعضا کو
دیکھا کہ ان پر گوشت از سر نو کیونکر اوگتا ہے اور ان کے جوڑ بند اور رگیں کیونکر باہم وصل
پاتی ہیں جب سارا جسم پورا بن گیا حضرت اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ بیشک خدا ہر چیز پر قادر
ہے (۳) ایک اور بڑا گروہ جنکا شمار نہیں ہوسکتا طاعون کے خوف سے اپنا شہر چھوڑ کر بھاگے
تھے ان کو خدا نے موت دی اور بہت دراز تک مُردہ پڑے رہے تا اینکہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ
ہوگئی تھیں اور جوڑ بند ان کے سب جدا جدا ہوگئے تھے اور سب مٹی کی شکل پر
ہوگئے تھے حضرت خرقیل کو خدا نے برسالت مبعوث کیا جسوقت خدا کو یہ پسند ہوا تھا
کہ اپنی مخلوقات کو اپنی قدرت کا تماشا دکھاوے حضرت خرقیل جب اس مقام پر گذرے
اور بندگان خدا کی شکل انکو نظر آئی ترحم ان کے حال پر آپ کو ہوا اور خدا سے دعا
کی پس ان کے بدن کے اعضا فراہم ہوگئے اور روحیں ان کی از سر نو ان کے
بدن میں آگئیں اور سب کے سب جس حالت سے مرے تھے اسی شکل سے اٹھ
کھڑے ہوئے ایک آدمی بھی کم از روے شمار کے نہ تھا اور بحکم خدا زمانہ دراز تک
زندہ رہے۔ (۴) حضرت موسےٰ کے ہمراہ کچھ لوگ گئے تھے۔ اور انہوں نے بھی
یہ سوال کیا تھا کہ ہمکو خدا مجسم کرکے دکھلا دیجئے (جیساکہ سوال اول میں گذر چکا ہے)
ان کو بھی خدا نے ہلاک کردیا اور پھر حضرت موسےٰ کی درخواست سے وہ سب زندہ
ہوگئے۔ میں کہتا ہوں یہ چار نظایر احیاء اموات کے مذہبی تاریخ سے لکھے جنکو
کتب آسمانی بیان کررہی ہیں اور نیچرل صاحب اپنی تفسیر میں ان کو کیسے کیسے
دلایل سے غلط ثابت کررہے ہیں جنکو ہم جلد دوم کتاب ہذا میں انشاء اللہ تعالیٰ
لکھینگے۔ پانچویں نظیر تاریخ الفلاسفہ مطبوعہ قسطنطنیہ مطبع الجوائب کے صفحہ ۴۶
سے لیجئے حکیم ابیمنیدس ۵۷ سال کم سے کم ایک غار میں سویا کیا اور بعض کا قول ہے

لیجئے مگر مشکل تو یہ ہے بقول ڈاکٹر گریگری صاحب کہ معمول مسمیریزم مردہ کو مردہ نہیں بتلاتا ہے بلکہ جب پوچھو تو یہی کہیگا کہ سو رہے ہیں مطلب اس نیچرل کا یہ ہے کہ موت کوئی چیز نہیں ہے فقط خواب مقناطیسی ہیں آدمی سوجاتا ہے اور مرنا کیسا ؀ مایا مرے نہ جگ مرے ۔ مرمر جات سیر ۔ لینا دینا نامرے ۔ ساپنچے کہت کبیرؔ آپ تو نیچرل صاحب منکر حشر و نشر ہیں ہمارے مسلمان بھائی بھی بہت سے ایسے ہیں جنکو مرجیہ فرقہ میں شمار کرنا لایق ہے اللہم احفظنا اُن کی حکایت سن لیجئے ۔ کیسا ہی ۔ بدکار شرابی زانی فاسق تارک الصلوٰۃ اور مرتکب محرمات شرعیہ ہوا اور مرگیا اب جب خواب میں اسکو دیکھینگے تاج بہشت سر پر رکھا ہوا اور لباس پہنے ہوئے کسی باغ بہشت میں تخت مرصع بر براج رہے ہیں جو پوچھو ارے بھائی تم بدکار بخلاف شرع نیچرل آلودہ معاصی تھے یا تم تو بہشت کے منکر مثل سر سید احمد خاں صاحب تھے یہ رتبہ تمکو کیونکر ملا جواب دیں کہ بھائی صاحب خدا ہمارا انکنہ نواز ہے ۔ ؀ گاہے بسلامے برنجند گاہے بدشنامے خلعت بدھند ۔ کا مضمون بھی تم نے سنا ہے نہ کسیکی سیکڑوں برس کی عبادت اور نہ ہماری ایک روز کی شراب خواری زناکاری اغلام اور انکار بہشت و دوزخ کن بلاؤں کی باتوں میں پڑے ہو (حق سرّہٗ) خدا کے بھید خدا ہی جانے جاؤ اپنا کام کرو نہیں معلوم خدا کس بات سے راضی ہوتا ہے **تیسرا سوال** حیدرآباد سے خاص آیا نام نہ لونگا ۔ اسکی کیا مصلحت ہے کہ سوائے اہل اسلام کے اور کسی مذہب کے صلحا اور متقی اور پابند ارکان مذہبی کیسے ہی عابد و زاہد ہوں اُن کا نہ کوئی عمل صحیح اور نہ اُنکی کوئی عبادت مقبول بلکہ سب دوزخی اور فقط مسلمان ہی جنتی ہونگے ۔ فرض کرو کہ صبح تک ایک نبی کی شریعت جاری تھی اور دوپہر کو دوسرے پیمبر صاحب آئے اب جتنے لوگ مطیع پیمبر سابق کے تھے دوپہر کے وقت سے کافر ہوگئے اگر اپنی شریعت پر عمل کریں یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی ہے اس سے تو صاف اور کھلی ہوئی نفسانیت معلوم ہوتی ہے اور اپنی گرم بازاری اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی اگر خدا اپنے بندوں پر رحیم ہے جو بندہ عمل نیک کریگا اور اسکی بندگی وہ ضرور بخشا جائیگا کسی مذہب کا کیوں نہو اس سے زیادہ تر تعجب کی بات ہے کہ اہل اسلام کے نبی نے اپنی امت کے بہتر فرقوں

کی تصدیق اُن سے ہو جاتی ہے پس کیا عجب ہے کہ حکیم ایمپلیندس کا ۷۵ سال غار میں
سونا فقط اصحاب کہف کے خواب کے محال نہونے کا ثبوت خدا نے اس سے چاہا ہو ع
عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ۔ خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگ است اب ہم حضرت سائلین
سے پوچھتے ہیں ۔ کہ اتنے نظایر تاریخی تو مُردوں کے زندہ کرنیکے موجود ہیں اور انکار منکرین
بہ نسبت خبر دہی عالم برزخ کے برابر چلا آتا ہے کسی تاریخ سے آپ بتلادیں کہ ان واقعات
کے بعد فیصد ہا شکوک اور شبہات منکرین اخبار برزخ میں کچھ بھی کمی ہوئی ہے یا نہیں لہذا
حکیم دانا اور قادر توانا کو ثابت ہوگیا کہ احیاء اموات سے بھی کبھی ان منکرین کو تشفی نہوگی۔
پھر یہ فعل بے سود ہی میں کیوں کیا جائے عقلی جواب اگرچہ جواب مذکورہ بالا کافی ہے مگر
ہم نیچرل صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ ہر صدی میں اگر ایک یا دو یا سو یا ہزار آدمی آپ کے
اطمینان قلب کے واسطے زندہ کئے جائیں اب وہ لوگ کس مشرب کے ہوں اگر پابند مذہب
آسمانی ہوں جب اُن کے پیشوایاں برحق انبیا کی خبر دہی کو آپنے نہ مانا حالانکہ اُن کی
راست گفتاری پر اُن کی معجز نمائی دلیل تھی پھر بیچارہ امتی لوگ جنکی صداقت پر کوئی دلیل
نہیں ہے اُن کے بیان پر آپکو کیونکر اطمینان ہوگا اور اگر وہ زندہ شدہ لا مذہب اور نیچرل خیالات
کے لوگ ہوں چونکہ اُن کی آزادئے خیال اور لامذہبی بخوبی معلوم ہے اور جذب عمانی کی
قوت اُن میں موجود ہے وہ تو یہی چاہینگے کہ تمام دنیا ہم جیسی ہو جائے اور جس عذاب میں ہم
عالم برزخ میں گرفتار ہیں سب اسیطرح گرفتار ہوں لہذا اظہار حالات اصلیہ کا وہ کیوں کرنے
لگے وہ تو برعکس انکے بہشت دارہ کی طلبگاری میں تم سبکو غلط بیانی کر کے اور باغ سبز دکھلا کر
یہی کہینگے کہ خوب شراب پیو اور ناچ رنگ اور خوب بدکاری کرو یہی لطف زندگی ہے ۔ اور بلاؤں کے ڈھکوسلے
ہیں نہ کیفیت ہم لوگ چین اور آرام سے بسر کرتے ہیں آسان طریقہ اس سے بھی زیادہ ہم آپکو
بتلاتے ہیں اور آجکل جسکا چرچا ہو رہا ہے تسخیر ارواح جو بذریعہ پلانچٹ اور تختی طلسماتی
آپ لوگ کر رہے ہیں اور جسکی روح کو چاہا فوراً حاضر ہوگئی اب مُردوں کو زندہ کرنیکی کوئی حاجت
نہ رہی بس جسکی روح کو چاہیے پکڑ بلوائی اور اس سے عالم برزخ میں جو جو کہ گذر رہا ہے پوچھ

بھی تسلیم کر لو کہ تبدیل انبیا سے غرض تبدیل احکام شریعت بنظر اصلاح نظام عالم ہوتی ہے۔ پھر جب خط مستقیم اور صراط مستقیم یہی ٹھری کہ ہر نبی کے زمانہ نبوت میں جو راہ کہ بندہ کو خدا تک پہونچاتی ہے اسکا مبدا اور شروع اسی نبی سے ہوتا ہے۔ اب بدون پیروی اسی نبی کے اگر ہم راہ خدا کے طلبگار ہوں گے تو راہ راست ہمکو ہرگز نہ ملیگی اور جب راہ راست نہ ملے تو کجرفتاری ضرور ہوگی اور کجرفتاری سے وصول منزل مقصود کا ہرگز یقین نہوگا اور بجز ٹھوکریں کھانے کے اور کیا امید ہوگی۔ ؏ خلاف پیمبر کسے رہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
پھر جو لوگ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت پر چلتے تھے اور اور اپنے ہاوے زمانہ حضرت عیسیٰ کی پیروی نہ کرتے تھے ضرور وہ راہ راست سے الگ تھے ؏ راستی موجب رضاے خداست۔ کجرفتاری خدا کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی سمجھو کہ تبدیل شریعت انبیا سے خدا کی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ تمام خلایق اس جدید شریعت اور نبی موجود کی پیروی کرے یہ غرض نہیں ہے۔ کہ جو لوگ کسی شریعت پر چل رہے ہیں۔ وہ تو اپنے دین پر چلے جائیں۔ فقط بے دین اور کفار اسی نبی پر ایمان لائیں اور یہ کسی مقنن قانون کی بھی غرض نہیں ہوتی کہ پچھلا قانون بھی باقی رہے اور نیا قانون بھی جاری ہو بلکہ پچھلے قانون کے جو احکام منسوخ نہیں ہوئے اُن کو بھی اسی جدید قانون سے لینا ضرور ہے اور کیوں ضرور ہے اسکو اصول علم قانون کے پڑھے ہوئے کسی بیرسٹر اٹ لا سے پوچھو یہ بھی ضرور سمجھنا چاہئے کہ شریعت کے احکام اور عقاید میں سب سے زیادہ تقلید احکام عبادت میں ضروری ہے جنکو ہم نے احکام توقیفی لکھا ہے (صفحہ ۱۵۶) مطلب یہ ہے کہ عبادت جو مطلوب الہی ہے اُسکو بیچون و چرا ہر زمانہ کے صاحب شریعت ہی کے حکم سے ادا کرنا لازم ہے۔ اور عبادات کے مسایل کو ہم نے اوپر کے ابواب میں ثابت کر دیا ہے کہ اُن میں عقلی چہ میگوئی کو ہرگز

میں سے فقط ایک ہی فرقہ کو ناجی رکھا ہے اور بہتر غریق دریا ے عذاب ایسا معلوم ہوتا ہی
کہ بہشت میں جگہ کم ہے اور دوزخ میں نہایت وسعت ہے جب تو سیکڑوں فرقہ ہا ے غیر اسلامی
اور بہتر فرقہ اسلامی سب دوزخ میں اور ایک فرقہ اور وہ بھی مجہول جسکی شناخت میں آجتک اہل
اسلام جھگڑتے جھگڑتے مر گئے اور ثابت نہوا کہ وہ کون فرقہ ہے۔ جس میں سرخاب کے پر لگے
ہوئے ہیں وہی جنتی ہیں۔ ایسی ایسی باتیں خلاف عقل اور خلاف انصاف سنکر کوئی آدمی
صاحب عقل دین اسلام کو قبول کرسکتا ہے اسلیئے کہ اگر مسلمان بھی ہوا تو پھر بہتر کے جھگڑے
سے کب نجات ملیگی اور عجیب کشاکشی میں پڑیگا جواب اس شبہ کا جواب کسی قدر تو ہم
نے صفحہ ۴۳۶ میں اسی کتاب کے لکھدیا ہے لغایت صفحہ ۴۳۷ اب ایک مثال ہم بہت ہی
واضح ایسی لکھتے ہیں جس سے آپکی سمجھ میں آجائیگا کہ مذہب ایسی چیز نہیں ہے کہ ایک وقت
میں دو اور چار اور دس ہوں مذہب صراط مستقیم کو کہتے ہیں اور صراط مستقیم سیدھے خط پر
ہوتی ہے۔ بانی مذہب پیغمبر اور جس راہ کو پیغمبر بتاتا ہے۔ وہی راہ بطرف خدا کے پہونچانی
والی ہے بلا تشبیہ دو نقطہ فرض کرو اور اسی فرض سے بخوبی تمہاری سمجھ میں آجائیگا
کہ خط مستقیم جو دو نقطوں سے ملتا ہے۔ سواے ایک خط کے دوسرا ہرگز ہو نہیں سکتا مثلاً
نقطہ ا ب بس سواے ایک خط درمیانی کے جو سب سے چھوٹا ہے اور کوئی خط مستقیم نہوگا
اور وہی خط سیدھا ہے۔ اگر اُسی پر چلیں تو صراط مستقیم وہی ہوگا اور سب راہیں کج اور ٹیڑھی
ہونگی۔ اب دیکھو کہ صراط مستقیم یعنی مذہب کا منتہی یعنی جہاں مذہب پر چلنے سے ہمکو پہونچنا مطلوب
ہے۔ وہ تقرب بارگاہ اقدس الہی ہے وہ تو ہمیشہ ایک ہے اور مبدا یعنی پیغمبر بدل بدل کر
آتے رہے اور اسکی حکمت کا بیان دوسری بحث میں پڑھو۔ اب نقطہ مبدا کے بدل جانے
سے وہ خط مستقیم جو پہلے تھا ضرور بدل جائیگا اسلیئے کہ ایک خط مستقیم کے دوسرے اور
دو مبدا نہیں ہو سکتے اب مطلب یہ ہوا کہ ہر نبی کے زمانہ میں صراط مستقیم باعتبار مبدا کے
جداگانہ ہوگی لہذا ہمکو اگر صراط مستقیم پر چلنا ہے تو آخری نبی سے اس راہ کی ابتدا اور یہ امر ضرور ہے
سمجھیں۔ اسبات کو یہاں اصول موضوعہ کے رکھو کہ تبدیل انبیا ضروری امر ہے۔ اور یہ

صاحب شریعت بھی تھے انجیل حضرت پر نازل ہوئی مگر یہی فرماتے تھے کہ میں توریت کی
تائید کرنے آیا ہوں پھر کیا یہود جنہوں نے حضرت عیسیٰ کے احکام کو نہ مانا اور برابر مخالفت
کرتے رہے اور وہ اسی بنا سے دین موسوی پر اڑے رہے نصاریٰ انکو جنتی کہ سکتے ہیں جو ہم
اہل اسلام نصاریٰ اور یہود کو آپکی خاطر سے جنتی کہدیں اگر آپ یہ کہئے کہ ہم کل اہل
مذہب پر یہ اعتراض عموماً کرتے ہیں اور ہم کب اس عقیدہ نصاریٰ کو پسند کرتے ہیں اسکا جواب
تفصیلی یہ ہے تفصیلی جواب آپکے شبہہ کی بنا اسی پر ہے کہ جو کوئی نیک عمل کرے
اُس سے خدا راضی ہوگا (اگر خدا بھی کوئی مانا جائے) اور یہ بات ضروری ہے مگر نیک عمل
کی دو قسم ہیں قسم اول تو ایسے اعمال صالحہ جو کبھی بدل نہیں سکتے جیسے سچ بولنا ترک زنا
اور مال حلال کو صرف میں لانا طہارت سے رہنا اور بعض عمل خیر ایسے ہیں کہ بمقتضاے وقت
انکی تبدیلی بھی ضرور ہوتی ہے۔ عبادت وہ عمل ہے کہ اسکے طریقہ ہر زمانہ میں جو طریقہ مطلوب
الٰہی ہوتا ہے۔ وہی عمل خیر ہے اور اسکے سوا اُس زمانہ میں عمل خیر نہیں ہوتا ہے یہ عمل خیر ایسا
نہیں ہے کہ اس میں تبدیل نہو اب فرض کرو کہ ایک نبی نے کسی قسم کی عبادت کا حکم اپنی امت
کو دیا اور دوسرے نبی نے اُسکے عوض دوسری عبادت جاری فرمائی اور اسکو منع کردیا اب
اگر اسکو ہم نبی اللہ اور اسکے حکم کو حکم خدا تسلیم کرتے ہیں پھر تو عبادت ممنوعہ کو ہم کیسے
ہی پورے طور سے کریں تقرب اور رضاے الٰہی ہمیں اُس عبادت سے نہوگی اسلیے کہ جو امر
ممنوع اور نامشروع ہوچکا خلاف مرضی الٰہی ضرور ہوگا اب اگر دین محمدی خواہ دین عیسوی یا
دین موسوی سچے دین مانے جائیں ہر ایک نبی کے زمانہ نبوت میں وہی عبادت صحیح ہوگی جسکا حکم
وہ نبی خدا کیطرف سے لایا ہے لہذا عابد غیر مطیع شریعت موجودہ اپنے پچھلے طریقہ کی عبادت
میں ہرگز مستحق ثواب نہوگا اور نہ وہ عابد کہلائیگا۔ بلکہ اسکی عبادت ہی باطل ہوگی اب یہی
بات باقی رہی کہ سابق کے طریقہ کی عبادت میں کیا برائی تھی جو منسوخ ہوئی یہ غلط مبحث ہے
اور دوسرا شبہہ ہے خاص اس شبہہ کا جواب تو ہو چکا کہ سوائے اہل اسلام کے اور سب [illegible] عابد
زاہد متقی اور پرہیزگار دوزخی کیوں ہیں رہا نسخ شرائع کا شبہہ اسکا جواب صفحہ ۴۳۶ میں

دخل نہیں ہے۔ اب کیسا ہی عابد اور زاہد غیر مذہب کا فرض کرو اگر عبادات
کی بجاآوری میں پیروی بانی شرع موجودہ کی نہیں کرتا ہے ہرگز وہ عبادت مطلوب
بارگاہ عزت نہیں ہے۔ عبادت خاص حق معبود ہے۔ اور خاص موصل قربت
الٰہی اور نجات دہندہ عقاب اور اول درجہ کی غرض بعثت انبیا سے یہی ہو
اگرچہ ہم مصالح اور حکمتہا سے آلہیہ کو جو ارکان اور افعال عبادات میں ہیں
بقدر اپنے فہم کے بیان کرینگے۔ مگر اس میں زیادہ چون وچرا کرنا ہی ہماری
نادانی ہے۔ پھر چونکہ احکام عبادات میں بندوں کا نفع عاجل نہیں ہے یعنی
مثلاً ہم نماز جو پڑھتے ہیں سوائے نجات اُخروی کے بظاہر اسوقت ہم کو کسی
طرح کا نفع دنیوی نماز سے نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں کسل اور تہاون اور اسکی
بیکار محنت عبث ہونے پر اکثر ہمارا نفس ہمارا اغوا کرتا ہے پس ضرور ہے کہ ہم ہادی
برحق جسکی شریعت آج بھی جاری ہے۔ اُسی کے فرمودہ احکام اور قواعد پر کاربند
ہوں۔ تحریف اور تغیر اور تبدیل کا احتمال بھی عبادات ہی کے احکام میں زیادہ ہی
اب مجھے یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے۔ اور تاریخ انبیا اسکی شاہد ہے۔ کہ انبیا دو قسم
کے آئے۔ ایک تو صاحب شریعت جدیدہ اور دوسرے وہ کہ شریعت کسی نبی کی اُنکی
جدیدہ شریعت نہ تھی۔ صاحبان شریعت جہاں تک ہمکو علم ہے۔ چار نبی گذرے
گو حضرت آدم کی بھی شریعت کا ہم اعتقاد کرتے ہیں مگر چونکہ قلت افراد انسانی کا زمانہ
تھا لہٰذا ایسے قانون انتظامی کا نفوذ اُسوقت ضروری نہ تھا جیسا کہ بعد آنحضرت کے ہوا
اب زیادہ تر انبیا وہی حضرات ہیں جو کسی نبی کی شریعت کے اجرائے احکام کی غرض سے
آئے اُنکے زمانہ نبوت میں تبدیل احکام شریعت موجودہ کی ضرورت نہ تھی اُنکے زمانہ میں بھی
اُنہیں عبادات اور احکام کی پابندی جمیع خلائق کو واجب تھی جسکی شریعت کی تائید اور تشدید
کی غرض سے شریعت لائے تھے اور جو کوئی اُس شریعت کے خلاف کسی اور مقدم شریعت پر چلنا چاہتا
تھا اُسکو ہر طرح سے اُسی شریعت موجودہ پر چلنے کو واجب فرماتے تھے بلکہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ گرچہ

اور اہل دوزخ کو یہ وسیع جگہ نصیب نہ ہوگی۔ اس مثال سے وسعت دوزخ
اور بہشت کا مسئلہ قابل بحث کے نہیں ہے۔ خداوند عالم ہدایت کرے۔

## باب بیسواں نیچرل اور دہریہ لوگوں کے خیالات قدیمہ اور جدیدہ بہ نسبت خوارق عادات اور انبیا کے کیسے تھے۔ اور اب کیسے ہیں۔ اور کیسے ہونے چاہئیں۔

اب میں پھر از سر نو اس
مطلب کو شروع کرتا ہوں اور نہایت راستبازی سے دکھلاتا ہوں کہ یہ لوگ جو نیچر کے پابندی
کو ضروری خیال کرتے تھے یا اب بھی کرتے ہیں انکو محض دھوکھا ہی دھوکھا ہو رہا ہے اور
اگر دھوکھا نہیں ہے پھر دانستہ ضد کر رہے ہیں۔ جو لوگ منکر خدا ہیں انکو تو انکار وجود
خالق کا مسئلہ ایسے خیالات پر مجبور رہا ہے اور جو لوگ خدا کو مان کر اور اسکو قادر و توانا اعتقاد
کرکے پھر نیچر کی پابندی کا خیال کر رہے ہیں انسے البتہ ہمکو تعجب ہوتا ہے وہ کیونکر اس
دھوکھے میں آتے ہیں کہ نیچر کی پابندی قادر مطلق کو ہے واسطے آسانی تفہیم کے ہم کہتے
ہیں کہ قانون قدرت (لاء آف نیچر) کی پابندی قادر مطلق کو جو حکیم بھی ہے اسکے کیا معنی آپ
سمجھ رہے ہیں اسلیے کہ یہ لفظ دھوکھے کی ہے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ ہماری عقل ناقص میں
جسطرح قدرت قادر مطلق کا تعلق ہر ایک شئے اور مقدور سے مناسب ہے اسی قانون
کا قادر مطلق پابند ہے سو زبان دہن کے لیے اور دہن زبان کیلیے۔ وہی دیا کہ مناسب تھا
وہ جہاں کیلیے۔ تو یہ شاعرانہ خیال آپ کا ہے ہم کیا اور ہمارے عقل کیا جو قدرت کے کارخانہ
میں دخل دے اور مناسب اور غیر مناسب تجویز کرے۔ اور اگر قادر مطلق کے پابندی قانون
قدرت سے یہ مراد ہے کہ اس حکیم مطلق کی حکمت جیسی مقتضی ہے جس مقدار کے بنانے
اور بگاڑنے میں خواہ جو اثر کسی میں دینے کی اوسی قانون کا وہ پابند ہے۔ پھر اسکے سمجھنے کا
ہمکو کیونکر دعوے ہو سکتا ہے ہماری عقل تو اسیقدر کام دیتی ہے کہ جو کچھ قادر مطلق نے ایک
چیز کو دوسرے چیز سے تعلق کر دیا ہے بڑی دانائی خرچ کریں تو اسی کو سمجھ لیں اور ربط حقیقی

اسی کتاب کے پڑھو۔ تہتر فرقہ اہل اسلام کے اُن میں ایک ناجی ہے اور سب ناری
اگر انصاف کیجئے تو یہی ارشاد ہمارے نبی کا پوری دلیل ہے۔ کہ خود پرستی اور خود نمائی
اور اپنی گرم بازاری حضرت کو منظور نہ تھی۔ بلکہ محض سچے اور خدا کے فرستادہ تھے اس
لئے کہ اگر اپنی امت کے سب فرقوں کو حضرت ناجی فرماتے یعنی میری امت کیسی ہی بدراہ
اور بدکار اور فاسد المذہب ہو مگر چونکہ میری امت ہے ضرور ناجی ہوگی یہ حکم البتہ پوری
نفسانیت پر دلیل ہوتا اور جب یہ فرمایا کہ وہی فرقہ جو راہ راست اور صراط مستقیم پر میری امت
میں ہوگا وہی جنتی اور ناجی ہے اس سے زیادہ حق کوشی اور حق پرستی اور انصاف کیا
ہو سکتا ہے۔ اور اس سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ مذہب حق ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے اور پھر جب
اپنی امت میں سوائے ایک مذہب کے دوسرا ناجی ہونا ارشاد نفرمایا تو غیر اسلام کے مذاہب کی پابندے
کیونکر ناجی رہی۔ اسلئے کہ بہتر فرقہ ناری نبوت آخر الزمان کے ضرور قایل ہیں جو دوسرا
جزو ایمان کا مذاہب آسمانی میں ہے اور دوسرے مذہب والے تو آخری پیغمبر کی نبوت ہی
کے قایل نہیں ہیں جسکے انکار سے ہزاروں مسایل شریعت کا انکار لازم آتا ہے پھر وہ کیونکر
ناجی ہو سکتے ہیں اب رہا تہتر فرقہ مسلمین کا جھگڑا اور مجہول ہونا فرقہ ناجیہ کا ان میں سے اس
اعتراض کا منصب فرقہ نیچریہ کو نہیں ہے۔ پہلے دین اسلام اور نبوت ہمارے نبی کو مسلّم مان
لیجے اسکے بعد فرقہ ناجی اس امت کا ہے اسکی شناخت بہت آسانی سے آپکو بموجب ارشاد
اور ہدایت قرآن مجید اور اپنے نبی کے اہل اسلام کرادیں گے۔ مذہبی جھگڑا ہر نبی کی امت
میں برابر چلا آتا ہے اور جو فرقہ سچے دین پر اسی نبی کے تھا وہی ہمیشہ سچا موسائی
اور سچا عیسائی اور سچا محمدی کہلایا ہے۔ اور اختلاف اور نزاع باہمی سے امتہائے
محمدی اور امتہائے گذشتہ میں کسی نبی کا دین باطل نہوا اور نہو سکتا ہے دوزخ میں جگہ
زیادہ ہے۔ اور بہشت میں کم ہے۔ یہ سخریہ اور استہزا کا مقولہ ہے۔ اسکا جواب
دینا اہل مذاہب آسمانی پر ضرور نہیں ہے۔ جب آپ مذہب کو صحیح مان لینگے۔ تو
آپ کو یہ بھی ضرور ماننا پڑے گا۔ کہ ایک ایک آدمی کو بہشت میں کس قدر جگہ ملیگی

قرآن میں مذکور ہے فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی یعنی وہ عصا سانپ ہوکر دوڑنے لگا اسکو
نیچرل اور دہریہ اور نیز سر سید احمد خان صاحب خلاف قانون قدرت لا آف نیچر اسکو
کرنا ممکن سمجھتے ہیں ہمارے خدا نے اپنی قدرت تعالیٰ کی نظر سے بعض قسم کی گھاس
ایسی پیدا کردی ہے جو خود بخود حرکت بھی کرتی ہے اور اس میں شعور بھی موجود ہے کیا
آپنے چھوئی موئی ایک گھاس نہیں دیکھی ہے کہ ادھر آدمی نے اسکو ہاتھ سے چھوا
اور فوراً پژمردہ ہوکر کمھلا گئی۔ بلکہ اس سے زیادہ شرم کرنے والی لجونتی ایک اور گھاس ہے
کہ آدمی کا سایہ پڑا اور مرجھا گئی جیسے کوئی تازہ عروس اپنے شوہر سے بعد بوس و کنار خواہ
ہمبستری کے پژمردہ ہو جاتی ہے ایک اور گھاس علماء و علماء نباتات نے اب جدید
تحقیقات سے ہندوستان میں دریائے گنگ کے کنارے دیکھی ہے جسکی نسبت خدا نے
یہ صفت دی ہے کہ جسطرح آدمی کی نبض خون کے دوران سے خواہ قلب زیادہ کی
حرکت سے فی منٹ ۷۵ مرتبہ خواہ کم و بیش چلتی ہے وہ بھی فی دقیقہ اسی طرح پورے
۷۵ مرتبہ حرکت کرتی ہے یعنی فی گھنٹہ ۴۵۰۰ مرتبہ اور ایسی ہی گھڑی خدا نے بنائی
ہے کہ سیکڑوں برس کی چال میں ایک ثانیہ سکنڈ کی غلطی مثل آفتاب کے نہیں کرتی
بعض عجائب پرست اہل ہنود اسکا پوجا بھی کرتے ہیں۔ کیا خدا نے اس نباتات میں شریانیں
یعنی متحرک رگیں مثل ہمارے رگوں کے پیدا کی ہیں جو خون کے دوران سے حرکت کررہی
ہیں اگر نہیں پیدا کی ہیں تو یہ نیچر فرضی ہمارا کہ بدون دوران خون کے رگوں میں حرکت
پیدا نہیں ہوسکتی ہے۔ اور نہ دل ہمارا دل دھڑک سکتا ہے بالکل بگڑ گیا اور ضرور اقرار
کرنا پڑیگا کہ قادر مطلق پابند کسی نیچر کا نہیں ہے جسطرح چاہے جس چیز میں حرکت پیدا
کردے۔ تیسری گھاس ذی شعور اور منتقم اور قصاص لینے والی حیوان سے لیجئے
بخوبی معلوم ہے کہ حیوانات کی غذا خدا نے اکثر گھاس اور پتی اور پھل اور پھول سے
رکھی ہے اور یہی اسکا نیچر ہے اب دیکھیے خدا نے اپنی قدرت تعالیٰ کی راہ سے ایک ایسی
گھاس پیدا کردی جسکی پتی پر لعاب لسدار مثل گوند کے ہے اور جو جانور اسپر کبھی بیٹھا یا کوئی وجود

اور منجمد ہو جائیں چنانچہ علم اکسیر اور قدیم کیمسٹری کا جب ہم ذکر کرینگے اُسکو لکھینگے
اِس نیچر کے خلاف دیکھو قدرت نمائی خدا کی جہاں گنگا جمنا کا الہ آباد میں سنگم ہوا ہے
دونو دھاریں الگ بہ رہی ہیں جنکے لحاظ سے گنگا جمنی کی اصطلاح رنگ آمیزی
میں مشہور ہوئی ہے اور یہی عجائب پرستی ہنود کو پراگ اشنان کی باعث ہے۔ یہ
بات ضرور ہے کہ دو سیال چیزوں میں جو ہلکا ہو یعنی جسکی گریوٹی کم ہو وہ اوپر رہیگا چنانچہ
طبعیات میں ثابت ہوا ہے اُنخفیف لطیف سبک چیز اوپر تیرتی ہے مگر جب دونوں
کی گریوٹی (وزن صنفی) برابر ہو پھر اختلاط اور آمیزش سیالات میں ضروری قاعدہ
ہے ہماری غرض اس بیان سے یہ ہے کہ قادر مطلق پابند اس نیچر کا نہیں ہے چنانچہ
ہمنے گنگا جمنا کے دھاروں کی نظیر پیش کر دے اسیطرح بعض مقامات میں کوئیں
ایسے دیکھے ہیں کہ ایک طرف کا پانی میٹھا جس سے دال بخوبی گلتی ہے اور دوسرے طرف
کا پانی کھاری ایک طرف کا ہلکا دوسری طرف کا بھاری ہے اس سے بھی زیادہ عجیب
قدرت نمائی خدا کی۔ یہ ہے کہ آب راکد یعنی بستہ اور ٹھہرا ہوا پانی اور پھر باہم ملنے نہیں
پاتا ہے سمندر کے پانی کا رنگ دریائی مسافروں سے پوچھو اور اس قاعدہ اختلاط
کا ضروری نہونا اور خدا کا پابند اس نیچر کا نہونا معلوم کرو پانی کا دوسرا نیچر پانی کا
یہ بھی خاصہ ہے کہ اپنے ہموزن شے کو ڈوبنے سے روکتا ہے اسی قاعدہ پر بناکر کے
کشتی اور جہاز وغیرہ دریا میں چلاتے ہیں مثلاً اگر ہزار من کا بوجھ ناؤ یا جہاز پر ہو اُسکے
نیچے کم ہزار من وزن پانی کا اگر ہوگا ناؤ نہ ڈوبیگی اور بنظر احتیاط ہزار من سے زیادہ
وزن پانی کا ہونا چاہیئے۔ یہ نیچر پانی کا بغیر ذی روح اشیا میں جاری ہے آدمی
جب تک زندہ ہے اور تیرنا نہیں جانتا ہے کسیقدر ٹھہرا پانی ہو ڈوب جاتا ہے اور
ادھر مرا فوراً اسکی لاش اوپر آئیگی اگر پانی اُس جگہ اُسکے جسم کے وزن سے برابر یا زیادہ
ہو۔ اس نیچر کے ٹوٹنے کی واہی تباہی دلیلیں فلاسفہ بیان کرتے ہیں مگر اصل یہ ہے
کہ قادر مطلق نے اپنی عدم پابندی کے ثبوت کا یہ نیچر شکن قاعدہ رکھا ہے۔ پھر یہ

مکھی کیسی تیز ہے اور بقول فلاسفہ جدید ایک ہزار آنکھ بھی رکھتی ہے مگر یہ گھاس
ایسی ہوشیار اور ذی شعور ہے کہ فوراً اپنی پتی کو سمیٹ کر اس زور سے مکھی کو دباتی
ہے کہ ساری رطوبت مکھی کی چوس کر اسکو پھوک بنا دیتی ہے تب پیچھا چھوڑتی ہے یہ
گھاس خدا نے اس قدرت نمائی کی نظر سے پیدا کیا ہے کہ مجھے قدرت ہے چاہوں بے
جان گیاہ سے جاندار حیوانات کو ہلاک کرا دوں یہ گھاس اُس نیچر کو توڑتی ہے کہ نباتات
کو طاقت نہیں ہے کہ حیوانات سے اپنی غذا حاصل کریں۔ اب نیچرل صاحب کہئے یہ
نیچر کہاں درست رہا کہ سوائے ذی روح کے گھاس وغیرہ ازخود حرکت نہیں کر سکتی
جو حضرت موسیٰؑ کا عصا سانپ بنکر دوڑا ہو یا ساحروں کے مصنوعی سانپ کو نگل
گیا ہو اور انکو اپنی غذا بنا دی ہو۔ معزز ناظرین اس وقت بے اختیار جی چاہتا
ہے کہ میں اُس معجزہ کا بھی ذکر کروں جسکو ہمارے ساتویں امام حضرت موسی کاظمؑ نے جو
ہمنام حضرت موسیٰؑ کے تھے ہارون رشید کے سامنے ظاہر فرمایا ہے کہ تصویر شیر کی جو
پردہ پر بنی ہوئی تھی اسکو حکم دیا کہ اس شعبدہ باز کو نگل جا اور وہ تصویر شیر بنکر اسکو
نگل گئی اور جب ہارون نے عرض کی حکم دیجئے کہ اب اسکو اوگل دے حضرت نے فرمایا
کہ اگر جادوگران فرعون کی رسیوں کو اور لاٹھیوں کو عصائے موسیٰؑ نے اوگل دیا ہو
تو یہ شیر بھی اسکو اوگل دیگا۔ لیکن ابھی میں اس معجزہ کے بیان کرنے سے تامل کرتا
ہوں۔ اسلئے کہ سید صاحب اور نیچری لوگ جب قرآن مجید کے صریح آیت سے انکار
کرتے ہیں تو یہ معجزہ ایک غیر متواتر روایات سے ہے پانی کا بستہ ہونا اور وزن
سیالات کا نیچر یہ پانی جو ہم پیتے ہیں اور آب دریائے شور اور تمام دنیا کے پانی سب
کا سیلان یعنی روانی اور بستہ ہونا اس میں جو جو نوامیس قدرت کے اور عجائب صنعت
الٰہی ہیں انکا بیان قدیم اور جدید فلسفہ میں بہت کچھ ہے ہمکو تین چار خواص پانی کے
یہاں پر دکھلانے منظور ہیں پہلے تو یہ کہ پانی اگر دس قسم کے ہوں اور یکجا کرو سب
ملکر ایک ہو جاتے ہیں بلکہ محلول کرنے سے ادویہ مختلفہ کی غرض یہی ہے کہ سب یکذات

وہ گوشت پختہ ہوکر طیار ہوگیا۔ شیباون حکیم کو یہ پیشگوئی ازروے علم کہانت کے ہوئی
اُس نے بقراط کو نکاح کرنے سے منع کیا بقراط اسکی بات سنکر ہنسنے لگا کہ یہ بیہودہ بکتا ہے
تاریخ الفلاسفہ مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱۳۹ یاد رہے کہ ہم حضرت موسیٰ کا معجزہ عبور دریا کا جب
لکھینگے اسوقت ان اصول کو پھر یاد دلا دینگے ذرا غور چاہئے۔ پانی میں جو عجائب خواص
قدرت نے رکھے ہیں اُنکے بیان کو سیکڑوں اجزا کتاب ہذا سیاہ کردوں تب بھی قطرہ از
دریا بیان نہو سکے۔ ابھی جزر اور مد کو لیجئے سمندر تو الگ رہا ہے ذرا کلکتہ میں بھاگیرتھی
کے پان کا تماشا دیکھئے کسقدر اونچا پانی اُچھلتا ہے۔ ارسطو کی ابتک پرستش ہے اتنا بڑا
فیلسوف جسکو معلم اول کا خطاب ہے پانی جذر اور مد کے سبب نہ جاننے سے آخر بیچارہ
نے دریائے (اوریپ) میں آپکو ڈبو دیا اور یہی کہتے کہتے مرگیا کہ دریائے (اوریپ) مجھے
نگلجاتا ہے کہ باوجود فلسفہ دانی مجھے اسکے جذر اور مد کے سبب پر اطلاع نہوئی اور کیسی
نادانی کی بات ہے اگر یہ خبر صحیح ہے تو ارسطو کی عقل پر اور اُسکے مقلدین پر تعجب کرنا
چاہئے۔ پانی کا چوتھا عجوبہ پانی کا عام قانون یہ ہے کہ حرارت سے پھیلتا ہے اور برودت
سے سمٹتا ہے اور یہی اُسکا نتیجہ ہے اب یہ قانون قدرت دیکھو اسکے خلاف جب پانی (۳۲) درجہ
سے (۴۵) درجہ کے حرارت کی زیادتی سے پانی میں سمٹنا پیدا ہوتا ہے اور کمی حرارت سے
پانی میں انبساط یعنی پھیلاؤ پیدا ہوتا ہے لیکن ۴۵ درجہ سے اوپر پھر عام قدرتی قانون
کے موافق حرارت کی زیادتی سے پانی پھیلتا ہے اور حرارت کی کمی سے سمٹتا ہے اور یہ
سمٹنے کی کیفیت پانی میں رہتی ہے تا اینکہ چار درجہ سے لیکر ایک درجہ حرارت تک پانی پہونچے
اور ایک درجہ کے نیچے پانی جم کر برف ہوجاتا ہے یہ حیرت افگن قانون پانی کا کیسی حکمت ہے
اور بندگان خدا ساکنان یورپ وغیرہ کیواسطے خدا نے رکھی ہے جسکو دیکھو کتاب اکسیر اعظم
جلد اول کیمیا کے عجائبات میں۔ اور کیسی قدرت اور اختیار تمام قادر مطلق کا اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ وہی پانی گرمی پہونچنے سے پھیلے اور وہی پانی گرمی ہی سے سمٹے۔ کوئی
کیمسٹ اور فلاسفر اس میں چون وچرا کرسکتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آفریدگار پانی کا

برودت سے
قدیم سے معلوم

کبھی خیال کرو کہ پانی خود جذب مرکزی زمین سے نیچے گرتا ہے اور دیگر اشیا کو جن پر مادہ
ارضی غالب ہے اسکو مخالف جذب مرکزی زمین کے اوپر کو اٹھاتا ہے یہ کیسی الٹی بات
ہے کہ اپنے جسم کو زمین کے جذب سے روکنے پر قادر نہیں اور دیگر اشیا کو برخلاف جذب مرکزی
زمین کے اوپر چڑھاتا ہے۔ پانی کی نرمی اور پتھر وغیرہ کی سختی دونوں بجذب مرکزی زمین
کے مقابلہ کرنے میں قادر مطلق نے برابر کردی ہیں پانی کا بسرا پتھر پانی کا سیال ہونا
بظاہر اسی وجہ سے ہے کہ مسامات میں پانی کے ہوا بھری ہوتی ہے۔ ہم نے صفحہ ۸۲ میں اس
کل کا ذکر کیا ہے کہ بذریعہ ایر پمپ کے جب ہوا پانی کی نکالی جاتی ہے پانی جم کر برف ہو جاتا
ہے مگر ایک عجیب خاصہ یہ بھی اسوقت پانی کا ظاہر ہوتا ہے کہ جمنے سے پہلے ایک جوش
اور ابال پانی میں آتا ہے جیسے سوڈا واٹر کی بوتل میں کاگ اڑجانے سے ادھر ہوا کے
بیرونی اس میں پہونچی اور ابال آیا خالص پانی کے ہوا نکال لینے سے ابال اس میں آتا
ہے فلاسفہ طبعیین اسکی دلیل بھی اناپ شناپ لکھ رہے ہیں مگر ہمکو انکے تسلیم کرنے
خواہ رد کرنے کی اسوقت ضرورت نہیں ہے ہمکو اسیقدر دکھانا منظور ہے کہ پانی میں جب
ہوا یا حرارت داخل کرو مثلاً آگ پر چڑھاؤ اسوقت بھی ابال آتا ہے اور جب ہوا کے گرم
پانی سے ایر پمپ کے ذریعہ سے نکالو تب بھی ابال آتا ہے۔ کیا عجیب قدرت نمائی خدا
کی ہے کہ جب پانی کی حرارت تھرمامیٹر کے نقطہ جوش پر پہونچے تب بھی ابال آتا ہے اور
جب پانی کی برودت نقطہ انجماد پر تھرمامیٹر فارنہیٹ کے پہونچے تب بھی جوش آتا ہے
اب فرمائے جناب نیچرل صاحب خداوند نعمت غلیان اور جوش کا سبب حرارت ہے۔ یا
برودت یا محض قدرت قادر مطلق کی ہے جب چاہے غلیان کو پیدا کردے نہ حرارت
اسکا سبب اصلی ہے اور نہ برودت بلکہ یفعل اللہ ما یشاء قادر مطلق کو اختیار ہے
کہ جو چاہے سو کرے بقراط کی سوانح عمری میں لکھا ہے ایک مرتبہ بقراط نے ایک جانور
کی قربانی کی تھی جب قربانی کا گوشت دیگ میں رکھا جس میں ٹھنڈا پانی بھرا ہوا تھا فوراً
پانی گرم ہو گیا اور ایسا ابال دیگ میں آیا کہ منہ تک اسکے پہنچ گیا اور بدون آگ پر چڑھانے کے

کے پاؤں کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی کے خواص یا آنکھوں کے رنگ اور جسامت
خواہ بالوں کا بھورا ہونا یا سیاہ ہونا یا رنگ بدن کا زرد ہونا بقول ع موئے میگوں چشم ازرق
رنگ زرد + ہیچ کس با ہیچ کس نیکی نکرد - ان خواص کو سنکر آپکو کیوں تعجب ہوتا ہے اور کیوں
آپ انکو ناممکن سمجھ رہے ہیں اب تو فزیالوجی کے جدید تحقیقات اور تجربات کثیرہ سے
ڈاکٹروں نے آدمی کے دانت کے شکل اور وضع سے اسکے اخلاقی امور پر حکم لگانا شروع
کر دیا ہے اور ہونا ہی چاہیے اسلیے کہ جب بموجب تصریح مسٹر ریڈ صاحب وغیرہ یہی بات
قرار پا چکی کہ جو اثر جس چیز میں ہم تجربہ سے دریافت کرتے ہیں وہی قانون قدرت ہے پھر
اگر ہمکو تجربات کثیرہ سے معلوم ہو جاوے کہ جس عورت کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی
پاؤں کی اسکے انگوٹھے سے بڑی ہو ضرور وہ عورت بیوہ رہیگی خواہ جس عورت کے پیٹھ میں
سانپن ہو اور نیز اُس سانپن کا سوتے وقت شوہر کیطرف ہو اُسکا شوہر ضرور مرجائیگا اور
زندہ نہ رہیگا - ازیں قبیل ہزاروں احکام علم سرود ہان اور علم کوکہ اور قیافہ اور شگون حیوانات
اور چرند پرند اور نیز علم جوتش اور نجوم کے احکام جو لاکھوں مرتبہ تجربہ سے صحیح برآمد ہو چکے -
اسیطرح علم خواص حروف اور منتر جنتر دعا تعویز گنڈا اور سیکڑوں قسم کے ٹوٹکے اور صدقہ
ودیارد بلا الغرض جتنی باتیں پچھلے زمانہ کے تجربہ کاروں نے دریافت کیے ہیں سب صحیح
اور درست ہونگی - اسلیے کہ جب قانون قدرت (لا آف نیچر) یہی ٹھہرا کہ ایک چیز کا ہونا
دوسری چیز کے بعد مکرر تجربہ میں اور مشاہدہ میں آجاوے اور ربط حقیقی یکے بعد دیگرے
کا معلوم کرنا کچھ ضروری نہیں اور نہ ہماری عقل اسکو معلوم کرسکتی ہے پھر جسطرح ہم ہمیشہ
دیکھتے ہیں کہ بارود کو آگ جلا یا کرتی ہے یا پانی سے آگ بجھ جاتی ہے خواہ مقناطیس لوہے
کو جذب کرتا ہے خواہ کہربائی اور برقی طاقت اپنے افعال اور آثار ہمیشہ پیدا کرتی ہے اسی
طرح خواص کیمیاوی اجسام باہم اپنے افعال کرتے ہیں اور لاکھوں اصول اور قوانین قدرت
ہم ایسی اصول کی تصحیح پر بنا رکھتے ہیں پھر وہ اصول جنکو لاکھوں مرتبہ تجربہ کرکے ہزاروں برس
کی محنت اور کوشش سے اہل تجربہ نے خواص عجیبہ جسمانی کو ضبط کیا ہے انکو غلط کہنا اور

اُسی کو اُسپر اختیار ہے کوئی قانون اُسکو پابند نہیں کر سکتا ہے جس فلسفہ کی بنا محض
تجربہ پر ہو اُسکو نیچر سے کیا علاقہ فلسفہ قدیم کی بنا چونکہ علّت اور معلول سے بحث
کرنے پر تھی اور جہانتک اُن فلاسفہ کی عقل رسائی کرتے تھے علّت اور سبب کی
تلاش میں سرگرم رہتے تھے اور اپنے مقدور میں کمی نہیں کرتے تھے اگرچہ سوائے اُن مسائل
کے جو الہامی کتابوں سے خواہ انبیاے کرام سے اُڑتی پڑتی اُنکو ملجاتے تھے اور مسائل
میں اُنکی غلط کاری ایسی ہی تھی جیسی جدید فلاسفر کی ہے تاہم اُنکو خلاف قانون قدرت
(نیچر) کے واقع ہونے سے انکار کرنا ایسا نازیبا نہ تھا جیسا کہ فلاسفہ جدید کو نازیبا ہے۔ جو
پیرو لارڈ بیکن کے ہیں اور محض تجربات پر بنا کر کے جدید مسائل کے معتقد ہو رہے ہیں یہ
فلسفہ جدید ہمیشہ ناقص رہیگا اور کبھی قابل اطمینان نہوگا اور ہمیشہ اسکے اصول
درہم و برہم ہوا کرینگے اسلیئے کہ ربط حقیقی اور سبب اصلی کے دریافت کرنے کا طریقہ اس
فلسفہ میں گویا متروک ہو گیا ہے۔ ہمکو خوب یاد ہے پچاس برس آج سے پہلے جب کسی
جدید تعلیم یافتہ کے سامنے کوئی مسئلہ علوم اسرار خمسہ مثلاً کیمیائے قدیم خاصکر علم اکسیر
کا ذکر آتا تھا کیسے قہقہہ زنی یہ لوگ کرتے تھے۔ یا آج کا دن ہے۔ ایک ڈاکٹر نے اصلی
چاندی بنا کر اقرار کر دیا کہ خالص چاندی بن سکتی ہے اور اب اسی ششماہی میں ایک
امریکن کیمسٹ نے اعلان کر دیا ہے کہ اصلی سونا بھی بنا لیا پاینیر اخبار میں اسکا اشتہار
بھی دیا ہے حالانکہ یہ علم قدیم فلاسفہ نے فروع طبیعیات میں اسکو داخل کر کے جسطرح
طب اجسام کے مسائل کو اصول طبیعیات سے مبرہن کیا تھا اسکو بھی اُسیطرح دلائل
طبیعیات سے مدلل کیا ہے اسوقت میں اس علم سے بحث نہ کرونگا آیندہ کے ابواب
میں اسکو لکھونگا۔ آج تو میں جدید علوم کے تعلیم یافتہ لوگوں سے بھی پوچھتا ہوں کہ جب
محض تجربہ پر بنا آپکے علوم کی ٹھہری اور علّت اور معلول سے کچھ سروکار نہ رہا پھر آپ
لوگوں کو قدیم علم قیافہ غیر طبیعی جس میں ہاتھوں کے لکیروں کے خواص اور خال اور
مسّہ (تولول) اور ہاتھ پاؤں کے چکر اور بھونری خواہ عورت کے پیٹھ کی سانپن یا عورت

وہ کبھی بدل نہیں سکتا اسی پر کارخانہ عالم چل رہا ہے بلکہ اسی کا پابند قادر مطلق بھی ہے
نعوذ باللہ پھر آپکو ان خواص سے انکار کرنا اور انکے ماننے والوں پر قہقہہ زنی کرنے کا کیا
منصب ہے بلکہ اگر برا نہ مانیے گستاخی معاف آپکو تو سب سے پہلے ان اوہام کا عقیدہ کرنا لازم
ہے جو انکے خیال میں عجیب تو ہیں مگر عجیب تر ان چیزوں سے ہیں۔ آپکی یہ نئی روشنی جو تعلیم علوم
جدیدہ سے حاصل ہوئی ہے اس تاریکی جہالت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے جسمیں ہم پابندان
مذہب آسمانی کو آپ گرفتار اوہام مذہبی بلکہ توہم پرست خیال کرتے ہیں اسلئے کہ ہم لوگ اور آپ
لوگ دونوں اس امر میں تو برابر ہیں کہ سبب وقوع حوادث ارضی اور سماوی کی پوری تحقیق
کریں ہم بھی سبب سمجھتے ہیں جس چیز کو کسی میں اثر کرتے ہوئے دیکھا اسٹیم کی طاقت سے
ریل گاڑی کی رفتار اسقدر تیز دیکھکر ہم کہتے ہیں کہ قدرت نے یہ اثر اسٹیم میں دیا ہے اور کیوں دیا
ہے اسکو ہم بھی نہیں سمجھ سکتے اور آپ بھی ہزار طرح کے توجیہات کیجیے مگر آخر درجہ پر آپکو
بھی یہی کہنا پڑتا ہے کہ قدرت نے خواہ فطرت نے یہی اثر اس میں دیا ہے اور ربط حقیقی
کے دریافت کرنے سے جیسے ہم عاجز اور درماندہ ہیں اس سے زیادہ آپ بھی عاجز ہیں اب
اسی جگہ پر ہم آپسے انصاف طلب ہیں کہ آخر یہ کونسی عقل ہے کہ جس چیز کے سبب کو ابھی
نہ جانے اور اسکے ہوسکنے یا نہ ہوسکنے کی دلیل کو نہ سمجھ سکے اور بے سمجھے بوجھے کہدے کہ ایسا
کبھی ہو نہیں سکتا اور جو لوگ اسکے ہونے یا نہونے کا کسی معتمد اور سچے حکیم عالم علوم
لدنی (انبیا) کا معتقد ہوکر اقرار کرے اسپر قہقہہ زنی کرے اور اسکو تاریکی جہالت میں مبتلا
سمجھے آپ لوگوں سے زیادہ ہمکو آپ کی نادانی اور جہالت پہ قہقہہ زنی کرنا سزاوار ہے مگر ہم
لوگ اپنی تہذیب مذہبی بلکہ عین تہذیب عقلی کیوجہ سے بجائے ہنسنے اور قہقہہ زنی
کرنیکے آپکی جہالت اور نادانی پر بہ ہمدردی انسانی سے افسوس کرتے ہیں علم سے غرض
یہی ہے کہ جو چیز ہماری سمجھ میں آجائے اسکو شوق اور رضامندی سے تسلیم کریں اور جو چیز سمجھ
میں نہ آسکے اسکے ہونے یا نہونے کے سمجھنے کے درپے ہوں تاکہ ہماری معلومات میں ترقی
ہو اور یہ تو خاص جاہلوں کا طریقہ ہے کہ جو چیز انکی سمجھ میں نہ آئے اس سے فوراً انکار کر دینا

اُنکے ماننے والوں کو گرفتار اوہام سمجھنا اسکی کیا وجہ آپ بیان کر سکتے ہیں انصاف تو یہی
چاہتا ہے کہ پابند اصول تصحیح اور مقلدین ڈی کارٹس اور لارڈ بیکن وغیرہ جو فلسفہ جدیدہ
کے معتقد ہیں انکو لازم ہے کہ ہم لوگ پابند فلسفہ مذہبی سے یا ہمارے مخالفین پابند فلسفہ
قدیمہ سے ان خواص غیر طبعی پر زیادہ ایمان لائیں۔ اسلیے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی منجم حکم
کرے کہ آپکے گرہ آپکے دو گھر یا سادھتی میں خراب ہو رہی ہے اور کوئی ستارہ آپکا آج بلی
یعنی خوبی پر نہیں ہے جوگنی یا رجال الغیب بھی اور دساسول پورب جاتے وقت سامنے
پڑیگی اسلیے کہ آج سومبار یا سنیچر کا دن ہے سوم سنیچر پورب نہ چالو اسی طرح اور نظرات
کواکب سے ہمارے نحوست ایام کو ثابت کرے تو ہم لوگ پابند فلسفہ مذہبی اگر منجم کے
قول کا بطلان اُسکے قاعدہ سے بوجہ اپنی لاعلمی کے نہ کر سکیں اور جسطرح ہمارے امام علی
ابن ابیطالب نے پوری تغلیط اُس منجم کے قواعد نجوم سے کردی تھی جو حضرت کو جنگ
نہروان میں ایک روز خاص معرکہ آرائی سے روکتا تھا تاہم اتنا تو ہم ضرور کہ سکتے ہیں
کہ ہمارے اصول مذہبی کے رُو سے خواص نجوم پر عقیدہ کرنا دُرست نہیں ہے اور ہمارے
نبی صلعم نے فرمایا ہے بارک اللہ یوم السبت والخمیس یعنی پنجشنبہ اور ہفتہ کا روز خدا نے
سفر کرنے اور دیگر امور کیواسطے مبارک مقرر فرمایا ہے اور جوگنی اور دساسول وغیرہ کا کہیں
پتہ ہمارے ہادیان برحق نے نہیں دیا ہے لہذا ہمکو منجم کے وسوسہ سے بھی پابندی مذہب
کے نجات دینے کو کافی ہے۔ اور فلسفہ قدیمہ جسکی بنا ربط حقیقی اور سبب عقلی دریافت
ہونے پر ہے اور فقط اصول تصحیح اور تجربات موہومہ پر نہیں ہے اُسکے پابند نجومی کے قول
کو یوں باطل کرینگے کہ جوگنی اور دساسول کیا چیز ہے اور کواکب سیارہ کے آثار غیر طبعی پر کوئی
برہان قائم نہیں ہے تجربہ امر ظنی قابل اطمینان نہیں ہے ربط حقیقی سعادت اور نحوست
سیارات کا کسی دلیل عقلی سے ہرگز ثابت نہیں لہذا ہم کیوں نجومی کے لغو احکام کو مانیں
آپ فرمایئے جناب نیچرل صاحب آپکا مدار تو فقط اسی پر ہے کہ اگر تجربات کثیرہ سے ایک امر
کا ظہور بعد کسی امر کے ثابت ہوجائے بس وہی اُسکا نتیجہ ہے وہی اُسکا سبب حقیقی ہے۔

حرکت کرنا پیمایش میں آجانا الغرض ہمارے حواس خمسہ ظاہری میں سے کسی حس سے
اُسکی موجودگی ثابت ہو خواہ دو حواس خواہ تین چار پانچ سے وہ شے اگر محسوس ہو وہ شے
مادی کہلائیگی۔ فرض کرو کہ ایک نارنگی ہمارے سامنے رکھی ہے اس میں رنگ بھی ہے اور مزہ
بھی ہے اور خوشبو بھی ہے اور گولائی بھی ہے کہ ہم اسکی پیمایش بمکعب کر سکتے ہیں
اب ہمارے چار حواس اُسکی موجودگی پر متفق ہیں آنکھ سے ہم اسکو دیکھتے ہیں ہاتھ سے اسکو
چھو سکتے ہیں زبان سے اسکا مزہ چکھ سکتے ہیں ناک سے اُسکی بو سونگھ سکتے ہیں اور اگر
سخت ہو گئی ہو اور اٹھا کر اسکو پھینکیں اُسکے گرنے سے جو آواز پیدا ہوگی وہ بھی سن
لینگے۔ اب پانچواں حواس سے ہم اُسکی موجودگی کا یقین کرینگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مادہ سے
جو اشیا بنے ہیں اُنکو ہمارے حواس خمسہ ظاہری دریافت کرتے ہیں اور جن چیزوں کو ہمارے
حواس دریافت نہ کر سکیں انکی تین قسمیں ہیں پہلی قسم تو وہ ہے کہ انکے آثار اور افعال کو
ہمارے حواس محسوس کرتے ہیں جیسے قوت جاذبہ مقناطیسی یا کہربائی یا قوت دافعہ جو ہمارے
بدن میں پیشاب پاخانہ پسینا وغیرہ فضلات کے دفع کرنیکی ہے یا سرکہ میں جو قوت ہے کہ ایک
خاص پتھر کو سرکہ میں ڈالو باہر پھینک دیتا ہے اس پتھر کو باغض الخل کہتے ہیں یا ایک
قسم کا بیج کسی گھاس کا ہوتا ہے کہ ادھر اسکو پانی میں ڈالا اور کھینچ کر باہر آجاتا ہے اور چور کا
نام نکالنے والے یہی شعبدہ کرتے ہیں کہ جسپر ظن غالب ہوا وہ ملا سیانے اُسی کا نام کاغذ
پر لکھکر اُسی تخم کو کاغذ سے لپیٹکر دس پانچ گولیوں کے ساتھ پانی میں ڈالتے ہیں وہ گولی پانی
سے باہر کھینچ کر آجاتی ہے اور سمجھا گیا وہ چور بنایا جاتا ہے اسیطرح ہزاروں چیزیں ایسی کہ اُنکو تو
ہمارے حواس دریافت نہیں کر سکتے مگر اُنکے خواص اور آثار کے محسوس ہونے سے ہم اُنکی
موجودگی کا یقین کرتے ہیں دوسری قسم غیر محسوس کی مثلاً ہم خواب میں گہری نیند کے وقت
بہت سی آوازیں سنتے ہیں بہت سی چیزیں کھاتے پیتے ہوئے اپنے کو دیکھتے ہیں بہت سی
چیزیں ہمکو اپنی شکلیں دکھلاتی جسمانی پیدا دکھائی دیتی ہیں حالانکہ ہماری آنکھ بند ہے ہمارے کانوں
کی قوت اُس وقت ایسی زائل ہے کہ اگر توپ بھی چھوڑی جائے ہمکو خبر نہوگی پھر بھی خواب

پر غالب آجاتے ہیں اور جسکو مسمریزم سے پورا تعلق ہے اور ہم معجزات کا فرق اسکے
ذریعہ بھی ثابت کرینگے۔ الغرض جسقدر خواص غیر طبعی آج دنیا میں ہمارے چشم دید ہو
رہے ہیں اور لاکھوں تجربات اسکے بڑے بڑے حکما اور فلاسفر کر چکے ہیں ان سب باتوں
کا انکار آپ کس دلیل سے کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارا روے سخن اسوقت خاص جدید تعلیم یافتہ
کیطرف ہے اور ان لوگوں کا مدار فقط اصول تصحیح پر ہے اور محض تجربہ سے جو حکم عام
ثابت ہوجائے اسی کو قانون قدرت اور لا آف نیچر کہتے ہیں یہ لوگ ان خواص مجربہ
کے کیونکر منکر ہوسکتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یوں کہیں کہ خواص طبعی اجسام کی قوت جسمانی سے
تعلق رکھتے ہیں اور قیاس ہمارا اسی کو قبول کرتا ہے کہ جسم کا جو اثر جسمانی ہو وہ اسکے
مناسب ہے اور غیر جسمانی اثر انہی چیزوں میں ہونا چاہیے جو کہ خود غیر جسمانی ہو اور سعادت اور
نحوست کوئی اثر جسمانی نہیں لہذا جسمانی چیزوں میں مثل ستاروں کے خواہ حیوانات چرند
اور پرند وغیرہ کے انکا ہونا خلاف عقل ہے یہ بات اگرچہ بالکل غلط ہے اسلئے کہ روح اور نفس
کا ہونا جب ان اجسام میں مانا گیا اور غیر جسمانی شے مثلاً نفس جب ہم میں ہوا پھر آثار غیر
جسمانی کا ظہور ہم میں کیوں ناجائز ہوگا۔ تاہم فلسفہ قدیمہ کے اصول پر البتہ یہ شبہہ پیدا
ہوسکتا ہے جسکی بنا برہان پر ہے اور جدید فلسفی جو محض تجربہ کے پابند ہیں وہ اس
شبہہ کو نہیں کرسکتے انکو برہان اور دلیل عقلی سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔

باب انتیسواں خواص غیر جسمانی کا بیان اور اثبات وجود عالم غیر مادی کی تمہید

کوئی آدمی کبھی بھی کسی چیز کا اقرار یا کسی چیز سے انکار بدون کسی غرض کے نہیں کرتا ہے
بجز مجنون اور مست مدہوش کے پھر جب غرض کیوجہ سے اقرار اور انکار ہر چیز کا ہے
اب عالم غیر مادی کا اقرار ہم لوگ پابندان مذہب کو اور اسکا انکار دہری اور نیچرل لوگوں کو
کسی غرض سے ہوگا۔ وہ اعتراض جو منکرین عالم غیر مادی کو ہیں انہیں کا بیان کرنا ہمکو
ضرور ہے۔ عالم غیر مادی سے کیا مراد ہے کہ جس میں خواص مادہ کے نہوں۔ مادہ کے خواص
کیا ہیں مثلاً وزنی ہونا گرم اور سرد ہونا رنگین ہونا بدمزہ خوش مزہ ہونا جگہ اور مکان میں سمانا

بری ہیں پھر جن چیزوں میں خواص مادہ کے نہوں انکو بھی ہم اگر اشیاء مادی کہیں سوائے
ہٹ دھرمی اور زبردستی کے اور اسکو کیا کہنا چاہیئے اگر آپکو اسکا اقرار ہے کہ ہاں انہیں
اجسام میں بعض چیزیں یا قوتیں ایسی ہیں جنکے اثر کو ہم دیکھ سکتے ہیں پھر تو ہمارا زور تقریر
اسی حد پر کارگر ہوگیا اور جن اور فرشتہ بلکہ خدا کا وجود بھی کچھ محال نرہا اور اگر آپ سوفسطائی
اور منکر اشیاء موجودہ ہیں تو ہم آپکے ہاتھ میں مقناطیس کو دینگے اور لوہے کی سوئی سامنے
کر دینگے کہ اُس میں چمٹ جائیگی اُسوقت آپکو یا تو یہ کہنا ہوگا کہ ہاں سوئی چمٹ گئی یا یہ کہینگے
کہ نہ ہمارے ہاتھ میں لوہا تھا اور نہ سوئی چمٹی ہے سب اوہام اور تخیل ہے اسوقت آپکے
امراض دماغی کے علاج کی فکر کرنی ہوگی اب عالم خواب کا تھوڑا سا ذکر بھی کروں۔ خواب کا
عالم ہی اور ہے اور پھر یقینی ہے کہ شاید کوئی آدمی اس سے انکار کر سکے۔ یوں تو سوفسطائی
بیداری کے محسوسات سے بھی انکار کرتے ہیں مگر ہمارے مخاطب نیچرل ایسے نادان نہیں
ہیں کہ آگ پانی میں فرق نکریں لہذا ہم خاص انسے کہتے ہیں کہ خواب کے عجائب پر ذرا
غور کیجیے اور کہدیجیے کہ ہاں خواب بھی عجب قدرت نمائی خدا کی ہے اسی خواب کی
تعبیر میں شاعر کہتا ہے ؎ دنیا خوابے است کش عدم تعبیر است ۔ اسی خواب ہی
کے عجائب پر اگر آدمی خیال کرے کسی موجود غیر مادی کا انکار کرنا اسکو مناسب نہوگا
خواب طبعی اور خواب مصنوعی اور غائب بینی اور معجزہ کا فرق بھی ضرور سمجھنا
چاہیئے اعمال مسمریزم اور اسپریچوالزم سے چونکہ ہمنے اپنے نبی اور کل انبیا کے معجزات
اوپر کے ابواب میں ایسے بیان کیے ہیں جن میں شبہہ نظر بندی اور ہتھ پھیر وغیرہ کا کسیطرح
چل نہیں سکتا اور وہ سب معجزات علم کامل اور عقل الٰہی سے متعلق ہیں اور منکرین نبوت
کا ہمیشہ سے یہی طریقہ چلا آتا ہے کہ جب خوارق عادات اور معجزات انبیاء کو جو علوم
طبیعیہ سے متعلق ہیں ان میں قیل وقال کی گنجایش نہیں پاتے تب نفسانی قوت اور
روحانی قدرت جو ہر ایک بشر میں فطرت نے دی ہے اُسپر بنا کرکے کہتے ہیں سید احمد خاں
صاحب کا قول صفحہ ۲۴ میں حضرت عیسیٰ کے بارہ معجزات سے انکار کرنے کے بعد یہ ہے

کے امور کبھی تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہمارے خیال میں پہلے سے اُنکی صورت جمی ہوئی ہوتی ہے
اور بہت سے امور ایسے ہیں کہ ہرگز کبھی وہم اور گمان بھی اُنکا نہیں ہوتا بہت سے ایسے امور
ہیں کہ بطور پیشین بینی کے ہمکو خواب میں نظر آتے ہیں اور بعد بیداری کے ہم قطعی حکم کردیتے
ہیں کہ فلاں امر پرسوں خواہ دس روز کے بعد یوں واقع ہوگا اور وہی ہوتا ہے یہ کیفیت
تو خواب طبعی کی ہے یعنی جو ہماری طبیعت کیوجہ سے روزانہ خودبخود پیدا ہوتا ہے اب
رہا خواب مصنوعی جو مسمریزم کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے اسکے آثار عجیبہ بھی ایسے نہیں ہیں
کہ انکا کوئی انکار کرسکے اسوقت ہم زیادہ طولانی بیان اُنکا نکرینگے کہ اصلی غرض فوت ہوگی
تیسری قسم وہ ہے کہ نہ اُسکے آثار اور نہ وہ خود ہمارے حواس سے محسوس ہوسکے بلکہ ہماری
عقل جو ایک غیر مادی چیز ہے وہی اُس مؤثر اور اُسکے اثر کو دریافت کرتی ہے اس تیسری
قسم کا ثبوت اور نفی ابھی ہم نہ لکھینگے ورنہ مصادرہ لازم آئیگا ہاں جناب پہلی قسم مثلاً
قوت جاذبہ مقناطیسی جس سے لوہے کو مقناطیس جذب کرتا ہے یا قطب نما کی سوئی
کو شمال کیطرف ٹھہراتا ہے یا مقناطیس صلیبی بقول ڈاکٹر گرے صاحب جو لوہے
کی سوئی کو پچھم کیطرف ٹھہراتا ہے اور اب جدید معلومات میں سے بھی یہ قوت موجود تو
ضرور ہے مگر ہمارے حواس خمسہ اسکو محسوس نہیں کرسکتے ہاں اسکے اثر کو محسوس کرتے
ہیں اب اس قوت کو شئے مادی آپ کس دلیل سے کہتے ہیں اگر آپ ابیقور حکیم سوفسطائی
کیطرح کہئے کہ جسم سے غیر جسمانی چیز متعلق نہیں ہوسکتی ہے یا جیسا اور بعض فلاسفہ کا
قول ہے کہ عقل بھی ایک جسمانی چیز ہے اِن باتوں کو صحیح اور غلط کرنے سے ہمکو طول تقریر
پسند نہیں ہے اتنا ہمکو دکھانا تھا کہ بعض چیزیں اجسام میں بھی ایسی ہیں کہ ہمارے حواس
خمسہ سے اسوقت تک محسوس نہیں ہوتی ہیں مگر اُنکے آثار کو ہم محسوس کرتے ہیں اب ہمکو
اسی جگہ دو عالم کا اقرار کرنا ضرور ہوا ایک تو اجسام جو ہمارے حواس خمسہ میں سے کسی ایک
حس سے خواہ دو خواہ پانچوں سے محسوس ہوتے ہیں اور دوسرا عالم اُن چیزوں کے وجود
کا ہے جو اجسام میں ہیں مگر خواص مادہ یعنی رنگ اور بو مزہ گرمی سردی حرکت وغیرہ سے

ہیں وہ مسلمان جو سید صاحب کی قبر منہدم پر پھول نثار کرتے تھے اب آگر مزار شریف پہنچیں تو نثار کریں اچھا اب ہم بھی اسی قوت کے آثار اور افعال جو مقبولہ سید صاحب ہیں لکھیں اور اُس سے پہلے ہمکو اسکا بیان کرنا منظور ہے اور بارہا بیان کر بھی چکے کہ معجزہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو انسان کی قوتہائے فطرتی سے جداگانہ ہو فرق اسی قدر ہے کہ جو قوت کتابت مثلاً ہم میں خدا نے رکھی ہے اسکی نسبت عادت الٰہی یوں ہی جاری ہے کہ ہم پہلے مفردات کی تختیاں لکھیں یا پڑھیں اُسکے بعد مرکبات کو پھر اگر کوئی ناخواندہ آدمی مدعی نبوت بلا تعلم کے یاقوت رقم خان سے بڑھکر وصلی لکھدے اسی کو ہم خرق عادت اور معجزہ کہتے ہیں۔ اسیطرح یہ قوت نفسانی اور طاقت روحانی جو ہماری فطرت میں خدا نے رکھی ہے اسکے آثار اور افعال بھی ہم سے ریاضت اور مشق کرتے کرتے درستی اور عمدگی سے صادر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص بدون مشق اور ریاضت کے مسمریزم کے وہ آثار دکھانے لگے ضرور ہم اسکو معجزنما کہینگے بشرطیکہ دعوئے نبوت کرتا ہو اس روحانی علم میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جسکو یہ علم خدا نصیب کرتا ہے اور عمل نفسانی پر اسکو سچی قدرت بذریعہ ریاضت کے ہوتی ہے اُسکو سچی الٰہی تصدیق جملہ انبیا کی ہوجاتی ہے۔ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری۔ یہی وہ علم ہے کہ ملا نفیس اور شراح قانون شیخ اور دیگر حکماے موحدین خوارق عادات اور معجزات انبیاء کا امکان اس سے ثابت کرتے ہیں اسلیئے کہ نفس کی تاثیر جسطرح ایک بدن میں ہوتی ہے تمام عالم میں بھی اثر کرسکتا ہے حتی کہ آب دریا کو خون بنا دیا ہے اور ہوا نے جیسا زمین کو پانی بنا سکتا ہے جیسا طوفان نوح میں ہوچکا ہے بہر حال علمائے روحانی کا اتفاق اسپر ہے کہ نفس انسانی کی تاثیر اعلےٰ درجہ کی ہے ایسی تاثیر خدا نے کسی شے میں نہیں دی ہے یہی مراد اس آیت سے ہے خدا فرماتا ہے میں نے اپنی روح آدم میں بھردی ہے یہی علم ایسا خدا نے بنایا ہے کہ ہرگز کوئی دھوکھا اور شبہہ حقی باتوں کے جاننے میں اس علم کے علما کو نہیں پڑتا ہے یہی علم اور یہی قوت خدا نے ہم میں ایسی دی ہے جسکی تکمیل کے بعد پھر ہم فرشتوں پر بھی اُنکو فوقیت دینے لگتے ہیں یہی

قولہ ہاں اسبات سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی
ہے جو دوسرے انسان اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے اور اس سے ایسے
امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہوتے ہیں اور جن میں بعض کی علت ہم جانتے
ہیں اور بہت سوں کی علت ہم نہیں جانتے بلکہ اسکے عامل بھی اسکی علت نہیں
جانتے ہیں اسی قوت پر اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قائم ہوئی ہے جو مسمرزم اور
اسپریچوالزم کے نام سے مشہور ہیں اور سابقین بھی اسکے عامل تھے مگر اس علم سے
ناواقف تھے یا اسکو مخفی رکھتے تھے۔ مگر جب کہ وہ ایک قوت ہے قوائے انسانی میں سے
اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت تو اسکا کسی انسان سے ظاہر
ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو فطرت انسانی ہیں انسان کی ایک فطرت
ہے فافہم وتدبر۔ میں کہتا ہوں ع لائے اُس بت کو التجا کرکے + کفر توڑا خدا خدا کرکے۔
مجھے تو یہ خبر غلط پہونچی تھی کہ سید صاحب کے بوڑھی جب تکرار عمل کرنے اُس امریکن مدعیہ
مسمرزم سے اچھی ہوئی تو سید صاحب نے اس قوت کا بھی انکار کیا تھا مگر الحمد للہ کہ وہ خبر
غلط مشہور ہوئی تھی۔ اور سید صاحب قوت نفسانی مسمرزم کے معتقد ہیں اسلئے کہ یورپ
کے اخبارات اور مصنفات جدیدہ میں بھی اس قوت کا ثبوت اور اس عمل کا اقرار پڑھتے
پڑھتے حضور کو جائے انکار باقی نہ رہی مگر افسوس ہے کہ حضرت کو سوائے تاریخ فلسفہ اور
اور تاریخ منکرین نبوت کے اور کسی علم کیطرف توجہ ہوئی اور مسمرزم سے تو ہمیشہ حضور کو
نفرت ہی رہی لہذا بعض معجزات انبیاء جو قوت نفسانی کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہیں
انکی نسبت اگرچہ اقرار فرمایا مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہدیا کہ جب یہ قوت ہر ایک انسان میں
فطرتی طور سے ہے جیسے قوت کتابت پھر اسکے افعال کو معجزہ کیوں کہہ سکتے ہیں اور فافہم
اور تدبر کا جملہ اسواسطے ارشاد ہوا ہے کہ سید صاحب نبوت کو بھی امر فطرتی اقرار کر چکے ہیں
اور صفحہ ۲۹ میں جنون اور قوت نبوت کے فرق میں یوں لکھا ہے ہاں ان دونوں میں اتنا
فرق ہے کہ پہلا مجنون اور پچھلا پیغمبر + گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتلاتے تھے۔ نعوذ باللہ کہاں

بہت سون کی علت ہم نہیں جانتے ہیں کہتا ہوں کوئی شخص اسکا دعوی نہیں
کرسکتا ہے کہ جو اثر قوت نفسانی سے پیدا ہوتا ہے اُسکی علت کیا ہے بجز اسکے کہ فطرت
نے یا خدا نے یہ اثر اس میں دیا ہے یہ قوت تو عالم غیر مادی سے ہے مادی چیزونکے آثار
مثلاً جذب مرکزی اور جذب مقناطیسی وغیرہ اُسکی علت کون جانتا ہے قولہ بلکہ اسکے
عامل بھی اُسکی علت نہیں جانتے ہیں میں کہتا ہوں آپ نے جن عاملان مسمیریزم
سے ملاقات کی ہے ضرور انکا بھی مقولہ ہوگا کہ سبب اصلی اثر نفسانی کا ہمکو معلوم نہیں
ہے مگر اس لاعلمی سے تو انکو اور آپکو یہی مناسب ہے کہ انبیاء کے معجزات کو اسی قوت
سے صادر ہونے کا شبہہ نہ کیجیے اسلیے کہ جب ادراک سبب نہیں ہے پھر یہ خیال کرنا کہ معجزہ
بھی وہی اثر مسمیریزم کا ہے کیونکہ درست ہوگا مجہول السبب موثر کو ہر اثر میں موثر ماننا کسی
طرح جایز نہیں ہے قولہ اسی قوت پر اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قایم ہوئی ہے جو
مزمرزم اور اسپریچوالزم کے نام سے مشہور ہیں اور سابقین بھی اُسکے عامل تھے مگر اس
علم سے ناواقف تھے یا اُسکو چھپاتے تھے میں کہتا ہوں آپکے اس دعوے زبانی کو فقط
وہی لوگ تسلیم کرینگے جو آپکا جامہ عقیدت پہنے ہوتے ہیں۔ یہ علم قدیم ہے سنسکرت
عربی فارسی میں اُسکی کتابیں سیکڑوں موجود ہیں جوگیان ہند اور فقرائے اسلام اور
اہل تصوف اور فلاسفہ مشائیین سب اس قوت کو جانتے تھے اور اس عمل کو کرتے
تھے اور کامل طریقہ اسکا درج کتب ہے بلکہ بعض امراض کے علاج میں طب یونانی جسکا
مدار جسمانی علاج پر ہے اُس میں بھی قواعد علاج نفسانی کے طب روحانی سے مندرج
ہیں دیکھو ہمارے ترجمہ اُردو قانون شیخ کو ہاں یہ خرابی اور خلط ملط ہے جیسے کہ یوروپ
کے مسمیریزر کرتے ہیں کہ یہ علم بھی علوم طبعیات میں داخل ہو جاتے اور اسی وجہ سے ہر جگہ
غلطی کرتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں۔ دیکھو طلسم فرنگ جو ڈاکٹر گرے صاحب
کی کتاب کا ترجمہ ہے ہر جگہ یہی کہ رہے ہیں کہ ہم نہیں سمجھتے کہ یہ اثر کیوں پیدا ہوا اور کیوں
غیر مترتب ضرر یا فائدہ اس سے ہوا۔ پس آپکا یہ کہنا کہ اس علم کی اب بنا پڑی ہے محض آپکی

اختر حسین

علم البیان زبردست ہے جسکے ذریعہ سے شاگرد مشرق میں اور استاد مغرب میں اور درس استاد کا دونو جگہ آن واحد میں ہوتا ہے فلاسفہ ظاہرین تو ایک جسم کو دو جگہ آن واحد میں موجود ہونا محال کہدیتے ہیں اور فلاسفہ اشراقی انکے اس مہمل قول پر قہقہہ زنی کرتے ہیں لمولفہ سہ اسے کلک بس ٹھہر کہ یہ نازک مقام ہے * آگے نہ بڑھ کہ راز کا افشا حرام ہے۔
اب ہم کو لازم ہے کہ سید صاحب کے قول کے ہر فقرہ پر غور کریں اور انکی نادرستی کو بتلادیں قولہ ہاں اسکا انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جو دوسرے انسان اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے میں کہتا ہوں دوسرے انسان میں اور دوسرے انسان کے خیال میں اسکا مطلب صاف نہ ظاہر ہوا مگر قاعدہ بلاغت سے یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک لفظ عام کے بعد لفظ خاص بولیں تو مراد اصلی اسی امر خاص سے ہوتی ہے لہذا مطلب سید صاحب کا یہی ہے کہ یہ قوت محض خیال میں انسان کے اثر کرتی ہے اور یہ اثر محض خیالی اور وہمی ہوتا ہے کچھ اسکی اصلیت نہیں ہے اگر یہ مطلب ہے پھر تو اس قوت کا اقرار اور انکار دونو برابر ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ قوت جملہ قوتہائے جسمانی اور روحانی میں دوسرے انسان بلکہ غیر انسان از قسم موجودات عالم مادی اور غیر مادی سب میں اپنا واقعی اثر کرتی ہے ہاں مشاقی اور ریاضت سے ہم لوگ اور بدون مشاقی اور ریاضت کے معجز نما اس قوت سے بھی سب کچھ کر سکتا ہے۔ امراض جسمانی جیسے پھوڑے اور استیدائے نزول الماء اور تشنج عصبی اور کزاز اور لقوہ فالج درد سر عرقی اور لرزہ تا اینکہ چوتھیا لرزہ ان سبکو تو میں نے خود اچھا کیا ہے جب کبھی بادتی بنجیر مشاقی تھی اور یہ امراض وہمی اور خیالی نہیں ہیں بلکہ اصلی اور واقعی ہیں اس قوت کے اصلی ہونے میں تو سید صاحب کی تقریر اسنیچ پیچ کی ہرگز کوئی نہ سنیگا قولہ اور اس سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہوتے ہیں میں کہتا ہوں آپ کو ان عجیب آثار کا ظہور خلاف نیچر معلوم ہوتا ہے کہ مطابق نیچر کے مگر جب یہ امر فطرتی انسان کا ہے پھر عجیب آثار کیوں ہونگے قولہ جن میں بعض کی علت ہم جانتے ہیں اور

وہ ہی ہوگا جو امتحان قانون کا پاس کرے۔ اسی طرح مسمیریزم ہی ہوگا جو علم اور عمل مسمیریزم کا ماہر اور مشاق ہو۔ پھر جب ہر ایک قوت کے افعال کا ظہور مشاقی اور علم پر موقوف ہے اور علم اور مشق کے درجات مختلف ہیں جیسے جسکی ذہانت اور عقل ہوتی ہے ویسے ہی جلدی اور دیر میں آدمی کو علم اور عمل کی تکمیل ہوتی ہے اب اگر کوئی لڑکا ایسا پیدا ہو کہ بعد ولادت فوراً بولنے لگے اور باتیں کرنے لگے اور جواب بھی ہر ایک بات کا دینے لگے جیسے ہمارے نبی حضرت عیسیٰ کا حال قرآن مجید میں بصراحت مذکور ہے۔ یا کوئی آدمی انپڑھ جسنے کبھی ایک حرف نہ پڑھا ہو اور نہ لکھا ہو اور فوراً بڑی بڑی کتابوں کو پڑھنے لگے یا جسنے کبھی سوئی میں تاگا نہ ڈالا ہو اور یکبارگی عمدہ بخیہ اور رفوگری کرنے لگے اس خرق عادت کو ہم کیا کہینگے سوائے معجزہ کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے اگر دعوائے نبوت کرتے ہو۔ اسیطرح مسمیریزم کا علم اور عمل جسکی قوت ہر بشر میں ہے مگر محتاج مشق اور ریاضت کے ہے مثلاً ضبط خیال کا عمل اور تلقینی اثر جو ابتدائی درجہ ہے اسکی بھی کسی نے مشق نہ کی ہو اور اعلیٰ درجہ کا اثر مقناطیسی دوسرے پر یا خود اپنے اوپر کوئی شخص مدعی نبوت پیدا کردے۔ یا مثلاً جذب امراض تو درکنار سلب امراض جو اعلیٰ درجہ قوت ہذا کا ہے اسکو محض ناواقف آدمی بلا مشق ہمراہ دعوے نبوت کرنے لگے ہم ضرور اُسکو معجزہ کہینگے۔ پس سید صاحب کا یہ قول کہ جب یہ قوت فطرت انسانی میں موجود ہے پھر اسکے آثار اور افعال اگر کسی بشر سے صادر ہوں اُنکو معجزہ کیوں مانا جائے بالکل نادرست ہے اسلیے کہ ظہور آثار تو ہمارے مذکورہ خلاف قانون فطرت یعنی برخلاف قانون عادی کے ہی معجزہ کہلاتا ہے افسوس یہ ہے کہ سید صاحب فقط سنی سنائی باتیں خواہ اخبارات کی لغو کہیں انہیں پر بڑے بڑے مطالب اور اہم مسائل کو ناممکن اور ممکن قرار دیتے ہیں۔ ذرا کسی مسمیریزم سے تو پوچھیے جسنے برسوں ضبط خیال یا عمل تلقینی کی مشق کی ہو اور باوجود کمال مشاقی کے کبھی اُسکا عمل خطا پر اور کبھی صواب پر ہوتا ہو پھر جب وہ مسمیریزمی کسی ایسے شخص کو دیکھیگا جو بالکل غیر مشاق ہے اور کبھی اُس کے

زورا زوری ہے یوں فرمائیے کہ سیکڑوں برس چونکہ فلاسفر یوروپ اپنی نادانی سے اسکا انکار کرتے تھے اب ذرا راہ پر آتے چلے ہیں اور اسکا اقرار کرنے لگے ہیں اسیطرح کیمیا کشتی اور خواص علم حروف جس میں جفر اور علم تکسیر وغیرہ بہت سے علوم داخل ہیں انکا بھی اقرار اب فلاسفر کرینگے علم قیافہ فرنیالوجی کا بھی اب اقرار شروع کیا ہے سہ پانڈے جی چھپا ئینگے پھر چنہ کی روٹی کھائینگے جسنے طلسم فرنگ کو دیکھا ہے اسکو خوب معلوم ہے کہ ڈاکٹر رکیرے صاحب نے جو جو شبہات لغو اس علم اور عمل کی نسبت لوگ اپنی نادانی سے کرتے تھے انکے جوابات کیسے کیسے لکھے ہیں ویسے ہی شبہات معجزات انبیاء پر بھی وہی لوگ ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں۔ بہر حال قدمائے فلاسفہ ہر ملک کے اس علم کو جانتے تھے اور خوب جانتے تھے اور چھپانے کیوجہ یہ ہے کہ ظاہری انتظام دنیا کا جن اصول پر چل رہا ہے اس میں بڑی بدنظمی پیدا ہو اگر علوم اسرار کے اصول عام کردئے جائیں اور ہم ان علوم کے چھپانے کے وجوہ ایک جداگانہ باب میں لکھینگے قولہ مگر جبکہ وہ ایک قوت ہے قوائے انسانی میں سے اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت کی تو اسکا کسی انسان سے ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ فطرت انسانی میں انسان کی ایک خطرت ہے فافہم وتدبر میں کہتا ہوں معجزہ کے معنی عام طور سے جیسے کہ عوام اور خیال سمجھ رہے ہیں ہم نے صفحہ ۱۳۶ سے لغایتہ صفحہ ۱۵۱ معجزہ کے معنی بخوبی لکھدئے ہیں اور اب چونکہ قوت روحانی اور افعال نفسانی کا مقام آگیا ہے پھر ہم آسانی فہم کے راہ سے بیان کرتے ہیں سید صاحب کا یہ قول کہ جب یہ قوت ہر انسان میں بالقوہ موجود ہے اسی قول سے انکے شبہہ کا جواب پیدا ہوگیا۔ فرض کرو کہ انسان میں کتابت کی صفت بالقوہ موجود ہے یعنی بالفعل وہ لکھنے پر قادر نہیں ہے اگر سیکھے اور مشق کرے اور قلم دوات کاغذ وغیرہ سب سامان کتابت اسکو ملجائے اسوقت بالفعل کاتب ہوگا اور کاتب بالقوہ آدمی ہر وقت ہے اسیطرح عالم دین ہونا کیمسٹ ہونا بیرسٹر ہونا ہر چیز کی لیاقت آدمی میں ہے۔ مگر بالفعل کیمسٹ وہی ہوگا جو کیمسٹری کو پڑھے اور اعمال کیمیائی کرتا رہے بیرسٹرات

عالم کو دھوکہ دے رہے ہیں

اُسکی غلطی کو سمجھاتے اور سید صاحب تو بقول سعدی سے اے طبل بلند بانگ در باطن
ہیچ ۔ اس کوچے سے واقف ہی نہیں انکے جواب میں ہم زیادہ کیوں دماغ سوزی کریں
اب ایک عامیانہ خیال اور بھی باقی رہا اور اکثر جہال آزاد خیال کہدیتے ہیں کہ شاید فطرت
نے انبیاءؑ میں یہ قوت ایسی پوری دی ہو کہ بدون تعلیم اور تعلم اور بدون مشق کے
اعلی درجہ کے آثار نفسانی اور روحانی ظاہر کرنے پر انکو قدرت تھی مگر کرتے بھی تھے کوئی
معجزہ نہ تھا اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں ممکن ہے اور خدا کو ضرور قدرت ہے چاہے کسی
بندہ میں ایسی قوت عطا فرمائے مگر جب خدا کسی بندہ میں جمیع قوتہائے نفسانی اور
جسمانی اور جمیع صفات علم و کمال ظاہری اور باطنی کو جنسے اُسکی عام خلائق کی ہدایت
کا کام چل سکتا ہے عطا فرمائے اور ہمکو اُسکے ہادی کامل ہونے کا یقین بھی ہو جائے
وہی ہمارا ہادی اور ہمارا پیشوا وہی ہمارا مصلح اور وہی فرستادہ خدا اور نبی اللہ ہو گا اور
ایسے ہی شخص کی تلاش ہم پر اپنے کاربراری دنیا اور آخرت کیواسطے واجب ہے اور یہی
غرض معجزہ نمائی سے ہے اب رہی یہ بات سید صاحب کی خواہ کسی اور نیچرل دہریہ کی کہ
جب یہ اثر فطرت انسانی سے ہے پھر اسکو معجزہ کیوں مانا جائے یہی مطلب ہمارے نبی
کا بھی تھا جو بار بار بحکم خدا فرماتے تھے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ ۔ میں بھی ایک
آدمی ہوں جیسے تم آدمی ہو فرق یہی ہے کہ مجھپر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے۔ اور تمپر نازل
نہیں ہوتی ہے یعنی جو امور فطرتی انسان کے ہیں سب مجھ میں بھی ہیں مگر وحی الٰہی کا
مجھپر نازل ہونا یہی ما بہ الفرق مجھ میں اور عام خلائق میں ایسا ہے کہ میرا ہر ایک فعل قابل
پیروی کے ہے اور حجت خدا ہے اور غیر نبی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

## باب بائیسواں مذہب کی پابندی سراسر خلاف عقل کے ہے اور انسان کی آزادی کو بھی منافی ہے اور سیکڑوں مذہب میں سے مذہب حق کا پہچان لینا بھی تکلیف محال ہے

۔ اس باب میں سات سوال اور اُنکے جواب درج ہونگے

**سوال اوّل** مذہب اور ملت کے سب اصول اگر عقل کے مطابق ہیں پھر تو فلسفہ اور حکمت

عمل اور نتیجہ عمل میں خطا نہوتی ہو نہایت اضطرار اور حق کوشی سے اُسکو ماننا پڑیگا
کہ یہ قوت بدون امداد الٰہی اور تائید غیبی کے کبھی ہو نہیں سکتی ہم نے تاریخ علوم پر نظر
وسیع کی ہے اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہر ایک علم اور فن کا عالم اور عامل جبتک
دوسرے کو اپنے سے بڑھا چڑھا نہیں سمجھ لیتا ہے کبھی اُسکو عالم اور عامل نہیں جانتا
ہے فرض کرو ہمارے نبی صلعم اور اُنکے برگزیدہ خلفا اور جانشین جو صاحب معجزات اور کرامات
مشہور ہیں اور یہ ہزاروں علمائے علم نفس جو آجتک گذر چکے یا آج بھی موجود ہیں اور
ہمارے نبی کو مؤید من اللہ تسلیم کرتے ہیں کیا یہ سب کے سب محض نادان اور بے عقل
ہیں اور کونسی غرض اُنکی اعتقاد نبوت میں پوری ہوتی ہے جو اِن حضرت صلعم کو نبی اللہ
اعتقاد کرتے ہیں اور ایک عامل مسمیرزم کا نہیں کہتے۔ علاوہ براں بقول فلاسفہ یہ علم اور
عمل ایسا ہے کہ ہزاروں برس کی گذری ہوئی بات گذرے ہوئے آدمی کی کیفیت سچی
اور واقعی اسکے ذریعہ سے دریافت ہو سکتی ہے میں اہل اسلام کے علاوہ غیر مسلمین میں
بھی جو لوگ اس علم کے عامل ہیں اُنسے نہایت دعوے سے کہتا ہوں جب چاہیں اپنے
اوپر خواہ کسی معمول پر حالت استغراق یا غائب بینی پیدا کر کے ذرا ہمارے نبی صلعم کے
حالات کو دریافت تو کریں یہ بات کہدینے کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں سب اسی مسمیرزم
کے عمل سے خوارق عادات دکھلایا کرتے تھے یہ ایک جاہلانہ خیال ہے اسلئے کہ بڑے بڑے
مسمیریزر اور عامل اعمال نفسانی سابق میں بھی گذر چکے اور آج بھی دنیا خالی نہیں ہے سوائے
اُسی شخص کے جسکو سچ مچ خدا نے رسول کر کے بھیجا تھا کسی کا دعوائے نبوت جھوٹا
کبھی چل سکا۔ اور شاید اگر دو چار ماہ چلا بھی پھر آخر وہی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کیا
سید صاحب خود تو اس علم کو جانتے نہ تھے کوئی بڑا جاننے والا ہمارے سامنے آتے اور ذرا
ثابت تو کردے کہ جھوٹی نبوت کا کام مسمیرزم سے چل سکتا ہے اور (۱۳۱۷) برس کے عوض
۱۲ برس ہی چلا تو دے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات اگر کوئی مسمیریزر اور وہ بھی پورا ماہر اور
زبردست عامل ایسے لغو بات کہتا تو ہم علمی اور عملی اصول مسمرزم اور اسپریچوالزم ہی سے

تیار ہیں کونسے نبی نے انکو بنایا ہے اور بالفرض اگر ہزار میں سے دو چار کسی نبی کے ایجاد کردہ بھی ہوں پھر اُن کو ان موجدین پر تفوق کیا ہوا۔ اسیطرح اخلاقی مسایل اور تمدنی اصول ہمارے عقلا اور اہل تجارت کی اتفاق رائے سے ہمیشہ جاری ہوتے ہیں۔ ہاں ایک عالم غیر مادی کی دھمکی دیکر ہمکو خوف دلا دلا کر ہمارے روپیہ پیسہ کے لوٹنے کا ڈھنگ البتہ اُن لوگوں کو خوب یاد ہی اور اُنکے بہارجی مولوی اور پادڑی پنڈت جی مہاراج اور گروجی ہمیشہ دنیا کو لوٹ لوٹ کر کھایا کرتے ہیں **سوال چہارم** اعتماد بر قول غیر کا مسئلہ ضرور فطرت کے موافق ہے اور اگر یہ مسلم ہو تو بڑی خرابی انتظام دنیا میں پڑے پھر جب ہمنے کسی کے علم اور تجربہ پر پورا الیقین کر لیا اور سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کو اُسکے علم اور حکمت کا قایل دیکھا یا سنا اور اصلاح قوم پر اُسکو پورا عامل پایا اب ہمکو جو چیز معلوم ہو اسکا اُسی سے پوچھنا اور مشورہ کرنا اور ایسے حکیم اور فلاسفہ پر اعتماد کرنا بس یہی ہمارے واسطے کافی ہے نبی اور اوتار ہونے میں اور کونسی بات زیادہ ہوتی ہے بس یہی زیادہ ہوتی ہی کہ دوزخ میں جلو گے اگر ہمکو نہ دو گے اور بہشت میں رہو گے اگر ہمکو دو گے **سوال پنجم** قانون فطرت اگر پورا اور جامع جمیع امور نظام عالم کا ہے اور اُس میں تغیر نہیں ہو سکتا پھر تو لازم آتا ہے۔ کہ ایک نبی اور ریفارمر جو قانون خدا کیطرف سے لایا ہمیشہ وہی جاری رہے اور تبدیل شرایع انبیا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسطرح فلاسفہ کی رائے جدید تحقیقات سے مسایل اور نوامیس میں بدلتی ہے یہ لوگ بھی صاحب عقل اور فلاسفہ تھے ہر زمانہ کے نبی نے اپنے زمانہ کے موافق ایک قانون بناکر اُسکو کتاب آسمانی مشتہر کر دیا۔ علوم فلسفہ کا بھی ایسا ہی حال ہی جیوں جیوں انسانی معلومات میں ترقی ہوتی جاتی ہے اصول جدید مناسب ہر زمانہ کے نیچر ہمکو خود تبلا رہا ہے۔ اور کسی نبی اور رسول کی تعلیم کے ہم ان اصول اور نوامیس میں محتاج نہیں ہیں **سوال ششم** خاص کر شریعت اسلام پر یہ بھاری شبہہ وارد ہوتا ہے کہ اگر سب نبی سچے تھے کسی نے یہ دعوی نکیا کہ ہماری شریعت ابد الاباد باقی رہیگی اور اہل اسلام کی بانی شریعت اسکی مدعی ہوئی اگر چہ یہ دعوی بشرط صحت اور ثبوت اس امر کے کہ آسمانی مذہب اب بھی مذہب اسلام ہے۔ اُس قاعدہ کے بالکل مطابق ہے۔ کہ نیچر میں تغیر اور تبدل محال ہی

یہ سوال پرا ہو

اور مذہب ایک ہی چیز ہے نبی اور رسول خدا کی طرف سے تشریف لا کر فلاسفہ سے بڑھکر کیا کام کرینگے۔ ہمکو فلسفہ پڑھ لینا ہمارے آرام اور راحت اور نجات آخرت (بشرطیکہ عالم آخرت کوئی عالم مانا بھی جائے) کیواسطے کافی ہے۔ اور اگر مذہب کے سب اصول عقل سے مخالف ہیں پھر اُسکی پابندی کون عاقل تجویز کریگا اور اگر بعض اصول مذہبی مطابق عقل کے ہیں اور بعض مخالف اب وہی اصول جو موافق عقل کے ہیں ہمکو فلسفہ بتلا رہا ہے اور عقل کے مخالف اصول سب مردود ہیں پھر نبی کے آنیسے کیا فایدہ اور مذہبی پابندی سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا **سوال دوم** اگر کسی دلیل سے مذہبی پابندی ضروری بھی ثابت ہو اب فرمایئے کہ ہزاروں فرقہ مذہبی دُنیا میں موجود ہیں۔ مثلاً فقط اہل اسلام میں تہتر فرقہ ہیں اور ہر فرقہ اپنی مذہب کو سچا اور سبکو غلط کہ رہا ہے اگر بالفرض ہمکو عمر نوح بھی ملجائے اور سوائے تحقیقات مذہبی کے اور سب کام چھوڑ دیں اور تکمیل اپنے نفس اور بدن کی جن علوم کے پڑھنے پڑھانے سے ہوتی ہے سب چھوڑ چھاڑ کر ستو باندھ کر اسی کے پیچھے پڑیں جب بھی تو ہم کسی مذہب کو ہزاروں مذاہب میں سے سچا منتخب نہیں کر سکتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ اگر خدا کا وجود ہے اور وہ عادل اور منصف بھی ہے ایسے بار عظیم کی برداشت ہم سے ہرگز طلب نکریگا لہذا ہمارے پاس ایک چراغ ہدایت یعنی ہماری عقل جو اُسنے دی ہے اُسیکی روشنی میں ہمکو چلنا اور اُسیکی پیروی کرنی ہمکو لازم ہے اور تحصیل محال کے درپے کیوں ہوں جسکا انجام کبھی نہوگا **سوال سوم** مذہب کے پابند اپنے ہادی اور ریفارمرونکو کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ نہوتے دنیا کی آبادی اور خلق خدا کی معاش کا سرانجام جن صنائع سے چل رہا ہے۔ اور جن علوم کے اصول نظام انسانی کے بقا کے باعث ہیں انسان اُنکو ہرگز نجانتا اور جو چیز ہمارے بقا کی رکھنیوالی ہے۔ وہ ہمپر کبھی ظاہر نہوتی ہم تو ان باتوں کو محض ان لوگوں کے دعوی زبانی سمجھ رہے ہیں۔ تاریخ عالم کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایجاد اشیاے ضروری فلاسفہ نے کی ہے اور اب بھی کر رہے ہیں کونسے نبی نے کوئی شے ایجاد کی جو ہمارے بکار آمد ہو جر ثقیل اور فلاحت اور طب اور کیمیا وغیرہ جسقدر علوم ہیں سب کے موجد کبھی فلاسفہ ہمیشہ رہے ہے۔ آج بھی ہزاروں کلیں اور آلات جسقدر

دوسرا خالق عالم کا اقرار کرنیوالا مگر نبوت کا منکر تھا۔ سر اسحق نیوٹن ڈاکٹر طامس ریڈ ڈی کارٹس ڈاکٹر کزن ڈاکٹر براون وغیرہ یہ جدید فلاسفہ ہیں جو علم وہبی اور فلسفہ آسمانی کو پورا اور سچا جانتے ہیں۔ اور فلسفہ انسان کو ناقص۔ عبادت خدا اور پابندی مذہب کو پسند کرتے ہیں اور ہیوم جان لاک پروفیسر ہیں اور برکلی اور جو دہریہ تھے۔ اُنکی رد کرتے ہیں خیر یہ تو ایک تاریخی بات ہے اب جو شخص دہریہ نہو اور وجود خدا کو مانتا ہو جیسا کہ ہمارا اسایل ہے۔ اُسپر ہمکو فقط انبیا کی ضرورت اور شریعت کی خوبی ثابت کرنی لازم ہے۔ اسکے بعد سب شبہات وفع ہو جاینگے۔ پہلا سوال کہ شریعت بالکل مطابق عقل کے ہے یا بالکل مخالف یا کچھ مطابق اور کچھ مخالف ہمیشہ سے برابر کرتے چلے آتے ہیں اور جواب بھی مذہبی پابند فلاسفہ نے دیا ہے مگر آج کل کے آزاد منش نہ اُن جوابوں کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ انکی تسکین ہو گی لہذا ہمکو جدید طریقہ سے بھی جواب دینا چاہئے

**تمہیدی بیان** کسی چیز کا عقل کے مطابق ہونا یا مخالف ہونا اسی پر موقوف ہے کہ پہلے ہم عقل صحیح کو سمجھیں اور یہ ترازو جو ہمکو خدا نے سنجید گی حق اور باطل کیواسطے دی ہے اسکو پہچانیں۔ ظاہر ہے کہ آدمی کی عقل ناقص بھی ہو سکتی ہے اور کامل بھی اب اسکا پہچاننا کہ ہماری عقل ناقص ہے یا کامل ہے۔ اور ہم اپنی تجویزات عقلی میں خطا پر ہیں یا صواب پر اسکا طریقہ کونسا ہے۔ اگر وہی عقل ہے جو ہم میں ہے۔ یہ تو کھلا ہوا دور ہے اور محال ہے یعنے ہم اپنی عقل کی خوبی یا خرابی اپنی عقل سے نہیں پہچان سکتے۔ اب ضرور ہمکو کسی اور کی عقل پر بھروسا کرنا پڑیگا جب کسی اور پر ہمکو اعتماد کرنا پڑا تب ہمکو اُسکی عقل کا ناقص یا کامل ہونا پہلے دریافت کرنا ضرور ہے۔ ایسے عاقل کی شناخت میں ہمکو دو ہی چار باتیں فطرت سے ایسی بدیہی اور آسان ملی ہیں کہ فوراً ہم ایسے کامل العقل کو پہچان سکتے ہیں عقلی باتوں کے استاد اور معلم کو ہم اسوقت ایک پیشہ ور دکاندار سے مشابہ فرض کریں دیکھو جس عطار کے پاس ہر قسم کی دوا ہمکو ملتی ہے اُسیکو ہم نامی عطار کہتے ہیں جیسی درزی کو ہر قسم کے دوخت پر مشاقی ہو وہی پورا درزی ہے۔ جو لوہار قسم کی چیز بنانے میں لوہے کی پورا ہو وہی پورا لوہار کاریگر ہے۔ جو طبیب یا ڈاکٹر تمام امراض کے علاج میں عاجز نہو یا دو چار مرض کی علاج

مگر پھر انبیا اور نبی کا ہونا اور اُن کا مذہب آسمانی ہونا غلط ہو جائیگا۔ اب دیکھو سب
نبی تو اس کے مدعی رہے۔ کہ ہماری شریعت تھوڑے دنوں بعد بدل جائیگی اور
اور اسلامی شریعت کے موجد اسکے مدعی ہوئے کہ ہماری شرع قیامت تک رہیگی
اور سوائی مسلمان کے اور سب اہل مذہب کیسے ہی نیکوکار ہوں سب دوزخی ہیں اب سیکڑوں نبی سچے تھے یا کہ
اسلامی نبی سچے تھے دونو کیونکر سچے ہو سکتے ہیں بلکہ جب دو نو قول میں تعارض ہے دونوں ساقط ہو کر غلط ہونگے
اور پھر اہل اسلام کا کہنا ہے کہ ناکردہ قرآن درست بکتجاز بجید ملت بشست۔ اگرچہ اپنی نبی کی بزرگی پر دلیل ہے مگر یہی
دلیل ہے کہ خود انکو نبی کی نبوت کو باطل کرتا ہے مسلمانوں کا اس لن ترانی میں یہی حال ہوا کہ ہر کہ بیہودہ گوید نام فراز خود خویشتن را گردن
انداز د۔ یہی ایک مسئلہ ایسا ہے کہ ہمکو پابندی مذہب سے پوری طور پر روکتا ہے جسکو ذرا سی عقل
ہو گی وہ فوراً کہدیگا کہ دونوں باتیں کیونکر سچی ہو سکتی ہیں **سوال ساتوان** مذہبی پابندی
میں ایک اور بڑا ضرر ہے کہ خرابی امن و امان انسانی اور غدر اور فساد جو ہوتا ہے۔ اسی
مذہب کی پابندی میں ہوتا ہے۔ اور جب کسی حصہ دنیا اور سلطنت منتظمہ میں خرابی آتی ہے
مذہبی فسادات ہی سے آتی ہے۔ کبھی نہ سنا ہو گا کہ فلسفی جماعت نے بلوہ کیا یا فلاسفہ امن
اور امان خلایق میں خلل انداز ہوئے فلاسفہ کا یہی کام ہے کہ اپنے بنی نوع یعنی انسان کے
آرام اور آسایش کے اشیا ایجاد کریں بلکہ مطلق ذی روح کی راحت رسانی کی تدبیریں خود بھی
کریں اور لوگوں کو بھی بتاتے رہیں ریل گاڑی کو دیکھے جسکے جاری ہونے سے کروروں حیوانات
گھوڑے اور بیل اونٹ وغیرہ کی جان بچ گئی مسلمانوں کے قرآن میں بڑا احسان خدا نے
یہ بھی دکھلایا ہے۔ کہ تمہاری سواری اور بار برداری کیواسطے ہم نے چوپایہ جانور پیدا کیے
اگر وہ جانور نہوتے تمہارے وہ کام بدون تعب شدید کے انجام نپاتے۔ فلاسفہ نے اس احسان
کو بھی ہمارے سر سے اٹھا کر دکھلا دیا کہ ہم سواری اور بار برداری میں چوپایوں کے محتاج نرہے
بلکہ مسلمان بھی اگر انصاف کریں انکو بھی اس احسان کے ادای شکر سے نجات نہ ملیگی
**جواب** یہ سوالات ہفت گانہ فقط انکار نبوت اور شریعت ہاے انبیا کی نسبت ہیں خدا کا
انکار وجود اسے لازم نہیں آتا فلاسفہ میں بھی ہمیشہ دو فرقہ رہے ہیں۔ ایک دہریہ جو خدا کا منکر

ف آباد دیو سوال آیا

احسان خدا احسان سے بھکے ہے

آرام طلبی جہل اور فریب سے روکتا ہے۔ اور ان برائیوں سے خود بھی بچتا ہے یا نہیں تاریخ ہمکو
بتلا رہی ہے کہ ارسطوطالیس ایسا حکیم اپنے استاد اور محسن سے بدسلوک تھا اور بو علی سینا ایسا
حکیم عیش اور طرب پر ہمیشہ مایل تھا۔ جالینوس شرابخوار لارڈ بیکن بھی ناسپاس اور رشوت خوار
ابیلرڈ عشق باز ابیقور حکیم مسخرہ اور بے حیا۔ الغرض فلسفی ہونے سے بدکرداری سے اگر امان
ہوجاتی تو ایسے ایسے علماے نامی گرامی ایسے بداطوار کیوں ہوتے اور وہ فلاسفہ الٰہی جنکو ہم
نبی اور رسول کہتے ہیں کوئی تاریخ ایسی نہیں ہے جو انکی ایک بدکرداری بھی بیان کرے اسی
بات کے سوچنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجرد ہمہ دانی اور وفور علم کسی کا ہمکو اسکی پیروی کرنے
میں کافی نہوگا جب تک اسکی بدکرداری سے بچنیکا ہمکو یقین نہو جاے اور اسی حکیم کو ہم
معصوم بھی کہینگے۔ اور وہ حکیم جو کچھ کہیگا بے تردد اور بے اندیشہ ہم اسکو قبول کرینگے اب بتلاو
فطرت نے انتظام عالم ایسے حکیم اور مدبر اور خطا سے بری کی پیروی کرنے پر منحصر کیا ہے یا ایسے
خطاکار بدمعاش جھوٹھے فریبی وکالت پیشہ کی پیروی پر جو بقول شاعر ۔ عالم کہ کامرانی و تن پروری
کند۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ جب قانون فطرت ایسے ہی حکیم بری از خطا کی پیروی پر
انتظام عالم چاہتا ہے پھر ضرور ہے کہ ایک قاعدہ فطرتی بھی ہمکو ایسا بتلا دے جس سے ہم سیکڑوں
فلاسفہ میں سے ایک یا چند فلسفی ایسے پہچان لیں جو خطاے کردار سے محفوظ ہوں اور یہ قاعدہ
وہی معجز نمائی ہے یعنی اس زمانہ کے تمام آدمی جاہل اور عالم ویسا کام نکر سکیں اور وہ حکیم کر کے
دکھلا دے خواہ جس مسئلہ کو کوئی حکیم حل نہ کرسکے اسکو دعوی نبوت کر کے وہ معصوم حل کردے
اور کسی سوال کے جواب میں لا ادری نہ کہے یعنی یہ نہ کہے کہ مجھے اسکا جواب معلوم نہیں ہے
اب خلاصہ ہماری تمہید کا یہ ہوا کہ ہمکو اعتماد بر قول غیر کے بدون چارہ نہیں ہے۔ دیکھو آئین شہادت
مؤلفہ مسٹر مارٹین اور تحریرات اشتہار مندرجہ کتاب مذکور کو اور غیر کے قول پر اعتماد کرنا اسی
وقت مناسب ہے جبکہ اس غیر کے علم اور عمل کا ہمکو پورا یقین ہو اور عیوب سے پاک ہونا جو عین
دانشمندی ہے۔ وہ بھی اس غیر میں ضرور ہو جواب تشبیہ اول مذہب کی پابندی وہی اعتماد
بر قول غیر ہے۔ اور ہرگز مخالف عقل کے نہیں بلکہ عین شفا ہے اسلئے کہ عقلی باتیں یا تو ایسی میں

ہیں وہی پورا طبیب اور ڈاکٹر ہے۔ جو معلم اور ماسٹر کسی علم کے یا چند علوم کے پڑھانے میں عاجز نہو وہی پورا عالم ہے جو قاضی یا مفتی یا جج کسی مسئلہ کے جواب دینے میں یا کسی پیچیدہ مقدمہ کے فیصل کرنے میں عاجز نہو وہی پورا جج اور قاضی ہے۔ پھر اگر کوئی ایسا آدمی ہمکو خود ملجائے یا ہمکو تاریخ صحیح سے ایسے آدمی کا پتہ لگ جاوے کہ کسی زمانہ میں ایسا ایک آدمی تھا کہ جس پیشے کی بات اس سے پوچھی گئی یا جو کام عقلی خواہ بدنی اخلاقی یا روحانی اُس سے سیکھا گیا خواہ اُس سے پوچھا گیا درزی اور لوہار اور نجار اور تمام دُنیا کے پیشہ اور علوم کا سب میں یا تو وہ خود عامل تھا یا کہ تعلیم اصول علوم اور فنوں میں وہ کامل ایسا تھا کہ اُسکی برابری کوئی نکر سکتا تھا۔ اب کہو اُسکی عقل اور علم کے پورے ہونے میں کسی طرح کا شک ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اگر خوبی قسمت سے ہمارے زمانہ میں کوئی ایسا کامل ہمکو مل گیا پھر تو کیا کہنا ہے اسی آمدنت باعث آبادی ما ذکر تو بود زمزمہ شادی ما اللھم عجل فرجہ ورنہ ہمکو تاریخ ضرور بتلائیگی کہ ایسے بھی لوگ دنیا میں گذرے ہیں چنانچہ تاریخ عالم سے ہمکو پتہ ایسے لوگوں کا ملتا ہے۔ جو پورے ہادی اور ریفارمر تھے۔ اب رہا یہ شبہہ کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے پیغمبر ہادی اور ریفارمر کو ایسا ہی بتلاتے ہیں اس سے کوئی خرابی پیدا نہوگی بلکہ ایسے کاملین کا وجود بکثرت ثابت ہو گا جس سے ہمارا اعتقاد مسئلہ نبوت میں پختہ ہو جائیگا۔ ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت کا اقرار نہ سہی مگر اُنکے حکیم اور مدبر اور عالم کامل ہونیکا اقرار یہود اور نصاریٰ بھی کر رہے ہیں پس اسی قدر ہمکو اسوقت کافی ہے کہ وہ پوری عقل کے آدمی تھے نبی اور رسول ہونا انکا آیندہ دیکھا جائیگا۔ اب موٹی سی موٹی عقل کا آدمی اسکو سمجھ سکتا ہے کہ ایسا کامل اور عقیل آدمی جو بات کہیگا یا کریگا ہرگز خلاف عقل نہوگی اور ایسے کامل کی پیروی اگر ہم کریں یا جسکی پیروی کو وہ حکیم کامل ہم سے کہے اور یہ بھی کہدے کہ اسکی پیروی بعینہٖ میری پیروی ہے۔ اب ہمکو اسکی پیروی میں کچھ تردد اور پس و پیش نہوگا۔ پھر جب ایسا کامل ہمکو مل جائے اب اُسکی پیروی میں ہمکو اتنی بات اور بھی جانچنی لازم ہوگی کہ اسکا فعل مطابق اسکے قول کے ہے یا نہیں۔ مثلاً ہمکو جھوٹ بولنے سے منع کرتا ہے اور خود تو جھوٹا نہیں ہے ہمکو عیاشی سے روکتا ہے۔ یا محسن کشی بدمستی شرابخواری

یہی ہمکو اس جھگڑے سے نجات دیگا اور وہ غیر وہی نبی ہے جسکے علم اور حکمت اور راست
گفتاری پر ہمکو پورا بھروسہ ہو اور کبھی غلط گوئی یا غلط فہمی کا اُسپر شبہہ نہو اُسی حکیم یا نبی کا علم
وہبی ہے جسکو ڈاکٹر براون مسئلہ علت اور معلول میں لکھتے ہیں کہ بدون وہبیات کے
یہ علم آدمی کو دشوار ہے۔ ورنہ فلاسفہ کے علوم بقول ڈاکٹر کرزن بجائے خود ناتمام ہیں اب
ہمنے اتنا تو ضرور ثابت کر دیا کہ ایک یا دو یا ہزار حکیم سچے اور نیک عمل کے بدون ہمکو اختلافی
امور عقلیہ (جنپر ہمارے انتظامی امور کا دارمدار ہے) کے تحقیق کرنے میں بھی چارہ نہیں
ہے اور اُسی حکیم کو ہم نبی اور رسول خدا اور امین وحی خدا کہتے ہیں۔ اگر آپ یہ کہئے کہ ایسا آدمی
جو کل علوم کا ماہر ہو اور کل عیوب سے پاک ہو اُسکا وجود محال ہے۔ اور عقل اسکو باور نہیں
کرتی ہے۔ اسکا جواب عقلی تو یہ ہے۔ کہ محال کیوں ہے اور محال ہونے پر کونسی دلیل
آپ نے قایم کی ہے۔ بلکہ محال تو یہ ہے کہ قانون فطرت ایسا ہادی ہمکو نہ بتاے جسکے قول
پر اعتماد کرنے سے ہمارے شکوک دور ہوں اور ہم ہمیشہ جھگڑے میں پڑے رہیں اور فلاسفہ
کے اختلاف تجویز سے ہم حیران اور سرگردان نہ پھرا کریں رہی یہ بات کہ ہماری عقل اسکو قبول
نہیں کرتی ہے۔ آپ کیا اور آپکی عقل کیا اور کیسی بے عقلی کی بات ہے۔ کہ جو بات ہماری سمجھ
میں نہ آئے اسکو ہم محال کہدیں۔ ہمنے سیکڑوں باتیں اسی کتاب میں لکھی ہیں کہ آپکی سمجھ میں
نہیں آتی ہیں اور اُنکو ضرور ماننا پڑتا ہے۔ دیکھو واکر نے ۱۸۲۷ء میں دیا سلائی بنائی اور
فاسفورس اسکا مادہ ہے۔ ہمیشہ سے یہ بات مشہور تھی۔ کہ بھوت پریت رات کو آگ جلاتے
ہیں جب اس قول کو تسلیم کرکے قبروں کی ہڈیاں رات کو خود بخود روشن دیکھی گئیں تب برانڈ
کو ۱۶۶۹ء میں معلوم ہوا کہ ہڈی کا فاسفورس خود بخود روشن ہوتا ہے۔ اور نقلی جواب یہ ہے کہ علم
تاریخ کو سچا باور کرکے انبیاے گذشتہ کی تاریخ پڑھو دیکھو کوئی نبی ایسا گذرا ہے جو کسی بات کے
جواب دینے میں عاجز تھا اور کوئی فلسفی اُسکا ہمعصر ایسا تھا جسنے اُس نبی پر سبقت حاصل
کی ہو اور بجز تسلیم اور سر جھکانے کے کسی دہریہ اور فلسفی کی مجال تھی جو نبی اللہ پر غالب آتا۔ یا
کسی فعل بد کا وہ نبی مرتکب ہوا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ شریعت انبیاؑ کے مسایل سب

کہ ہر ایک آدمی انکو بدون تعلیم کے مانتا ہے جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں یا کُل اپنے جزو سے بڑا ہے۔ اسیطرح اور بدیہی باتیں جنکی نسبت کوئی آدمی سوائے سوفسطائی کے شک نہیں کرسکتا ہے ایسی باتوں میں تو ہمکو فطرتی طور پر یقین ہے۔ کسی کی پیروی کی حاجت نہیں ہے۔ دوسری قسم کے وہ امور ہیں جن میں کچھ لوگ انکا اقرار کرتے ہیں اور کچھ انکا انکار کرتے ہیں کسی کی عقل انکو بدیہی سمجھتی ہے۔ اور کسی کی عقل انکا انکار کرتی ہے۔ یا کہ انکو بدیہی نہیں سمجھتی ہے۔ ایسی ہی باتوں میں فلاسفہ کی رائے طرح طرح کی ہوا کرتی ہے۔ مثلاً عالم کا قدیم ہونا یا حادث ہونا اب کچھ فلاسفہ تو اسکو قدیم کہتے ہیں اور کچھ لوگ اسکو حادث کہتے ہیں اور دونو فرقہ حکیم اور فلسفی ہیں۔ اب ہمکو مناسب بلکہ واجب بھی ہے۔ کہ ایسے حکیم کے قول پر اعتماد کریں جو تمام علوم میں کامل ہو اور خطاکاری سے بری ہو۔ پھر ایسے حکیم کامل کے مجرد کہدینے پر جب ہمکو اعتماد کرنا واجب ہے۔ اگر وہ حکیم کسی دلیل سے بھی ہمکو حدوث عالم کا سمجھا دے اسکی دلیل کو بھی ہم اور فلاسفہ کی دلیل پر ترجیح دینگے۔ اسی دوسرے قسم کے امور میں جو اختلافی باتیں ہیں اور فلاسفہ ہمیشہ جھگڑ رہے ہیں کچھ ایسے امور ہیں کہ انکی تحقیق سے نہ ہمکو کچھ فائدہ اور نہ کچھ ضرر مثلاً زمین کی حرکت یا زمین کا سکون یا آسمان کا وجود یا آفتاب اور زحل اور قمر پر آبادی خواہ انکی پیدایش جسمی اور انکی دوری مسافت ہم سے اگر ہمکو تحقیق ہو جائے کیا نفع ہوگا اور اگر ہمکو تحقیق نہو تو نقصان کیا ہے ہمارے حکیم ربانی صلعم سے لوگوں نے چاند سے ہلال بننے کی کیفیت پوچھی حکم خدا ہو قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ۔ یعنی یہ قدرت نمائی ہمکو وقت تبلاتی ہے اسکے سبب نئے جانتے سے کیا انکو فائدہ گلیلیو منجم نے دوربین بنائی یہ البتہ کام کی چیز ہے۔ کہ ہم دور کی چیز جو زمین پر ہو دیکھ کر ہزاروں فائدہ اٹھاتے ہیں اور آسمان کا نظارہ فقط ایک تماشائی قدرت ہمکو دکھاتا ہے۔ اگر قدرت کاملہ پر ایمان لائیں یہ بھی بڑا فائدہ ہے۔ ورنہ کیا فائدہ ہمکو مشتری کے گرد چار چاند دیکھنے سے ہوا اب خلاصہ یہ ہوا کہ جن امور میں آدمی کی عقل اختلاف کرتی ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ اب ہمکو فطرت قانون سے یا تو ایسا کوئی قاعدہ ملجائے کہ یہ اختلاف جاتا رہے اور یکسوئی ہو جائے اور جب کوئی قانون ایسا ہمکو نہ ملے اعتماد بر قول غیر کا نتیجہ

خدا کا واحد و لاشریک جاننا (۲) ہر نبی کی نبوت کا عموماً اقرار کرنا (۳) قیامت کو جس میں حشر نشر اور سزا ہوگی برحق ماننا۔ یہ تین اصول ایسے ہیں کہ آسمانی مذہب انہیں کے ملنے سے پورا ہوتا ہے اور ان تینوں اصول کو عقلی دلایل اور فلسفی اصول سے جب آدمی درست اور صحیح سمجھ لیتا ہے۔ اسکو ہم اہل دین اور پابند مذہب آسمانی کہتے ہیں اور ہزاروں مذہب بھی اگر مذہب آسمانی دنیا میں ہوں سب کا مدار انہیں تین اصول پر ہے۔ جو مذہب ان میں سے ایک کو اپنے دین کے اصول میں شمار نکرے وہ مذہب آسمانی نہیں ہے۔ پھر چونکہ خدا کے وجود اور اسکے واحد ہونے پر آپ یقین کر چکے ایک زینہ دین کا آپ چڑھ چکے اب دوسرا زینہ نبوت کا آپکو چڑھنا رہ گیا اگرچہ جواب شبہہ اولی سے آپکو نبوت کے ضروری ہونیکا پورا عقیدہ نہوا ہوتو میں ایک اور بدیہی اور آسان دلیل یہاں بھی ذکر کروں دلیل نبوت عالم مادی کثیف ضرور ہے اسلیئے کہ جسقدر کثافت سمجھ میں آتی ہے۔ اسی مادہ کی ہے اور جسقدر لطافت ہم سمجھ سکتے ہیں اسی چیز میں ہے جو مادہ سے الگ ہو۔ اعمال کیمسٹری جدید اور قدیم دونوں سے آپکو مشاہدہ ہو رہا ہے کہ جسقدر جوہر اشیا کے روحانیت بڑھتی ہے۔ اسی قدر تصرف یعنی فعل اور اثر اس شئے کا زیادہ ہوتا ہے۔ دواؤں کی روح جو ہمیاپتی میں مستعمل ہے۔ کہ رتی کا کروڑواں حصہ ہزار من پانی میں ڈالنے سے ہماری غرض پورا کرتا ہے۔ الکوہل کو دیکھیئے کہ اسپرٹ سے کسقدر کمی مقدار میں کام دیتی ہے۔ مجیٹھا کو دیکھیے سیر بھر مجیٹھہ اوندا رنگ ندی گئے جسقدر اکیرقی اسکا جوہر رنگتا ہے۔ کہ نہیں سکتا آپ منکر کیمیاے قدیم میں ہزار من تانبے کے روح تولہ بھر سیسہ وغیرہ میں بھر دینے سے پچھلے کیمیاگر کلنک یعنی اکسیر غیر متناہی بناتے تھے۔ (اور جسکا آسان طریقہ کسیقدر ہم بھی بتلا سکتے ہیں) جو لاکھوں من سونا بناتے تھے اور خود کبھی کم نہوتا تھا خیر اسکو غلط ہی فرض کیجئے گو امریکہ کے ایک کیمسٹ نے اصلی سونا بنانے کا اب زور سے دعوی کیا ہے۔ اور شاید پایونیر انگریزی اخبار میں اشتہار بھی دیا ہے۔ کہ جسکا جی چاہے مجھ سے اسکی دلیل کو سمجھے اور تجربہ کرے۔ تاہم اسوقت جسقدر جوہر ادویہ آپ کے جدید کیمسٹ بناتے ہیں۔ وہی کیا کم ہمارے دعوے کے اثبات میں بکار آمد ہیں سے ماذۃ القاۃ ز و دافت

ف کیمسٹری

ف ہمیاپتی

ف علم اکر

عقل سے مطابق ہیں اور کوئی حکم اُنکا خلاف عقل نہیں ہے۔ مگر اُنکا بیان کرنیوالا وہی نبی درکار
ہے جو ہمہ دان اور معصوم ہو اور ہمہ پاک ہو جب یہ ہے پس بدون وجود نبی کے اختلافی مسایل عقلیہ کا جھگڑا
کون طے کرتا اور بدون اُنکے طے ہونے کے ہمارے نظام کی درستی دشوار تھی لہذا موجد قانون
فطرت نے ایسے سچے اور معصوم اور ہمہ دان حکیموں کو ہماری طرف بھیجا صلواۃ اللہ علیہم اگر
آپ کہیئے کہ آج تو ہمکو کوئی دلیل نبی کی ایسی کامل اور نیک عمل کرنیکی نہیں ملی گی سوائے تاریخ
کے اور تاریخ سے ہمکو بعض فلاسفہ کے بھی ایسے گذرنے کی خبر ملتی ہے جو حاوی علوم اور
نیک عمل تھے پھر ہم نبی کو کیونکر اُنپر ترجیح دیں اسکا جواب اگر انصاف کرو تو بہت آسان ہے
حاوی علوم ہونے پر تو آپ کو میں ایسا سچا ثبوت نہیں پاتا ہوں کہ آپ کسی حکیم کو تمام امور
نظام عالم کا عالم ثابت کر سکیں اور ہم ثابت کر دینگے۔ رہا جملہ عیوب سے پاک ہونا اگر کسی
حکیم کا آپ ثابت کر بھی دیں تو ایک وصف ہمہ دانی کا نہونا ہی اُسکے معصوم ہونے پر دلیل
ہے یعنی جب اکثر امور سے جاہل تھا پھر اُس سے بچنے کی کونسی دلیل اُس حکیم کی نسبت
آپ قایم کیجئیگا۔ هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون۔ عالم ہمہ دان
سے برابر وہ شخص کیونکر ہو سکتا ہے جو بہت سے امور کو نجانتا ہو اور جبکہ جانتا تھا اُسکے کرنے
سے یا نہ کرنے سے کیونکر محفوظ ہوگا۔ ز جاہل گریزندہ چون تیر باش۔ بڑے افسوس کی بات
ہے ہم تو اُس سچے ہمہ دان کو پیش کر رہے ہیں جو پکار پکار کر کہتا تھا سلونی قبل ان
تفقدونی یعنی مجھ سے پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہو قبل اسکے کہ میں دنیا سے گذر جاؤں۔
اور کبھی کہہ رہا ہے سلونی عما دون العرش کبھی کہتا ہے جس مذہب آسمانی اور کتاب
آسمانی کے احکام مجھ سے چاہو پوچھو کہ میں اُسی نبی اُمی کا تعلیم یافتہ ہوں جسکا سوائے خدا
کے کوئی معلم نہ تھا اور آپ ان فلاسفہ کا ذکر کرتے ہیں جو طفل مکتب بھی اُن علمای الہی کے نہیں
ہو سکتے اور اسکا ثبوت آتا ہے۔ جواب دوسرے شبہہ کا ہزاروں فرقہ اگر دنیا میں ہوں
ہمکو اُنکے جزئیات مختلفہ کے جاننے سے کیا کام ہے اسلئے کہ مذہب کے مسایل کی تقسیم
بطور عام دو حصے ہے اصول دین اور فروع دین اصول دین ہر مذہب کے عموماً تین ہیں۔

کی خبر دیتے تھے انکو مجنون اور ساحر کذاب بناتے تھے پھر اگر فرشتہ خواہ جن یا اور کوئی روحانی
اور نورانی سفیر آتا فرمائے کیونکر اس سے ہماری صحبت برابر ہوتی اسی آسانی ہدایت کی نظر سے
خدا نے ہم میں سے ایک آدمی خواہ چند آدمی ایسے پیدا فرمائے جو کثافت اور لطافت میں
متوسط ہوں۔ نور کی جگہ نور کا کام کریں اور مادہ جسمانیہ کی جگہ مادہ کا کام انجام دیں تاکہ ہماری
وحشت اور نفرت بوجہ غیر جنس ہونیکے جاتی رہے اور یہ عذر ہمارا باقی نرہے کہ خدایا ہم نور
محض اور روحانی محض سے کیونکر صحبت اور معاشرت کرتے اور تیرے احکام کو اُنسے کیونکر
سیکھتے آگ پانی کا ساتھ کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہی حکمت اور عدل اور انصاف اور بندہ پروری
اور سراسر الطاف خدا کا ہے۔ کہ ہمارے ہم جنس کو ہمارا مُعلم اور استاد مقرر فرمایا اور جامہ بشری
میں نور محض اور روح پاک کو ہمارے پاس بھیجا اور وَلَلَبَسۡنَا عَلَیۡهِمۡ مَا یَلۡبِسُوۡنَ یعنی اگر
فرشتہ کو بھی ہم رسول کرکے بھیجتے اُسکی صورت بھی آدمی زاد کی کردیتے جیسے حضرت جبرئیل
دحیہ کلبی کی صورت میں آتے تھے اسلئے کہ قوت بشری کو تاب نہیں ہے جو فرشتہ کو دیکھ سکے
اب تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ نبی سے مُراد ہماری کیا ہے۔ اور ضرورت نبی کی ہمکو کسقدر ہے اگر آپکو
یہ شبہہ پیدا ہو کہ عقل نورانی جو خدا نے ہمکو دی ہے وہی ہمکو اُسکے احکام سمجھنے میں کافی ہو
ضرور یہ شبہہ قابل رفع کرنے کے ہے غور کیجے جب معمولی علوم اور فنون جن میں ہزار باتیں اگر
غلط ہیں تو دو چار سچے بھی ہیں اُنکو بدون مُعلم اور میانجی کے محض اپنی عقل کے ذریعہ سے نہیں
سمجھ سکتے ہیں پھر یہ دقیق باریک مسایل جنکے سمجھنے میں بڑی فلاسفہ کی عقل غوطہ کھارہی ہے
ع درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار٭ کہ پیدا نشد تختہ بر کنار۔ اُن مسایل کو بدون معلم ربانی اور استاد
روحانی کے ہماری تمہاری بلکہ بڑے بڑے فلاسفہ کی عقل کیا سمجھ سکتی ہے۔ پھر جب سمجھانے
والے کی ضرورت ظاہر ہے۔ تو مذہبی تعلیم میں بدون بانی مذہب کے اور بدون اُسکے روحانی
اور نورانی صاحب عقل کامل اور معصوم از خطا ہونیکی کیونکر تعلیم ہوسکتی ہے اور اُسی کو ہم نبی
کہتے ہیں صلعم۔ عقل ہماری چراغ ہدایت ضرور ہے مگر چراغ کے روشن ہونیکو تیل بتی کے علاوہ
کوئی روشنی دینوالا بھی درکار ہے آپ ہی آپ روشن نہیں ہوسکتا پس وہ روشنی دہندہ وہی معلم

اَلمَجدُ والکرمُ۔ پہلے کیمیا گر مر گئے اُور نا قدری اُور جہالت سے اُنکے کمالات بھی سب محالات میں داخل ہیں۔ اب خدا کو آپنے کُل خواص مادّی سے مُنزّہ اُور پاک بھی اگر مانا ہے تو واہ واہ ورنہ ہماری اسی کتاب کے باب خاص کو پڑھ لیجیے۔ پورا یقین ہو جائیگا کہ خدا وہی ہے۔ جو آلائش مادہ سے پاک ہو۔ نور اگرچہ نہایت لطیف شے ہے اُور ابھی تک کوئی ترازو ایسی ہمکو نہیں ملی ہے۔ کہ مثل ہوا کے نور کو بھی وزن کریں تاہم ضرور ہم جانتے ہیں کہ اگر نور کوئی مادّی شے ہے مثل ایتھر اُور سدیم کے ضرور اس میں بھی وزن ہوگا اِسلیئے کہ بعض خواص جسمانی اسی نور میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً سرعت حرکت اُور تیز رفتاری فی سکنڈ (ثانیہ) (۱۹۲۰۰۰) ایک لاکھ ۹۲ ہزار میل کے نور میں ہے یا حرکت مستقیمہ کہ نور کی شعاعیں اگر روکی نجائیں سیدھے خط مستقیم میں چلتے ہیں یہی ثبوت نور کی جسمیت کا ہے بہر حال جب نور کو بھی ہم خدا نہیں کہتے پھر آگ کو جس میں چند خواص جسمانی ہیں کیونکر خدا کہینگے۔ پھر جب خدا کو آپنے اپنا آفریدگار اُور اپنا رازق اُور اپنا ہر طرح کا مربی اُور مالک مانا۔ اب ضرور ہے کہ ہماری بہبودی اُور آرام اُور راحت اُور اسباب زندگی اُور حسن معاشرت دُنیوی کے اصول کی تعلیم بھی خدا ہی پر لازم ہے۔ اُور یہ تعلیم بذات خود تو خدا کر نہیں سکتا ہے یعنی ہمارے پاس آکر خواہ ہم میں حلول کر کے ہمکو ضروری امور کی تعلیم فرمای لہذا ایک نائب اُور سفیر میانجی یا مُعلّم اُور ماسٹر ایسا چاہیئے جو خدا کے احکام اُور اُسکے پسندیدہ امور جنسے ہماری صلاح اُور فلاح دُنیوی کو پورا تعلق ہو ہمکو تعلیم کرے یہ مُعلّم اگر محض نورانی اُور روحانی ہو جیسے ملایکہ اُور فرشتے (تسلیم کر لیجئے اگر فرشتہ موجود ہیں اُور ثبوت اسکا کسی باب آئندہ میں ملاحظہ کیجیئے) ہرگز یہ تعلیم اُنسے بہ نسبت ہر فرد بشر کے پوری نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ قرآن میں فرمادیا وَلَوْ جَعَلْنٰاہُ مَلَکاً لَّجَعَلْنٰاہُ رَجُلاً اگر ہم نبی کو فرشتہ کے اقسام سے مُقرر کرتے جب بھی ہم اسکو مرد کی شکل بناتے اِسلیئے کہ مناسبت اُور ہمجنسی جو ذریعہ اتحاد ہے اگر تمکو ہو گی اپنے ہی ہمجنسوں سے ہو گی۔ اِسلیئے کہ انبیا علیہم السّلام باوجودیکہ پکار پکار کر کہتے تھے کہ میں تُمہارا بھائی ہوں میں بھی ایک بشر ہوں میں بھی مثل تمہارے کھاتا ہوں پیتا ہوں اُس پر بھی تو اُمت اُنسے میل جول میں گھبراتی تھی۔ اُور جب وہ نورانی عالم

کسی نبی میں پالینگے ۔آپ اتنی سی بات کو تنگ ظرکیوں بناتے ہیں ہر نبی کے زمانہ میں خدا کی خلقت اپنی ہدایت پانے میں آسان طریقہ پر محکوم تھے اوراب بھی وہی طریقہ ہے خدا کے دین کے اصول کبھی مختلف نہوے اور نہونگے ۔یہ عوام کو دھوکھا دینا کہ لاکھوں مذہب ہیں سچا مذہب کیونکر معلوم ہوا اور عمر نوح بھی تحقیق مذہب کو کافی نہیں ہے ۔تین باتیں آپ عقلی دلیل سے مان لیجے پھر آپکو کثرت مذہب سے کچھ ضرر نہوگا **تیسرے سوال کا جواب حکما اور فلاسفہ موجد ہیں انبیا کسی چیز کے موجد نہیں** یہی شبہ نوخیز طلبہ کو اوراب تواعلی درجہ کے پاس شدہ کو انبیا کی تحقیر پر آمادہ کرتا ہے ۔اس شبہہ کے پیدا ہونیکی وجہ یہی ہے کہ نقل یعنی تاریخ اور عقل یعنے قانون فطرت دونو کے برخلاف انکی تعلیم ہوتی ہے اور علم معاد کا انکار زیادہ تر اسکی تائید کرتا ہے اسلئے کہ جب آدمی نے یہ سمجھ لیا کہ ہمکو یہی زندگی دنیوی کرنی ہے اسی حیات کی لذت دہندہ اشیا میں جو ہمارا معین ہو اور جسکی ایجاد اور صنعت سے ہمکو آرام اور راحت پہونچے وہی حکیم ہے اور وہی ہمارا پیشوا وہی ہمارا خدا وہی سب کچھ ہے اسی واسطے حکمائے الٰہی اور فلاسفہ روحانی بعد اثبات وجود الٰہی کے اثبات معاد کے درپے ہوتے ہیں اسلئے کہ مبدا اور معاد حادث اور فانی کولازم ہے جب ہم کسی وقت نابود سے موجود ہوئے اب ضرور کسی وقت پھر نابود ہونگے ۔فرض کرو کہ ہم ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے اور زیادہ سے زیادہ اگر سو برس زندہ رہے توپھر ۱۹۹۹ء تک زندہ رہینگے اب ۱۸۹۹ء برس تو حضرت مسیح کی روز ولادت تک ہمارے نابود ہونے کے زمانہ میں گذرے اور اس جناب سے پہلے بھی ہزاروں برس دنیا کی آبادی تھی اس زمانہ میں بھی بایں صورت کذائی ہم موجود نہ تھے اور ۱۹۹۹ء کے بعد بھی خدا جانے کب تک یہ دنیا رہیگی اور ہم نہونگے اب لذت پرست اور عیش پسند آدمی اسی سو برس کو جواپنی زندگی کا زمانہ ہے اسی کے بہبودی کی فکر انکو ہے بس اور کچھ نہیں ایسے خیالات کے روکنے کے واسطے عاقل کامل اور ہادی برحق نے ہمیں علم مبدا کی تعلیم کی بعد علم معاد کے تعلیم واجب فرمائی ہے اسلئے کہ جب ہمکو معلوم ہوگا کہ ہزاروں برس جو

روحانی ہے جسکو ہم نبی کہتے ہیں **مذہبوں کا اختلاف باہمی فروعات مسایل**
میں ترک مذہب آسمانی کا ذریعہ نہیں ہے اسلیئے کہ جب اصول توحید اور نبوت اور معاد کو آدمی مان
چکا اب کسی نبی کی نبوت کا اسکو اقرار ضرور کرنا پڑیگا نبی کوئی ایسا نہیں ہے جو دوسری نبی کی نبوت
کا اقرار نکر گیا ہو۔ یا تو اپنے بعد جو نبی آنیوالا ہے۔ فقط اُسی کی خبر دے گیا ہے یا کہ دو چار انبیا کی اور
سلسلہ انتظامی خدا کا اُسی حکمت سے جاری رہا ہے جس حکمت سے متعدد انبیا کا مقرر
فرمانا ضروری تھا۔ ہم سے پہلے دو ہزار برس جو لوگ تھے اُنکو حضرت موسیٰ کی توریت کتاب آسمانی
اور حضرت موسیٰؑ کا معلم روحانی ماننا درکار تھا۔ پھر جب حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے اور توریت
مقدس سے انکی نبوت اُن لوگوں نے مان لی اب توریت کی جگہ انجیل اور حضرت موسیٰ کی
جگہ حضرت عیسیٰؑ کو نورانی معلم اُنکو ماننا پڑا پھر جب حضرت عیسیٰؑ اور توریت اور انجیل بلکہ
حضرت داؤدؑ کی زبور میں ہم نے دین اسلام کے بانی رسول ربانی محمد مصطفٰے صلعم کی پیشین
گوئی پڑھی اب ہمکو آپکے دین کو خدا کا دین ماننا ضرور ہوا۔ ہم نے توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ
کتب آسمانی سے چوبہتر بشارات اپنے نبی کے برحق ہونیکا ایک باب جداگانہ لکھا ہے یعنی
نقلی دلایل سے بھی دین اسلام کا مذہب آسمانی ہونا ثابت کر دیا ہے۔ اور عقلی دلیل شناخت
پیغمبر کی عموماً جواب شبہہ اولیٰ میں گذر چکی ہزاروں مذہب کی تحقیقات کا بار ہم پر خدا نے ہرگز
نہیں ڈالا ہے فقط بار ہم پر اسی قدر ہے کہ پہلے خدا کو مانو پھر مطلق نبوت کا اور معاد کا عقلی دلایل
سے اقرار کرو بس اسی قدر اقرار کرنے سے ہم اہل مذہب ہو جاتے ہیں اب خاص کسی نبی کی
پیروی مثلاً جب ہم نے حضرت موسیٰ کی پیروی کی اُسی وقت ہمکو ضرور ثابت ہوگا کہ نبوت کا
سلسلہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے اوپر منقطع نہیں فرمایا ہے۔ ضرور ابھی کوئی اور نبی آئیگا اب اسی
عقیدہ کو رکھکر ہم نے اوصاف نبی آیندہ کو ڈھونڈھا حضرت عیسیٰؑ کو پایا اُن کو بھی ہم نے
نبی اللہ بالفعل اسکی پیشین گوئیاں ہمارے نبی کے بارہ میں اور نیز زبور اور تورات کی پیشین گوئیاں
ملا کر ہم اپنے نبی کے روحانی معلم ہونے پر ایمان لائے اور یہ ایمان لانا ہمارا بعد اسکے پوری
تحقیق کے ہوگا جب علامات نبوت جو عقلی اور نقلی دلایل سے ہمکو معلوم ہیں اُن سب کو ہم

مانیں یا فلاسفہ موجدین کو اسکا کھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ دنیا کی بسر برد اور عیش و آرام ہماری زندگی چند روزہ کے لوازم اور اسباب تو فلاسفہ مہیا کر رہے ہیں اور جو کچھ ہے یہی زندگی ہے اور سب ہیچ - اب کہئے ایسے خیالات کے مٹانے کیواسطے اگر ہم ہزار نبی اور لاکھوں آیتیں کتب آسمانی کی پیش کریں کیا اثر پیدا ہوگا جب تک اس حیات فانی کے بعد ایک حیات جاودانی اور ثابت نکریں۔ پھر اسکا ثابت کرنا ایسا تو آسان نہیں جیسے بارومیٹر سے طوفان کی پیشین گوئی کرکے ہم طوفان کو دکھلا دیتے ہیں یا مخبر زلزلہ جو لوہے کی سوئی اور مقناطیس سے بنتا ہے ازیں قبیل ہزاروں آلات جو ہمارے مشاہدہ میں آسکتے ہیں ایسا کوئی آلہ ہم سے نہیں بن سکتا ہے کہ ہم مرنیکے بعد جو حالت ہوتی ہے اسکو آنکھ سے دکھلاویں اسی وجہ سے ہم چپ ہو جاتے ہیں اور معاد یعنے دوسرے عالم کا ثبوت شروع کرتے ہیں محض عقلی دلایل سے اب جدید فلسفی تعلیم کا آدمی ہمکو عاجز سمجھ کر بدعقیدہ ہوتا ہے **ایجاد کی قوت اور موجدین کا حال**- ایجاد کی قوت ہماری فطرتی ہے اور فلسفہ کے پڑھنے اور فلسفی ہونے پر موقوف نہیں ہے بلکہ کل ذی روح اپنے آرام اور راحت اور بقاے حیات کے امور کو ہمیشہ ایجاد کرتے رہتے ہیں اس میں جاہل اور حکیم اور نبی بحیثیت انسان ہونیکے سب برابر ہیں اسلئے کہ فطرتی قوت پر ہمکو کوئی فخر زیبا نہیں ہے جو بالریاضت کے حاصل ہو اور جس میں کمی بیشی ہمارے اختیار سے نہو۔ تاریخ ہمکو بتلا رہی ہے کہ ہزاروں ایجاد عوام اور جہال سے ہوتی آئی ہیں اور جسقدر حاجت ہماری بڑھتی ہے اسیقدر قوت ایجاد کا ظہور ہوتا ہے ایک ڈاکٹر سیاح نے اچھا ثبوت دیا کہ اہل ہند میں ایجاد کی قوت کیوں کم ہے - اسنے کہا کہ قوت ایجاد کم نہیں ہے بلکہ چونکہ ہندوستان میں قدرت نے سامان عیش کے اشیا سب قدرتی مہیا کر دئے ہیں لہذا انکو قوت ایجاد سے کام لینے کی حاجت نہیں ہے اسی واسطے ایجاد اشیا انسے کم ہوتی ہے - اب ذرا ابتداے خلقت انسان کو خیال کرو سب سے پہلے جو آدمی پیدا ہوا ہے اسی کی نسل سے ہم سب ہونگے ہماری مذہبی تاریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت آدم ابوالبشر تھے بموجب تصریح مورخین کے اور جو لوگ اسکے منکر ہیں انکا شبہہ ہمنے رد کر دیا ہے جس باب میں خلق اور نشو کے مسئلہ پر بحث کی ہے - اور ایکے انکار کرنیکے

ہمارے مرنیکے بعد آنیوالے ہیں بلکہ غیر متناہی زمانہ ہمارے مرنیکے بعد جو یقیناً آئیگا اُس میں
ہم کیونکر اور کس حالت پر ہونگے۔ پھر تھوڑا سا تصوّر ہم کو ہدایت کرتا ہے کہ ضرور ہم کچھ نہ کچھ مرنے
کے بعد ہونگے اسلئے کہ محض لاشئے بعد مرنیکے ہوجائیں تو پیدا ہونیسے پہلے بھی ہم کچھ نہ تھے
اور سب کچھ ہوگئے پھر چونکہ اوّل با آخر نسبتے دارد جسطرح خالق عالم کو ہمارا پہلے ہونا ہمارے پیدا
کرنیکو روک نسکا اور جو ہمارا آفریدگار ہے خدا یا مادہ اور حرکت مادہ بقول فلاسفہ ملحدین اسطرح
اسکو ہمارے مرجانیکے بعد پھر کسی وقت ہمارے پیدا کرنے کو کیونکر روکیگا۔ یہ اندیشہ ہمکو اگر تھوڑے
سی فکر کریں ضرور پیدا ہوسکتا ہے۔ یہی دو مسئلہ مبدا اور معاد کے ایسے ہیں کہ انکی پوری تحقیق ہمکو
کسی اصول فلسفہ سے نہیں ہوسکتی ہے اور اسی تحقیق میں عقل انسانی طرح طرح کی گمراہی اور
خرابی میں پڑی ہے۔ آسمان کے موجودات کی تحقیق فیثاغورس اور گیلی لیوا اور انکساغورس
اور ہرشل وغیرہ نے کئے اور زمین کی گردش بھی ثابت اور یقینی ہوگئی آفتاب بھی سیکڑوں مانلیں
اور اقمار اور سیّارے بھی نظارۂ عظمیٰ یعنی بڑی دوربین سے جوکہ اب فرانس میں تیار ہورہی ہے جسکا
قطر دائرہ سنا ہے کئی سو فیٹ کا ہوگا یہ سب کچھ کرو مگر تمکو اپنے مبدا اور معاد کی خبر نہ کوئی حکیم
فلاسفہ دیسکتا ہے اور نہ کوئی دوربین اور میکرسکوپ بارومیٹر تھرمامیٹر دیسکتا ہے۔ تار برقی کے
تم سات منٹ میں ۲۴ ہزار میل کی خبر لا سکتے ہو مگر اپنا بدن جو ۵ فیٹ سے زیادہ نہیں ہے اسکی
خبر تار برقی بھی نہیں دیسکتا ہے۔ بہر حال چونکہ تعلیم کالج اور اسکول کی علم مبدا اور معاد سے
ہمکو بے پروا کرکے فقط اسی قدر ہوتی ہے کہ جب تک تمکو دنیا میں رہنا ہے۔ اپنے آرام اور راحت
کی فکر کرو پیدا ہونیسے پہلے اور مرنیکے بعد اسکو نہ کسی نے جانا اور نہ کوئی جان سکتا ہے واضح
ہو کہ جسقدر شبہات اور توہمات آدمی کو پیدا ہوتے ہیں سب اسی وجہ سے کہ علم مبدا اور علم معاد
کا انکار کرتا ہے۔ کبھی تو کھلا ہوا انکار جیسے دہریہ اور کبھی انکار پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسے لذت پرستی
اسلئے کہ لذت پرستی خدا پرستی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی ہے خدا پرستی تو خیر عقل پرستی کے ساتھ
بھی لذت پرستی ممکن الاجتماع نہیں اسی مسئلہ کو لیجیے کہ انبیا نے کوئی شئے ایجاد نہیں کی اور
ہمارے آرام اور راحت عیش اور لذت کی چیزیں سب حکما کی ایجاد سے ہیں اب ہم انبیاء کو

بیت المقدس کی عمارت میں انجینیری کا کام دیتے تھے بہرحال یہ کام بھی ہمارے نبی نے کسی فلسفی سے نہیں سیکھا بلکہ خود ہی اُسکے مُوجد تھے اگر آپ اکسیر کے قایل ہوں (اور اب تو ہونا ہی پڑیگا) تو حضرت موسیٰ سے قارون نے فریب کرکے اکسیر کا نسخہ سیکھا تھا اور زکوٰۃ دینے کے وقت کہنے لگا اِنَّمَا اُوتِیتُهُ عَلٰی عِلمٍ مِن عِندِی میں نے اپنے علم سے یہ دولت پائی ہے۔ موسیٰ کون اور خدا کون۔ بڑا ناز آپ کو ریل گاڑی کی ایجاد پر ہے۔ اسکا موجد اسکندریہ کا ایک جاہل محض لوہار ہے۔ ہرودیطوس مورخ رومی لکھتا ہے کہ اسٹیم کی طاقت پہلے اُسی کو معلوم ہوئی جو اپنے ہمسایہ کے دق کرنے کیغرض اپنے سرداب یعنی تہ خانہ میں اسٹیم کو بھر دیتا تھا اور اُسکی گڑگڑاہٹ سے ہمسایہ کے آرام میں خلل انداز ہوتا تھا اُسکے بعد جہاز میں انجن لگایا گیا اسکے بعد زمین کی گاڑی چلی۔ موجد اول وہی لوہار جاہل تھا اور اب تو ریل گاڑی کے پرزے ہندوستان کے بعض مقامات سے برآمد ہوئے ہیں جسپر نمبر وغیرہ کھدوا ہے اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدیم زمانہ میں یہ ریل یہاں جاری تھی اور اسکے موجد کا ابھی پتہ نہیں لگا ہے تار برقی ضرور مفید چیز ہے مگر قدرت نے خبر رسانی کا ذریعہ اور بھی تار برقی سے پہلے سکھودیا تھا ڈاکٹر گریگرے صاحب اپنی کتاب مسمیرزم میں لکھتے ہیں کہ گھونگھوں کی ہمدردی ایسی ہے کہ اگر دو گھونگھے ایک جگہ پائے جائیں پھر انکو جدا جدا ہزار میل پر لیجاؤ اور جب ایک گھونگھے کو کسی آلہ سے چھوؤ گے اور اُسے ایذا پہونچیگی اور اپنا بدن سمیٹیگا دوسرا گھونگھا بھی ضرور سمیٹیگا اسی بنا پر کسی زمانہ میں خبر رسانی ہوتی تھی یعنی ۳۰ گھونگھے پرورش کرکے ہر ایک کا نام ایک حرف سے رکھا تھا اور خبر پہونچاتے تھے ایک قلعہ کا محاصرہ ہندوستان میں ہوا تھا اور فتح نہوتا تھا اسلیئے کہ خبر بذریعہ اسی طریقہ کے ملنے سے رسد وغیرہ کی ایذا اُنکو نہ ہوتی تھی المختصر میں اُن موجدین فلاسفہ کی لیاقت کا منکر نہیں ہوں اور نہ اُنکے احسانات جو آج ہمپر ہو رہے ہیں اُنسے انکار ہے بات یہ ہے کہ ایجاد کی قوت ہمیشہ دُنیا میں رہی ہر اور جسقدر حاجت ہر زمانہ میں تھی اُسی قدر ایجاد اشیا قانون فطرت کراتا رہا جاہل اور حکیم اور نبی کوئی موجد کیوں نہو مگر بعض چیزیں ایسی تھیں کہ انبیانے انکی تعلیم خلق کو عموماً

بعد انکا روٹی توڑ کر منہ میں رکھنا یہ کام اکہھار کے اوپر تھا اب علم فلاحت اور علم تجربہ یعنی جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے آٹا بنانا اصول کیمسٹری اور اصول طباخی یعنی کھانا پکانا اور اسکے سوا جتنے کام ہمکو روٹی کے پکانے تک کرنے پڑتے ہیں اور جن علوم کے اصول پر روٹی پکانا موقوف ہے سبکے موجد ہمارے نبی حضرت آدمؑ ٹھہرے ۔ اب اگر آپ کہیں کہ حضرت آدمؑ کا روٹی پکانا اور کھانا ہم کیونکر یقین کریں اسکا جواب یہ ہے کہ روٹی پکانا اور کھانا کوئی امر مذہبی یا معجزہ یا عالم روحانی کی بات نہیں ہے بلکہ ایک دنیوی کام ہے تمہارے مورخ کین صاحب اور فلاں اور فلاں جو تاریخی واقعہ بیان کریں وہ سچا ہے ۔ اور ہم جو دنیوی واقعہ تاریخی بیان کریں وہ بھی جھوٹھا ہے اگر تاریخی کتب فلاسفہ کے دنیوی امور میں معتمد ہیں تو ہماری تاریخ بھی ضرور معتبر ماننی چاہیئے اور یہ تو بات ہی اور ہے کہ ؎ ہم کہیں جو ہے سو ہے تم نہ کہو جو ہے سو ہے ۔

اب تاریخ عالم پر نظر کرو کہ ایجاد اشیائے ضروری کی ابتدا انہیں انبیا سے شروع ہوئی کہ فلاسفہ سے ۔ پھر اسقلینوس (ہرمس ہرامہ) نے سب سے زیادہ ضروری علم طب کو ایجاد فرمایا حضرت داؤدؑ کی ایجاد زرہ سازی ہمارے قرآن سے ظاہر ہے کہ عَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ یعنی داؤد کو ہمنے زرہ سازی سکھلائی ۔ حضرت الیاسؑ نے علم خیاطی کی ایجاد کی حضرت سلیمان بقول منکرین معجزہ بولیم یعنے غبارہ ہوائی کے موجد تھے جسکی رفتار (غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ) یعنے صبح صادق سے طلوع آفتاب تک زمانہ جو کم سے کم ۹۶ منٹ ہمارے عرض بلد بنارس کا ہے) اسی زمانہ میں ۳۰ منزل خواہ ۳۰۰ سو میل کی تھی یعنے فی گھنٹہ ۲۰۰ سو میل جو میل ٹرین ہندوستان کی رفتار سے دہ چند ہوتی ہے اور چونکہ اسی ۹۶ منٹ میں آنا اور جانا دونوں ہوا کرتے تھے اب تو فی گھنٹہ ۴۰۰ سو میل کی رفتار ہوئی اور باوجودیکہ انکار معجزہ کے غرض سے یہ بولیم سوچا گیا ہے مگر معجزہ پھر بھی نہ مٹ سکا اسلئے کہ اتنی تیز رفتاری میں ہمارے نبی حضرت سلیمان اور انکے ہمراہیوں کے بدن کا صدمہ سے ہوا کے پھٹ نجانا اس سے بڑھکر اور کیا معجزہ ہوگا ۔ اسیطرح سید احمد خانصاحب تسخیر جن کا انکار کرکے حضرت سلیمان کے ماتحت لوہار کاریگر تجویز فرماتے ہیں جو بڑی بڑی دیگیں لوہا اور تانبا گلا کر ڈھالی تھیں اور

کہ دنیا میں رہ کر آدمی روپیہ پیسہ کا ضرور محتاج ہے اسلئے کہ اصطلاح علم تمدن میں روپیہ کو قیم کہتے ہیں آپ خیال کیجیے کہ بادشاہ اور گدا حکیم اور جاہل سب کو اسکی حاجت ہے بادشاہ جو رعایا سے لیتا ہے اُسکا نام خراج ہے نہ دیجیے تو گھر بار نیلام اور جیلخانہ کی سیر کرنی پڑے آپکے فلاسفر کمیٹی اور انجمن قایم کرکے چندہ میں ہزاروں روپیہ لیتے ہیں وہ چندہ بھی اگر نہ دیا جائے۔ ممبری سے کمیٹی کے نام کٹ جائے حالانکہ بادشاہ کا لینا اور یہ چندہ کمیٹی کا سب سے غرض یہی ہے کہ اصلاح قوم کے مصارف قوم کی اعانت سے کیے جاویں اور اصلاح قوم سوائے مُصلح اور ریفارمر کے اور کون کرسکتا ہے اور ریفارمر یا مُصلح قوم ہمنے بیان کردیا کہ نبی ہے زیادہ بلکہ اُنکے برابر کوئی نہیں ہے نہ بادشاہ اور نہ کوئی فلاسفر اب تو خراج اور چندہ وغیرہ جو کچھ قوم سے لیا جاتے نبی اور نبی کے مقرر کردہ اشخاص یعنی علما اور پادری وغیرہ کو دینا چاہئے۔ ہاں مصرف روپیہ کا جا اور بیجا کرنا اسکا خیال ضرور ہے اور مصرف کی تجویز اور ضروری غیر ضروری یہ امر اہم ہے اور جسقدر مصالح نبی نوع پر مصلح قوم زیادہ واقف ہوگا اُسیقدر تجویز مصارف عمدہ طور سے کریگا۔ اب معلوم ہوا کہ قوم کی اصلاح اور بقائی نوع بدون امداد قومی کے اور بدون معاونت آپ کے محال ہے دنیا تو ضرور ہے اب جسکو دیں اُس میں دو صفتیں ضروری درکار ہیں اوّلاً تو اصلاح کی لیاقت پوری ہو۔ دوم دیانت اور امانت کہ خیانت نکرے اور جسقدر طریقہ اصلاح قوم کے ہوں بقدر ضرورت اور مناسب انہیں میں خرچ کرے اور یہ سب امور نبی سے زیادہ کسی میں نہیں پھر اُن سے زیادہ کون مستحق اسکا ہے مثال اسکی آج ہمارے ہندوستان میں ہم سکوارٹ سکول جاری کرکے جدید صنائع یوروپ کے سیکھنا دنیوی ترقیات کیواسطے سب سے زیادہ واجب ہے اور کوئی مصرف اس سے بہتر نہیں ہے۔ کہ ہمارا روپیہ تعلیم صنائع میں خرچ ہو سید احمد خانصاحب نے کسقدر ہمارا روپیہ لیا اور تعلیم صنائع میں ایک کوڑی ندی اور ریفارمری کا دعوی اُن کا تہا کہ نہ تھا۔ حالانکہ موٹی بات ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان سب کا افلاس بدون ایسی تعلیم کے ہرگز دفع نہوگا۔ اب دیکھیے کرور ہا روپیہ ہمارا چندہ کا ریفارمر اور مُصلح قوم نے لیا اور کسی کو ہماری ایسی تعلیم پر نظر نہوئی کہ نوکری بدتر از غلامی کے بلا سے چھوٹ کر دستکار اور صناع بنتے اور مثل

نفرمائی جیسے علم منطق الطیر یعنی پرندوں کی زبان سمجھنے کا علم جو حضرت سلیمانؑ کو تھا یا
علم تعبیر خواب جو حضرت یوسفؑ کو تھا خواہ بولیم کا چلانا جو بقول جنرل صاحب بہادر حضرت
سلیمان کو تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ ایسے علوم کی تعلیم سے چونکہ آرام اور راحت زیادہ ملتی
ہے اور عالم روحانی جسکی راہ نمائی کے واسطے انبیا پیدا کیئے گئے اس سے بالکل آدمی منکر
اور بیخبر ہو جاتا ہے لہذا ایسے علوم کی تعلیم سے اعراض فرمایا آپکے فلاسفہ کی غرض اصلی
یہی ہے۔ کہ عالم روحانی کا انکار جسقدر زیادہ ہوگا اسیقدر عالم مادی اور فانی کی اشیا پر
توجہ اور اس میں انہماک زیادہ ہوگا انہوں نے پوری تعلیم ایسے ہی اصول کی رکھی جس
سے دہریت اور آرام طلبی زیادہ بڑھے ؎ اپنے دلبر کو سبھی چاہتے ہیں۔ ہمارے حکیم الٰہی
نے یہ فرمایا اعمل لدنیاك كانك تعيش ابداً واعمل لعقابك كانك تموت غداً۔ دنیا کی
عیش اور لذت حلال کا سامان اسقدر مہیا کرو جیسے ہمیشہ زندہ رہو گے اور آخرت کا سامان
ایسا کرو جیسے کل ہی مر جاؤ گے اس حدیث کو میں نے اس غرض سے لکھا ہے کہ بشرط حیات
آخرت سامان عیش دنیاوی کا فراہم کرنا ہمکو حرام نہیں ہے مگر جب اپنی زندگی پر نظر کریں
اور ثبات حیات کو دیکھیں تو بقول میر ؎ کہا میں نے گل کو ہے اتنا ثبات + کلی نے یہ سنکر
تبسم کیا۔ یہ روح غنچہ سر بستہ ہی ادھر شگفتہ ہوئی اور کچھ نہ تھا ؎ ہم لوگ زمانہ میں حباب
لب جو ہیں + اور پھر کہتا ہے۔ مرد آخر بین مبارک بندہ ایست خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی
اپنی ابتدا اور انتہا دونو پر نظر کریگا کبھی ایسے خیالات آزادی اسے نہونگے یہ خیال تو
ہمیشہ انہیں ناعاقبت اندیشوں کا رہا ہے جنکو یہ عقیدہ ہے اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا
الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا بس یہی ایک زندگی دنیاوی ہماری ہے کہ مرتے ہیں اور جیتے ہیں اسکی
بعد نہ کوئی عالم ہے اور نہ ہمکو اسمیں جانا ہے۔ جو کچھ کھانا پینا اوڑھنا بچھانا لینا دینا ہے
اوٹھا نہ رکھو ؎ ساقیا یہاں لگ رہا ہے چل چلاؤ + جب تلک بس چل سکے ساغر چلے
انکار معاد سے یہ خرابیاں لازم آتی ہیں خلایق کے لوٹنے کے سوا اور نہیں کیا
کرتے ہیں لوٹ مار کے تشنیع انبیا اور علما اور پادری پنڈت جی پر اسکا حال یہ ہی

اور عمدہ انہوں نے کیا جیسے بہار دانش پڑھنے والا دستور الصبیان کا ترجمہ کر دے جب
انکی لیاقت کچھ ثابت ہوئی انسے میں نے پوچھا کیوں بابو صاحب اگر ہم سینگھ کا کارخانہ
جاری کریں کم سے کم کتنے سرمایہ سے جاری ہوگا (بابو صاحب) کل پچاس روپیہ میں
میں نے پوچھا ایک مہینہ میں کم سے کم پچاس روپیہ سے کسقدر نفع ہو سکتا ہے (بابو
صاحب) سو روپیہ کا بلکہ ڈیڑھ سو کا۔ میں نے کہا تمکو بھاگیرتھی میں ڈوب کر مر جانا لازم
ہے کیا پچیس روپیہ بھی تمکو قرض دام یا بھیک مانگنے سے نہیں مل سکتے جو تم نوس
روپیہ ماہوار پر اپنے ایم اے درجہ کی لیاقت کو سہا پور میں آکر ڈبو یا (بابو صاحب)
میرے قدموں پر ہاتھ رکھکر آپ ہمارے باپ سے زیادہ ہمارا محسن ہو گیا کہ ہمکو آپ نے ایسے
پوری نصیحت کی۔ اب ہم یہی کریگا اور رخصت۔ غرض اس حکایت سے یہ ہے اسے
میرے پیارے ہم وطنوں انجم اسے اور بی اسے پاس شدہ تمکو یہ دھوکھا دیا جاتا ہے
کہ صنائع کا ابراہیمت و شواریت بالکل غلط ہے ذرا کوئی دکشنری تو دیکھو مذہبی جھگڑا
تو الگ رہا تم نے تو اپنی دنیا بھی ایسی خراب تباہ و برباد کر ڈالی ہے اب بھی ہمارا
کہنا مانو سے نصیحت گفت بشنو و بہانہ مگیر کہ انچہ ناصح مشفق بگوید بپذیر۔ پرائی
پھلکی دیکھنا اور اپنا پیٹ دیکھنا اس سے بڑھکر اور بد نصیبی کیا ہوگی اسی نظر سے
فطرت کا اقتضا ہے کہ جو ریفارمر اور مصلح قوم تمام علوم اور فنون میں کامل ہو اور خطا ای
تجویز سے معصوم بھی ہو اسکو ہم نبی اور حجت خدا اور سلطان عادل نائب خدا خیر خواہ
خلائق کہتے ہیں ایسے محسن کو اگر دو پیسہ بھی دیں تو کیا برائی ہوگی ہر پھر کر ہماری اصلاح
میں خرچ ہوگا کبھی کہاں گیا کچہری میں کچہری کہاں گئی پیاروں کے کلیجہ میں فقط (۶)
خاص کر اسلامی شریعت پر یہ شبہ ہے۔ الی آخرہ ہم نے تین اصول مذہبی
یعنی توحید اور نبوت اور قیامت کا اعتقاد کرنا ایسے لکھے ہیں کہ کوئی پیرو نبی اور کوئی قائل خدا
و حدا اس میں اختلاف نہیں کرتا ہے اب رہے جزئیات اور فروع انکی دو قسمیں
ہیں اعتقادی اور علمی باتیں جنکے اوپر محض اقرار قلبی یا لسانی درکار ہے اور جنکے

طلبہ یوروپ کے ارٹ سکول سے پاس ہونیکے بعد اپنی روٹی کی فکر سے غافل ہو جاتے ہمارے ریفارمر اور مدعی اصلاح قوم جتنے اسوقت ہیں دینی تعلیم درکنار وہ یوں میں جو اہم اور ضروری تعلیم ہے۔ اسپر بھی ذرا لحاظ نہیں کرتے دینی تعلیم کے خراب والنے کے علاوہ دنیوی تعلیم بھی تو ہماری خراب کرا رہے ہیں انکی تجویز خراب سے دین تو درکنار ہماری دنیا بھی تو خراب ہو رہی ہے دنیا کی ترقی بھی ہمسے روک رہی ہے ؎ ای بے نصیب سمجھسے تو یہ بھی نہو سکا اسی واسطے ہم آٹھ آٹھ آنسو آپکے حال زار پر رو رہے ہیں کہ آپکا اگر یہی عقیدہ صحیح مان لیا جائے کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا ہے۔ اور آخرت کوئی چیز نہیں ہے۔ کاش اہی دنیا ہی کی ترقی کی جو عمدہ تدبیر ہے اسی کو آپ کیجئے یہ آپکی تقریر انبیا کے محض بیکار ہونے پر اور علما کی لوٹ مار خورد برد اور بھیک منگے فقیر ہونے پر ہم سب نعوذ باللہ تسلیم کیے لیتے کاش اگر دنیا طلبی میں ہی آپکو ہم پورا دیکھتے ؎ طاؤس را بہ نقش و نگار یکہ ہست خلق۔ تحسین کنند او خجل از پای زشت خویش۔ جب ہم کسی معزز تعلیم یافتہ ایم اے کو بعد کالج سے مثلاً (محمڈن کالج علیگڑھ) سے نکلا ہوا دیکھتے ہیں اور پچاس پاس شدہ ہیں دو چار ہیں کو اگر گورنمنٹ نے کسی غرض سے نوکری دینی منظور کی ہے اب ہم کے حال زار پر ہمکو خون کے آنسوؤں سے رونا آتا ہے اسلئے کہ دین تو نیچری خیالات نے رخصت کر ہی دیا اور دنیا ہائے دنیا ہائے دنیا سوائے ان طلبہ کے جو گھر کے رئیس زادہ ہیں اور تو سند پانے کے بعد مصداق اسی شعر کے ہو جاتے ہیں ؎ شب فتادہ میگفت سر بپای دیواری بخواب اگر نمیاید مرگ راچہ شد باری۔ حکایت میری چشم دید ایک سانحہ منجملہ سیکڑوں سوانح کے گذرا بمقام سہارنپور ایک بنگالی ایم اے کو میں نے ایک اپنے دوست ڈپٹی کلکٹر نہر جمن شرقی کے فرزند کے پڑھانے پر دس روپیہ ماہوار کا نوکر دیکھا۔ ڈاکٹر یوزی کی ڈکشنری علم صنائع یوروپ کے جو ڈاکٹر واٹ صاحب کی ڈکشنری کے بعد لندن میں چار جلدوں میں چھپی ہے۔ اور پچھتر روپیہ کو خریدی بھی تھی اسی میں سینگ ڈھالنے اور سینگھ کے آلات اور ظروف بنانے کا مقام ایم اے صاحب سے میں نے پڑھوایا انکا ترجمہ کیسا بر جستہ

اور پھر ترمیم اُنکی ہوتی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ خطا کار اور غیر معصوم اور کم علم بلکہ بہ نسبت نبی کے بے علم لوگ اُنکو بناتے ہیں اور جن اصول پر اُنکی بنا ہے وہ خود ہی بیہودہ اصول ہیں۔ پھر اُن پر جو احکام فروعی کے بنا ہوگی وہ کب درست ہونگے اب دیکھئے ہماری شریعت کا ایک قانون عدالت اور ثقہ ہونیکا ایسا زبردست قانون ہے کہ کل معاملات دُنیوی میں اُسکا اثر کیسا عمدہ ہے قرض اور خرید و فروخت اور مدعی ہونا گواہی دینی قاضی اور جج بنا کسی کا امین ہونا شریک ہونا وکیل ہونا الغرض کل معاملات میں اگر یہ شخص عادل ہے یعنی فاسق فاجر نہیں ہے کیسی راحت اور آرام ہمکو ملنی کا یہ قانون ہے اور پھر عالم روحانی کی درستی اور انجام نیک ہونیکو کتنا مفید ہے قانون الٰہی اسی کو کہتے ہیں جو بندہ اور خدا دونوکی مراد پوری کرے اسی طرح قانون شہادت جو ہماری شریعت کا ہے اُسکو دیکھئے اور مسٹر مارٹین وغیرہ کا قانون پڑھیے سے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اسی طرح نکاح اور خرید فروخت اور ہبہ اور سزا وہی جرایم ان سبکے اصول الہامی جیسے ہماری شریعت میں ایک نبی اُمّی نے بتائے تمام دنیا کے فلسفی مجتمع ہوں اور ہزاروں پارلیمنٹ اور لیجس لٹیف کونسل مقرر کریں توبہ توبہ کبھی ویسا قانون بنا سکتے ہیں تعصب کی اور بات ہے حق پسندی اور بات ہے اسوقت ہم نبی کو نبی سمجھ کر نہیں بحث کرتے ہیں بلکہ ہم بھی ایک نیچرل خیال کے آدمی امور تمدنی میں بن کر آپسے عرض معروض کر رہے ہیں اور یہی عمدگی اور جامعیت محاسن ہماری شریعت کے ہمکو ہدایت کرتی ہے کہ جب کل امور محتاج الیہ اُمت کو ہماری شریعت نے ہمیشہ کیواسطے مقرر فرمادیا اور کل کتب آسمانی جسقدر احکام اور نوامیس تھے انکو پوری طور سے جمع کر دیا اور جو جو امور تبدیل اور تغیر اور نسخ کے لایق تھے سبکو ایسی جامعیت سے لحاظ فرماکر ایسے کلیات مسایل اور جزئیات احکام مقرر فرمادیے کہ اب ہمیشہ تا بقاے دُنیا کسی امر دینی اور دنیوی میں اُمت محتاج کسی قانون جدید کی نرہے اور نہ کسی مقنن قانون الٰہی کی اور اس دعوی کا بار ثبوت اُن علماے محمدی پر ہے جنہوں نے نیابت اور خلافت نبی آخر الزمان کے مجمل احکام کی تفصیل اور متشابہ آیات کی توضیح اور مشکلات قضایا

نہ ماننے سے انہیں تینوں اصول میں سے کسی اصل کا انکار لازم آتا ہے دوسری قسم عملی یعنی
ہمارے ہاتھ پاؤں وغیرہ سے انکو کرنا لازم ہے پھر عملی کی بھی دو قسمیں ایک تو متعلق امور دنیا
اور حسن معاشرت معاملات میں دوسرے وہ اعمال جنکو دوسرے عالم کے فلاح کی غرض سے
ہم کریں انکو عبادات کہتے ہیں اب دوسری طرح سے شریعت کے امور کا خلاصہ یہ ہوا پہلی قسم
عقاید کے اصول اور فروع یعنے خدا کی صفات اور نبی کے اور انکے نائب کے اوصاف
کو جاننا اور ماننا (۲) محسن حقیقی یعنے خدا اور اسکے نائب سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے اسی کا نام
عبادت ہے (۳) تیسری قسم معاملات باہمی اس میں کل امور اخلاقی اور تمدنی معاملات
سب آگئے۔ پہلی قسم اصول عقاید اور فروع کے کسی نبی کی شریعت مختلف ہرگز نہیں ہوتی
ہے البتہ تفصیل اور اجمال کا فرق ضرور ہے۔ دوسری قسم عبادت کی اسکے اصول ہر شریعت
میں متحد رہے فقط فروع میں بنظر اشخاص امت اور زمانہ کی ترمیم ہوتی رہی اور غرض اصلی
پرستش معبود برحق کی اس میں فرق نہیں آیا آپ لوگ اگر ایسی جزئی باتوں کی تبدیل پر چہ
میگوئی کریں یہ کوئی بحث اور نزاع کی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس میں طول دینگے اور مختصر
جواب ایسے شبہات کا بھی ہے کہ جب ہر نبی کو ہمنے خطا سے بری مان لیا اب اسکے احکام
میں چہ توجیہ کیسے جو کہے آمنا صدقنا۔ یہ قسم دنیاوی فواید سے تعلق نہیں رکھتی ہے جو ہم
اپنے ضرر خواہ نفع دنیوی کی نظر سے رد و بدل کریں اب رہی تیسری قسم جو متعلق امور دنیوی
سے ہے۔ اور اسی میں ہمکو زیادہ قیل و قال کا موقع مل سکتا ہے پھر اگر ہم نبی کو حکیم کامل تسلیم کر چکے
اب تو ضرور ہمکو ماننا پڑیگا کہ ہمارا مصلح اور ہمارا مدبر حکیم جیسا حکم ہمکو امور دنیوی میں دیگا وہی اصلح
بہ نسبت ہمارے ہوگا گو سردست ہماری عقل میں اسکی خوبی نہ آتی ہو چنانچہ ہمنے اس کتاب میں
مسایل تعدد ازواج اور طلاق اور حرمت نکاح دختر اور خواہر وغیرہ سمجھا کر آپ پر ثابت کر دیا کہ جو
حکم شریعت ہے وہی فطرت (نیچر) سے مطابق ہے تاہم ہماری شریعت نے جو قانون معاشرت
کا نافذ فرمایا ہے ایسا پورا اور ایسا درست ہے کہ از روز نفاذ تا انہدام اور تا قیام عالم کبھی بدل
نہیں سکتا۔ سلطنت شخصی اور سلطنت جمہوری کے قوانین آج دنیا میں ہزاروں بنتی ہیں

پھوس کا چھپر بھی نہ بنایا جنکو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ تمام دنیا کی ہوا کو پانی بنا دیا
اور سوای اُن چند ذی روح کے جو سفینہ نوح پر سوار تھے کوئی ذی روح ڈوبنے سے نہ بچا
کنچ ڈھال کر آپ کے فلاسفہ نے مکان بنائے تھے کہ طوفان کی سیر کرینگے مگر وہاں تو حکم ربانی ہو
چکا تھا۔ لاعاصم الیوم من الماء الا من رحم ربی۔ آج پانی میں ڈوبنے سے کوئی بچانیوالا
نہیں۔ بجز رحمت پروردگار کے جسپر شامل ہو جائے۔ بعض بیچرل جو تمام دنیا میں طوفان کے
آنیسے انکار کرتے ہیں اور جیالوجی اور جغرافیہ کی جدید تحقیقات سے اسکو غلط کہتے ہیں
اُسکے جواب کو ہمارے باب (طوفان) میں ملاحظہ کیجیے کہ وہ خود غلطی پر ہیں آمدم برسر
مطلب جب ہمارے نبی نے مخلوقات کی ضرورتوں کو اسطرح شرح اور بسط سے بیان کر دیا
اب پچھلی شریعتوں کی پیروی کی حاجت کیا رہی یہ آپ ہی کے قول کی تائید ہے کہ سیکڑوں
مذہب سے ایک مذہب کیونکر سچا منتخب کریں اور تکلیف محال سے نجات تو اسی قول سے
ہوگئی اب تو آپ کو فقط نبی آخر الزمان کا سچا نبی ہونا دلیل نقلی اور عقلی سے سمجھ لینا بس
یہی کافی ہے اور یہ بات جو لوگ آپکے زمانہ میں یا آپکے نائبان خاص جو (۲۶۰) ہجری تک ظاہر
رہے باتفاق اکثر اہل اسلام بڑے بڑے فلاسفہ اور دہریہ اُنسے مناظرہ کرتے رہے اور بحث
زبانی اور وقت ضرورت بہ اعجاز نمائی سے سب پر حقیت محمد صلعم اور دین محمد کو ثابت کرتے
رہے اسکے صدہا واقعات تاریخی موجود ہیں بہر حال تاریخ مذہبی کے علاوہ دین اسلام کے
اصول اور فروع کی جامعیت جمیع امور محتاج الیہ انسانی پر نظر کرنے سے بھی پورا ثبوت ہمارے
نبیؐ کے حکیم کامل ہونیکا ہوتا ہے۔ آپ خیال کیجیے اسوقت کے قوانین اور ایکٹ ہائے
گورنمنٹ انڈیا کو مثلاً ایکٹ (۱۴) صیغہ دیوانی اور ایکٹ ۴۵ صیغہ فوجداری جسکو تعزیرات
ہند کہتے ہیں ان قوانین کو ہ سو اور ہزار ہزار ممبران پارلیمنٹ خواہ لیجس لٹیف کونسل بناتے
ہیں اور کیسے کیسے تجربہ کار اور فلاسفہ کے باہم راے زنی سے نافذ ہوتے ہیں اور پھر دوسرے
برس تیسرے برس ترمیم کی حاجت ہوتی ہے اور برابر فسخ اور تبدیل ہوتے رہتی ہے اور
یہ تبدیل احکام دو حال سے خالی نہوگی یا تو ایک حکم قانونی میں سیکڑوں صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں

کی تسہیل فرمائی اور پھر ایسے قوانین اور اصول کلیہ مقرر فرمادیے کہ اب ہمکو کسی مسئلہ میں
دشواری باقی نرہی اگر ہم اُنکے ارشاد اور ہدایت کی پیروی کریں پھر یہ بھی فرمادیا علینا بالقاء
الاصول وعلیکم بالفروع یعنے ہم اصول اور احکام کلیہ بیان کردیتے ہیں اور تم پر اُنکے
فروع پیدا کرنے کو حوالہ کرتے ہیں چنانچہ علمای شیعہ پیروان خلفای نبی نے اپنے نبی
کے جانشینوں کی پیروی کرکے ذرا انصاف کرکے دیکھو کیسے کیسے فروع مسایل بنالیے
اور کوئی مسئلہ تمدنی اور اخلاقی ایسا نہ چھوڑا جسکے واسطے خاص یا عام حکم اپنے قرآن اور
حدیث نبوی کا درج کتب نہ کیا ہو یا اصول اور کلیات قرآن اور حدیث سے اسکو ثابت
نکردیا ہو فشکر اللہ مساعیہم۔ اس بات کا ثبوت اہل اسلام کے علوم مدونہ سے ہے مثل
نحو اور صرف اور بلاغت اور جرح و تعدیل رواۃ علم رجال و درایت علم تفسیر قرآن علم
تجوید قراءت علم کلام اور علم مناظرہ علم فقہ وغیرہ فقہا اپنے قرآن اور حدیث کے سمجھنے اور
کلیات قرآن اور حدیث نبوی سے جزئیات اور فروع پیدا کرنے کے واسطے مدون کئے
اور چونکہ اہل اسلام پر ثابت ہوگیا کہ علم مبدا اور معاد اور نیز علم اُن امور کا جس میں اُمت
کو احتیاج زمانہ حیات دنیوی میں ہے سب اُنکے قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور
کونسا حکیم اور فلسفی اور کونسا فلسفہ انسانی فلسفہ الٰہی اور حکیم روحانی سے بڑھکر ہوسکتا
ہے لہذا اسی کے درپے ہوکر اپنے معلومات کو ہمیشہ اسی فلسفہ الٰہی کے تنقیہ اور استحکام
میں خرچ کرتے رہے جسطرح فلاسفہ دنیوی اپنے اپنے اصول ناقصہ کی تحقیق میں سرگرم
رہے سو یہ اپنی اپنی طبع ہے اے فلسفی مزاج تمکو زمین پسند ہمیں آسمان پسند۔ اور
سبب ہمارے اور تمہارے اختلاف کا یہی ہے کہ تم لذت چند روزہ پر جمے ہوئے ہو کہ جو کچھ ہے
یہی دنیا ہے اور ہمکو انجام کی فکر حیات چند روزہ سے زیادہ ہے ہمارا نیچر اور تمہارا یہ نیچر اور
ہے تمہارا یہ عقیدہ ہے سو عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گذرتی ہے۔
خاک پڑے ایسے آرام پر اور ہمارا عقیدہ یہ ہے سو کار دنیا کسے تمام نکرد ہرچہ گیرید مختصر
گیرید۔ ہمارے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے کچھ کم ہزار برس کی زندگی درخت کے نیچے رہکر کاٹی

بھی اسی قانون پر جاری رہے۔ خدا کا علم ازلی ہے وہ بھی کم و بیش نہ تھا پیغمبر بھی کل علوم الٰہی کو جانتے تھے اور تمام قوانین فطرت کے ماہر تھے مگر خلق خدا پر بار زیادہ ڈالنا خلاف مصلحت تھا۔ لہٰذا آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی تعلیم کرتے کرتے جب آخری تعلیم کا وقت آگیا۔ شریعت محمدیؐ جاری ہوئی اسی واسطے ہر نبی اپنے مابعد نبی کے آنے کی خبر دیتا رہا اور یہی سلسلہ برابر جاری رہا اور یہی امر قانون عقل کے مطابق ہے نہ ہمارے نبی نے جھوٹا دعویٰ فرمایا اور نہ اور گذشتہ انبیا دروغگو تھے۔ صلوات اللہ علیہم حضرت موسیٰ سے پہلے تو خیر ذرا اُسی جناب کے زمانہ کی باتیں اُمت کی سُن لیجئے چالیس روز کی غیر حاضری میں حضرت کی باوجودیکہ وہی معجز نما حضرت ہارون موجود تھے گوسالہ پرست ہو گئے من وسلویٰ کے عوض پیاز اور لہسن اور مسور کی خواہش کرنے لگے خدا کو مجسّم سمجھکر حضرت موسیٰ سے کہتے تھے کہ تم اور تمہارا خدا دونو ملکر تلوار دو نسے لڑو اور ہم کھڑے ہوئے تماشا دیکھینگے۔ بہر حال یہ تو آپ ہی کا عین عقیدہ ہے۔ کہ پرانی روشنی محض تاریکی ہے دنیا کی پختگی روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے۔ انتخاب طبعی کا نیچر یہاں تک آپ کو بتلا رہا ہے کہ بندر سے بنتے بنتے آدمی بن گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ رفتہ رفتہ حاصل کرنا یہی قانون فطرت ہے لہٰذا قانون الٰہی کی تکمیل یعنے پورے قانون کا نفاذ ہمارے نبیؐ کے زمانہ میں ہوا جو مجموعہ ضوابط جملہ انبیاء سلف کا ہے۔ اب کہ مجموعہ ہمکو خدا نے اپنے سچے رسولؐ سے فراہم کرا کے دیدیا ہمکو ضرورت نہ ہے کہ ہم سیکڑوں کتب آسمانی کو تلاش کرتے پھریں۔ ناسخ منسوخ سے ہمارے یہی مراد ہے یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ اور انبیا کے دین باطل تھے اور فقط ہمارا دین حق ہے۔ دیکھو بلاتشبیہ کسی ایکٹ کو جو سب سے پیچھے جاری ہوا ہے اب اگر کوئی آدمی اُس سے پہلے ایکٹ پر عملدرآمد کرے گورنمنٹ اسکو منظور کریگی ہرگز نہ کریگی اب کیا تمام احکام اُس ایکٹ کے غلط اور باطل تھے یہ کون کہتا ہے بلکہ آخیر کا قانون واجب العمل ہے۔ کہ حاوی اور جامع ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایکٹ اخیر آدمی کا بنایا ہوا ہے۔ اور کوئی آدمی اسکا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اب تکمیل قانون ہوچکی اور شریعت محمدیؐ قانون الٰہی ہے اور

اور قانون بنانے والے کمی علم اور عقل سے ہمیشہ جدید رائی لگایا کرتے ہیں یا اینکہ گورنمنٹ کو حقوق رعایا کی کمی پر نظر ہے اور اپنے حقوق کی زیادتی لہٰذا اسی کو سوچ سوچ کر ہمیشہ تبدیل قوانین کیا کرتے ہیں۔ کچھ ہو ہمارے نبیؐ کے قوانین شریعت کو دیکھیے کہ (۱۳۱۷) برس گذر گئے اور جو بات ہزار برس بعد ہمارے ضرورت کے تھے وہ بھی اور جو لاکھ برس بعد آنے والی ہے وہ بھی سب ایک ہے قانون میں نافذ کر دے آج وہ نبیؐ کریم زندہ نہیں ہیں مگر انکے احکام تو موجود ہیں پورا ثبوت ہمارے دعوی کا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اپنے معاملات دنیوی میں اگر کوئی گورنمنٹ انکو مجبور نکرے اپنے مذہبی قانون سے اخلاق اور معاملات میل جول وغیرہ میں کسی دوسرے مذہب کے محتاج نہیں ہیں اور ہر ایک مسئلہ جزئی اور کلی کو اپنی شریعت سے بشرط واقفیت لیکر اپنی کارروائی کر سکتے ہیں انکے نبی صلعم نے سوائے اپنے قانون کے کسی اور قانون کا انکو محتاج نہیں رکھا آپ تو ابھی تازہ پاس شدہ ہیں بڑے بڑے مدبر اور تجربہ کار اعلیٰ درجہ کے فلاسفہ کا قول ہمارے نبی کے حکیم کامل ہونیکا کتب تاریخ میں پڑھ لیجئے جب ایسا کامل قانون الٰہی بن چکا اور جسقدر پختگی اور درستی خدا کی مصلحت میں تبدیل شریعتہائے سابقہ میں درکار تھی سب ہو چکی اور کسیطرح کی کمی ہدایت خلق میں نظر تبدل اوضاع باقی نرہے اب نبوت کا خاتمہ اگر ہمارے نبی پر فرمادیا کونسی خرابی لازم آئی اور ہمارے نبی نے اسکا دعویٰ فرمایا کہ بس اب قانون آسمانی اور حکیم روحانی آنے کی حاجت نہ رہی کونسی خرابی اس میں پیدا ہوئی بلکہ عقلی دلیل جسکو آپ خود صحیح مان رہے ہیں یہی ہے کہ قانون فطرت نہ بدلے۔ رہا یہ شبہہ کہ اور پیغمبر بھی تو یہی قانون فطرت لائے تھے وہ کیوں ناقص تھے اسکا جواب یہ ہے کہ ناقص نہ تھے اور خلاف عقل تھے بلکہ تعلیم اور ہدایت کا طریقہ یہی ہے کہ تھوڑا بار تحمل احکام کا ڈالا جاتا ہے اور یکبارگی اگر تمام احکام کا بار ڈالا جائے ہرگز تحمل نہو سکے۔ اپنے فلاسفہ کو دیکھیے اگر کسی اسکول اور کالج میں کل علوم پڑھانے کا درجہ مقرر کیا جائے اور بدون کل علوم کے پڑھے ہوئے طالب علم پاس نہ ہو کوئی ایک لڑکا بھی ایسا آپ کے خیال میں ہے کہ ایسے کالج سے پاس ہو کر برآمد ہو۔ لہٰذا حکمت الٰہی

زبور کے پڑھنے والے اس جناب کے زمانہ حیات میں اور (۲۳) برس آپکی وفات کے
بعد آپکے دعوے کی تکذیب تک سکے اور جس نے مقابلہ کیا ضرور مغلوب ہوا۔ اگر آپ کہیں
کہ منکرین نبوت محمد صلعم آج تک برابر انکار کر رہے ہیں اور بشارات کتب آسمانی سے
برابر انکو انکار ہے یہ کہنا آپکا اسوقت قابل جواب کے ہوگا جب انبیای سابق کی نبوت
کا اقرار کر لیجیے پھر ہمکو آپ سے وہی گفتگو کرنی پڑیگی جو اور اہل مذہب سے ہم نقلی دلایل
سے کرتے ہیں اور اسی طرز مناظرہ کو غلط مبحث کہتے ہیں کہ عقلی بحث کو نقلی دلیل پر لانا
ہم جو تاریخ کا ثبوت دیتے ہیں تاریخ مذہبی پر منحصر نہیں کرتے بلکہ دعوای نبوت محمد صلعم
کو متواترات سے جانکر ثبوت لیتے ہیں تواتر ایسی منقلی بات ہے کہ سچی اور جھوٹی بات
دونوں پر واقع ہوتا ہے دیکھو بطلیموس کے زمانہ سے ہزار برس سے زیادہ نظام بطلیموس ہے
متواتر رہا اور تمام دنیا کے لوگ اسی کو سچا کہتے رہے اور فیثاغورس کا نظام جو تمہارے
عقیدہ میں سچا تھا تواتر نہونے سے چھپا رہا اب چند صدیوں سے نظام فیثاغورس کا زور
شور ہے اور یہی متواتر بھی ہے اور شاید کسی زمانہ میں دونو نظام باطل ہوکر تیسرا نظام نیا جو
میں آوے اور جن اصول پر بنا نظام فیثاغورس کی ہے وہ اصول محض توہمات سے قرار
پاتیں. نظام شریعت محمدی ایسا نظام نہیں ہے اسلئے کہ زمین کے موجودات اور
اور معاملات کا نظام ہے اور ہر وقت اسکے مسایل سے ہمارا نفع اور ضرر متعلق ہے آسمان
کے ستارے اگر ہزار یا جدید معلوم ہوتے رہینگے بجز اسکے کہ ہم انکے وجود کو معلوم کر لیں
ایک نامعلوم چیز کا علم حاصل کریں اور قدرت کا غیر متناہی ہونا جسکا ہمکو پورا عقیدہ ہے
اسی کی پختگی کر لیں ہماری بسر بود کا کوئی قاعدہ اس تحقیق جدید سے بدل نہ جائیگا بخلاف
شریعت محمدی کے جو کہ وقت ظہور سے لیکر تا قیام دنیا ہزاروں قواعد فلسفہ کو اور ہزاروں مسایل
مذہبی اہل مذاہب دیگر میں ایک انقلاب عظیم کر دیا ہے لہذا اسکے مٹانے کی خواہ اسکے
سچے ماننے کی ہر جدید ہوا کے کو اور ہر اہل مذہب کو ضرورت ہے اسی نظر سے ہمنے تاریخ
یہود اور نصاری اور مجوس اور فلسفہ سب کو شاہد اپنے دعوے کا کرکے آپکو دکھلا دیا ہے

علم الٰہی اور مصلحت خدا جب تک تبدیل قانون کے تھی بقدر تحمل بندوں کے اب وہ
مصلحت نہیں لہذا قانون دوامی نازل فرما دیا اور حامل اس قانون اخیر کا پیغمبر کو بھیجا صلعم
تاریخی اور عقلی ثبوت ذرا انصاف سے دیکھو اور تعصب نکرو گیلیلی نے حکیم نے حرکت
زمین کے مسئلہ پر ۱۶۳۳ع میں پوپ کی قید اٹھائی اور دو مرتبہ جھوٹی توبہ کی اور اپنے عقیدہ
سے کہ آفتاب مرکز عالم ہے نہ پھرا اسکے استقلال اور پامردی قابل ثنا ہے کہ آج یورپ
کے تمام آدمی اسی مسئلہ کے قائل ہوگئے اور دعوی کرتے ہیں کہ زمین ہی کی حرکت صحیح
ہے۔ حالانکہ زمین کی حرکت صحیح ماننے سے کوئی فائدہ دنیوی یا دینی ہمارا نہیں ہے
اور نہ بطلیموسی نظام سے کوئی ضرر ہمکو تھا غور کی جگہ ہے کہ جب تم سب ایسے بیکار اور
فضول مسائل میں استقلال کو پسند کرکے درپے تحقیق اسکے ہوئے اب ذرا دیکھو محمد صلعم
کا دعوی کہ میں نبی ہوں اور تمام دنیا میری پیروی کرے اور تمام انبیاے گذشتہ کی شرع
پر میری شرع کو مقدم کرے اور تمام کتب آسمانی میں میری نبوت کا ثبوت موجود ہے۔ یہ
دعوی لاکھوں مسائل ضروری اور بیکار آمد اور مضر اور ایذا رساں امور کا ایک ایسے آدمی
کا جو محض اُمی تھا اور تیئیس برس تک برابر پکار پکار کر کرتا رہا اور اپنے دعوے کے باطل کرنیکا
زور وشور سے یہودی اور نصرانی اور مجوسی اور بت پرست الغرض ہر قوم اور ملت کے
آدمیوں سے اصرار کرتا رہا اور یہ دعوی کرنا کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے عام کتب
تاریخ ہر ملت اور مذہب کے اس دعوی کرنے پر شہادت دے رہے ہیں کسی تاریخ سے آپ
دکھلا دیجئے کہ سیکڑوں دعوی میں سے کسی ایک دعوی کی بھی تکذیب اسکے مخالفین
سے ہوسکے اور وہی یہود اور نصاری جنکے دین باطل کرنے کو آپ نے زور دیا تھا اپنا دین
چھوڑ چھوڑ کر دین محمدی میں آتے گئے اگر ایک بات بھی اُس جناب کی غلط ہوتی ممکن
نہ تھا کہ آپکو محجوج اور ساکت نکرتے یہ دعوی تمام روئے زمین کی افسری کا اور تمام مذہبوں
کے منسوخ کرنے کا ایک بڑا انقلاب پیدا کرنے والا تھا جسکا اثر جان اور مال اور آبرو سے
انسان پر عموماً اور ایمان پر خصوصاً اہل مذہب کے پڑتا تھا پھر اسوقت توریت اور انجیل اور

دیکھنے لگے تاہم بعض جنٹلمین جیسے مسٹر سید حامد حسین صاحب رئیس داعی پور ضلع فرخ آباد جو محمڈن کالج علی گڈھ کے تعلیم یافتہ ہیں انہوں نے طلوع آفتاب از مغرب کا باب (۱۱) صفحہ ۱۴۱ جب پڑھا تو بڑے زور کا خط میرے نام پر لکھا کہ آپ ہی کی ذات خدا نے ایسے ایسے مقامات اور شبہات کے حل کرنے کے واسطے پیدا کی تھی نہ ایسے عالم پیدا ہونگے اور نہ ایسے شبہات کا جواب ہوگا اسیطرح اور دو چار ایم اے اور بی اے حضرات کے خطوط میری مدح اور ثنا میں آ چکے ہیں مگر میں انکو بطور تقریظ کے لکھنا پسند نہیں کرتا ؎ حاجت مشاطہ نیست روی دلِ آرام را۔ اور میں کبھی اپنی تصانیف کو بڑی یا چھوٹی تقریظوں سے آراستہ کرنا پسند نہیں کرتا جو مرزا دبیر مرحوم ؎ گو جوہر سخن کا ترے جوہری نہیں ✤ یوسف کا کیا ضرر ہے اگر مشتری نہیں پہلے یہ بات سمجھنی لازم ہے کہ فلسفہ باطلہ سے غرض ان دہریوں کی یہی ہے۔ کہ انکار خالق تعالے کا مسئلہ جسطرح سے ممکن ہو ذہن نشین خلائق کے کیا جائے اور جسقدر شبہات پیدا ہوسکیں پیدا کر کے انکار وجود معبود برحق کا کر دینا یہی غرض فلسفہ سے ہمیشہ رہی ہے بلکہ کچھ لوگ فلاسفہ متالہین یعنی خدا پرست بھی گذرے جیسے افلاطون الٰہی اور سر اسحٰق نیوٹن مگر توحید کے بعد نبوت کے مسئلہ میں انہوں نے بھی ٹھوکریں کھائیں اور معاد یعنی دار آخرت کا مسئلہ یہ تو جب تک آدمی پابند اطاعت انبیا نہو کبھی درست عقیدہ نہوگا خیر یہ ایک تاریخی بات ہے۔ اور پچھلے فلاسفروں کے [illegible] کو بالکل استغنا ہے۔ کہ فلسفہ جدیدہ اسکو خود باطل کر رہا ہے مگر وہی ابطال جو جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ باطل سے باطل کو مٹاتا ہے ہم اس باب میں فقط انہیں مسائل جدیدہ کے اغلاط لکھینگے جنکا ذکر اجمالی الواب کتاب ہذا میں ہو چکا ہے۔ پہلا مسئلہ جذب مرکزی زمین کا اس میں ایجاد فلسفہ جدیدہ یہ ہوئی کہ زمین کے مرکز میں قوت جذب خاص نہیں بلکہ ہر ایک جزو منجملہ اجزائے کرہ زمین سب میں قوت جاذبہ یکساں ہے اور بحسب عرف اسی جاذبیت کو ثقل (وزن) کہتے ہیں فقرہ (۲۹) عروس بدیعیہ صفحہ ۱۸ کو دیکھو اور یہی جاذبیت ثقل سطح زمین سے اوپر بقدر مربع بعد کے کم ہو جاتی ہے اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہزار میل زمین سے اوپر چہارم وزن جسم کا رہ جاتا ہے مثلاً اگر سطح زمین پر ۴ سیر

کہ آخر یہی لوگ جو دشمن ہمارے نبی کے تھے اور اب بھی ہیں اگر ذرا سی لغزش ہمارے نبی کے قول و فعل میں پاتے ضرور تھا کہ سوانح نگار اُسکو درج تاریخ کرتے اور جب ایسا نہیں ہے بلکہ اُنکا غلبہ مناظرہ اور استدلال میں ہر قسم کی مخالفت پر لکھ رہے ہیں پھر اب ہمکو انکے سچے نبی ہونے میں کیونکر شک باقی رہیگا اور آپکو اس تقریر کے جواب میں یہ بات کہنی چاہیے - کہ ہرگز کسی مورخ نے یہود اور نصاریٰ اور فلاسفہ کے محمد صلعم کا غالب آنا اپنے گروہ مقابل پر تقریر اور استدلال میں درج تاریخ نہیں کیا ہے اب رہی یہ بات کہ آج بھی یہود اور نصاریٰ آپکی نبوت سے منکر ہیں اور بشارات سے انکار کرتے ہیں اسکی تحقیق اُس شخص کو جو مطلق نبوت کا منکر ہو اسکے منصب کے خلاف ہے جب آپ مطلق نبوت کو مان لیجیگا اور کسی نبی خاص کی پیروی کی وجہ سے آپکو رُجحان اور میلان طبعی کسی اور مذہب پر نہوگا اسوقت آپ کو ہم اس شبہہ کا پورا جواب دینگے اب ہمنے اس شبہہ کا جواب پورا دیدیا کہ ہمارے نبی کا دعوی ختم نبوت کا اپنے اوپر کرنا اور جمیع شرایع پر اپنی شریعت کی ترجیح کو ظاہر کرنا ہرگز مخالف عقل نہ تھا اور نہ اور انبیا کی تکذیب اس دعوی سے ہوتی ہے اور ہزاروں مذہب میں سے ایک مذہب کو منتخب کرکے پابند ہونا آپکو محال نہیں ہے بلکہ آسان ہے بس یہی خلاصہ ہمارے جوابات کا ہوا خدا سے امید ہدایت کی ہے +

## باب تیسواں بیان فلسفہ جدیدہ کے اصول مہملہ کا جن پر ہمارے معزز نیچرل صاحبونکو بڑا فخر ہے

باب تیسواں

چونکہ اب جلد اول کا ختم کرنا انشاء اللہ منظور ہے لہذا دلچسپی ناظرین کتاب ہذا کی غرض سے چند مسایل فلسفہ جدیدہ کے جنپر بچے بھی قہقہہ زنی کرینگے لکھوں اور پوری بحث تو ایک جداگانہ کتاب میں بشرط حیات انشاء اللہ کرونگا - ہماری کتاب کے پڑھنے والے اکثر وہی حضرات ہیں جنکو فلسفہ جدیدہ کے چند مسایل پر اسی کتاب کے ملاحظہ سے شاید اطلاع ہوئی ہوگی ورنہ انکو کیا ضرورت ہی کیا تھی جو ایسے لغو اور مہمل مسایل کو دریافت کریں اور جو لوگ تعلیم جدید پا چکے ہیں انکو ابتدائی تعلیم سے آخر درجہ تک یہی پڑھایا گیا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے بس یہی فلسفہ ہے - پھر وہ لوگ ہماری کتاب کو ایک پورانے فاشن کے آدمی کی کتاب سمجھ کر کا ہیکو

کامل بھی فلاسفہ کو ہو گیا یاد ہوائی خیالات ذرا ہوا کی نسبت جو جو خیالات جدید فلسفہ سے
جاری ہوتے ہیں انکو بھی ناظرین کی دلچسپی کیواسطے اسی باب میں لکھیں پہلے ہوا کا وزن
تو ہمنے کسیقدر صفحہ ۲۳ میں لکھدیا اب یہ خیال کیجیے کہ ہوائے فلکی جسکو ہوائے جاف یعنی
خشک ہوا اور خالص بے آمیزش بخارات کہتے ہیں اسکو واسطے قیاس کرنے وزن سیالات
کے (۱) فرض کیا ہے حالانکہ ہوای جلد یعنی کرۂ زمین کی ہوا جسکی بلندی تخمینا ۴۵ میل محض غلط فرض
کی ہے چنانچہ آئندہ لکھونگا اس بلندی کے ۱/۶ تک فقط معلم یعنی ماسٹر لک چڑھا ہے جسکو صفحہ
۲۴۴ عروس بدیعہ میں ۴۰ ہزار قدم لکھ رہے ہیں اور ہمارے حساب سے ۷ ۳/۴ میل برابر ۱/۶ بلندی سطح
زمین جہانکی ہوتی ہے پھر چونکہ ایک میل برابر (۵۲۸۰) فیٹ کے ہے لہذا (۵۲۸۰) × ۷ ۳/۴ = ۴۰۹۲۰
فیٹ برابر ۷ ۳/۴ میل یعنی برابر ۱/۶ بلندی سطح جہانکی ہوا کی ہوگی لہذا ۴۰ ہزار فیٹ کی بلندی ۱/۶ بلندی
سطح جہانکی ہوا کی ہوگی اب یا ہماری سمجھ کی غلطی ہے یا کہ اصل کتاب میں غلطی ہے بہر حال
۱/۶ بلندی ہوا سے زیادہ ابھی تک کوئی آدمی اوپر نہیں چڑھا ہے سوائے ہمارے نبی صلعم کے
شب معراج میں اب وزن ہوائے آسمانی کو مقیاس وزن دیگر ہواؤں کا بنانا یہ فقط فرضی اور وہمی
بات ہے اسی وہمی اور فرضی خیال پر کسی کی کوئی سند نہیں غازات کا وزن مقرر کرکے نیٹروجن
کا وزن ۰.۹۷۶ اور آکسیجن کا ۱.۱۰۵ اور ہیڈروجن کا وزن ۰.۰۶۹۲ تغیر الز فہرست میل بھی طیار
ہوگئی اور ہوائے محیط کا وزن بہ نسبت پانی کے ۰۰۱۳ قرار دیا اب خیال کیجیے کہ جب ہوائے
فلکی تک انکی رسائی نہیں ہے۔ اسکو مقیاس بناکر دیگر غازات کا وزن مقرر کرنا یہ کس قاعدہ
سے درست ہوگا کمی بیشی وزن کی مجہول الوزن ہوا سے کیونکر معلوم ہوسکتی ہے قدیم فلاسفہ
فلزات یعنی دہاتوں کے وزن میں سونے کو مقیاس قرار دیا تھا اور اسکو (۱۰۰) فرض کرکے چاندی
۵۴ اور سیسہ ۵۹ اور پارہ (۷۱) وغیرہ قرار دیا تھا چونکہ سونا سب دہاتوں سے زیادہ وزنی اس
زمانہ کے فلزات معلومہ میں تھا لہذا انکی فہرست فرضی اور وہمی نہ تھی اب اسی جگہ سے جدید فلسفہ
کے توہمات بادر ہوا کو خیال کرنا چاہیے ہوا کی بلندی فقرہ (۲۲۹) میں لکھا ہے کہ اگر ہوای محیط کی
کثافت اور لطافت یکساں ہوتی اسکا علو یعنی بلندی ہمکو آسانی معلوم ہوجاتی مگر چند اسباب ایسے

وزنی کوئی جسم ہو ہم ہزار میل اوپر سیر بھر اسکا وزن رہ جائیگا وزن کا کم ہونا اور جاذبیت کا کم ہونا
دونوں سے ایک ہی مطلب ہے اب اس قاعدہ کا تو یہ نتیجہ ہوا کہ جسقدر کوئی جسم زمین سے اوپر ہوگا
اور دور ہوگا اسیقدر اسکا وزن کم ہوگا اور جذب زمین بھی اسپر کم ہوگا لا لکہ جسقدر اجسام مرکز
زمین سے قریب ہوتے جاتے ہیں جذب مرکزی کم ہوتے ہوتے قریب مرکز بالکل فنا ہو جاتا
ہے دیکھو فقرہ (۴۳۱) اسی کتاب کو اگر زمین میں وار پار سوراخ کردیں اور ایک وزنی شے
اس میں گرائیں جب تک مرکز کے قریب وہ شے نہ پہونچیگی۔ جاذبیت ثقل اسکی گھٹتی جائیگی اور
مرکز کے پاس جاکر بالکل جاذبیت فنا ہو جائیگی مگر بقوت استمرار وہ مرکز سے پار چلا جائیگا
اور دوسری جانب زمین کے جا پہونچیگا مگر مرکز سے جب دوسری طرف بڑھیگا اب جاذبیت
مرکز کی پھر پیدا ہوگی اور قوت استمرار کو گھٹاتے گھٹاتے جہاں پر قوت استمرار فنا ہوگی
اب پھر جاذبیت مرکز سے پلٹیگا اور اسیطرح ہمیشہ وہ جسم آتا جاتا رہیگا اور کبھی کسی جگہ
نہ ٹھیریگا۔ ذرا اس خیالی پلاؤ کو خوب غور سے پڑھ کر ان فلاسفہ کو داد دیجئے کیا عمدہ
پلاؤ پکایا ہے۔ اے سبحان اللہ

اگر زمین کی جاذبیت جسقدر وزن جسم کا کم ہوا اسیقدر زمین سے دور ہو گھٹتی جاتی ہے
پھر اسکی کیا وجہ ہے۔ کہ ہر ثانیہ میں گرنے والے اجسام ۳۲ فیٹ زیادہ اترتے ہیں
اسکے تو یہ معنی ہیں کہ کشش ارضی ہر ثانیہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ جسقدر زمین سے
قریب ہوتا ہے یہ خیالات گھر بیٹھے بیٹھے آپ لوگ کرتے ہیں۔ نہ تو آفتاب
تک رسائی ہوئی نہ آفتاب کی دوری سے جو ہم سے ہے اسکی درمیانی چیزیں
مانع جذب زمین یا معین ہیں جذب ہیں آپ کو خبر نہ قریب آفتاب کے جو اشیا ہیں انکی آپکو
خبر نہ زمین میں کبھی وار پار سوراخ کرنا تو در کنار سو میل کا سوراخ بھی حضور نے دیکھا ہے اور
وار پار سوراخ بھی بن گیا اور پتھر بھی پھینک دیا اور قیامت تک اسکا چڑھنا اترنا
بھی حساب اربعہ متناسبہ سے کر دیا اسیطرح ہر شل صاحب نے گھر بیٹھے آفتاب کے گرد ہوا اور
بدلی اپنی دوربین سے دیکھلی اور اس ہوا کی حرارت کی پیمائش پوری کرلی اور اسپر یقین

ہیں جنکی تحقیقات گردش کی ہو چکی اور باقی کی ابھی باقی ہے چونکہ ان ستارونکی چال ایسی ہی کہ دوسرے
سیارہ کی گردش کی راہ قطع کرکے نکلجاتے ہیں لہذا اعلای ہیئت کو خوف ہوتا ہی کہ سیارہ دمدار کسی سیارہ
سے لڑنہ جاتے جرمنی کے ایک محقق نے پیشین گوئی کی تھی کہ ۱۸۳۲ء میں ایک دمدار ستارہ نکلیگا اور
زمین سے ٹکر کھاکر اسکو پاش پاش کردیگا ستارہ تو نکلا مگر زمین سے ٹکر ٹلا اور جرمنی صاحب کی پیشین
گوئی غلط ثابت ہوئی یہ تو ۷۹ سال کا ذکر ہے ابھی ۳ سال بھی پورے نہیں ہوئے کہ نومبر اور جنوری میں
ایک دمدار ستارہ کی خبر انہیں منجمین نے اڑائی تھی اور طبیعات کے دلایل سے بھی قیامت آنیکا پورا خوف
دلایا تھا اور کچھ بھی نہوا نہ ستارہ نکلا اور نہ قیامت آئی ہم تو جیوں کے تیوں خدا کے فضل سے صحیح اور
سلامت موجود ہیں اور ۱۹۰۹ء کے زلزلہ کی خبر اور سورج گرہن کی خبر اور اسی سال ۱۹۰۱ء ۱۱ نومبر کے
سورج گرہن کی خبر سب غلط ہو گئی ہیں یہ بھی سب جانے دیجئے یہ بڑی دھوم تھی جسکا شہرہ برسوں سے پڑا ہی
اور لاکھوں روپیہ اسکی طیاری میں خرچ ہوا اور ہمکو پورا یقین دلایا گیا تھا کہ اب دو میل کے فاصلہ سے چاند نظر
آجائیگا اور چاند پر جو آبادی ہی اس سے باتیں کرنیکا پورا بندوبست ہوجائیگا آج ششماہی سے زیادہ زمانہ
گذر گیا اخبار رو رہے ہیں کہ ابھی ابر اور غبار چاند کے گرد سے پورا نہیں ہٹا ہے اور دوربین کارگر نہیں ہوتی اور
کوئی جدید نتیجہ آجتک ہمکو معلوم نہوا اگر جدید اصول فلسفہ واہیہ سے بحث کریں تو محض تضییع اوقات کے سوا
اور کچھ نہوگا خلاصہ اس فلسفہ کا اور انکے اصول کا یہی ہی کہ جدید آلات جنکی بنا محض تخمینی اور فرض پر
ہے انکے دنیوی فواید ہوتے رہیں دیں جائے یار ہے نور اور حرارت کے مسایل بھی قابل غور ہیں
نور بھی ایک مادہ ہے مثل ان مواد کے جنمیں وزن نہیں ہی (۱) کہربائیہ (۲) مقناطیسیہ (۳) حرارت (۴)
نور کا مادی ہونا اور وزن اسمیں نہونا اسمیں بھی فلاسفہ کو اختلاف ہی بعض تو کہتے ہیں کہ یہ چاروں چیزیں
غیر قابل الوزن ہیں اور بعض کا قول ہی کہ قابل وزن ضرور ہیں مگر ہمکو ابھی کوئی آلہ ایسا نہیں ملا ہی کہ انکا
وزن کرسکیں نور کی ماہیت میں بھی پورا اختلاف ہی مگر ہم اسجگہ فقط نور کا ایک ضروری مسئلہ ہی لکھتے ہیں کہ
باوجودیکہ نور ایسی ظاہر چیز ہی جسکے ذریعہ سے اور چیزیں ہماری آنکھ تک پہنچتی ہی اور خود بھی اظہر اشیا ہی پھر بھی اسکی ماہیت
آجتک فلاسفہ کو معلوم نہوئی سر اسحق نیوٹن اور دیگر علمای طبعین کا تو یہ قول ہی کہ نور ایک مادہ لطیف ہی مرکب
چھوٹے چھوٹے ذرات سے جو اجسام منیرہ یعنی نورانی اجسام سے ہر طرف منتشر ہوتا ہی اور خطوط مستقیمہ میں

ہیں کہ ہوا کے اجزا میں اختلاف کثافت کا پیدا کرتے ہیں لہٰذا حقیقی اور ٹھیک ٹھیک اسکا علو
دریافت نہیں ہو سکتا ہے اب کہ قطر ہوا کا صحیح طور سے معلوم نہ ہوا پھر اسکی پیمایش جسمی بھی صحیح نہ رہی پھر ہوا
کا بوجھ فی مربع انچہ ۷½ سیر یا ۱۵ پونڈ کا یہ بھی درست نہ رہا اب فقرہ ۲۶۴ میں لیجیے ایجاد علوی ہوا
کے معلوم کرنیکا طریقہ انعکاس نور سے اسکو بھی تقریبی لکھا ہے یعنی اگرچہ بمقتضای شکل ۲۵ سے چالیس
میل کی بلندی ببرہان ہندسہ سے نکلتی ہے مگر چونکہ اوپر کے طبقات ہوا کا مادہ لطیف زیادہ ہے لہٰذا
توہم اسکا ہوتا ہے شاید ان طبقات میں انکسار اور انعکاس نور کا ہوتا ہو لہٰذا بنظر اصلاح ۵ میل کی
بلندی اور بڑھا کر ۴۵ میل بلندی ہوا کی فرض کر لی ہے اب خیال کیجیے کہ ان اصول اور نوامیس کا مدار
فقط فرضی اور وہمی امور پر ہے اور اصلیت کچھ بھی نہیں ہے اور دعوی یہ ہے کہ تحقیقی ہے اور الجبرا اور
ہندسہ سے اسکی شکلیں بھی طیار اور سوالات بھی حل ہو رہے ہیں اور چھوکروں کی بہکانے اور
فریب ہی پر کیسی کیسی لغو باتیں کہ رہے ہیں ہوا کا وزن کشش ارضی سے وزن پیدا ہوتا ہے اور جسقدر
قریب مرکز کے جسم ہوتا ہے کشش ارضی کم ہوتی جاتی ہے پس وزن بھی ضرور کم ہونا چاہیے حالانکہ ایسا
نہیں ہے ہوا کا وزن اگر زمین میں سوراخ کیا جاوے ۳۴ میل کے عمق میں کثافت ہوا برابر پانی کے ہوگی
اور ۴۸ میل کے عمق میں برابر پارہ کے اور ۵۰ میل کے عمق میں سونے کے برابر کثیف ہوگی اور باوجودیکہ
ہوا کی کثافت بڑھیگی مگر جذب مرکزی کم ہوتا جائیگا اور سطح زمین سے اوپر کثافت بڑھنے سے وزن
ہوا کا بھی بڑھتا ہے این گل دیگر شگفت۔ اسیوجہ سے ہمنے اوپر لکھا ہے کہ دراصل ہوا میں وزن
نہیں ہے بلکہ بخارات اور غبار وغیرہ کی جسقدر آمیزش ہوتی ہے اسیقدر وزن ہوا میں پیدا ہوتا
ہے۔ **آسمانی چیزوں کی جدید تحقیق** گہرتعقل شاعرے تو کار زمین را نکو ساختی
کہ بر آسمان نیز پرداختی۔ زمین کے حالات ہی سے ان فلاسفہ کو کیا خبر ہے کہ آسمانیں پیوند لگانیکو
طیار ہیں تاہم جدید علوم فلکی جنکی غرض یہی ہے کہ ہماری مقدس کتابوں میں جو کچھ آسمانی اشیا کا حال
بطور وحی اور الہام کے وارد ہے اسکو غلط ثابت کریں کیسی کیسی مہمل اور پوچ باتیں بناتے ہیں جنکا نہ
سر ہے اور نہ پیر اور تعلیم یافتہ ہمارے اسپر جان دے رہے ہیں۔ دم دار ستارے حضرت عیسی کے
زمانہ سے پہلے قریب پانچسو کے دم دار ستارے دکھائی دیئے ان میں سے ایکسو سے کچھ زیادہ ایسے

قوم بروار جو کہ شاطر چور کہلاتے ہیں بلکہ چوری پیشہ کے جتنے لوگ ہیں انکو اندھیری رات میں سوئی
زمین سے اٹھالینی ایسی ہی آسان ہے جیسے ہمکو دن روشن میں آسان نہیں ہے جسنے انلوگوں کی پوری تحقیق
اسکی کرلی ہے وہ کہتے ہیں کہ آنکھ کی قوت نظری خدا نے اجالے اور اندھیرے میں برابر دی ہے فقط عادت کو دخل
ہے چنانچہ انکا بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو انکو اسکی آنکھوں میں پٹی باندہ رکھتے ہیں اور رات کو کھول دیتے ہیں جب
وہ لڑکا شب تار میں سب اشیا کے دیکھنے پر قادر ہوگیا اور اسکی نگاہ اندھیرے میں مثل ہماری نگاہ کی روشنی
میں قایم اور کارگر ہوگئی اب تمام عمر اسکو رات اور دن برابر نظر آتا ہے اور یہ بھی جانے دیجیے شپرک جانور کے
حال سے کون آگاہ نہیں ہے کہ دنکو اسے نظر نہیں آتا ہے اور شب کو کیسا تیز نظر ہوتا ہے آدمی کو بھی روزکوری
کا مرض ہوتا ہے جسکو عربی میں جہر کہتے ہیں اور ہمنے خود ایسے مریض کا علاج کیا ہے بہرحال نور کا شرط ہونا
اشیا کے دیکھنے میں یہ قانون قدرت اگر مانا بھی جاتے تو وہی قانون عادی ہوگا خدای تعالی انکو قدرت
ضرور ہے کہ بدون روشنی کے ہماری آنکھ کو بینا کرسکتا ہے پھر چونکہ آنکھ کے دیکھنے کا ذکر استطرادی یہاں
آگیا لہذا مجھے اسکا بھی بیان کرنا مناسب ہے کہ محاذات شے مرئی بھی سامنے ہونا اسی چیز کا جسکو ہم
دیکھیں یہ بھی شرط عادی ہے جوگی اور فقرای صوفیہ اہل اسلام کے طریقے قریب ہی ہیں یہ بھی ایک عمل مجرب
ہے کہ پس پشت کی چیز مثل پیش رو کے برابر دیکھتے ہیں انکا طریقہ جیسا کہ مجھے بتایا تھا (گو میں نے تجربہ
نہیں کیا) یہ ہے کہ ناک پر ایک نقطہ سیاہی کا لگا کر اسکو روزانہ اوپر چڑھاتے چڑھاتے جب پیشانی سے اوپر
پہونچگیا اور سرکا اگلا حصہ دیکھنے لگی اب پس پشت برابر نظر آنے لگتا ہے جسکا جی چاہے تجربہ کرلے اور شاہ
صاحبان تو اسی عمل کی بدولت روشن ضمیر کہلاتے ہیں کہ آگے اور پیچھے برابر انکو نظر آتا ہے نتیجہ استنباطات
کا یہ ہے کہ ہزاروں مسایل طبعیہ ارضیہ اور فلکیہ پانی اور ہوا۔ آفتاب ماہتاب ثوابت اور سیارات اور کائنات
جو یعنی درمیانی اشیا جو زمین اور آسمان کے آدمی نے اپنے تجربات سے معلوم کی ہیں اور دلیل عقلی انکی ضرورت
اور واجب الوقوع ہونیکی آجتک کسیکو نہ معلوم ہوئی اور نہ معلوم ہوگی اور خصوصاً جدید فلسفہ جسکی بنا محض وہمی
اور فرضی باتوں پر ہے چنانچہ اسکے چند نظایر ہمنے لکھے بھی وجب انکو بلا دلیل عقلی آپ تسلیم کرلیتے ہیں حالانکہ صریح
خلاف عقل بھی وہ امور ہوتے ہیں پھر اگر پیغمبر خدا ہی انبیا سے انہیں موجودات عالم کی نسبت کوئی بات
ہمکو بسند صحیح معلوم ہوا اور ہمکو بھی عقیدہ ہو کہ پیغمبر خدا کبھی غلط بیان نہ کریگا اور نہ کوئی پیشین گوئی

بسرعت حرکت کرتا ہی اور جب یہی مادہ اجسام کو روشن کرکے پلٹتا ہی اسیکے ذریعہ سے اشیا ہمکو آنکھ سے
نظر آتی ہیں اور ہیوجنیس اور جمہور طبعین کا ماہیت نور میں یہ مذہب ہے کہ نور حرکت اجزای مادہ
اثیریہ کا نام ہی یعنی ایک شے عرضی ہے اور جوہری نہیں ہے اور اسی مذہب پر آجکل دلایل کثیرہ قایم
ہورہے ہیں اور اسکو صحیح اور درست ماناجاتا ہی اگر یہ مذہب صحیح فرض کیا جاوے تو اب ہم یہ پوچھتے ہیں
کیا سبب ہے کہ اگر کوئی تختہ بلورکا ہاتھ بھر سے زیادہ موٹا ہو اور دونو طرف تیلی تیلی سیاہی لگا دیجاوے تو
حرکت ان اجزائے اثیریہ کے اس تختہ کو توڑ کر وار پار نجاویگی اگر آپ کہتے کہ رنگ نے حرکت اثیریہ کو
باطل کر دیا میں کہونگا کہ زرد اور سرخ وغیرہ اور قسم کے رنگ ان سے کیوں نور وار پار گذر جاتا ہے
اگر تم کہو کہ سیاہ رنگ نور کو پی لیتا ہے میں کہونگا ذرا نور کے پی لینے کے معنی آپ اچھی طرح سے بیان
کیجیے کیا سیاہ رنگ فقط پیاسا ہے اور کسی رنگ میں پیاس نہیں ہے اسکے علاوہ آجکل ایک
روغن طیار ہوا ہے اگر اسکو چند منٹ دھوپ میں رکھو پھر جب اندھیری رات ہوگی وہ روغن
خود بخود روشن ہوجاویگا اور رات بھر روشن رہیگا اب دیکھو کہ یہ تیل خود جسم روشن نہیں ہے اور
تھوڑی دیر دھوپ میں رکھنے سے جو اس میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے اسکا سبب فلاسفہ یہ کہتے ہیں
کہ نور کی شعاعیں پلٹ کر اس میں سے شب کو نکلتی ہیں پس اگر حرکت اجزای مادہ اثیریہ بھی نور کی
اصلیت ہو وہ حرکت تو جب تک یہ روغن دھوپ میں رہا اسوقت تک تھی پھر جب دھوپ
سے اٹھا لیا گیا اور آفتاب کے سامنے نہ رہا اب اجزاء اثیریہ کی حرکت کہاں رہی اگر تیل کے اندر
وہی حرکت بھری رہی اور نظر سے غایب تھی پھر اندھیری رات میں ظاہر ہوئی یہ قاعدہ انعکاس
کے خلاف ہوا اسلیے کہ انعکاس تو اسی وقت ہی جبتک سامنا رہے یعنی پلٹنا نور کا تابہ زمانہ بقاء
آمد نور کے ہوتا ہے اب نتیجہ یہ ہوا کہ حرکت اجزاء اثیریہ کو نور نہیں کہنا چاہیے اور یہ مذہب جو کہ
اب فلاسفہ نے اختیار کیا ہی سراسر لغو ہو اب رہا پہلا مذہب اسکے بطلان پر ہندسی دلایل فلاسفہ خود قایم کر
رہے ہیں خلاصہ یہ ہی کہ دونوں مذہب ماہیت نور کے سقم سے خالی نہیں یہ بھی خیال کیجیے کہ نور کو بالاتفاق کہتے
ہیں کہ شرط آنکھو نسے دیکھنے کی ہی یعنی اندھیرے میں آنکھ ہرگز کارگر نہیں ہوسکتی ہمنے صفحہ ۵۸ میں ایک امریکن
عورت کا حال لکھدیا ہی کہ شب تار میں آنکھ بند کرکے باریک حروف پڑھ لیتی ہی اسکے علاوہ ہمارے ملک واودہ کی

گو آجتک ہمارا علم ناقص اُن ستاروں کے وقت طلوع پر نہو اور نہ ابھی تک ہم اُنکے نام سے واقف ہوں مگر عقل
سلیم ہماری ضرور حکم کرتی ہے کہ جو جو اخبار ہمارے مقدس انبیا اور اوصیاء انبیا نے دی ہیں روز بروز جسقدر ہمارا علم
ترقی پاتا ہے سبکی تصدیق ہوتی ہے ہزاروں پیشین گوئیاں اُنکی صحیح ہو چکیں اور سیکڑوں اشیا کے وجود کی خبر
جو حضرات نے دی ہے اُنکا ثبوت کامل ہو چکا لہذا اپنی لاعلمی سے ہم آج یہ کہدیں کہ ایسا کوئی ستارہ نہیں ہے
بجز نادانی کے اور کچھ اسکا نتیجہ نہوگا قیاس کا مسئلہ لیجئے جو آدمی کے بدن سے نکلتی ہے تھوڑے دنوں سے ڈاکٹروں کو اُسکی
خبر ہوئی ہے اور ہماری احادیث مقدسہ میں بخوبی وارد ہے کہ مجالس اور مجمع میں ہر ایک آدمی کسقدر فاصلے سے بیٹھے
اب ڈاکٹروں نے اپنے قیاسی اور تجربہ ظنی سے وہی فاصلہ تجویز کیا ہے جسکو ہم جلد دوم میں انشاء اللہ ثابت کرینگے
لہذا اُنکو لازم ہے کہ انبیا کے اقوال پر اپنی نادانی سے شبہہ نکریں اُنکا علم آلات اور اسباب ظاہری کی وجہ سے نہ تھا
اُنکی دوربین قدرتی ایسی تھی کہ قریب اور بعید سبکو مقدار واحد اور صفات واحدہ پر دیکھتی تھی لاکھ برس کی گذری
ہوئی شے اور کروڑ برس کی آیندہ سب اُن حضرات کے سامنے بروقت ضرورت خدا حاضر کر دیتا تھا اسیطرح جو امور خلقت
نطفہ انسانی یا خلقت حیوانات اور جو امور اسی عالم کے ہیں اُن حضرات کو بلا ذریعہ اسباب خارجی الہام ربانی سے معلوم
ہوئی تھی اسیطرح نوامیس قدرت اور احکام انتظام عالم یہ سب احکام الہی اُن حضرات کو وحی الہی سے معلوم ہوتی تھی
ور وہ علم اتم علوم اور اکمل افراد علم ہے اس علم سے مخالفت کرنی اور اُن احکام کو ظاہری آلات اور اسباب سے جو تعلیم
حاصل ہوتے ہیں اُنپر قیاس کرنا کیسی نادانی کی بات ہے حکایت ۱۲۸۵ ہجری میں مقام لشکر گوالیار محلہ جھنک گنج
میں بذریعہ سیاحت و مطب وارد تھا ایک طالب علم قاضی محلہ عیسی جنکا نام نورالدین تھا اور حنفی المذہب تھے مجھسے کتاب
صدرا پڑھتے تھے اور سامنے میرے مکان کے کالج سرکاری راج گوالیار کا بھی تھا اسکا افسر اعلی ایک فرانسیس تھے بڑے ذی علم
آدمی تھے وہ میری حالت کے روزانہ قاضی صاحب سے پرسان رہتے تھے ایک روز اُنھوں نے قاضی صاحب سے کہا کہ تم اپنے
استاد سے ایک سوال کا جواب لا دو تو ہم بھی اُنکی ملاقات کو چلیں سوال جسقدر علوم انسانی معلومات میں آچکے ہیں منجملہ سب کے
کسی علم کی دلیل سچی اور قطعی ہے قاضی صاحب نے مجھسے اسکو پوچھا جواب میں نے کہا جسقدر علوم انسانی معلومات میں آئے ہیں
علم ہندسہ سے زیادہ تر کسی علم کی دلیل کمزور نہیں ہے اسلئے کہ اصول موضوعہ اقلیدس کے جنپر بنای اشکال ہے وہ کسی اور علم سے
ثابت ہونیکی محتاج ہیں اور اقلیدس نے اُنکو صحیح فرض کرلیا ہے اب جتنی شکلیں ان اصول پر موقوف ہیں سب ناتمام ہیں پھر بنا پر
کی کیا قطعی ہونیکی دلیل ہے فرض کرو کہ شکل ۴۷ مربع وتر مثلث قایم الزاویہ برابر مربع ضلعین کے ہے ۱ - اور یہ اسقدر دلیل سے

کسی نبی کی کبھی غلط ثابت ہوتی ہو تو ایسے سچے اور راست گفتار ؑ کی بات کو تو ہم اپنی عقل ناقص کے
مخالف ہونیسے غلط کہدیں اور جن فلاسفر اور منجمین اور علمای ہیئت کی سیکڑوں باتیں غلط اور نرا لغو
بلا دلیل عقلی ہوں اُنکو آمنا و صدقنا کہکر تسلیم کریں مثال اسکی یہ ہے کہ ہماری احادیث متعددہ میں وارد ہے کہ
ستاروں پر بھی آبادی ذی روح اشیا کی ہے پہلے فلاسفہ کو چونکہ دوربین (ٹیلسکوپ) نہیں ملی تھی اس خبر پر
قہقہہ زنی کرتے تھے اب کہ ہرشل کی دوربین اور گیلیلیو کی دوربین طیار ہوئی اور آبادی سیارات مثل
شمس اور قمر کو آنکھ سے دیکھنے لگے اب اس خبر دہی حدیث پر کون معترض ہو سکتا ہے ہاں اب اتنی بات
ضرور باقی رہی کہ ہوا جو مادہ حیات ذی روح ہے تجربے میں ہے اسکا وجود فقط ۴۵ میل اوپر تک ہے مگر ہرشل
صاحب نے آفتاب تک بھی ہوا کو دکھلا دیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ وہ ہوا اور ہے اور یہ ہوا اور ہے یہ محض بیجا خیال
ہے اسلئے کہ دونو ہوا اُنکا فرق آپ لوگونکو کس دلیل سے معلوم ہوا یہی مادہ اثیریہ (ایتھر) جو تمام فضائے
عالم میں بھرا ہوا ہے اُسی سے ہمارے گرد کی ہوا بھی پیدا ہوئی اور اُسی سے گرد آفتاب کے ہوا پیدا ہوئی اور
وہی آکسیجن اور ہیڈروجن اور نیٹروجن یہاں بھی ہو سکتا ہے اور وہاں اور جملہ سیارات پر اب رہا لطافت اور
کثافت کا فرق یہ بھی غیر معلوم ہے ہے یہ ہرشل صاحب آفتاب کے گرد ابر اور غلیظ ہوا کے قایل ہیں اور
تمکو کیا منصب ہے جو انکار کرتے ہو کہ سیارات پر ہوا نہیں ہے زمین سے اوپر ۴۲ میل تک تو آپکی رسائی نہیں
اور کروڑوں میل کی خبر دیتے ہو اور بالفرض کہ وہ ہوا اور ہے پھر وہ ذی روح جو سیارات پر آباد ہیں انکی حیات
اور زیست کو ہماری ہوا سے کیا تعلق ہے حسبطرح انکی خلقت اور ہے انکا سرمایہ حیات خدا نے اور ہوا وا
کسی اور چیز سے کر دیا ہو آپ کون جو انمیں چھیڑ توجیہ کرتے ہیں اور اس مسئلہ کو میں باب معراج میں انشاء اللہ
پھر لکھونگا اسیطرح ایک شخص سعد نام جو اپنے کو بڑا منجم سمجھتا تھا خدمتمیں صادق آل محمدؐ کے آیا حضور نے
اُس سے یہ بھی ایک سوال کیا کہ وہ ستارہ کون ہے جب طلوع کرتا ہے اونٹ مست ہو جاتے ہیں سعد نے
عرض کی مجھے معلوم نہیں آپنے فرمایا کہ ہاں تو سچا ہے بھلا وہ کون ستارہ ہے جب نکلتا ہے گائے کو ہیجان پیدا
ہوتا ہے منجم نے عرض کی مجھے معلوم نہیں آپنے فرمایا تو سچا ہے بھلا وہ ستارہ کون ہے جسکے طلوع کرنیسے
کتے مست ہو جاتے ہیں منجم نے عرض کی مجھے معلوم نہیں حضرت نے فرمایا تو سچ کہتا ہے تجھکو معلوم نہیں ہے
میں کہتا ہوں کہ یہ ارشاد امام کا اسی منجم کے سامنے کبھی قابل اشتباہ نہیں ہو سکتا ہے اور

کل کیسی ہی عمدہ اور درست قاعدہ بنائی جاوے مگر کچھ نہ کچھ سر خدشہ اسمیں ضرور ہوتا ہے مثلاً ہمنے ایک دخانی انجن ۵ سو گھوڑوں کی طاقت کا بنایا اب بوجوہ اور اسباب ضروری کے پورے پانسو کی طاقت اسمیں ہوگی کبھی دو چار کی کمی اور کبھی دو چار کی بیشی ضرور ہوگی ان فرانس میں ایک گھڑی ایسی بنی تھی جو پورے سال بھر میں ایک دقیقہ دمنٹ کی غلطی گردش آفتاب کی حرکت سے کرتی تھی اور لاکھ روپیہ کا انعام اسکے کاریگر کو ملا تھا یہ کام اسی حکیم مطلق کا ہے جسکی قدرتی مصنوعات میں مثلاً حرکت آفتاب کروڑوں سال میں ایک ثانیہ رسکنڈ کا کی بھی غلطی نہیں کرتی یہی فرق ہماری مصنوعات اور قدرتی صنائع میں ایسا ہے جو ہمکو وجود صانع تعالی برحق کا ضرور اقرار کراتا ہے پس اگر علوم جدیدہ کے اصول ظنی اور وہمی سے نتیجہ صحیح نکلتا ہو اور آلات جدیدہ صحیح طیار ہوتے ہوں اسکی وجہ سے ان اصول کا یقینی ہونا مگر خیال کر لیا جاوے تو یہ قدرت کا گورکھ دھندا ہے خدا ہی کو علم ہے کہ نوامیس قدرت سچے اور یقینی کونسے ہیں جنپر یہ کارخانہ عالم کا چل رہا ہے تصویر کا ہو بہو مطابق ذی صورت کے ہونا گو فوٹو گراف ہی کے سہی ہرگز یقینی نہیں ہے ٭

## باب چوبیسواں نیچر کا نہ بدلنا قرآن مجید سے جو لوگ سمجھ رہے ہیں اسکی پوری تحقیق اور خرق عادت کے معنی

قانون قدرت یا لاف نیچر کا بدلنا اسکے نظایر جسقدر ہمنے لکھے اور آیندہ لکھینگے اس سے مراد اور غرض ہماری یہی ہے کہ جو قانون براہ عادت الہی جاری ہے وہ برابر بدلتا ہے اور اسکے بدلنے سے قادر مطلق ہرگز عاجز نہیں ہے سید احمد خان صاحب اپنی تفسیر میں اسی مسئلہ کی نسبت ہر جگہ نیا رنگ اور نیا ٹھاٹھ بدل رہے ہیں تاکہ معجزات انبیا علیہم السلام کو ثابت نہونے دیں لہذا ہمکو بھی ضرور ہے بقول شاعر ۔ رشتہ در گردنم افگندہ دوست ٭ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست ۔ اگر عقلی دلایل کی طرف ہمارے دوست چلیں تو ہم بھی اسی راہ کو چلیں اور اگر نقلی دلیل پیش کریں تو ہم بھی اسکا مطابق دعوای سر سید صاحب کے نہونا ثابت کریں اب ہم تفسیر جلد سوم کے ص ۱ سے لغایت ص ۱۸ جو دلایل عقلی اور نقلی نفی معجزات پر سید صاحب نے لکھکر اپنے حساب سے گویا ابطال معجزات (نعوذ باللہ) سے فارغ ہو گئے انکی نا درستی ظاہر کریں عقلی دلیل ص ۲۹ میں **قولہ** علاوہ اسکے تمام علماء اسلام نے معجزہ کی تعریف میں اسکا خارق عادت ہونا ضروری سمجھا ہے **میں کہتا ہوں** درست اور سچا ہے مگر ساتھ ہی اسکے تحدی کی شرط بھی علما نے فرمائی ہے یعنی دعوای نبوت کر کے اظہار خرق عادت کو معجزہ کہتے ہیں دیکھو ص ۲۹ انتصار الاسلام کو

**قولہ** خرق عادت کے دو معنی ہو سکتے ہیں اول یہ کہ جو امر ہمیشہ بطور عادت مستمرہ کے یکساں طور پر ہوتا رہتا ہے اور بطور عادت

باب چوبیسواں

کی ہے دونوں کا مربع ۲۰۰ کے ہے پھر چونکہ مربع وتر ۲۰۰ کے تھا اُسکی جذر تقریبی ۱۴ ۱/۲ ہوگی اب اگر مسئلہ
اتصال کا صحیح مانا جاوے اور تفریق نہو یعنی اجزا جسم کے جدا جدا ہیں باہم متصل نہیں اور اسیوجہ سے مسامات پیدا
ہوتے ہیں اسوقت تو یہ حکم ضرور سچا ہے ورنہ فقط ۱۴ اُسکی برابر بھی وتر ایسے مثلث کا ہوسکتا ہے اور جز لایتجزی کی تقسیم
پر یہ دلیل قایم نہوگی اور اتصال کا مسئلہ آج تک ثابت نہوسکا پھر اقلیدس کی دلایل کب سچے اور صحیح اور قطعی ہیں بلکہ لغو
اور مہمل ہوگئے یہ میرا جواب جب قاضی صاحب نے آفیسر کالج پرنسپل صاحب سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بس اب کیا مولوی
صاحب سے ملیں اصلی ہمارے نزدیک تو علم ہندسہ کے دلایل قطعی تھے اور مولوی صاحب نے انکی پوری خرابی ثابت کردی
کہ ہندسہ میں مقدار متصل سے بحث ہوتی ہے اور مقدار متصل کا ثبوت خود علم ہندسہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا ہے میری
غرض اس حکایت کی لکھنے سے یہ ہے کہ اے میرے معزز تعلیم یافتہ یہی حال آپکے فلسفہ جدیدہ کا ہے کہ محض فرضی
اور وہمی بنا پر ساری حسابات یہ لوگ لگا رہے ہیں یہ فلسفہ تو فلسفہ قدیمہ سے بھی ہزار درجے بے سند ہے اس بنا پر
الہامی کتابوں پر اعتراض کرنا آپ ہی انصاف کیجئے کسیطرح قابل پذیرائی ہوسکتا ہے خدا ہدایت کرے آمین
دفع توہم ضرور ہر شخص کو توہم ہوگا کہ جسقدر علوم اور فنون کے دلایل اصول ہندسہ پر مبنی ہیں اور جسقدر آلات اور
کلیں دنیا میں جاری ہوئی اور جنسے کام رہی ہیں اور انکے فواید یقینی ہمکو پہونچ رہی ہیں اور جر ثقیل اور
علم اصطرلاب علم مثلث علم دایرہ علم کرہ متحرکہ اور کرہ ساکنہ اور علم مخروطات اور اسطوانہ اور ربع مجیب وغیرہ جسکا
ان سبکی بنا دلیل ہندسہ پر ہے جب یہ سب لغو اور مہمل اور مشکوک ہوگئے اب کونسا علم اور عمل یقینی باقی رہا جسپر پورا
بھروسہ کیا جاوے جواب اسکا یہ ہے کہ عقلاے کاملین نے اسی خیال سے یہ مسئلہ مسلم مان لیا ہے کہ ظنیۃ
الطریق لاینافی قطعیۃ الحکم یعنی دلیل ظنی سے حکم یقینی کا پیدا ہونا کچھ اس میں منافات نہیں ہے
اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنی منزل مقصود پر پہونچ جاتے ہیں اور جس راہ سے وہ منزل ہمنے طے کی ہے اسکا منزل مقصود
پر پہونچانا یقینی نہیں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ ہمارے مذہبی مسایل میں علم اصول فقہ کے بھی بکار آمد ہے دیکھئے بطلیموسی
نظام جو آج بالکل غلط سمجھا جاتا ہے اُسکے مسایل بھی مجسطی میں ہیں انہیں علوم ہندسہ پر مبنی تھے اور نتایج علم ہیئت
سے پوری ثابت ہوتی تھی وہی نتایج اب اس نظام کو باطل کرکے دوسرے نظام سے پیدا ہوتے ہیں اور جسطرح بطلیموسی
نظام کا غلط ہونا ممکن تھا اب اس نظام کا غلط ہونا بھی ممکن ہے مگر نتایج اسکے صحیح پیدا ہورہے ہیں عام خیال کے لوگ
نتایج کے یقینی ہونے سے دلیل کو بھی یقینی سمجھتے ہیں ایسا نہیں ہے جر ثقیل میں یہ بھی ایک مسئلہ مانا گیا ہے کہ کوئی

ہماری عقل ناقص کی رسائی جہانتک ہے۔ خواہ ہمارے تجربات جہاں تک ہو چکے ہیں۔ اُن سے بظاہر ہمکو بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بدوں حرارت کے پختگی طعام ومیوہ جات کی نہیں ہوتی ہے۔ اسیطرح پانیکا انبساط اور پھیلنا بدون حرارت کے نہیں ہوتا ہے مگر ہم یہ نہیں کہ سکتے کہ سبب حقیقی اور اصلی جسکو سواے قادر مطلق کے اور کوئی نہیں جانتا یہی حرارت ان چیزوں کے پختہ ہونے یا پانی کے انبساط کا ہے۔ اب ہمکو صفحہ ۲۲ کی مثال یاد دلانی ہے۔ کہ پانی کا انبساط ۳۹ درجہ تک برودت سے ہوتا ہے پس اگر حرارت سبب اصلی انبساط اور پھیلنے پانی کا ہوتا پانی کا انبساط اس درجہ پر کیوں برودت سے پیدا ہوتا۔ اب سبب اوّل عام اور سبب دوم خاص دونوں ہماری تجویز عقلی اور تجربہ سے ٹھہرے۔ قانون قدرت حقیقی ہم نہ اس سبب عام کو کہ سکتے ہیں۔ اور نہ سبب خاص کو بلکہ دونو قانون عادی ہیں اور دونو قانون عادی کا بدلنا ہم برابر نظائر سے دکھلا رہے ہیں۔ اب دیکھو کہ اس جگہ بھی ہے۔ کہ قانون قدرت ایک تو ایسا ضروری ہے۔ کہ اس عالم اسباب میں بدون اُسکے کوئی چیز پیدا اور فنا ہو نہیں سکتی۔ یعنی بدوں سبب کے کوئی مسبب نہیں ہوسکتا ہے۔ اور عادت خدا پاک کی بھی اس عالم میں حدوث حوادث میں اسیطرح جاری ہے۔ اور اُسی وجہ سے ہم اُس خالق کو مسبب الاسباب کہتے ہیں۔ اور یہ بات ہماری عقل کی راہ سے بھی قطعی ہے۔ اور کوئی خرق عادت یا کوئی معجزہ ایسا نہیں ہے کہ بدوں سبب کے واقع ہوا ہو۔ اور نہ اس کا ہم لوگ انکار کرتے ہیں۔ اور یہی قانون قدرت عام ہے جملہ کائنات میں دوسرا قانون قدرت عام جیسے حرارت سے پختگی اشیا کی یہ قانون ویسا ضروری براہ عقل نہیں ہے۔ جیسا پہلا قانون مگر عادت الہی اسیطرح جاری ہے تیسرا قانون خاص کہ آگ کی حرارت سے پختگی طعام اور آفتاب کی حرارت سے میوہ کی پختگی اور اس پر بھی عادت الہی جاری ہے۔ اب

نالوفہ کی ہو گیا ہی اسکے برخلاف کوئی امر وقوع میں آوے مثلاً آسمان سے ہی خون کی مشابہ کوئی شے برسے یا پتھر کا ٹکڑا گرے گو کہ ایسا
ہونیکے لئے کوئی سبب ایسا ہو طبعی میں سا ہو **میں کہتا ہوں** مراد خرق عادت سے علماء اسلام کو یہ ہو کہ جس سبب طبعی کو
بعد عادت الٰہی کسی شے کی حادث کرنے پر جاری ہی اُسکی علاوہ دوسرا سبب غیر عادی خدا پیدا کرکے کوئی سبب حادث
کرتا ہی چنانچہ ہمنے صفحہ [illegible] میں اسکو لکھدیا ہی کہ معجزہ محال عادی سے متعلق ہوتا ہی **قولہ** دوسرے یہ کہ (سپر نیچرل) ہو یعنی
خارج از قانون قدرت یعنی اللہ تعالیٰ نے جو قاعدہ اور قانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہی اور عادت
الٰہی اسکے مطابق جاری ہی اُسکے برخلاف وقوع میں آوے میں کہتا ہوں بس یہی مغالطہ اور یہی دھوکہ کی جگہ ہی
اسی کے سمجھنے سے کل شبہات سید صاحب کے دور ہو جاوینگے قانون قدرت جو خدا نے بنایا اور مقرر فرمایا ہی اُسکی تین
صورتیں ہیں پہلا قانون عام اور ضروری جملہ حوادث میں اور وہ یہ قانون ہی کہ عالم اسباب میں کوئی حادثہ بدون کسی
سبب کے ہو نہیں سکتا اور محال بھی ہم اسکو کہتے ہیں اور عادت الٰہی بھی اسی پر جاری ہی **دوسرا قانون** قدرت
اُس سے خاص اگرچہ بہ نسبت قانون سیوم کے عام ہی مثال اسکی جیسے حرارت سے کھانا پکتا ہی اور میوہ
بھی پکتا ہی اور انڈے سے بچہ نکلتا ہی اور اخلاط خام میں نضج پیدا ہوتا ہی پانی میں انبساط یعنے پھیلنا پیدا
ہوتا ہی اور عادت الٰہی بھی اسی پر جاری ہی **تیسرا قانون** دونوں سے خاص اسکی مثال جیسے آگ کی گرمی
سے دال روٹی گوشت وغیرہ اقسام طعام پکتا ہی اگرچہ ابتدائی خلقت انسان میں بقول ابیقور آفتاب کی
گرمی سے یہ کام لیا جاتا تھا یا کہ آفتاب کی گرمی سے خواہ بال میں ڈالنے سے میوہ پکتا ہے اور مرغی کے پر کی
گرمی سے انڈے میں بچہ پیدا ہوتا ہی اب دیکھو اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۶ کو قربانی کا گوشت جو بقراط ذکی تھی سرد
پانی سے بدون آگ کے جو پک گیا یہ حادثہ کونسے قانون الٰہی قدرت مذکورہ بالا کے برخلاف تھا (سپر نیچرل)
جسکو سر سید صاحب کہتے ہیں اُسکی یا قسم دوم اور سیوم کے اسلئے کہ حرارت تو خود بخود پیدا ہو گئی بدون آگ کے
یا انڈے سے بچہ نکلا تو کل جو تیار ہوئی یہ قانون قدرت عام قسم اول اور دوم کے خلاف ہی یا قانون عادی قسم
سیوم کے مخالف ہی اسی طرح بکری کی بچہ پیشانی پر سینگھ کا ہونا روئی کا درخت اور اندھیرے میں آنکھ بند کر کے
خط کا پڑھنا ہزاروں برس کا درخت وغیرہ وغیرہ یہ سب مثالیں عام قانون قدرت قسم اول کی خلاف ہیں یا خاص قانون عادی
کی مخالف ہیں یعنی قسم دوم اور سیوم کو یہ بھی یاد رہے کہ ہمنے جو قانون قدرت عام خواہ سبب عام حرارت کو طعام اور میوہ وغیرہ کی پختگی کا
ٹھیرایا ہی یا پانی میں انبساط اور پھیلنے کا قانون عام حرارت کو ٹھیرایا ہی یہ بھی دراصل سبب عادی ہی اور سبب عقلی ہم اسکو اسی سے کہتے ہیں کہ

میں نہیں ہے۔ اسلئے کہ اوس شیشے کے گرنے پر یا تو وہ اسباب جمع نہ تھے۔ جسنے اسکو
ٹوٹنے کے لائق صدمہ پہنچتا۔ یا ایسے اسباب موجود تھے جنہوں نے اس کو۔
اسقدر صدمہ پہنچنے سے باز رکھا پس اس کا نہ ٹوٹنا درحقیقت موافق عادت
کے ہے نہ بطور خرق عادت کے کیونکہ جب اسطرح کے اسباب جمع ہو جائینگے
تو کوئی شیشہ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر گرنے سے نہیں ٹوٹیگا۔ میں کہتا ہوں
جن اسباب نے شیشہ کو صدمہ پہنچنے سے باز رکھا۔ اونکا موجود ہونا۔ یا جن سببا
سے اس کو ٹوٹنے کا صدمہ پہنچتا۔ اونکا نہ ہونا یہ دونوں باتیں بموجب عادت
کے تھیں۔ یا دونوں خلاف عادت یا ایک کا ہونا خلاف عادت اور
دوسرے کا نہ ہونا مطابق عادت یا ایک کا نہ ہونا مطابق عادت اور دوسریکا
ہونا خلاف عادت پہلی صورت یعنے وجود شروط اور رفع موانع میں اگر دونوں کا
ہونا اور نہ ہونا مطابق عادت کے تھا۔ ہرگز خرق عادت نہوگی۔ اور باقیماندہ
تینوں صورتوں میں ضرور خرق عادت ہوگی مگر وہی خرق عادت جو سبب
دوم سوم کی بدولت ہوتی ہے۔ اسکو خوب سمجھ لو۔ اور دھوکے میں نہ آؤ۔
قولہ مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو آنکھ بھر کے دیکھا۔ اور وہ بیہوش ہو گیا
یا اوسنے بہرے کے کانوں میں انگلیاں ڈالیں یا اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ
پھیرا۔ اور وہ بہرا سننے اور وہ اندھا دیکھنے لگا۔ پس اگر اسکا سبب کوئی ایسی
قوت ہے۔ جو انسانوں میں موجود ہے اور اسی قوت کی قوت سے اوسنے یہ کام
کیا ہے۔ تو اوسپر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ جو انسان اپنی
اس قوت کو کام میں لانیکے لائق کریگا وہ بھی ویسا ہی کر دیگا پس یہ بات حقیقۃ
خرق عادت نہوگی۔ میں کہتا ہوں اسی خرق عادت کے انکار میں حضور کی
عقل گھبرائی ہے اور صفحہ ۴۲ تفسیر جلد ہذا میں گھبرا گئے ہیں۔ فافہم اور تدبر ارشاد
کرتے ہیں اسلئے کہ آپ کا اقرار ہے کہ انبیا علیہم السلام قوت بلا ریاضت

ہم جو کہتے ہیں۔ کہ معجزہ خارق عادت ہے۔ تو مراد ہماری خرق عادت سے وہی عادت ہے جو
بہ نسبت سبب دوم اور سیوم کے جاری ہے۔ اور سبب اول جسکو ہم نے جمیع حوادث میں عام
اور ضروری لکھا ہے یعنی بدوں سبب واقعی عند اللہ کے خود بخود کسی شئے کا ہونا یا نہونا اسپر جو عادت
الٰہی جاری ہے اسکی خرق کو ہم معجزہ نہیں کہتے۔ اور یہی ہو کا سید صاحب کو ہوا ہے یا عمداً انکو دھوکے
میں ڈالتے ہیں۔ اسکو یاد رکھنا ضرور ہے۔ قولہ پہلے معنوں پر بطور اصطلاح یا مجاز کے خرق عادت کا اطلاق کیا
مگر حقیقتہً اسپر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اسلیئے کہ اسکا وقوع بھی اُسکے اسباب کی اجتماع پر منحصر ہے
اور عادت میں داخل ہے۔ نہ خرق عادت میں۔ کیونکہ جب اُس کے اسباب جمع
ہوجاوینگے۔ تو یکساں طریقہ پر اس کا وقوع ہوگا۔ گو کہ کیسا ہی نادر الوقوع ہو۔ میں
کہتا ہوں کوئی شخص پابند مذہب اسباب ایسے واقع کو جس کے اسباب
ضروری عند اللہ فراہم ہوں۔ واقع نہونا کبھی خیال نہیں کرتا ہے۔ اور
نہ ایسے خرق عادت کو کوئی پابند مذہب معجزہ کہتا ہے۔ ہاں یہ بات ضروری
ہے مثلاً میوہ کی پختگی کا سبب عادی حرارت آفتاب کے ہے۔ اگر کوئی کیمسٹ
آگ کی حرارت سے کچے انگور یا آنب یا خربوزہ کو پختہ کردے۔ اس کو
ہم ضرور خرق عادت کہینگے۔ مگر یہ خرق عادت بنظر تبدیل سبب
خاص کے ہوگی۔ جو قسم سیوم ہمنے لکھی ہے۔ اور قسم دوم یعنی حرارت مطلق سے
میوہ کا پکنا اوسکا خرق اس مثال میں نہیں ہوا۔ اور نہ پال ڈالنے میں۔ اور قسم اول
یعنی سبب ضروری کے بدون مسبب کا ہونا تو خرق عادت تو محال ہے۔ اور
کبھی ہو نہیں سکتا ہے۔ سید صاحب کیوں زبردستی ہم کو ناحق دھوکا دیتے ہیں
قولہ مثلاً عادت یہ ہے۔ کہ جب شیشہ ایک بلندی سے جس سے اُسکو بوجہ ہرا
صدمہ پہنچے۔ یا ہاتھ سے چھوٹ پڑتا ہے۔ تو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک دفعہ ہمارے
ہاتھ سے شیشہ چھوٹ پڑا۔ اور نہ ٹوٹا۔ تو ظاہر میں خرق عادت ہوئی۔ مگر حقیقت

فی تحقیق و اتفاق کا مسئلہ سمجھکر کو طبعیات متفق کو

حرارت آفتاب کے جو مہینوں میں اسکو پکاتی ہیں یہ اسباب قدرتی عنصری جو فراہم ہوئے۔ ایک خرق عادت نہیں۔ بلکہ بہت سے خوارق عادت کو ہم مانیں گے تب ایسا واقع ہوگا اور جس برگزیدہ خدا کا تصدیق نبوت کی غرض سے ہمارا خدا ایسا امر معجزہ اور ایسی کھلی ہوئی خرق عادت کو ظاہر فرمائے وہی ہمارا نبی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام اب تخصیص شخص دون شخص کا ثبوت پورا ہم نے کر دیا ماننا اور نہ ماننا یہ آپکو اختیار ہے و ما علی الرسول الا البلاغ یا تشید ولیس قانون قدرت تو یہ ہے کہ جو اسباب شادابی اور پھولنے اور پھلنے اور پختہ ہونے میوہ کے ہیں اگر فراہم نہوں ہرگز شادابی اور پھولنا اور پھلنا اور پختہ ہونا کسی درخت اور میوہ کا نہ ہوگا اور یہ قانون ضروری کبھی نہیں بدلتا ہے۔ اور نہ معجزہ اس کو بدل سکتا ہے اور عادت الہی بھی ہمیشہ اسی پر جاری ہے اور قانون عادی یہ ہے کہ بارش کا پانی خواہ نہر کا اور کنوئیں کا دس سے مہینوں درخت سینچا جائے۔ اور سرسبز ہوکر پھلے پھولے اور کچے پھل اور پھر پکے ہوں یہ قانون معجزنمائی کے وقت بدل جاتا ہے اب کیوں دھوکا دے رہے ہیں کہ قانون عادی کو قانون قدرت کہہ رہے ہیں اسکے بعد صفحہ ۲۹ میں سید صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب پر تشنیع زوریاں کی ہیں۔ اور خروج دجال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام اور خضر علیہم السلام کے معجزات میں شبہہ وارد کیا ہے ان سب کے جوابات اور مقامات مخصوصہ پر ہم لکھینگے قولہ پس جب تک کہ خرق عادت کے دوسرے معنے یعنی خلاف قانون قدرت کے نہ لئے جائیں اوسوقت تک کسی واقعہ کا وقوع بطور معجزہ و کرامت کے تسلیم نہیں ہوسکتا میں کہتا ہوں ہرگز ہم معجزہ کو خلاف قانون قدرت کے نہیں کہتے بلکہ مطابق قانون قدرت کے ہے کہ پوری قدرت الہی ایسے ہی خوارق کے وقوع سے ظاہر ہوتی ہے اور ہم نے اوپر کی سطور میں ظاہر کر دیا کہ قانون قدرت اور قانون عادی میں بڑا فرق ہے پہلا قانون ہرگز نہیں بدلتا ہے اور دوسرا

اور مشاق کے پوری ہوتی ہے اور غیر انبیا محتاج مشق اور ریاضت کے اسکے پورے کرنے میں ہوتی ہے پس اس مثال میں خرق عادت یہی ہے کہ عادت الٰہی غیر انبیا میں یوں جاری ہے کہ جب مشق اور ریاضت کرکے کوئی آدمی اس قوت نفسانی کو لائق اظہار ایسے امور کے کرے تب غیر نبی سے اُس کا ظہور ہوگا اور معجزہ نما کو خدا نے فطرتی قوت ایسی دی ہے کہ بلا ریاضت وہ ایسے امور ظاہر کر سکتا ہے اور اُس کا بیان ہم نے باب ششم میں بخوبی کر دیا ہے

قولہ علاوہ اسکے اگر ہم مجازاً ایسے واقعات پر خرق عادت کا اطلاق بھی کریں تو وہ معجزہ کی تعریف میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ معجزے یا کرامت کا انبیا اور اولیا کے ساتھ مخصوص ہونا لازم ہے مگر جب ان واقعات کا وقوع اجتماع اس اسباب پر منحصر ٹھہرا تو اسکی تخصیص شخص دون شخص باقی نہیں رہتی میں کہتا ہوں آپکو اجتماع اسباب ہی پر نظر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرور ایسے واقعات کا وقوع داخل تعریف معجزہ میں ہے اسلئے اجتماع اسباب یا بر سبیل قانون عادی کے خود بخود ہو جائے یا بر خلاف قانون عادی کے غیر مترقب اجتماع بحکم خدا محض بغرض تصدیق نبی کے ہو مثلاً سوکھا درخت خرمہ کا غیر موسم میں دفعۃً ہرا ہو کر فوراً بارور ہو جائے اور اسی وقت خرمہ پکے ہوئے بھی اس کے لوگ کھانے لگیں ضرور ہم اسکو خرق عادت کہینگے اس لئے کہ عادت الٰہی تو اسی پر جاری ہے کہ پانی سے مہینوں وہ درخت سینچا جاوے اور موسم بہار میں پہلے مور نکلے پھر کچے پھل پیدا ہوں پھر گدرائیں پھر پک کر رطب بنے ان سب واقعات مسلسل کے ہونے کو رفتہ رفتہ کم سے کم دو چار ماہ کا زمانہ درکار ہے اور جب بحکم کن فیکون کہنے سے بحکم خدا زمینکی رگوں کا پانی سوکھے درخت نے کھینچ لیا اور سرسبز بھی ہو گیا اور کوئی ہوا ایسی چلے یا نہ چلے کہ پھولا بھی اور پھلا اور فوراً پختہ بھی ہو گیا بدوں اُس +

اور اسی طرح دیگر نظائر نیچر شکن ایسے ہم کو لکھنے کی ضرورت ہے کہ جو معجزہ ہم
کسی نبی کا بیان کریں اس کی نظیر قدرتی بھی ایسی غرض سے دکھا دیں کہ اس کا ہونا قدرت
خدا سے ممکن ہے اور طریقہ بھی ایسا عمدہ ہے کہ پھر کسی کو جائے گفت اور مجال
انکار باقی نہیں رہتا ہے اب رہا یہ خیال کہ پھر معجزے کی عظمت کیا رہی اس کے
دور کرنے کے واسطے وہی امور جن سے فرق درمیان معجزے اور غیر معجزے میں
ہم ہر جگہ لکھ دیتے ہیں کافی ہے۔ حل شبہہ اگر کسی کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ قانون عادی
جس پر عادت الہی جاری ہے وہ بھی قانون قدرت ہی خدا کا ہے پھر اس
کے بدلنے سے آپ قانون قدرت کے بدلنے کا کیوں انکار کرتے ہیں یعنی قانون
عادی کا بدلنا بھی وہی قانون قدرت کا بدلنا اور جب قانون قدرت نہیں بدلتا
ہے پس قانون عادی بھی نہ بدلیگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قانون عادت
کے بدلنے سے قانون قدرت نہیں بدلتا ہے چنانچہ ہم نے مکان کے دس دروازہ
کی مثال دے کر سمجھا دیا ہے اور اب پھر ہم کہتے ہیں کہ قانون قدرت کے اصلی
معنے کیا ہیں کہ جس قاعدے کی بنا پر کسی قادر کو کسی مقدور کے پیدا کرنے
خواہ فنا کرنے کی قدرت ہو یعنی اس کو موجود اور معدوم کرسکے ہماری قدرت
کسی چیز کے بنانے اور بگاڑنے میں محتاج ایسے امور کی ہے جو ہماری مصنوعی
ہیں اور جب تک وہ اشیا ہم کو دستیاب نہوں ہرگز ہم کو قدرت اس کے بنانے
پر نہ ہوگی اور اگر دستیاب ہو کر اور پھر مفقود ہو جائیں۔ اس وقت بھی ہمارا قانون
قدرت بدل جائیگا۔ اب معلوم ہوا کہ ہمارا قانون قدرت بہ نسبت ہمارے مقدورات
کے جب محتاج ایسے امور اور اشیا کے وجود اور عدم کا ہے لہذا بدلتا
بھی رہتا ہے کبھی ہم کو قدرت ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ہے اب دیکھو
قادر مطلق تعالیٰ شانہ جس کو ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے پر ہمیشہ قدرت ہے
اور جو چیز چند اشیاء کے موجود ہونے اور چند اشیا کے موجود نہونے کے اپنے پیدا

اور تبیر ضرور بدلتا ہے باقی رہا ذکر آیات قرآنی کا جو سید صاحب نے عدم تبدیل خلقت الٰہی کے سند میں لکھی ہیں اور ان آیات سے مراد وہی قانون الٰہی ہے جو کبھی نہیں بدلتا ہے اور جس کو ہم نے بخوبی سمجھا دیا ہے اور قانون عادی ضرور بدلتا ہے بعض ناظرین انتصار الاسلام کو ایسا خیال پیدا ہوا ہے۔ کو جس قدر نظائر نیچر شکن ہم لکھ رہے ہیں ان سے معجز نمائی کی دلالت اثبات نبوت پر گویا ہٹتی جاتی ہے۔ اس لئے کہ جب امور خوارق عادت کا بکثرت وقوع ثابت ہوگیا پھر نبی کی تخصیص اظہار خرق عادت میں کیا رہیگی لہذا میں نے صفحہ ۱۵۰ میں اسی کتاب کی یاددہی ضروری الہی غرض سے لکھدی ہے۔ اور تینوں قسم کے خوارق عادات کو بیان کردیا ہے۔ اسکے دیکھنے سے یہ خیال دفع ہوسکتا ہے اور یہاں پھر یاددہی ہم کرتے ہیں۔ کہ ہمیشہ دہریہ اور فلاسفۂ نیچرل خیال والوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔ کہ جب ہادیان برحق نے کسی امر عجیب کی خبر دی تو ایسے لوگ طالب ہوئے رہتے ہیں کہ اسکی نظیر کوئی موجودات دنیوی دکھیے۔ اسی حکمت سے خداوند حکیم اپنی قدرت اور اختیار کے اثبات اور تکمیل ہدایت بندگان اور اتمام حجت انبیا اور امکات اور زبان بندی منکرین خدا و انبیا کی غرض سے جسقدر قوانین عادی ہیں۔ اونکے خوارق ظاہر فرمایا ہے۔ جس کا فائدہ پہلے تو اثبات قدرت اور اختیار الٰہی کا ہے اس کے بعد تصدیق وقوع ان خوارق عادات کے جو انبیاء سے ظاہر ہوں۔ اس لئے نظیر دینے سے شبہہ محال اور ناممکن ہونے کا دفع ہوتا ہے مثلاً ہم نے ایک گھانس کی قدرتی حرکت اختیاری بدون کسی محرک خارجی کے ثابت کردی دیکھو صفحہ ۱۱۹ کو اب حضرت موسیٰ کے عصا کا دوڑنا اور حرکت کرنا قدرت خدا کی غرض سے اسکو محال کوئی نہ کہہ سکیگا۔ اور ضرور یقین ہوگیا کہ ہاں خدائے تعالےٰ بے روح اور بیجان گیاہ سے بھی جاندار حیوان کا کام لے سکتا ہے اسیطرح طوطعم کی نظیر صفحہ ۱۲۱ میں ہے

سوا نیزہ پر آفتاب

طلوع آفتاب

سوا نیزہ پر آفتاب کا ہونا اسکا ثبوت تو اسی سے ہوتا جاتا ہے کہ زمین کا مدار یعنے
وہ دائرہ جس پر زمین گرد آفتاب کے گھوم رہی ہے (اگر سچ بھی ہو) چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔
اسکو تو سید صاحب بھی تسلیم کرچکے چنانچہ ہم باب قیامت میں اسکو لکھینگے اور آفتاب
کا پچھم سے طلوع کرنا اسکا ثبوت یہ ہے کہ قطب نما کی سوئی جو شمال بتلاتی ہے۔
اب روز بروز پچھم طرف ہٹتی جاتی ہے اور رصد خانہ میں برابر اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے
چنانچہ محقق مکرم و ثقہ سید مہدی علی صاحب رئیس عرشہ نے جو کتاب جدید رد
شبہات شیاطین میں لکھی ہے انہوں نے بھی اس مسئلہ کو دکھلایا ہے۔ اب دیکھو
کہ جب سمت شمال رفتہ رفتہ ۹۰ درجہ بدل بدل کر نقطہ مغرب میں پہونچے گی اب تو مغرب
کا نقطہ جنوب میں ہوگا پھر جب مغرب کے سمت جنوب میں گئی اور اسیطرح ۹۰ درجے قطب
نما کی سوئی اور ہٹی ضرور ہے۔ کہ ۱۸۰ درجہ پر نقطہ مغرب پہونچکر خاص پورب کا نقطہ جو
اب ہمارا ہے وہ پچھم کا نقطہ ہوجائیگا۔ اور فرمانا ہمارے نبی صلعم کا بالکل درست اور صحیح
ہوگا جسکو آپ لوگ قہقہہ میں اڑاتے ہیں ہمارے نبی صلعم ہوں یا کوئی اور نبی وہی
خبر دینگے جو کہ خدا نے بطور وحی کے انسے فرمائی ہوگی اور خدا کا فرمانا کبھی غلط نہیں
ہوسکتا ہے یہ بھی ضرور سمجھنا چاہئے کہ زمین کا مدار چھوٹا ہوکر آفتاب کے قریب ہونے
جانا جسکو اب علماے علم ہیئت نے ظاہر کیا ہے اور یوروپ کی جدید تحقیقات پر ہمارے
نوخیز انگریزی خوان بڑا فخر کررہے ہیں یہ مسئلہ قدیم فلاسفہ نے بھی ہزاروں برس آج سے پہلے
ظاہر کیا تھا کہ زمین اوپر کی طرف حرکت کرتی ہے چنانچہ کتب فلسفہ قدیمہ میں زمین کی نسبت
چار قول حرکت اور سکون کے جو درج ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے جو اس وقت ثبوت
اسی امر کا دیتا ہے کہ قانون قدرت (لاآف نیچر) جسکے بدلنے پر سید صاحب اور کل نیچر
پرست غل مچا رہے ہیں اور ہمارے خدا کو مجبور سمجھ رہے ہیں دو نظائر تبدیل نیچر یہ بھی ہم
نے نہایت قوی پائی ہیں۔ ایک تو زمین کے مدار کا گھٹنا جس سے قوت جاذبہ اور قوت
نافرہ کواکب سیارات کا نیچر برہم ہوا جاتا ہے اسلئے کہ زمین بھی ایک سیارہ ان لوگوں

اور فنا ہونے میں محتاج ہے اون سب اشیا کا پیدا کرنا اور فنا کرنا اس پر بھی قادر
مطلق کو ہمیشہ قدرت ہے اب اسکا قانون قدرت کیونکر بدل سکتا ہے اور
اس کے قانون قدرت کے مخالف کون کرسکتا ہے مغالطہ اور دھوکا اس سوال
میں یہ ہے اور نیز سید احمد خان صاحب کو بھی دھوکا ہی ہوا ہے یا ہم کو دھوکا دے رہے
ہیں کہ قانون قدرت کا بدلنا اور بات ہے اور قانون قدرت کا بگڑنا اور اوسکے برخلاف واقع
ہونا یہ اور بات ہے بدلنا قانون قدرت کا اسکی صورت یہ ہے کہ قادر مطلق نے کسی چیز کے پیدا
کرنے یا فنا کرنیکا ایک قانون خاص جاری فرمایا اور چند مدت کے بعد اس قانون کو بدلکر
دوسرا قانون اوسی شے کے پیدا کرنے میں خواہ فنا کرنے میں جاری کر دیا جیسے
اوس کی مصلحت مقتضی ہوئی اور یہ بات جملہ قوانین ملکی اور تمدنی میں جو انسانی
کونسل کے ہیں۔ جاری ہے کہ قانون ملکی تجارتی زراعتی صناعتی ہمیشہ بدلتے رہتے
ہیں اور اس تبدیل کو کبھی عقل ناجائز اور قبیح نہیں تجویز کرتی ہے اسی طرح بلا تشبیہ
قانون الٰہی کا بھی حال ہے دیکھو انبیاء کی شریعتوں کو اور اون کے ناسخ منسوخ احکام
کو اور دیکھو جیالوجی کے مکاشفات اور تغیرات اشیاء معدنی اور دریائی اور صحرائی
بلکہ علم جیاگناسی میں ہمارے دعوے کو زیادہ سچا پاؤ گے پھر اگر زیادہ
تحقیق کا ارادہ ہو دیکھو رصد خانہ میں جاکر کہ جب سے لوہا خواہ پتھر کا کوئلہ زمین
سے زیادہ نکالا گیا اور مٹی کا تیل خواہ اور معدنی اشیا زمین سے نکال کر متفرق
دور دور پہنچائی گئیں اب زمین کا مدار جو گرد آفتاب کے پھرنے سے
تھا۔ کس قدر کم ہوگیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند صدیوں میں زمین
آفتاب سے چمٹ جائیگی۔ اور جو دہریہ اور نیچرل خیالات کے لوگ ہمارے نبی صلعم کی
پیشین گوئی پر ہنستے پھرتے ہیں کہ بروز قیامت سوا نیزہ پر آفتاب کا آجانا بالکل
خلاف عقل ہے یا پچھم کی طرف سے طلوع کرنا آفتاب کا محال ہے اس کا
ثبوت اب مکاشفات علم جیالوجی اور علم ہیئت سے پورا پورا ہوتا جاتا ہے۔

ف
نہایت آزادی
بہ تحقیق

کچھ حساب ہے اس گرمی کا اسکو کون برداشت کریگا لہذا وہی حساب جو قدرت نے تدریجی قرب زمین کا رکھا ہے اسکا بدلنا حکمت الٰہی سے بعید ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک خدا اپنے بندوں پر رحیم ہے اور ایسا رحیم اور درگذر کرنیوالا ہے کہ ہم لاکھہا فرق کریں مگر سَبَقَتْ رَحْمَتُہٗ غَضَبَہٗ اُسکی رحمت ہمیشہ اُسکے غضب سے آگے ہی رہتی ہے۔ مگر ایسی امید اُسکی رحمت سے رکھنی کہ اُسکے سچے وعدوں میں فرق آجائے یہ سراسر کفر اور الحاد ہے۔ اور فرقہ مرجیہ میں داخل ہوتا ہے۔ رہا برداشت کرنا حرارت آفتاب کا یہ ایک دوسرا امر ہے۔ کیا آپکو معلوم نہیں کہ ہرشل اور گیلیلیو کی دوربین سے خاص کرہ آفتاب پر جاندار ذی روح کی آبادی نظر آتی ہے وہ کیسے ذی روح ہونگے اور آفتاب کے گرد کی ہوا بھی مثل ابر کے ہے اور آفتاب کا کرہ اگر ٹھوس نہ مانا جائے اور مجوف اُسکو ہم اعتقاد کریں جسقدر فضا اور خالی جگہ میں زمین اور دیگر سیارہ حرکت کر رہے ہیں اُس سے بہت زیادہ آفتاب کے اندر جگہ کا یقین ہے۔ اور ہمارے پاس کوئی دلیل آفتاب کے ٹھوس ہونیکی نہیں ہے پس کیا عجب ہے کہ آفتاب کے اندر کیا کیا کچھ خدا نے پیدا نہ کیا ہو سات زمین اور سات آسمان کا انکار ایسے لوگوں کا کرنا جیسے فلاسفہ ہیں۔ باوجود ایسی حالت کی انصاف کیجئے کیسی بے عقلی ہے۔ بہرحال جو قوت برداشت حرارت کی خدا نے ان مخلوقات کو دی ہے جو خاص کرہ شمس پر رہتی ہے۔ کیا دشوار ہے کہ ہمکو وہی قوت خدا عطا فرمائے۔ آپ کہینگا کہ اُنکا مادہ اور طبیعت اور ہے۔ یہ بھی اندھیری کوٹھری میں تیر لگانا ہے کونسی دلیل آپ کے پاس ہے کہ اُنکا مادہ اور اُنکی طبیعت اور ہے اسکے علاوہ ہم اسی دنیا کی ایک نظیر آپکو دیتے ہیں ہمارے نزدیک تو معجزہ سے حضرت سلیمانؑ کا تخت صبح اور شام ایک ماہ کی مسافت بغرض ہوا خوری فی نبی برحق کے چلتا تھا جسکی رفتار فی گھنٹہ چار سو میل بلکہ چھ سو میل سے زیادہ تھی۔ اور میل ٹرین (ڈاک گاڑی) جو آج ہندوستان میں چلتی ہے۔ فی گھنٹہ ۴۰ میل کی رفتار ہے۔ اور اسکی پوری تحقیق ہم باب معجزات حضرت سلیمانؑ میں انشاءاللہ کرینگے اور سید صاحب خواہ اور نیچرل

کی لڑی میں ہے اور باوجود تبدیل نیچر قوت جاذبہ اور قوت نافرہ کی آفتاب کا سوا نیزہ پر
آنا بھی ہم نے ثابت کردیا۔ دوسرے مقناطیس کے اثر سے سوئی کو شمال بتلانے کا نیچر
اسکے تبدیل کی صورت ہم نے دکھلادی اور طلوع آفتاب از مغرب کا محال ہونا بھی غلط
ثابت کردیا اور یہی شاعر کہتا ہے ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ اگر کسی کو
یہ شبہہ ہو کہ مدار زمین کا چھوٹا ہونا امر بدیہی ہے اور جس حساب سے زمین آفتاب سے قریب
ہوتی جاتی اسکی رو سے نو کروڑ میل کا بعد جو زمین کو آفتاب سے ہے بہت بڑا زمانہ درکار
ہے کہ سوا نیزہ کی دوری پر آفتاب سے آجاتے اسیطرح قطب نما کی سوئی جو پچھم طرف
ہٹتی جاتی ہے اسکو بھی لاکھوں برس درکار ہیں کہ (۱۸۰) درجہ پر آکر پچھم کو پورب بنادے
اسکا جواب یہ ہے کہ اس نسبت کا مدار زمین کے گھٹنے میں مخصوص خدا بنا سکتا تو قطب نما
کی سوئی میں ہو سکے اور یہی ایمان لائیگا جو خدا کو پابند نیچر خیال کرے۔ علاوہ براں سرعت
رفتار ملائکہ کے باب میں ہم اچھی طرح سے نوامیس قوتہائے جاذبہ اور نافرہ کو دکھلا چکے
کہ باوجودیکہ آفتاب ہم سے نو کروڑ میل پر ہے مگر جب کوئی ڈھیلا آفتاب پر سے زمین پر گرے
جسطرح زمانہ انکسا غورس میں گرا تھا دیکھو صفحہ ۸۹ تو اسکے گرنیکو بسبب جذب مرکزی زمین
کے حال کی تحقیقات سے شاید پچاس گھنٹہ کے اندر کا زمانہ درکار ہے۔ پھر مدار زمین کا گھٹانے
والا وہی قادر برحق ہے جس نے اس قانون قدرت جذب اور نفوذ کو توڑنا منظور فرمایا
ہے۔ آج اگر اسکی مصلحت میں قیامت کا قائم کرنا ضروری ثابت ہوجائے آپکا نیچر وہی
اسکو ہرگز روک نہیں سکتا ہے ہمکو اسنے صاف صاف بتلادیا ہے کہ یَرَوْنَهُ بَعِيدًا و
نَرَاهُ قَرِيبًا۔ کفار اور منکرین حشر نشر اور قیامت کو دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسکو قریب
آنیوالا جانتے ہیں شبہہ دوم اگر آپکو یہ خیال ہو کہ آفتاب کے قرب زمین کا ہوتا جاتا اگرچہ
اب محسوس ہو رہا ہے۔ مگر خدائے تعالی اپنے بندوں پر رحیم ہے۔ رفتہ رفتہ اس فعل کو کریگا
ورنہ ہمکو ایسی برداشت کہاں ہے کہ ہم اس گرمی کی برداشت کریں جیسکا ۲ ارب ۴ کروڑ
دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ اب ہمکو پہنچتا ہے اور جب سوا نیزہ پر آفتاب ہوگا

شہر خاص کا نام ہے کیا مغرب وہی جگہ ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکلینگے۔ ادنی
درجہ کا طالب علم جسنے ابتدائی مسائل علم ہیئت کے پڑھے ہوں وہ بھی جانتا ہے
کہ مشرق اور مغرب ہر ملک کا جداگانہ ہے اور روزانہ ہر جگہ کا نقطہ مشرق اور نقطہ مغرب
بدلتا رہا کرتا ہے پھر روز قیامت کس ملک کے مغرب سے آفتاب طلوع کریگا اگر مراد فقط مدینہ
کے مغرب سے ہے شاید قیامت فقط انہیں لوگوں کیواسطے آئیگی اسلیئے کہ یہ شناخت
تو ایسی نہیں ہے کہ ایک روز تمام روی زمین کے آدمیوں کیواسطے پوری ہو اب معلوم
ہوا کہ قیامت چھ ماہ تک ہر درجہ کے باشندوں کیواسطے جداگانہ ہوتے ہوتے (۱۸۰) روز
میں (۱۸۰) قیامتیں ہونگی۔ سوا اسکے پھر آفتاب کا آنا قطع نظر اسکے کہ قوت جاذبہ
اور قوت دافعہ زمین اور آفتاب کے بیچ دورے پیدا ہوکر برابر قانون قدرت سنبھالے
ہوتے ہے اسکے خلاف ہے۔ آفتاب کی گرمی جو اسوقت ہم تک ایک حصہ بلحاظ ۲ ارب
۳۴ کرور دس لاکھ حصہ کی پہونچتی ہے اسکا تحمل دشوار ہے سوا اسکے جو شاید ۱۲ فیٹ
کبھی نہوگا اور اسکی برداشت فقط انہیں حضرات اہل اسلام کو ہوگی جو ایسے ایسے
خیالات اور توہمات بعید از عقل کے معتقد ہیں یہ سوال سخت جواب طلب بعض اضلاع
پنجاب سے آیا ہے جواب کسی بات کو سنکر غصہ ہو دینا یا بے سمجھے بوجھے کہدینا کہ محال
ہے یہی نتیجہ آزادی کا ہے جو کہ جدید تعلیم سے ہمارے پیارے نوخیزوں کو ہو رہی ہے
جس سے بڑھکر کوئی خرابی نہوگی کاش اگر یہ لوگ کسی امر عجیب کے انکار کرنے پر کوئی دلیل
ضعیف ہی پیش کرنے کی لیاقت رکھتے تو ہمارا جی بھی خوش ہوتا کہ ہاں ایک بات
ٹھکانے کی تو کہتے ہیں انکا تو شیوہ ہی ہوگیا ہے کہ جو بات مذہب کے پابند یہود اور
نصاری اور مسلمین اپنی مقدس کتابوں سے بیان کریں اسکو سنکر قہقہہ زنی کردیں
اور بیان کرنیوالے کو پابند اوہام مذہبی کہدیں اب ہم مغرب سے طلوع آفتاب کا ثبوت
جدید تحقیق سے دیکر پھر آفتاب کا سوا نیزہ پر آجانا بھی ثابت کریں اور سلیس عبارت
سے اسکو لکھیں۔ یہ بات تحقیقی ہے کہ مغرب اور مشرق محض فرضی اور نسبتی الفاظ

فلاسفہ اُسکو یعنے تخت سلیمانی کو غبارہ دخانی خیال کرتے ہیں۔ کچھ ہو ہم کو اسوقت یہ دکھلانا منظور ہے کہ انجینیر ریلوی اور ڈاکٹران یوروپ کا قطعی خیال ہے کہ اگر رفتار ریلوی دفعتہً بڑھا دیجائے مثلاً فی گھنٹہ سو میل کر دیجائے۔ مسافران ریلوی کے بدن پھٹ جائیں۔ لہذا رفتہ رفتہ اسکی رفتار بڑھائی جاتی ہے حضرت سلیمان کا تخت یا غبارہ فی گھنٹہ چھ سو میل چلتا تھا اور آپکے ہمراہ اصحاب اور خادم بھی اُسپر سوار ہوتے تھے حالانکہ جیسی تکمیل جسم انسانی کی اب ہے بقول فلاسفہ مادئین ویسی نہ تھی پھر وہ لوگ کیا از وحات کے بنی ہوتے تھے جو ایسی تیز رفتاری میں تفریح طبع کی نظر سے روزانہ سوار ہوتے تھے اب ضرور آپ کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اقرار کرنا پڑیگا۔ یا تو اُن لوگوں کے قوائے جسمانی نہایت قوی تھے جسکو حال کے محقق ہرگز نہیں مانتے ہیں۔ یا کہ حضرت سلیمان کا معجزہ خدا کا دیا ہوا تھا کہ اُنکو برداشت ایسی تیز رفتاری کی تھی جو آپکے نیچر کے بالکل مخالف ہے۔ المختصر خدا کو قدرت ہر وقت ہے جب چاہے اپنے مخلوقات میں جو خاصیت پیدا کر دے نیچر کی پابندی اسکو ہرگز نہیں ہے۔ جو کر دے وہی قانون ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ اُسی خدا کے پاس خزانہ غیب کی کنجیاں ہیں جن خزائن کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا ہے ؎

اگر بانی پیل است و گر پر مور ✦ بہر یک تو دادی ضعیفے و زور۔ بات تیسواں جواب اس شبہہ کا کہ بروز قیامت مغرب سے آفتاب سوا نیزہ پر طلوع کرنا بالکل نادرست ہے۔ یہاں تک میں لکھ چکا تھا کہ سوال مندرجہ ذیل بذریعہ تحریر میرے پاس آیا اگرچہ تکرار مضامین ہے مگر بجنسہ لکھتا ہوں تا کہ ناظرین کی دلچسپی زیادہ ہو سوال قیامت کے روز آفتاب سوا نیزہ پر ہوگا اور مغرب سے طلوع کریگا۔ اہل اسلام کے بڑے بڑے علمای ریاضی دان اور فلاسفہ بھی اسکا اعتقاد کرتے ہیں اور اس پیشین گوئی کو جو عقلی اور مشاہدہ اور حسابی سند سے قاعدہ سے بالبداہت نادرست ہے۔ وحی آسمانی کہتے ہیں۔ کیوں جناب مغرب سے آفتاب کا طلوع کرنا اسکے کیا معنے ہیں کیا مغرب کسی

مخبر صادق کا یہ کلام جو مطابق وحی آسمانی کے ہے کس کے مغرب پر صادق آتا لہذا
مغرب کی اضافت اُسی آفتاب کی طرف فرمائی ہے اور مراد یہ ہے کہ جس روز آفتاب
کو موجود کر کے پہلا مطلع اور پہلا مشرق ہم نے بنایا ہے اُسی کی نظر سے پہلا مغرب جو
نقطہ ہے اُسی نقطہ سے بروز قیامت آفتاب طلوع کریگا اور دنیا کا الٹ پلٹ جانا
بھی ہے اور مشرق کا مغرب اور مغرب کا مشرق ہو جائیگا یوم تبدل الارض
غیر الارض اُسی روز کے بعد یہ زمین دوسری زمین سے بدلی جائیگی یہ مغرب ایسا
ہے کہ تمام باشندگان روی زمین کیا بلکہ تمام مخلوقات موجودہ نظام شمسی بلکہ اور ہزاروں
نظام اگر خدا نے بنائے ہیں سب کے نزدیک یہ مغرب وہی نقطہ ہے جس نقطہ سے
پہلے روز ہمارا آفتاب نکلا ہے اس نقطہ کے مغرب سے طلوع آفتاب کرنے سے کل موجودات
عالم بالا و پائین سب کی علامت قیامت ایک ہی وقت ہوگی مدینہ اور کلکتہ اور امریکہ
سب برابر ہو گئے آپ مطمئن رہیں آپ پر بھی اُسی روز قیامت آئیگی جس روز مدینہ والو
کی قیامت ہوگی اسلئے کہ خدا آپکا اور مدینہ والونکا ایک ہی ہے۔ کیا اچھی نظیر اسوقت
یاد آئی۔ ایک نیچرل صاحب (بلکہ انڈیا کے جنرل نیچرل) ولایتی کتا لئے ہوئے ریل
گاڑی پر ایک عالم محمدی سے ملے عالم صاحب نے پوچھا کہ یہ کتا آپنے کیوں پالا ہے
نیچرل صاحب نے براہ تمسخر کہا کہ حضور حدیث میں وارد ہے کہ جہاں کتا ہو وہاں فرشتہ
نہیں آتا ہے میں نے ملک الموت کے روکنے کا بندوبست کیا ہے کہ میری قبض روح
کرنے نہ آئیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا آپکی قبض روح کرنے وہ فرشتہ آئیگا جو کتوں کی روح
قبض کرتا ہے آپ مطمئن رہیں حدیث سچی ہے۔ یہ بات ضرور ماننے کے قابل ہے کہ
پہلا روز خلقت آفتاب کا اگر آفتاب مخلوق اور حادث ہے اور قدیم غیر مخلوق نہیں ہے
نقطہ مشرق اور اُسی روز کا نقطہ مغرب ضرور مشرق حقیقی اگر کہا جائے تو ہو سکتا ہے۔ جو
ہمکو معلوم نہیں ہے۔ اور الہامی کتابوں میں وہ مراد ہو سکتا ہے اب ہم دونوں نظام بطلیموسی
اور فیثاغورسی پر بنا کر کے طلوع آفتاب کا مغرب سے ممکن بلکہ ضروری ہونا ثابت کرتے

ہیں کہ جائے غروب آفتاب کو مغرب اور جائے طلوع آفتاب کو مشرق کہتے ہیں
اور سال بھر نت نیا مشرق اور نت نیا مغرب چھ مہینے تک بدلا کرتا ہے جسکی ابتدا
اول سرطان سے اور انتہا آخر قوس تک یعنی ۲۵ جون سے ۲۵ دسمبر تک (۱۸۲) دن
میں ہر روز نیا مشرق اور نیا مغرب قدرت نے بنایا ہے۔ بموجب عرض بلد کے ایضاً
چونکہ آفتاب ۹۰ درجہ پورب اور ۹۰ درجہ پچھم کو کسر سے زاید روشن کرتا ہے اسی وجہ سے
روزانہ ہمارا نقطۂ مشرق بعینہٖ نقطۂ مغرب اُن لوگوں کا ہے جو ہم سے (۱۸۰) درجہ یعنے
۱۲ ہزار میل پورب میں آباد ہیں یہ اختلاف مغرب اور مشرق بموجب طول بلد کے ہے
پس یہ قدرت تعالیٰ خدا کی کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے یہ تو روزانہ کرۂ زمین کے رہنے
والوں کیواسطے ہوتی ہی رہتی ہے قیامت کے دن طلوع آفتاب مغرب سے مراد یہ طلوع
نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا ہمکو مقدس کتابوں کی پیشین گوئی سے وہی مغرب مراد لینے
کی ضرورت ہے جو اصلی مغرب آفتاب کا خدا کے نزدیک ہو اور جسکو ہم آیندہ ثابت کرتے
ہیں ہر شخص جو آفتاب کو مخلوق اور حادث مانتا ہے اور قدیم بالذات نہیں کہتا ہے
اُسکو ضرور یہ بھی ماننا چاہیے کہ پہلے روز جس نقطہ سے آفتاب نے طلوع کیا ہے وہ
مشرق واقعی ہے اسی پہلے روز کو ہم نوروز کہتے ہیں جو اول روز برج حمل کا ہے جسکو
۲۰ تا ۲۱ مارچ سمجھنا چاہیے اب مشرق حقیقی جسکو نقطۂ آفتاب کے اول نمودار اور وجود
سے ہم مشرق کہیں یہ تو ثابت ہو گیا کیونکہ اس روز پورے بارہ گھنٹے کا دن اکثر بلاد معمورہ
میں ہوتا ہے اور عدل فی القسمت کی رو سے دن اور رات کو برابر زمانہ ملنا چاہیے لہذا
بارہ گھنٹے کے بعد جس نقطہ پر آفتاب آیا ہے وہی مغرب حقیقی ہوگا۔ اب دیکھو حدیث
مقدس میں وارد ہے لَا یُغْلَقُ بَابُ التَّوْبَةِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا دروازہ
توبہ کا بند نہوگا جبتک آفتاب اپنے جائے غروب سے طلوع نکرے اور یہ نہ بیان فرمایا کہ
من مغربکم یعنے تمہارے مغرب سے طلوع نکرے اسلئے کہ ہمارا مغرب تو محض فرضی
اور نسبتی ہے ہر درجہ کے رہنے والے انسان کا روزانہ ایک مغرب جداگانہ ہے۔ پھر

بحر تفتیل ثابت ہے کہ جو جبلی اور وزنی شے یکجا ہونے سے اور اثر رکھتی ہے اور متفرق
ہونیسے اثر بدل جاتا ہے۔ لہذا وہ جذب مرکزی جو آفتاب یا مرکز عالم کو زمین کیطرف
تھا اس میں فرق آگیا اور نقطۂ شمال مغرب کو ہٹ رہا ہے معدنی اشیا کو متفرق کرنا
اور دور دور پہنچانا یہ ہمیشہ سے ہو رہا ہے لہذا ہمیشہ سے یہ اثر بھی ہوتا ہوگا۔ اب ہم ذرا
نیچرل خیال والے معترزین سے پوچھتے ہیں کہ آپکو ساڑھے چار سو برس سے شمال کی
پوری اطلاع ہوتی ہے اور خدائے قادر جس نے شمال اور مغرب کو پیدا کیا ہے وہ اس
نقطہ کو بھی جانتا ہے جسپر آفتاب کو پہلے روز پیدا کیا ہے وہ پہلا روز خلقت اور طلوع
یعنے ظہور نور آفتاب کا اگر کسی ذریعہ سے آپکو معلوم ہو جائے تو شاید آج ہی آپ اور
ہم پکار اٹھیں کہ طلوع آفتاب کو مغرب سے تھوڑے ہی دن باقی ہیں پھر آپ باینہمہ
نادانی عالم علم لدنی کی پیشین گوئی پر کیونکر قہقہہ زنی کرتے ہیں سچ کیا بحثنگی بلبل
بھلا ان پھولوں سے پہلے صاف اپنا روزمرہ تو کرے۔ اب ہم نے طلوع آفتاب از
مغرب کا امکان بلکہ براہ نیچر ضروری ہونا ثابت کر دیا و للہ الحمد اور قیاسی تجویز کو مشاہدہ
میں بدیہی کرکے دکھلا دیا و لا نبئک مثل خبیر سوا نیزہ پر آفتاب اسکو بھی علمائے
ہیئت سے پوچھ لیجیے کہ جو مدار زمین کا گرد آفتاب کے گردش کا روزانہ خواہ سالانہ ہے
وہ دائرہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور اسکو بڑے بڑے ہیئت دان آنکھوں سے دیکھ کر
حکم قطعی لگا چکے ہیں پھر جب مدار حرکت ارض کم ہوتا جاتا ہے ایکروز وہ بھی ضرور
آنیوالا ہے کہ جس دائرہ پر زمین گرد آفتاب کے گھومے اسکا نصف قطر برابر سوا نیزہ
کے ہو اب کونسا شبہہ آپکو ہمارے نبی کی پیشین گوئی میں باقی رہا اور تعصب کی بات
ہی اور ہے رہا دیر اور جلدی یہ قادر مطلق کے اختیار کی بات ہے آج حکم ہو تو آج ہی
ہو جائے ہمارے نبی کے رصد خانہ میں ہرشل اور گلیلیو ہنیم کے جیسے دوربین نہ تھی
بلکہ دوربین سچی قدرتی آپکو خدا نے دی تھی جو اپنی ید قدرت سے خدا نے تیار کی ہے
اللّٰھم صلّ و سلّم و زد و بارک علی محمد و آلہ المعصومین یہ بھی یاد رہے کہ زمین کا مدار یعنی

ہیں بطلیموسی نظام میں مرکز عالم اور مرکز زمین واحد ہے اور فیثاغورثی نظام میں مرکز
عالم آفتاب ہے اور دونو نظام کے رو سے عموماً مشرق کا مغرب ہو جانا محال ہے
اور یہ محال کا عقیدہ محض جہالت اور نادانی سے انکو ہو رہا ہے بذریعہ تحقیق علمی
جسکا ثبوت یہ ہے ہمکو خدا نے ساڑھے چار سو برس گذرے ایک پتھر ایسا بتلایا جس سے
ہم نے قطب نما بنایا اور اسکی وجہ سے خط شمالی قائم ہو گیا اسی خط پر عمودی خط دینے
سے چاروں سمت قائم ہو گئیں اور اسی ذریعہ سے کلمبس نے علم جہاز رانی میں ہمکو ترقی
دکھائی - ایک اور پتھر مقناطیس صلیبی جو پورب اور پچھم بتلاتا ہے - ڈاکٹر گلبرٹ صاحب
اسکے پائے جانے کے مدعی ہیں مگر ہمکو ابھی نہیں ملا ہے - مگر ہونا ممکن ہے اسکے ذریعہ سے
مغرب نما نہایت سچا بن سکتا ہے - اب ذرا رصد خانہ پیرس اور لنڈن اور دیگر مقامات
کے چلنے اور ہیئت دانوں کے مشاہدات کو دیکھیے انکو تحقیقی معلوم ہو گیا ہے کہ قطب نما
کی سوئی شمال سے پچھم کیطرف ہٹتی جاتی ہے یعنی چند صدیوں میں شمال کا نقطہ جو ساڑھے
چار سو برس آج سے پہلے تھا نقطہ مغرب پر آجاویگا پھر ضرور ہے کہ نقطہ مغرب نقطہ جنوب
اور جنوب مشرق اور مشرق شمال ہو جاویگا - اور یہی مطلب ہے علماے محققین کا جیسے
کرمانی شارح بخاری وغیرہ کہ خدا قادر ہے منطقۃ البروج کو معدل النہار پر منطبق کرکے
پچھم کو پورب بنا دے جسکو پڑھکر ہم یہ تمسخر کرتے تھے پھر جب نقطہ مغرب پر نقطہ شمال
پہونچ گیا پھر زیادہ دنوں میں نقطہ مغرب کا نقطہ مشرق پر پہونچنا کیوں محال ہوگا بلکہ
ممکن ہے بلکہ واجب ہوگا اب اس دانائی کو دیکھیے کہ ضروری الوقوع کو محال سمجھ رہے
ہیں - اور یہ تغیر کہ نقطہ شمال مغرب کیطرف چلا جاتا ہے - اسکا سبب یہ بیان کرتے ہیں
جسکو علم جر ثقیل سے پورا تعلق ہے اور جسکے ذریعہ سے ایک اور بڑے اعتراض کا
جواب مل گیا کہ خدا نے پہاڑوں کو زمین کی میخیں ارشاد فرمایا ہے - اسپر بھی دہریہ ٹھٹھا کیا
کرتے تھے - اب جب سے زمین کے معدنیات بلکہ پہاڑوں کے مثلاً لوہا اور پتھر کا کوئلہ
اور مٹی کا تیل اور ٹین وغیرہ زمین سے بکثرت نکالا گیا اور دور دور پھیلایا گیا اور بقاعدہ

پہاڑ زمین کی میخ ہیں

اُنکو جسقدر برداشت حرارت کی اُٹھانے پڑے دوسرے کو ہرگز نہیں ہے پھر اگر آفتاب کا قرب زمین سے تدریجی ہے عدم تحمل کا شبہہ ساقط ہوگیا۔ اور اگر دفعتہً یہ قرب آفتاب کا خدا کریگا جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے اور متاخرین فلاسفۂ طبعیین یعنے فلاسفہ جدید بقول مصنف رسالہ حمیدیہ بھی اسکے قایل ہیں اور حکیم ابیقور کا قول قدمائے فلاسفہ میں بھی ہم لکھ چکے پھر کیا آپ نے قیامت آنیکو طمیل اور تماشا اور ولایتی چکر کلکتہ کی تفریح اور سیر تماشا خیال کیا ہے۔ کہ آپ کے آرام اور راحت اور دلچسپی کے واسطے کوئی کھیٹر تیار ہوگا۔ یہ آپ کس سے کہتے ہیں کہ ہم سے تو گرمی آفتاب کا تحمل نہو سکیگا۔ پھر نہو اور جل بھن کر خاک ہوجاؤ از لیسہ یا چہ میبرود۔ ابھی تو آپکو اسی کا انکار ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا اور جب آپکو ثابت ہوجاے کہ ہاں فلاسفہ کے قول سے بھی اسکا واقع ہونا ممکن ہے اُسوقت اُنہیں فلاسفہ سے آپ فائر پروف تیار کرا لیجیے کہ آپکو جلنے سے بچائیگا۔ خواہ کوئی اور ایسی ہی چیز بنوا لیجیے کہ اُس روز آپکے کام آئیگی رہے ہم غریب پابندان مذاہب آسمانی ہمکو پورا یقین ہے کہ ہمارا خدا خود آگ میں جاندار کیڑے اور پرندہ جانور پیدا کرتا ہے اور آتشخواری اُنکی صفت ہے اور ہرشل کی دوربین سے ہم دیکھ رہے کہ خود کرۂ آفتاب پر جاندار چیزیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں اور ہماری تاریخ مذہبی بتلا رہی ہے کہ نمرود کی وہ آگ (الامان الحفیظ) جو کوسوں بھڑک رہی تھی حضرت ابراہیم پر ہمارے خدا نے گلزار بنادی آگ کی گرمی اور آفتاب کی تمازت اور برف کی سردی ان سب کی ایذادہی یا آرام رسانی اُسی پروردگار کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جسنے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ کیا مجال ہے کہ بدون اُسکے حکم کے کوئی موذی ہمکو ایذا پہونچا سکے۔ ہم تو اُسی معبود برحق کے بھروسے پر اُسکی اطاعت میں سرگرمی کر رہے ہیں اور اُسی کی رحمت پر لو لگائے ہوئے کہ رہے ہیں

یا خدا اے در مملکت وجود فرمان از تو + آرام دل بے سر و سامان از تو + ما را بدوای درد دل کاری نیست + دل از تو و درد از تو و درمان از تو۔ ہمارا خدا ضرور ہمکو بقدر ہمارے

جس دائرہ پر زمین گرد آفتاب کے پھر رہی ہے اُسکا چھوٹا ہوتا جانا جسطرح حال کے
علماء طبعیئین اور علماء ہیئت مشاہدہ کرکے بتلا رہے ہیں قدیم فلاسفہ بھی اسکو صحیح
مان چکے ہیں حکیم اپیقورس ایسا دہریہ دنیا کے قدیم ہونے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ ذرات
یعنی چھوٹے چھوٹے اجسام علم کے خود بخود یکجا ہونے سے دنیا کی چیزیں ہمیشہ خود بخود پیدا
ہوتی ہیں انہیں ذرات کے متفرق ہوجانے سے اور دوسری دنیا پیدا ہوا کرتی ہے
اور یہ ہٹ جانا اجزای لایتجزی کا کبھی بسبب حرارت نار کے ہوتا ہے مثلاً آفتاب
زمین سے بہت قریب آجاتا ہے (سوا نیزہ کو یاد کرو) اب حرارت آفتاب کی زمین کو جلادے
گی اور موجودات اجسام میں تغیر پیدا ہوگا۔ یا کوئی حرکت شدید خوفناک ایسی پیدا ہو کہ
تمام اشیاء عالم کو الٹ پلٹا دے اور یہ دونوں باتیں عالم یعنی چرخہ اور رہٹ جو پھر رہا
ہے فاسد ہوجاتا ہے۔ (اذا زلزلت الارض زلزالها) کا اقرار کرتا ہے۔ اسکے بعد
اس دہریہ نے ان خیالات کا ثبوت لکھا ہے جو آجکل یوروپ کے فلاسفر علم جی اک
ناسی کو نیا علم ایجادی بتا رہے ہیں بہرحال ہمکو زمین کا آفتاب کے نزدیک آجانا
خواہ آفتاب کا زمین کے پاس آجانا اسکا ثبوت قدماء فلاسفہ کے اقوال سے بھی
بیان کرنا تھا پھر اب کیوں یہ فلاسفہ ہمارے نبی کی پیشین گوئی پر یعنے سوا نیزہ آفتاب
کے آجانے پر تمسخر کرتے ہیں۔ اب تو یہ حدیث بالکل مطابق عقیدہ اور مشاہدہ
فلاسفہ قدیم اور جدید دونوں کے ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نو خیز تعلیم یافتہ فلاسفہ کے
اقوال کو بجان و دل تسلیم کرلیتا ہے اور حکیم الٰہی جسکی عقل اور علم محض وحی آسمانی ہو
اُسکے ارشاد پر سیکڑوں شبہات انکو لاحق ہوں آفتاب کی گرمی کا تحمل کیونکر ہوگا
جب سوا نیزہ پر ہوا اس شبہہ کا جواب اولاً تو یہی ہے کہ جب آہستہ آہستہ زمین
آفتاب کے قریب ہوتی جاتی ہے تو ہمارا تحمل حرارت آفتاب کا بھی بڑھتا جاتا ہے۔
اور یہ قانون فطرت ہے کہ تحمل آلام رفتہ رفتہ آدمی کرسکتا ہے کیسا ہی سخت الم اور
کیسی ہی سخت ایذا ہو۔ دیکھیے جو لوگ آگ کا کام کرتے ہیں لوہار اور شیشہ گر وغیرہ

قایم کرلیں اور عامیانہ خیال سے ہمکو پورب اور پچھم کی دونو جہتوں کا وجود سمجھ میں آگیا
اب عقل فلسفی سے ہم کہتے ہیں کہ یہ فضائے موہوم جسمیں دنیا بھری ہوئی ہے
اور جسکو ہم جگہ اور مکان کہتے ہیں اور بعض فلاسفر اسکو واجب الوجود اور قدیم بالذات خیال
کرتے ہیں یا تو یہ جگہ اور فضا محدود اور متناہی یا غیر محدود اور متناہی ہوگی اور کچھہ ہو
ایک خط متناہی ہم ایسا فرض کرسکتے ہیں جو اسی خط پر منطبق ہو جسکو ہم نے
خط مغرب اور مشرق نام رکھا ہے اور یہ وہی خط (ب) ہے پھر چونکہ طلوع آفتاب سال
بھر میں مختلف جگہ سے ہوتا ہے اور اسیطرح غروب بھی جو حساب سے ۴۵ درجہ فواہ اینکہ ۴۲
ہزار میل ہے اور (۱۸۰) مشرق اور مغرب جدید اکثر معمورہ میں ہوتے ہیں لہذا مغرب اور
مشرق حقیقی ایک نرہا بلکہ (۱۸۰) مشرق اور مغرب ہوئے۔ اب اسی خط پر ہم ایک عمود
بناتے ہیں جو اسپر چار قائمہ بنائے مثلاً عمود ش ط ا ب جب تک ہم کو کوئی
ذریعہ شناخت ایسا نہ ملا تھا کہ ہم سمت شمال اور جنوب صحیح صحیح قایم کریں اکثر ورنہ تک تو ہم
نے یہ قرار دیا تھا کہ اگر ہم پچھم طرف منہ کرکے کھڑے ہوں داہنا ہاتھ ہمارا جدہر ہو وہی شمال
اور اتر ہے اور بایاں ہاتھ جدہر ہو وہی جنوب ہے یہ خیال محض عام لوگوں کا تھا اور اہل
علم ایک ستارہ جسکو عوام قطب تارہ کہتے ہیں اس جہت کو شمال کہتے ہیں مگر شمال حقیقی کا
پتہ اب ہمکو خدا نے دیا کہ مقناطیس کے اثر سے لوہے کی سوئی ہمکو شمال اور جنوب حقیقی
بتلا رہی ہے اب دیکھو کہ ط ش خط جو عمود آب پر ہے اسکے داہنی طرف ہزاروں عمود
آب پر ہوسکتے ہیں اسیطرح ط ش کے بائیں طرف مثلاً ا ب
مثلاً ہ ز ص م س ن ک و ح لہذا ص ن و یہ سب شمال حقیقی ہونگے اب معلوم ہوا کہ
جسطرح مغرب اور مشرق (۱۸۰) نقطہ حقیقی ہم نے مانے شمال اور جنوب بھی ایسے صدہا
نقطہ ہوسکتے ہیں جو شمال اور جنوب حقیقی ہوں۔ پھر یہ جو علمائے علم ہیئت جدید کہتے
ہیں کہ قطب نما کی سوئی شمال سے مغرب کیطرف ہٹتی جاتی ہے اسکے کیا معنی ہیں
اب ضرور ہوا کہ انکے نزدیک بھی کوئی نقطہ ضرور ایسا ہے جو مغرب حقیقی ہے اور اسی

اعمال خیر اور شر کے ایذا اور آرام پہونچانے کا مالک اور مختار ہے۔ پھر اگر باوجود بجا
آوری احکام الٰہی کے آفتاب کا ضروری خاصہ یہی ہے کہ چاہے خدا کو منظور ہو یا
نہو مگر آفتاب کا نیچر چلانے میں اشیائے عالم کے نہ بدلیگا اور تمام دنیا جل بھن کر
بقول ابیقور حکیم خاک ہو جائیگی پھر ہو جائے کیا مضائقہ مگر انہوں نے شنے وارد فقط

تتمہ باب بست پنجم جس سے زمین کی حرکت یا سکون کا فیصلہ بھی ہوسکتا ہے
اور نقطہ مغرب حقیقی کی توضیح ہو جائیگی پہلے اسبات کو ضرور سمجھنا چاہئے
کہ پورب اور پچھم اوتر دکھن نیچے اوپر یہ چھ سمتیں یعنی شش جہت ایسے ہیں کہ
عام اور خاص لوگ ہر زبان کے اپنی زبان خاص میں انکو مختلف الفاظ سے بولتے
ہیں اور انکو موجود بھی خیال کرتے ہیں عوام کو اتنا مادہ نہیں ہے کہ انکی حقیقت کو معلوم
کریں اور نہ انکو اس کی ضرورت ہے اسلئے کہ شش جہت کا ہونا امر بدیہی انکے نزدیک
ہے فلاسفہ جو ہر ایک چیز کی ماہیت بذریعہ حدود اور رسوم کے دریافت کرنے کے درپے
ہیں انہوں نے سمت خواہ جہت کی یہ تعریف کی ہے کہ جہت منتہا اشارہ حسیہ کا نام
ہے فرض کرو کہ ہم نے ایک خط محدود ا ب فضا یعنی خالی جگہ میں جس میں آفتاب ماہتاب
گردش کر رہے ہیں پورب ا ـــــ ب پچھم (ا) کو ہم پورب اور (ب) کو ہم پچھم فرض
کرتے ہیں۔ یعنے جدھر سے آفتاب طلوع کرے اسکو ہم پورب کہتے ہیں اور جدھر غروب کرے
اسکو پچھم کہینگے۔ اسی خط محدود کے درمیانی نقطہ جسقدر فرض کرو مثلاً ع ح ج د یہ ہر ایک
نقطہ بہ نسبت (ا) کے پچھم طرف ہے اور بہ نسبت (ب) کے پورب طرف ہے اور اصل
نہ کوئی پورب ہے اور نہ پچھم ہے بلکہ مشرق حقیقی اگر ہے تو وہی نقطہ (ا) ہے جو کسیطرح
مغرب نہ کہلائیگا اور مغرب حقیقی وہی (ب) ہے۔ اسی وجہ سے دہلی کے رہنے والے
پٹنہ والوں کو پچھیاں بولتے ہیں پس جو مقام کسی کی نسبت پورب کہلائے وہ سچ
مچ نہ پچھم ہے اور نہ پورب بلکہ سچ مچ پورب وہی ہے جو ہر ایک جگہ کی پورب ہو اور سچ مچ
پچھم وہی ہے جو ہر جگہ سے پچھم ہو پھر چونکہ ہم نے آفتاب کے طلوع اور غروب سے دو سمتیں

قدیم علمای ہندی
ماپر ۱۲۰۰

کی قابلیت ضرور ہے انہیں ابعاد ثلثہ کی وجہ سے یہ فضا اور بعد شاسع یعنے
پھیلا ہوا جسکے سوچنے سے ہماری عقل کو حیرت ہوتی ہے اور جسکی وسعت کو اگب
ثوابت کی دوری معلوم کرنے سے ہمکو اچھی طرح سے دریافت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ
غیر متحرک ہے اسلئے کہ حرکت کیواسطے مکان ضرور ہے پھر اگر فضا یعنے مکان کبھی
متحرک ہو اسکے واسطے بھی مکان ضرور ہے اور تسلسل محال لازم آتی ہے۔ اب ناچار
ہمکو ماننا پڑا کہ یہ فضا ساکن ہے اور جب یہ ساری فضا اور کل بعد موجود ساکن ہے پس
زمین اگر متحرک ہے خواہ ساکن اور اسیطرح آسمان اگر موجود ہے اور جملہ سیارات جو
حرکت کر رہے ہیں اسی فضای ساکن میں حرکت کر رہے ہیں واضح ہو کہ بعد موہوم ہے
در اصل موجود ہے اسکے محال یا ممکن ہونے پر خواہ اسکی اصلی ماہیت اور حقیقت
سمجھانے پر ہم اسوقت بحث نہیں کرینگے اسلئے کہ ہماری غرض وجود مشرق اور مغرب
شمال اور جنوب کی ثابت کرنے کی اسکی بحث واقعی سمجھنے سے کوئی تعلق نہیں
رکھتی ہے موہوم ہو تو کیا اور در اصل موجود ہو تو کیا اب دیکھو جب اس فضا اور بعد
موجود میں طول بھی اور عرض بھی اور عمق بھی اور اسکو ہم نے ساکن بھی ثابت کر دیا
اور اسی فضا اور خالی جگہ کو اقطار ثلثہ (جس میں زمین یا آفتاب گردش کر رہے ہیں۔ اور
وہ متناہی بھی ہے) بموجب اصطلاح مجسمات کے ہم پہلے ایک قطر یعنی خط ایسا
فرض کرتے ہیں جسکی ابتدا اس نقطہ سے ہو جہاں سے طلوع آفتاب بروز اول خلقت
آفتاب ہوا تھا کوئی مقام کیوں نہو اور یہی خط قطر اس دائرہ کا ہے جو مدار گردش زمین
کا بولا جاتا ہے اور اسی کو ہم خط استوا کہتے ہیں جو قطر دائرہ معدل النہار کا ہے اسی
خط کا ایک نقطہ جو مماس دائرہ مذا ہے اور جس سے طلوع آفتاب بروز اول ہوا تھا
مشرق ہے اور دوسرا نقطہ جو دوسرے طرف مماس دائرہ مذا ہے مغرب ہے پھر چونکہ
یہ خط محدود ہے اسلئے کہ جس دائرہ کا یہ قطر ہے وہ بھی محدود ہے اسی کے نصف
پر جو عمود قاطع ہم فرض کرینگے اور چار قائمہ بنائیگا اور دائرہ نصف النہار کا قطر

کے مقابل کوئی نقطہ ایسا ہے جو مشرق حقیقی ہے اور یہ بات سوائے خط استوا کے جسکے اوپر دائرہ معدل النہار مفروض ہے دوسرا خط نہوگا اور اسی خط پر متقاطع جنوباً وشمالاً جو خط فرض کریں اُسکے دو نو نقطہ شمال اور جنوب حقیقی ہونگے یہ وہی خط ہے جو قطب شمالی اور جنوبی کے قریب ہے جسکو ہمنے خط ش ط متقاطع خط آ ب پر فرض کیا ہے اسکی ضرورت ہمکو جہت مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب کی تعیین میں نہیں ہے کہ فضائے موجودہ عالم متناہی ہے یا غیر متناہی۔ اسلئے کہ جب ہمنے طلوع اور غروب آفتاب پر بنا کر کے جہت مشرق اور مغرب فرض کی ہے اور یہ حرکت آفتاب کی بازمین کی دوری ہے جو ۲۴ ہزار میل کی ہے اور جو ہمیشہ ۲۴ گھنٹہ کسرے زائد شبانہ روز میں پوری ہوتی ہے۔ اور جس دائرہ کا قطر ۲۴۰۰۰ ÷ ۲۲/۷ = ۷۶۳۶ ۴/۱۱ ہے یعنی سات ہزار ۶ سو ۳۶ میل اور کسرے زائد ہوتا ہے۔ ہم لوگ جو سیارہ ارض کے رہنے والے ہیں ہمارا دن ۲۴ گھنٹہ کسرے زائد کا اور سال شمسی ۳ سو پینسٹھ دن اور کسرے زائد کا ہے اور زحل اور مریخ مشتری وغیرہ پر اگر آبادی ہے اُنکا دن اور مہینہ اور سال جدا ہے دیکھو کتب علم ہیئت کو لہذا ہم سے جو خطاب خدائے برتر کا ہے اُس میں مشرق اور مغرب وہی مراد ہوگا جو ہمارے سیارہ ارض اور ہمارے مسکن کے مناسب ہے اور فضائے عالم اگر غیر متناہی بھی ہے اُس سے ہمکو کوئی بحث نہیں اور نہ ہمکو اُسکے وجود کے اقرار یا انکار سے ہمارے اصول مذہبی مجبور کرتے ہیں اور نہ اصول فلسفہ پھر جب ہم فضا یعنے خالی جگہ کو عالم میں موجود مانتے ہیں اور اسی کو ہم مکان کہتے ہیں مخلوق اور حادث ہو جیسا ہمارا عقیدہ ہے اور غیر مخلوق واجب الوجود اور قدیم بالذات ہو جیسا بعض دہریوں کا عقیدہ ہے بہرحال یہ فضا اور خالی جگہ ایسی ہے کہ اس میں ابعاد ثلثہ یعنی طول اور عرض اور عمق پائے جاتے ہیں اور اگر ساری فضا اجسام سے کبھی بھری ہوتی ہے تو اجسام کے طول عرض عمق سے منطبق ہے اور اگر کچھ بھری ہے اور کچھ خالی ہے یعنی خلا ہے جب بھی اس میں اجسام سمانے

مشرق اور ہے مراد حضرت کی وہ دونوں نقطہ ہیں جو انقلاب شتوی اور انقلاب صیفی سے نامزد
ہیں اور سال بھر میں دو روز ایسے ہوتے ہیں جسمیں پوری قدرت تعالیٰ خدا کی ہوتی ہے اور وجہ
خدا نے فرمایا کہ بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب ہیں یعنی مغرب اور مشرق تین سو ساٹھ دن
سال قمری کے ہیں یعنی کہ جس روز آفتاب کسی برج یعنی نقطے سے طلوع کرتا ہے پھر دوسرے
سال کے اسی روز اس نقطہ پر آتا ہے لہذا بہت سے مغرب اور مشرق ہر روز بہت سے پیدا ہوتے
ہیں میں کہتا ہوں جب ہمارا قرآن کتاب آسمانی اور حدیث اور اقوال فلسفی لوگوں کے سب
ایک مغرب اور ایک مشرق کو ثابت کر رہے ہیں اور فلاسفہ قطب نما کی سوئی کو بطرف مغرب ہٹتے
جاتا دیکھ رہے ہیں پھر اگر وہ مغرب حقیقی غیر اضافی اور غیر متحرک اور غیر فرضی نہیں ہے تو
کیونکر یہ انکا قول درست ہوگا اب ہم سوال مندرجہ صفحہ ۴۱۳ کتاب ہذا کے جواب میں کہتے
ہیں کہ ان جناب مغرب کسی شہر کا نام تو نہیں ہے مگر ایک مقام خاص کا نام ہے جسطرف قطب نما
کی سوئی ہٹتے ہوئے آپکے فلاسفہ دیکھ رہے ہیں۔ رہا یاجوج اور ماجوج کا قصہ اور اسکے نسبت
جو تشنیع آپنے کی ہے اسکا جواب باب خاص میں دیا جائیگا ابھی ذرا اور ٹھہر جائیے نکتہ یہ
حدیث احتجاج طبرسی کی جسمیں جناب امیر سے لکھی تفسیر میں بعض آیات قرآنی کے ابطال
اور مورد مع اسرار آیات ہشتگانہ قرآن کے عام اہل اسلام کی تقویت ایمان کے لحاظ سے بھی ہم کو
لکھنا ضرور ہے اور پہلے اسکے میں اپنی کم علمی کا اقرار کر لوں اسلئے کہ دونوں کلام میں یا اول
تو کلام خدا ہے اور دوسرا کلام اس عالم ربانی کا ہے جسکی نسبت یہ امر مسلم ہے کہ تحت کلام
الخالق اور فوق کلام المخلوق ہے پھر میں درماندہ کوتی نادان کیا ان دونوں کے اسرار بیان
کر سکتا ہوں سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا کہنا ہے پہلی آیت میں جو خدا نے فرمایا کہ خدا
رب مشرق اور مغرب کا اور رب ان موجودات کا ہے جو درمیان مشرق اور مغرب کے ہیں اب
ظاہر ہے کہ درمیانی چیزیں مشرق اور مغرب کی ضرور مغایر مشرق اور مغرب کے ہونگی پھر اگر
مشرق اور مغرب دو نقطہ ایسے فرض نکریں جو مشرق اور مغرب حقیقی ہوں درمیانی چیزیں
ایسی جنپر مشرق اور مغرب نہ صادق آئے کیونکر درست ہوگا اسلئے کہ مشرق اور مغرب اضافی

بھی ہوگا اور قطب شمالی یعنے ستارہ جدی کے قریب گذریگا اسی قطر کے دونو سرے
جنوب اور شمال حقیقی ہونگے اب یہ چاروں سمتیں جو قائم ہوئیں مغرب اور شمال
حقیقی ہیں نہ اضافی اور چونکہ یہ دونوں خط اس بعد میں فرض کیے ہیں جو ساکن ہے
لہذا یہ چاروں سمتیں بدل بھی نہیں سکتی ہیں اسی مغرب اور شمال حقیقی کو خیال کر کے
حال کے فلاسفر رصدخانہ میں ملاحظہ کرتے قطب نما کی سوئی کو مغرب کیطرف ہٹتے
ہوئے خیال کر رہے ہیں اسلیے کہ اگر مغرب حقیقی اور شمال حقیقی کوئی نقطہ نہو پھر قطب
نما کی سوئی کا ہٹنا بطرف مغرب کے اسکے کیا معنے اور محض مہمل یہ قول ہوجائے
قرآن اور حدیث سے بھی مغرب حقیقی کا ثبوت جب ہم نے فلاسفہ کی تحقیق
سے مغرب اور شمال حقیقی کا ثبوت بخوبی کردیا اب ہمکو اپنے فلسفہ آسمانی اور علما الہی
کے اقوال کا بھی ذکر کرنا ضرور ہے اسلیے کہ اصلی غرض تو ہماری یہی تھی کہ ہمارے کتب
آسمانی کا فلسفہ وہی سچا ہے اور کبھی کوئی سچا فلسفہ اسکو غلط نہیں کرسکتا ہے ابن
کوا جو بڑا منہ پھٹ زبان دراز آدمی تھا ایک ہمارے امام ہمام سے عالم علم لدنی شہسوار
لوکشف امیر المومنین علی بن ابیطالب سے کہنے لگا قرآن میں خدا نے اکثر متناقض
اقوال فرماتے ہیں منجملہ انکے ایک جگہ تو کہتا ہے رب المشرق والمغرب وما بینهما
یعنے مشرق اور مغرب ایک ہے دوسری آیت میں رب المشرقین ورب المغربین.
یعنی دو مشرق ہیں اور دو مغرب ہیں تیسری جگہ فرمایا ہے رب المشارق والمغارب.
بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب ہیں یہ تینوں قول کیسے صحیح ہوسکتے ہیں جو باہم متناقض
ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا اے ابن کوا۔ دیکھ کہ یہ مشرق ہے یعنی پورب ہے اور یہ مغرب
ہے یعنے پچھم ہے اور مراد حضرت کی یہ ہے کہ عوام اور خواص بھی پچھم اور پورب کو ایک
ہی سمجھتے ہیں اور کبھی دو یا چار مشرق اور مغرب نہیں کہتے ہیں یعنے یہ مغرب اور
مشرق حقیقی نہیں بدلتا ہے یہ تو ایک ہی مشرق ہے اور ایک ہی مغرب ہے اب دو
مشرق اور دو مغرب جو خدا نے فرمایا ہے پس جاڑوں کا مشرق اور ہے اور گرمیوں کا

آسمانی کا ہے جس جگہ پہلے روز آفتاب نے غروب کیا ہے مغرب ہے طلوع آفتاب کا یہ باب
اور طریقہ ہے جسکی تطبیق آیات قرآنیہ سے ہوئی ہے بقدر ثبوت کے اس
باب میں دیا ہے اور اسکی توضیح تتمہ میں کردی اسکے علاوہ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ سائل یہ جو
یہ اعتراض مندرجہ صفحہ ۱۴۴ (اگر مراد فقط مدینہ کے مغرب سے ہے شاید قیامت فقط انہیں لوگوں
کیواسطے آئیگی) محض غلط ہے اسلئے کہ اگر فرض کریں کہ اس روز طلوع آفتاب مدینہ ہی کے
مغرب سے ہوگا جب بھی تو ایک ہی روز میں یعنے ۲۴ گھنٹہ میں تمام دنیا کے مغرب سے طلوع
آفتاب کا ہو جائیگا (۱۸۰) روز کی کیا ضرورت ہے اسلئے کہ جب مدینہ کے مغرب سے آفتاب نے
طلوع کیا اسکی چند صورتیں قیاسی ہوسکتی ہیں اور جو صورت ہمارے قرآن اور حدیث میں بصراحت
یا بالالتزام مذکور ہے اسکو بھی ہم بیان کرینگے پہلی صورت مغرب مدینہ سے طلوع آفتاب
کی یہ ہے کہ اس دن مدینہ میں ادھر شام ہوکر آفتاب چھپا اور پھر فوراً اسی جگہ سے طلوع کریگا
اور اس صورت میں جسکی نظیر اب بھی بعض مقامات زمین پر موجود ہے کہ وہاں رات بقدر ہم منٹ
خواہ دس منٹ کے ہوتی ہے دیکھو جغرافیہ کے کتب کو آفتاب کی حرکت جو پورب سے پچھم کیطرف کی
ہمکو نظر آتی ہے ذاتی ہو خواہ زمین کی گردش سے ہو وہ حرکت بدل جائیگی اور اسکا ثبوت قرآنمجید
سے یہ ہے وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ یعنی جس روز آفتاب بازگردان کیا جائیگا ابن عباس کی تفسیر
میں تکویر سے مراد تعویر ہے جسکے ایک معنی بازگردانیدن کے بھی ہیں اور جب آفتاب مدینہ کے
مغرب سے پلٹا تمام دنیا میں ۲۴ گھنٹہ میں پلٹ جائیگا دوسری صورت یہ ہے کہ مدینہ میں رات گذرنے
کے بعد جب صبح نمایاں ہو آفتاب مغرب سے نکلے اور اسکا واقع ہونا یوں ہوسکتا ہے کہ خدا چاند
اور سورج دونوں کو یکجا کردیگا اور باوجودیکہ چاند اور سورج یکجا ہونگے پھر بھی چاند میں گہن لگا ہوگا
چنانچہ فرماتا ہے وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یعنی چاند کا خسوف ہوگا اور
سورج اور چاند یکجا کردیئے جائینگے۔ چاند گہن باوجود اجتماع شمس و قمر کے اس سبب سے ہوگا کہ
آفتاب کی ضو بھی جاتی رہیگی جیسا کہ قتادہ کی تفسیر اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ کی یہی ہے اور
ابوعبیدہ تکویر شمس کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ آفتاب مثل عمامہ کے لپیٹا جائیگا لہذا اسکی روشنی

[illegible] طول بلد کے تحفہ باب ۱۲ میں لکھا ہے کہ بارہ ہزار میل کے فاصلہ پر ہر جگہ کا
[illegible] نقطہ مغرب ہو سکتا ہے لہٰذا یہ مشارق اور مغارب اضافی اس آیت سے
[illegible] ہو سکتی اسیطرح رب المشرقین ورب المغربین میں بھی چونکہ نقطہ انقلاب شتوی
[illegible] بلاد معمورہ میں تبدیل فصلیں کا سبب ہے یہ بھی انہیں دونوں مشرق اور مغرب
[illegible] نقطہ عرض بلد اور میل کلی کے پیدا ہوتے ہیں اور مغرب اور مشرق اضافی
[illegible] اور طول بلد کو ان میں دخل ہے بلکہ ہر درجہ طولی کا انقلاب سرما اور گرما انہیں دونوں
[illegible] سے قریب ہو جاتا ہے پھر جب ان دونوں آیتوں میں خدا نے مشرق اور مغرب
[illegible] نسبت طول بلد کے نفرمایا اسی وجہ سے آیت سوم رب المشارق ورب المغارب کی
[illegible] برحق ہے جو فرمائی کہ عرض بلد کے اختلاف کے تین سو ساٹھ مشرق اور مغرب ارشاد
[illegible] مطابقت اس تفسیر کو ہر دو آیات سابقہ سے ہو گئی اب خلاصہ تینوں آیات کا یہ ہے
[illegible] مشرق اور مغرب حقیقی وہ ہے جہاں سے عرض بلد کی ابتدا ہے وہی دو نقطہ خط استوا کے
[illegible] سے پہچکے ہیں۔ دوسرے دو مشرق اور دو مغرب جو منتہائے عرض بلد شمالی اور جنوبی
[illegible] بھی اضافی نہیں ہیں انہیں دونوں کے درمیان میں جسقدر مدارات یومی ہیں وہ بھی
[illegible] اور مغرب اضافی مثل مشارق طول بلد کے نہیں ہیں پھر چونکہ مشرقین اور مغربین کے
[illegible] وہ ہر ایک مشرق اور مغرب روزانہ بدلتے ہیں اور یہ سب بنام مغرب اور مشرق کے
[illegible] المشرقین کے بعد و ما بینہما ارشاد نفرمایا اور رب المشارق کے ہمراہ ما بینہما کہنا تو کسی
[illegible] مناسب ہی نہ تھا جو مسر انکہ قرآن مجید میں دو مشرق اور دو مغرب اسیطرح بہت سے مشرق
[illegible] جو ارشاد فرمائے کوئی ایسا مشرق ان میں نہیں ہے جو کسی کی نسبت مشرق ہو اور
[illegible] نسبت مغرب ہو بلکہ سب کے نزدیک جو مغرب ہے وہ مغرب ہے اور جو مشرق ہے وہ مشرق ہو
[illegible] جو لفظ مشرق اور مغرب کی وارد ہے اسکا بھی اسیطرح پر ہونا ضرور ہے
[illegible] مغرب جو ہے وہ مغرب ہے اور مشرق جو ہے وہ مشرق ہے اور یہ بات جب ہی ہو
[illegible] نقطہ مغرب اور مشرق دونوں غیر متحرک ہوں اور وہ مغرب غیر متحرک وہی نقطہ عنا

یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ سال کا برابر یکماہ کے ہونا یا تو مراد اُسے یہی ہے کہ صحیح یہی ہے بہ تعداد
سال کی ہوگی چنانچہ آج بھی کواکب سیارات کے دن اور ماہ و سال علمائے ہیئت کے نزدیک
مختلف زیادتی اور کمی میں ہیں زحل کا ایکدن برابر ۱۵ سال کے ہے پھر اُسکا ہفتہ برابر
ایکسو پانچ برس کے اور اسکا مہینہ برابر ۴ ہزار ایکسو پچاس برس کے اور اُسکا سال برابر
چھ لاکھ ۹۳ ہزار چار سو برس کے ہوا عیر مریخ کا سال ایک برس اور دس مہینہ کا ہے دیکھو تاریخ
الحکما صفحہ ۱۱۴ اور صفحہ ۱۳۴ کو عطارد کا سال ۸۸ دن کا اور دور کیوں جاؤ اسی زمین پر بعض مقامات
جیسے ارض تسعین یعنے جو مقام خط استوا سے ۹۰ درجہ شمالی یا جنوب پر واقع ہے وہاں کا
ایکدن برابر چھ مہینے کے ہے پس ایک مہینہ وہاں کا برابر ایکسو اسّی مہینہ کے ہوا یعنے ایک
ماہ برابر ۱۵ برس کے اور ایک سال برابر ایکسو اسّی برس کے ہوگا اسیطرح اور مقامات پر بھی
کے دن کے دن اور مہینہ اور سال مختلف تعداد کے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ قرآن مجید میں
قیامت کے دن کی تعداد کسی جگہ ہزار برس کی اور کسی جگہ پچاس ہزار برس کی وارد ہوئی ہے
کہ جب دن سے مراد یہی ہے کہ آفتاب جبتک نظر آئے اور یہ حالت آج بھی سیارات کی آبادی
مخلوقات کی نسبت مختلف ہے بلکہ خاص زمین کے رہنیوالوں کے نسبت بھی طرح طرح پر ہے
پس روز قیامت بعد حساب و کتاب جب لوگوں کا داخلہ بہشت یا دوزخ میں جسقدر آگے پیچھے ہوگا
اسیقدر انکو آفتاب کے سامنے کی کمی بیشی ہوگی سیطے کہ بعد دخول بہشت کے لَا یَرَوْنَ
فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا نہ وہ لوگ بہشت میں آفتاب کو دیکھینگے اور نہ چاند انکو دکھائی
دیگا زمہریر کے معنی قمر کے بھی صاحب قاموس نے لکھے ہیں دوسرے معنی ہونے زمانہ
کے یہ ہیں کہ دنیا کے اکثر زن و مرد ایسے خواب غفلت میں پڑینگے اور ایسی جہالت اور نادانی انکو
ہوگی اور ایسے بھول بیٹھے ایام زندگی کے اوقات بیہودہ گذارنے میں انکو ہوگی کہ سال بھر کا
زمانہ انکو اتنا کم معلوم ہوگا جیسے ایکماہ کا زمانہ اور مہینہ بھر کو بجائے ایک ہفتہ کے سمجھینگے وعلیٰ ہذا
او صدق رسول اللہ صلعم ہم اپنی ذات خاص کی غفلت اور جہالت اور انہماک امور لاطائل
میں آج کل ایسی ہی پاتے ہیں کہ مثلاً ہمارے مذہبی ایام جیسے ماہ رمضان اور عشرہ محرم و دعید الفطر

جاتی رہیگی دیکھو صحاح جوہری یا صراح اللغت کو میں کہتا ہوں کہ تینوں شق تکویر شمس کی اگر واقع ہوں تو کچھ بعید نہیں اسطرح کہ پہلے بروقت غروب کے آفتاب اُسی مغرب سے طلوع کریگا اور بار دیگر دن ہوگا اور طلوع کے بعد پھر اتنا پھیلا جائے کہ مثل عمامہ کے لپیٹا جائے اور اسی حالت میں اُسکا نور زائل ہو جائیگا تیسری صورت یہ ہے کہ جذب کواکب سیارہ جس نسبت سے ہے اُسکو بالکل معدوم کردے اسلئے کہ نسبت جذب کواکب باہمدیگر کسی برہان عقلی سے ضروری ثابت نہیں ہوتی ہے جسکا خلاف واقع ہونا محال ہو اور جب ہم نے آفتاب اور ماہتاب اور زمین سبکو مخلوق خدا مان لیا اور جملہ خواص مخلوقات اجسام اور اجرام کو جو خواص لازمہ سے نہیں ہے ممکن اعتقاد کرلیا پھر اُنکے بدلنے پر خالق تعالیٰ کو عاجز نہیں کہ سکتے ہیں خصوصاً قریب زمانہ قیامت کے جو زمانہ انتظام جدید کا ہے اور جس زمانہ میں یہ سارے انتظام کیا بلکہ سارے موجودات ارضی اور سماوی فنا ہونگے ایسے زمانہ کا قیاس زمانہ موجودہ حال پر کیونکر ہو سکتا ہے ہمارے نبی برحق نے جو حوادث اور علامات قیامت کے آنے کے ارشاد فرمائے ہیں اور ضرور اُنکی پیشین گوئی سچی ہے ازانجملہ ایک نشانی تقارب ایام اور چھوٹے ہونے زمانہ کے بھی ہے صحیح ترمذی میں انس سے اور صحیح مسلم میں روایت ابوہریرہ سے کہ قیامت قایم نہوگی جبتک زمانہ قریب قریب نہوجائے اُسوقت کا سال برابر ایک مہینہ کے ہوگا اور مہینہ مثل جمعہ کے یعنی برابر ایک ہفتہ کے ہوگا اور ہفتہ برابر ایک دن کے ہوگا اور ایک دن برابر ایک گھنٹہ کے ہوگا اور گھنٹہ برابر اُس مقدار زمانہ کے ہوگا جس میں آگ کا شعلہ اُٹھتا ہے اور فرو ہو جاتا ہے میں کہتا ہوں یہ حدیث پوری دلالت کرتی ہے کہ نسبت حسابی جو سال اور ماہ اور یوم کی ہے محفوظ نرہیگی اسلئے کہ جو سال برابر ایک ماہ کے ہو بس بارھواں حصہ کے برابر ہوگا اگر یہی نسبت محفوظ رہے پس مہینہ برابر ڈھائی روز کے ہوتا مگر حدیث میں مہینہ برابر سات روز کے ہے جو قریب چہارم کے ہوتا ہے اور ہفتہ برابر ایکدن کے ہوتا ساتویں حصہ کے نسبت ہے اب یہ تشویس نسبت ضرور ہمکو ہدایت کرتی ہے کہ نظام نسبت کا محفوظ رہنا خدا کو اپنی قدرت نمائی میں مجبور نہیں کرتا ہے پس کسی دہریہ کو اضطراب نسبت مذکورہ حدیث پر اعتراض کرنا بیجا ہے اسلئے کہ حفظ نسبت کوئی امر ضروری نہیں ہے

[حاشیہ:] ... الہ اقتراب الساعۃ ... سنن ...

[حاشیہ:] ... حدیث کو عرض ...

دین اسلام کے ہادی اور راہنما سے برحق کیواسطے قبلہ مقرر ہوا ہے اور پہلی جگہ جو زمین
پر متبرک خدا نے قرار دی ہے یہی مقدس جگہ ہے لہذا ہم لوگ اہل اسلام بلکہ تمام
خلایق اگر مسلمان ہوجائے چنانچہ بعد ظہور ہمارے امام برحق کے ایسا ہی ہوگا کہ سوائے
مسلمان کے کوئی مذہب والا زمین پر نہ ہوگا پس ہمکو مغرب مکہ معظمہ کا منجملہ ہزاروں
مغارب باعتبار طول بلد کے اپنا مغرب سمجھنا کچھ دور از قیاس نہیں ہے یہ امور فرضی
اور نسبی ایسے ہیں کہ ہمیشہ ہر قوم اور قبیلہ اور ہر ملت اور مذہب کے لوگ اپنے اپنے اغراض
خاصہ کی نظر سے انکو فرض کیا کرتے ہیں خیال کیجیے کہ بطلیموس کی جغرافیاوی حساب
سے طول بلد کی ابتدا جزائر خالدات سے شمار کیجاتی تھی اب یورپ کی جغرافیاوں سے کتابوں
میں طول بلد اور ہی جگہ سے شمار کیا جاتا ہے حالانکہ دونوں حساب محض فرضی ہیں بشرطیکہ
زمین کروی الشکل ہو اور حرکت بھی کرتی ہو

(خاتمہ کتاب)

شکر خدا کہ جلد اول اس کتاب کی ختم ہوئی اور جلد دوم کے ابواب موعودہ جلد اول کی فہرست
بھی طیار ہو چکی اور اسکو بھی انشاء اللہ بہت جلد ہدیہ ناظرین کرونگا حضرات علمائے اسلام
کو معلوم رہے کہ یہ جدید علم کلام محتاج اسقدر امداد و اعانت امرا اور والیان ملک کا تھا اور
ہے جسقدر علم کلام قدیم کو حاجت انکی تھی اور اگلے وقتوں کا سرمایہ امرا اور سلاطین اسلامیہ نے
فراہم کر کے علمائے اسلام کی امداد کی تھی اور علمائے متقدمین بھی ایک دوسرے کے معین اور
مددگار رہتے تھے اور مقابلہ دشمنان بیرونی خانگی نزاع کو ترک فرما کر ہمہ تن حمایت دین
اسلام میں یکدل اور یکزبان ہو جاتے تھے جب جا کے دہریہ اور ملحدین سے مقابلہ ہوتا تھا
انتصار الاسلام سے وہ زمانہ [illegible] اور والیان ملک کی امداد اسلام کی بیخ کنی کرنیکو سر احمد
خانصاحب بہادر کے [illegible] ہوتی ہے اور انتصار الاسلام کی تصنیف کی خبر بھی انکو
نہوئی تا بامداد چہ رسد اور علمائے [illegible] اول تو اس زمانہ میں معدودے چند ایسے ہونگے جو ان
مباحث کو ضروری سمجھیں [illegible] انکی خستہ حالی اور [illegible] زمانہ سے [illegible]
ہے کہ خدا رحم کرے انکو [illegible] ضروری حوائج سے انکو فرصت نہیں کہ ایک نظر سرسری [illegible]

اور عید الضحیٰ اسکے نسبت ہملو ہمیشہ یہی خیال رہتا ہے کہ کیسے جلدی جلدی ان ایام کا دورہ
ہوتا ہے اور اپنے اکثر اسلامی بھائیوں بھی ہم نے یہی سنا ہے کہ روزے ماہ رمضان کے کیسے جلد
جلد آتے ہیں خواہ دس دن محرم کے کیسے جلد گذر جاتے ہیں بلکہ ماہ رمضان کا ایسا متبرک
مہینہ جس میں روزہ دار مہمان خدا ہوتا ہے اسکے جلد گذر جانیکی نسبت ہم نے یہ مثل بنالی ہے۔
دھوان دھوان دو تیران اور یہ تو پورا عقیدہ ہم سبکا ہے کہ ادھر انیسویں شب ضربت جو پہلی
شب قدر ہے آئی اور رمضان گویا ختم ہوگیا نیچرل صاحب مجھے معذور رکھینگا یہ جو چند سطور
میں نے اپنے اور اپنے اسلامی بھائیوں کے حال زار پر رونے میں لکھیں ہیں آپسے انکو کچھ
تعلق نہیں ہے آپکے تحریک تو ماہ رمضان کوئی چیز ہی نہیں آپ تو بقول مشہور جیسے سوکھے
ساون ویسے ہرے بھادوں کسی عالم محمدی سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا یا حضرت ماہ رمضان
میں شراب پینی کیسی عالم نے جواب دیا کہ جیسے شوال میں مطلب اس عالم کا یہ ہے کہ جب آدمی
گناہ کبیرہ شرابخواری پہ آمادہ ہوا اور خدا کا خوف یا اور عقلی خرابیاں جو شرابخواری سے ہوتی
ہیں (اور ہم بھی لکھینگے) انکی پروانہ کی پھر اسکو حرمت ماہ رمضان کا کیا خوف ہو سکتا ہے اور
خصوصاً بقول شاعر ؎ گر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجیے ÷ زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی
نہیں۔ ابھی بیچارہ بھن گئی شیخ ناسخ نے قطعہ بند چند اشعار لکھے ہیں سبکا آخری شعر یہی ہے ؎
پیر امتحان بغیر تو یہ آپکا غلام ہے ÷ قائل نہیں حضور کسی شیخ و شاب کا۔ توبہ توبہ میں کہاں سے
کہاں پہونچا ہاں جناب ہمارے نبی کریم صلعم نے جو اقتراب زمانہ کے قریب قیامت خبر دی ہے
وہ پیشین گوئی ہمارے نسبت نہایت سچی ہے خداوند اپنے نبی کی امت مرحومہ کو اس غفلت
اور خود رفتگی سے نکال دے بحق محمد و آلہ المعصومین سارا گنداریچریاں رانگیہ چوتھی صورت
آفتاب کے مغرب سے نکلنے کی یہ ہے اور یہی صورت غالباً واقع ہوگی والعلم عند اللہ کہ
مراد مغرب سے مکہ معظمہ کا مغرب ہو اور مکہ معظمہ کے مغرب کو مغرب حقیقی اس نظر سے ہم کہتے
ہیں کہ ہمکو اپنی الہامی کتابوں سے بخوبی ثابت ہے کہ مکہ معظمہ ناف زمین اور قبۃ الارض ہے اگرچہ
نسبت کروی الشکل ہونے زمین کے ہر ایک شہر اور قصبہ قبۃ الارض ہو سکتا ہے مگر چونکہ مکہ معظمہ

# حضرات شائقین

کتاب مستطاب انتصار الاسلام تصنیف جناب فرید العصر وحید الدہر محقق طوسی
آن زمانہ جناب مولوی حکیم سید غلام حسنین صاحب [illegible] فیوضہم دوبارہ
چھپکر طیار ہوگئی ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مصنف علام نے اصول علوم قدیمہ
وجدیدہ کی رو سے جس خوبی کے ساتھ مذہب اسلام کی حقیقت ثابت کی ہے وہ
انہی کا حق تھا۔ مخالفین کا کوئی اعتراض اور شبہہ ایسا نہیں چھوڑا جسکا جواب
بوجوہ عدیدہ نہیں دیا۔ یہی سبب تھا کہ پہلی اشاعت کی کل جلدیں دست
بدست فروخت ہوگئیں۔ اور شائقین کی درخواست پر دوبارہ چھاپنے
کی نوبت آئی۔ بنظر سہولیت خریداران پہلے سے نصف قیمت [illegible] کردی گئی
درخواستیں اس پتہ پر آنی چاہئیں۔

المشتہر

لاہور لوہاری منڈی۔ [illegible] جناب قبلہ مولوی خدابخش صاحب
دام ظلہ۔ غلام عباس مینیجر دفتر انتصار الاسلام و [illegible]۔

اس کتاب کو علماء [illegible] خداوند عالم دین اسلام کی تائید [illegible] وقت [illegible]
کے موافق کچھ تو کچھ سامان [illegible] ہے۔ لہذا حضور پرنور حامی دین اسلام [illegible]
ظہیر الانام عالی جاہ بلند پایگاہ نواب سید علی خان صاحب [illegible]
اور ان کے منجھلے بھائی نواب سید جعفر علیخان صاحب کو [illegible] کتاب ہذا
پر آمادہ فرمایا ان دونو حضور نے علمی لیاقت اور مالی امداد سے پورے معین اسلام ہوکر
اپنی دریا دلی فرمائی کہ جلد اول تصنیف ہوکر چھپ بھی گئی اور جلد دوم کی اشاعت کو
بھی حضور [illegible] وعدہ فرما لیا ہے۔ انشاء اللہ تعالے وہ بھی ہدیہ ناظرین ہوگی۔
لہذا میں دعای ترقی دارین دونو حضور کو دیکر اس کتاب کو ختم کرتا ہوں

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ
وَخِیَارِ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

خاتمۃ الکتاب منجانب خاکسار خادم [illegible] حقیر غلام عباس مہتمم اشاعت انتصار الاسلام و [illegible]
ماتین فی مقتل الحسین

الحمد والمنت کہ کتاب مستطاب انتصار الاسلام کی پہلی جلد بصحت و اہتمام تمام سے دوبارہ
چھپکر تیار ہوئی۔ معتقدات اسلام پر علوم جدید و فلسفہ حال کے حملوں کی روک اگر کوئی
دنیا میں ہے تو وہ انتصار ہے۔ اس کے مصنف علام حضرت علامہ کنتوری سلمہ اللہ
تعالیٰ اپنے زمانہ میں محقق طوسی علیہ الرحمہ سے کم نہیں ہیں۔ موصوف نے ضرورت
کے وقت نصرت اسلام میں یہ لاجواب کتاب تحریر فرما کر اسلام کو بیباک اور جرار حملہ آوروں کی زد سے بچا
ہی نہیں لیا بلکہ مظفر و منصور کر دکھایا۔ اسلامی دنیا میں کوئی کتب خانہ کوئی الماری کوئی میز کوئی ہاتھ
اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف عہ ہے جو کسی حالت میں محنت سے زیادہ نہیں ہے

تمت

# اعلان

حضرات شائقین کتاب تائین فی مقتل الحسین جلد اول مصنفہ حضرت علامۃ الہند مولانا غلام حسنین صاحب کنتوری جس میں عام عقلی و نقلی دلائل اور جدیدہ اور قدیمہ علوم کے اصول سے وہ تمام شبہات رفع کیے گئے ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارہ میں مخالفین اسلام نے کئے ہیں میرے پاس موجود ہے بنظر سہولیت باوجود ۸۰۰ صفحہ ہونیکے قیمت صرف عہ مقرر کی گئی ہے۔ اور جلد دوم بھی بہت جلد طیار ہو گی۔

جلد دوم انتصار الاسلام — و جلد دوم تائین فی مقتل الحسین ۔ و سوانح عمری جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ۔ و سوانح عمری جناب علامہ مصنف ۔ و قصاید نعمت خان عالی و ہفت بند نعمت خان عالی ۔ و ہفت بند کاشی معہ شرح و مسدس کوثری وغیرہ وغیرہ زیر طبع ہیں۔

یہ سب کتابیں سوائے اس پتہ کے اور کسی جگہ سے نہ ملیں گی۔ ان کتابوں میں سے یا اور کسی کتاب کی جن حضرات کو شوق ہو پتہ ذیل سے طلب فرماویں

المشتہر

لاہور لوہاری منڈی ۔ تانک پچلہ ۔ بر مکان جناب قبلہ مولوی خدابخش صاحب دام ظلہم

غلام عباس منیجر دفتر انتصار الاسلام و تائین